ذالک خیر لکم و اطہر

لختِ جگر

حصہ دوم

جو مجموعہ ہے

مصنفہ

بشیر الدین احمد

(تمام حقوق محفوظ) قیمت دو روپیہ

فہرست مضامین حصہ ا دوم لخت جگر

ضمیمہ دوم چمنستانِ نظم

ختم شد

انیس اور دبیر
دو ہم عصر مرثیہ گو
ایسے زبردست
گزرے ہیں کہ ۱۵
۱۵ کما حقہٗ ان بزرگوں کی تعریف ناممکن ہے۔ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر
دونوں صاحبوں کے کلام معجز نظام کے دفتر کے دفتر ہیں ۔ فصاحت۔
بلاغت۔ بندش کی عمدگی ۔ برجستگی۔ نفاست۔ نزاکت کون سی بات ہے
جو بوجہ اتم نہیں ہے۔ مولنا شبلی کا موازنہ انیس و دبیر اور اُس کا جواب
المیزان دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کس وقار اور پائے کے تھے۔
ایک ہی مضمون کو صدہا طرح باندھنا اور جب لکھا نئی طرز سے کرشمۂ قدرت اور
اُن کی جودتِ طبع کا کھلا ثبوت ہے۔ ولادت سنہ ۱۲۱۶ھ وفات سنہ ۱۲۹۲ھ ۔ مدفن لکھنؤ
۱۵ میرٹھ کے رہنے والے عیسائی مذہب الہ آباد کے مشہور رسالہ ادیب کے
اڈیٹر رہے اُس کے بند ہونے کے بعد لکھنؤ سے ایک اپنا رسالہ "العصر" نکالا وہ
بھی کچھ دنوں چل کر بند ہو گیا۔ آدمی بڑے قابل اور ذہین ہیں۔ نثر و نظم دونوں خوب
لکھتے ہیں مگر زمانے کی نامساعدت کا شکار ہیں اور ایسے گرفتارِ مصیبت و آلام ہیں

سلسلہ نشان	مضمون	مصنف	صفحہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
کہ کچھہ کرتے	دھرتے بن نہیں پڑتی ۱۶	مشہور و یگانہ عصر	شاعر۔ نظم	کی طرف توجہ کرنے کی
دیر تھی کہ	دریا رواں ہوگیا۔ صاحب	تصانیف کثیرہ۔ مترجم	کلام ربانی۔	تعلیم نسواں کے
سرگرم حامی	و مددگار۔ سرسید احمد	خاں کے یار غار۔ مولد	بجنور۔ مدفن	دہلی۔ ولادت
۶ دسمبر	سنہ ۱۸۳۶ء۔ وفات ۳ مئی	سنہ ۱۹۱۲ء۔ عمر (۷۶)	سال ۱۷	شیخ ولی محمد صاحب
آگرہ کے	بڑے مشہور شاعر۔	مزاج میں چہل۔ کلام	پر لطف۔	اُس زمانے میں نیچرل
نظمیں بس	انھیں کی لکھی گئیں۔	ان کے کلام کا کیا کہنا۔	ہر قسم اور	ہر رنگ کے اُستاد تھے
۱۸ انیس	کے ساتھ ذکر آچکا ہے۔	لکھنوی۔ ولادت	سنہ ۱۲۰۱ھ۔	وفات سنہ ۱۲۹۲ھ
مدفن لکھنؤ ۱۹	سلاطین مغلیہ کے آخری	تاج دار۔ کلام درد	اور تصوف	سے
بھرا ہوا۔	آپ کے کلام کی نسبت	سوائے اس کے کیا کہا جا	سکتا ہے کہ	کلام الملوک
ملوک الکلام۔	ولادت سنہ ۱۷۷۵ء۔	وفات سنہ ۱۸۶۲ء۔	مدفن رنگون ۲۰	اپنے منہ
میاں مٹھو۔	ع عالم ہمہ افسانہ	ما دارد و ما ہیچ۔ ریاست	حیدرآباد دکن	میں کلکٹر رہا
اب معقول	پنشن پاتا ہوں۔ اور	دہلی اپنے وطن میں	زندگی کے	آخری دن بسر کرتا ہوں
جس کا نمک	کھاتا ہوں وہاں	رہتا نہیں۔ جہاں	رہتا ہوں اُس	کا نمک خوار نہیں۔
باپ کی طرح	تعلیم نسواں کا گرویدہ	ہوں۔ زنانہ لٹریچر کی کئی	کتابیں لکھہ	چکا ہوں اور لکھتا رہتا ہوں ع
بریں ہمی زیستم	ہم بریں بگذرم۔ فن تاریخ	اور آثار قدیمہ کا چسکا ہے۔	جس کا نتیجہ	تاریخ بیجانگر۔
تاریخ بیجا	پور اور تاریخ دہلی ہے۔	ولادت ۱۳ اگست	سنہ ۱۸۶۱ء	فقط

حصۂ دوم

ضمیمہ اول

بہارستانِ نثر

نثر حُسنِ جمال کی صورت + نظم غنج[1] و دلال کی صورت

قال[2] اُس کا وہ آئینہ جس میں + نظر آتی ہے حال کی صورت

تہنیت[3] اک نشاط کی تصویر + تعزیت[4] ایک ملال کی صورت

خداوندِ ارض و سما[5] ایک ہے + قسم ہے خدا کی خدا ایک ہے

برابر ہے اپنا وجود و عدم[6] + ہماری بقا اور فنا ایک ہے

عدم ابتدا ہے عدم انتہا + مری ابتدا انتہا ایک ہے

ذرا غور سے مرآتِ[7] دل کو دیکھ + یہ آئینہ حق نما[8] اور ہے

جہاں میں ہیں غافل بہت سے طریق + مگر راہِ صدق و صفا[9] اور ہے

کہو گے جو کچھ تو سنو گے بھی رند + ہنسی میں تو شاہ و گدا[10] ایک ہے

---

[1] کرشمہ اور ناز - [2] قول - بات - [3] مبارک باد - [4] ماتم پرسی - [5] زمین اور آسمان - [6] ہونا اور نہ ہونا - [7] آئینہ - [8] حق کا دکھلانے والا - [9] سچائی اور صفائی کا رستہ - [10] بادشاہ اور فقیر

خدائے تعالیٰ کے جلوے

خدا کی شان کے بھی کیا کیا جلوے ہیں! وہ ہم کو پیدا کرتا ہے پالتا ہے۔ مارتا ہے۔ دیتا ہے۔ لیتا ہے۔ دولت مند کرتا ہے مفلس بناتا ہے کبھی پہاڑوں پر گھٹائیں اُٹھا کر سمندر سے پانی برساتا ہے۔ گرمیوں میں آندھیاں چلاتا ہے۔ برسات میں اُن کا نام نشان مٹاتا ہے۔ غرض ہر چیز کو بدلتا رہتا ہے مگر خود نہیں بدلتا۔ مینہ جب برستا ہے تو سب جگہ اُس کا ایک مزہ ہوتا ہے مگر جب وہ اور چیزوں کے ساتھ ملتا ہے تو مختلف مزے چکھاتا ہے۔ ایسے ہی خدا اپنی ذات سے احد ہے مگر اپنے جلوے مختلف چیزوں میں جدا جدا دکھاتا ہے جیسے شیشے کو تغیر اُن رنگوں سے ہوتا ہے جس پر وہ لگایا جاتا ہے۔ ایسے ہی اُس کی شان کی نیرنگی ہزاروں رنگ ہر ذرے میں دکھاتی ہے گو اُس کی ذات پاک جیسی ہے ویسی ہی رہتی ہے۔ اُس کی ذات بے حد و بے پایاں ہے وہ ہمارے فکر و غور سے نہیں نپ سکتی مگر وہ خود سب کو ناپ لیتی ہے۔ وہ خود کوئی حاجت نہیں رکھتا مگر سب کا حاجت روا ہے۔ اُس کی طرف جانے کی مختلف راہیں انسان نے مقرر کی ہیں مگر وہ سب اُس کی ذات میں جا ملتی ہیں۔ جیسے گنگا کی دھاریں گو بہت ساری ہیں اور مختلف راہوں میں چلتی ہیں مگر سب ساگر میں جا ملتی ہیں۔

(شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ)

نیرنگی ۔ طرح طرح کے ۔ احد ۔ اکیلا ۔ تغیر ۔ حالت بدلنا ۔ کیفیت طلسم
بے پایاں ۔ بے انتہا ۔ حاجت روا ۔ ضرورتوں کا پورا کرنے والا ۔ ساگر ۔ سمندر ۔ ۱۲

پیغمبر صاحب کے ارشادات

(۱) تم زمین والوں پر رحم کرو۔ آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

(۲) ظلم سے بچو کیوں کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی[1] میں ڈالے گا۔

(۳) حرص سے بچو کیونکہ حرص کے باعث پہلے لوگ بہت ہلاک ہو گئے۔

(۴) شراب سے بچو کیوں کہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

(۵) اگر تم کسی کو تادیب[2] کرو تو اُس کے منہ پر مت مارو دوسرے حصے پر مارنے کا مضایقہ نہیں۔

(۶) اچھے کاموں میں اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ انسان زبان کو بُری باتوں سے محفوظ رکھے۔

(۷) بندوں میں اللہ تعالیٰ کا پیارا وہ شخص ہے جس کا خلق اچھا ہو۔

(۸) اللہ تعالیٰ کو وہ کھانا پسند ہے جس پر کثرت سے ہاتھ پڑتے ہوں۔

(۹) جب تمھارے پاس کوئی شخص ملنے کو آئے تو اُس کی عزت کرو۔

(۱۰) سلام مصافحہ سے کامل ہوتا ہے۔

(۱۱) بُری باتوں کا چھوڑنا بھی ایک نیکی ہے۔

(۱۲) جو کچھ علم حاصل کیا کرو اس کو لکھ لیا کرو تاکہ بھول نہ جاؤ۔

(۱۳) بڑا اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے۔

(۱۴) مزدور کو اُس کی مزدوری اس کا پسینا خشک ہونے سے پہلے دے دو۔

(۱۵) دوزخ سے بچو خواہ کھجور کا چھوٹا سا ٹکڑا خیرات کرنے سے ہو۔

(۱۶) اپنے معاملات کو رازداری سے طے کرو اور اپنی ضرورتیں چپکے چپکے پوری کیا کرو۔

[1] اندھیرا۔ [2] ادب دینا۔

(۱۷) ایسے شخص کی صحبت میں کچھ بہتری نہیں ہی جو اپنا نیک و بد دیکھے اور تمھاری پروا نہ کرے۔

(۱۸) کھاتے وقت جوتیاں اُتار لیا کرو کہ یہ عمدہ طریقہ ہی۔

(۱۹) اپنی اولاد کو تین خصلتوں سے آراستہ کرو اور ادب سکھاؤ (۱) اپنے رسولؐ کی محبت (۲) آپ کے اہل بیت کی محبت (۳) قرآن شریف کا پڑھنا اس لیئے کہ قرآن پڑھنے والے خدا کے سایہ میں ہوں گے جس دن سوائے اُس کے اور کسی کا سایہ نہ ہوگا اور ایسے شخص کا انبیا علیہ السّلام اور خدا کے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ حشر ہوگا۔

(۲۰) جب خدا تمھیں مال دے تو اس کا اثر تمھارے اوپر ہونا چاہیئے اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہی کہ اپنے بندے کے بدن پر اُس کی خوبی کا اثر دیکھے اور اس کو دوست نہیں رکھتا کہ فقیری اور محتاجی اپنے بندے پر دیکھے

(۲۱) مسلمان ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں کاٹا جاتا یعنی جس چیز سے ایک بار نقصان اُٹھائے پھر دوبارہ اُس کی طرف رُخ نہیں کرتا۔

(۲۲) جب کھانا کھاؤ تو داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور پانی بھی داہنے ہاتھ سے پیو کیوں کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہی۔

(۲۳) جب کسی شخص کو غصّہ آئے اگر وہ کھڑا ہو تو چاہیئے کہ بیٹھ جائے اگر غصّہ جاتا رہا تو خیر ورنہ لیٹ جائے۔

(۲۴) اپنے مُردوں کا تذکرہ بھلائی کے ساتھ کرو اُن کی اچھی اچھی باتیں بیان کرو اُن کی بُرائی کا تذکرہ نہ کرو۔

منتخب۔ چنے ہوئے۔ پسندیدہ ۱۲

(۲۵) جب تین آدمی ایک جلسے میں ہوں تو یہ نہ چاہیے کہ دو آدمی تو کانا پھوسی[1] کرنے لگیں اور ایک آدمی کو اکیلا چھوڑ دیں۔

(۲۶) تمھارے اوپر ایک چھوٹے سے سر والا حبشی غلام حاکم بنا یا جائے تب بھی اُس کی اطاعت اور فرماں برداری کرو۔

(۲۷) اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر کرنے والا وہ شخص ہے جو آدمیوں کی شکر گزاری سے دریغ نہیں کرتا۔

(۲۸) خدا کا تابع دار بندہ وہ ہے جو اپنے ملنے والے سے سلام میں سبقت[2] کرے۔

(۲۹) اچھا کسب[3] انسان کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر ایمان داری کی تجارت ہے۔

(۳۰) اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک مت جانو اور نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ حج و عمرہ کرو۔ رمضان کے روزے رکھو اور ایسی بات اختیار کرو جو لوگوں کو پسند ہو اور وہ تمھارے پاس آئیں اور ایسی بات جو اُن کو ناگوار معلوم ہو نہ کرو کہ وہ تمھارے پاس نہ آئیں۔

(۳۱) آپس میں سلام کرنے کی عادت ڈالو تو محبت بڑھے گی۔

(۳۲) اکثر گناہ آدمی کی زبان کی بدولت[4] ہوا کرتے ہیں۔

(۳۳) آدمیوں میں بہتر قیامت کے دن وہ شخص ہے جو میرے اوپر زیادہ درود پڑھے۔

(۳۴) حق والے کو ہر طرح سے بات کرنے کا حق ہے۔

(۳۵) لوگوں کو اُن کے مرتبے کے موافق جگہ دیا کرو۔

---

[1] سرگوشی کرنا۔ [2] پہل۔ [3] کمائی۔ [4] وجہ سے۔ ۱۲

(۳۶) میں اپنی اُمت کے آدمیوں کو قسم دیتا ہوں کہ حمّام میں بغیر تہمد باندھے داخل نہ ہوں اور اپنی اُمت کی عورتوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ وہ حمّام میں نہ جائیں

(۳۷) ظالم اور ظالم کے مددگار دوزخ میں جائیں گے ۔

(۳۸) مُردوں کو نیک لوگوں کی قبروں کے بیچ میں دفن کیا کرو کیوں کہ مُردے کو بھی بُرے پڑوسی سے ویسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسے کہ زندہ کو ۔

(۳۹) اپنے ایمان کی تجدید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ذکر سے کیا کرو ۔

توحید[1]

ہر گیاہے[2] کہ بر زمیں روید وحدہٗ لا الٰہ می گوید

دنیا میں بہتیرے ہی مذہب ہیں اور ہر ایک مذہب کا مقصودِ اصلی ہے اصلاح گو وقتی[3] اور مقامی خصوصیتوں کی وجہ سے اصلاح کے اصول میں کچھ اختلاف بھی ہو ۔ غرض انسانی اصلاح کے اعتبار سے اسلام کو دوسرے مذہبوں پر کچھ ایسی فوقیت[4] نہیں ۔ ہاں فوقیت ہے تو توحید میں ہے مگر مسلمانوں نے ایسا گول مال[5] لگایا ہے کہ اسلام کے سارے فخر کو ملیامیٹ[6] کر دیا اب سچ پوچھو تو مسلمانوں کا منہ نہیں کہ اہلِ کتاب[7] بلکہ مشرکین کی توحید کو آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکیں ۔ قرآن کا شاید ایک صفحہ بھی مشکل سے ملے گا جس میں توحید کا مذکور نہ ہو ۔ تم نے ابھی مذہب ہی کو نہیں سمجھا کہ مذہب ہے کیا چیز اور کہاں سے اس کی ابتدا ہوئی ۔ مذہب کی

---

[1] خدا کو ایک جاننا ۔ [2] جو گھاس زمین پر اُگتی ہے (وہ بھی) اللہ ایک ہے اور اُس کا شریک کوئی نہیں کہتی ہے ۔ [3] بہ اعتبار زمانہ اور بہ اعتبار اُس مقام کے کہ جہاں رہتے ہیں ۔ [4] بڑائی ۔ برتری ۔ [5] اُلجھا دیا ہے گڑبڑ کر دی ہے ۔ [6] ستیاناس ۔ نیست و نابود ۔ مٹا دیا ۔ [7] یہود اور نصاریٰ اہل کتاب ہیں کہ خدا کی طرف سے ان قوموں پر کتابیں اُتریں ۔ ۱۲

مثال[۱] صرف و نحو کی سی ہے۔ صرف و نحو نے زبان کو نہیں بنایا بلکہ لوگوں نے زبان سے صرف و نحو کو بنایا ہے یعنی اہل زبان کو ایک طور پر بولتے سُنا اُس طور کو قاعدے کے طور پر منضبط[۲] کر لیا۔ صرف و نحو بن گئی۔ قاعدے زبان میں پہلے سے موجود تھے مگر لوگوں کو آگہی نہ تھی کہ ہم بولنے میں اس قاعدے کا لحاظ رکھتے ہیں۔ جب کسی کا ذہن[۳] منتقل ہوا اور اُس کو قاعدہ سوجھ پڑا۔ تب خبر ہوئی اور یوں بولنے کو تو ذرے سے لڑکے اپنی مادری[۴] زبان ایسی پڑپڑ[۵] بولتے ہیں کہ صرف و نحو کا علاّمہ[۶] بیٹھا ان کا مُنہ تکا کرے اگرچہ لڑکے قاعدے کے نام سے بھی واقف نہیں۔ میں نے مذہب کو اپنے نزدیک ایسا ہی سمجھ رکھا ہے کہ مذہب کے اُصول لوگوں کے ذہنوں میں پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ مذہب نے ان ہی کو قواعد کے طور پر ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اختلافِ مذہب اس طرح پر ہوا کہ جس طرح ہر ایک زبان کی صرف و نحو الگ ہے اسی طرح جیسے جیسے لوگوں کے خیالات ہیں ویسے ویسے ان کے مذہب ہیں۔ جیسے بعض زبانوں کی صرف و نحو نہیں ویسے ہی بعض لوگوں کے پاس مذہبی کتاب نہیں اور جس طرح زبان کی صرف و نحو منضبط نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ اُس میں قواعد نہیں اسی طرح کسی مذہب کی کتاب نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ مذہب نہیں۔ جن مذہبوں کی کتابیں ہیں میں اُن کو ایسا سمجھتا ہوں کہ گویا ایک ہی زبان کے مختلف لہجوں کی

---

[۱] قواعد زبان دانی۔ گرامر۔ [۲] قلم بند۔ [۳] منفرد۔ [۳] سوجھا۔ [۴] ہر شخص کی اصلی زبان وہ ہے جو اُس کی ماں کی بولی ہو۔ [۵] فرّاٹے اور روانی سے صاف۔ بلا رکاوٹ۔ [۶] بڑا عالم۔ وقت افضل۔ ۱۲

صرف و نحو ہیں اور اسلام وہ مذہبی صرف و نحو ہے جو سب سے زیادہ
فصیح سب سے عمدہ لہجے کے لیے بنائی گئی ہے۔ جن کو خدا نے سلیم طبیعتیں
عطا فرمائی ہیں اُن کے خیالات اور معتقداتِ اسلام دونوں ایک ہی
چیزیں ہیں اور یہی تو اسلام کے برحق ہونے کی بڑی دلیل ہے کہ عقلِ سلیم
اُس کو طوعاً قبول کرتی ہے کرہاً نہیں۔ توحید میں فتور پڑنے کی پوچھتے ہو تو
فتور پڑا بزرگوں کی تعظیمِ مفرط سے۔ انھوں نے پیروں کا ادب کیا
اور بجا کیا باپ ہو اُستاد ہو پیر ہو بڑوں کا ادب کرنا ہی چاہیے۔ مگر وہی بات
کہ ہر چیز میں اعتدال شرط ہے۔ ادب کی بھی ایک حد ہے۔ مریدوں نے ادب کو
حد سے بڑھا دیا یہاں تک کہ تعظیم اور عبادت میں فرق باقی نہ رہا۔ اپنی
تعظیم سے کس کو خوشی نہیں ہوتی۔ پیر جی صاحب کچھ پیغمبر تو نہ تھے کہ مریدوں
کو روکتے منع کرتے اور مرید خود امیدوارِ خلافت تھے۔ پیر جی بادشاہ تھے
تو یہ ولی عہد۔ یہ گدی کے ادب کو کیوں کم ہونے دینے لگے تھے۔
یوں تعظیمِ مفرط کا دستور پڑ گیا ہم کسی مسلمان پر کیوں بدگمانی کریں مریدوں
نے ادب ہی سمجھ کر پیر جی کا ادب کیا ہوگا مگر اول تو اُن کو ادبِ نامشروع
کرنا ہی کیا ضرور تھا کہ پیغمبر صاحب اپنی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا بھی روا نہیں
رکھتے تھے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے دوسرے عوام کے حال پر بھی کچھ رحم

سلجھی ہوئی = راہِ راست پر لگی ہوئی۔ عقیدے = مانی ہوئی باتیں۔ خوشی سے =
جبر سے۔ ضرورت سے زیادہ تعظیم۔ میانہ روی = بیچ کا رستہ نہ زیادہ نہ کم۔ خلافِ شرع =
ناجائز ۔ ۱۲

فرمایا ہوتا کہ ان شامت کے ماروں کو اونگھتے کو ٹھیلتے[1] کا بہانہ ملتا ہے۔ دیوانہ را ہوئے بس است[2]۔ اب کیا حال ہے کہ خدا کو تو بالائے[3] طاق بٹھا دیا ہے۔ سیکڑوں کوس سے ہزارہا آدمی مرد عورت قبریں پوجنے چلے آتے ہیں انھیں کی منتیں مانیں اور انھیں کی نذریں چڑھائیں۔ انھیں سے حاجتیں مانگیں اور کہنے کو مسلمان۔ نبیِ موحد[4] کی امت۔ مشرک[5] نہیں۔ بت پرست[6] نہیں۔ ان سب کا وبال کس پر ؟ ۔ انھیں پر جنھوں نے یہ دستور نکالا جو اس دستور کو جاری رکھتے جو اس دستور کو رونق دیتے جو اس دستور کی کمائی کھاتے۔ بعض بعض مولوی ایسے ہو گزرے ہیں اور اب بھی ہیں۔ اگرچہ کم ہیں اور نیک بندے ہر زمانے میں کم ہی ہوتے ہیں۔ قرآن حافظ۔ واعظ۔ عالم۔ فقیہ۔ محدث کہ جن کے دیکھنے سے ہم کو پیغمبر صاحب کے صحابہ یاد آجاتے ہیں۔ صورت پہ پڑا نور برس رہا ہے اور درود پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ متواضع منکسر۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند نہ کسی کی غیبت نہ کسی کی بدی کوئی آگیا تو اس کو پڑھا دیا نہیں بیٹھے بیٹھے اللہ اللہ کیا کئے ہم نہیں جانتے کہ نیک کے سر ہیں اور کیا سینگ لگے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ مرگئے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ کے حکم سے داخل دفتر۔ کوئی یہ بھی نہیں جانتا کب مرے اور کہاں مدفون ہوئے ان [illegible]

[1] ذرا سا بہانا کافی ہے۔ [2] دیوانے کو ذرا سا چھیڑ دینا ہی کافی ہے۔ [3] [illegible] [4] نبی جو صرف ایک خدا کو مانے اور اس کی وحدانیت کی تعلیم دے۔ [5] خدا کی ذات میں اپنے غیر کو شریک کرنے والے۔ [6] بتوں کی پوجا کرنے والے۔ ۱۲

کُھلی کرامت دیکھی جاتی ہے کہ بے سنر ہوں تو بے شرع ہوں تو شہ بازِ ہوں [1]
تو بیہودہ بکواس کرتے ہوں تو آج مرے اور کل سے ان کے ڈھیر کی
پرستش ہونے لگی۔ چہلم نہیں ہونے پایا کہ ڈھیر کا اچھا خاصا عالی شان گنبد
بن گیا۔ قبر شریف پر مکلّف غلاف پڑا ہے۔ غلاف پر پھولوں کی چادر۔ سرہانے
اگر کی بتی روشن ہے اور پائنتی خدّام اور زوّار سر جھکائے دو زانو مؤدب
بیٹھے جھوم رہے ہیں۔ پہلے ہی عرس پر سارے میلوں پر اوس [2] پڑ گئی۔
شاہ صاحب مرجعِ خلائق تو بحالتِ حیات بھی تھے مگر انتقال کے بعد تو
ان کے مُریدوں اور جانشینوں اور معتقدوں کے برتاؤ سے ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ گویا ساری خدائی انھیں کے ہاتھ میں ہے۔ ایسا کونسا سنگ دل
ہوگا جس کو مُردے کے حال پر ترس نہ آتا ہو۔ دیکھتا ہے کہ اپنے ہی جیسا آدمی
کھاتا پیتا چلتا پھرتا جو کبھی ہنک اپنے اوپر نہ بیٹھنے دیتا تھا مُردہ [3] بدست زندہ
کیسا عاجز پڑا ہے مگر کروٹ تک نہیں بدل سکتا مگر سب مُردے ان فقیروں
کے سے مُردے ہوں تو ترس کیسا ایسی موت پر امیروں اور بادشاہوں کو
بھی رشک ہو تو بجا ہے۔ ہم تو زندہ امیروں اور بادشاہوں کے ساتھ بھی بعض
مزاروں کا سا تزک [4] اور احتشام نہیں دیکھتے۔ پھر ایک اور بڑی خطرناک
بات ہے کہ ہر چند ہر ایک مسلمان کی نسبت نیک گمان رکھنے کا حکم ہے اور چاہیے
بھی یوں ہی کہ جتنے مسلمان بھائی خدا کے یہاں جا چکے ہیں گو اپنی زندگی میں

---

[1] بے رونق اور مدّھم ہو گئے۔ [2] جن کی طرف خلقت لوٹ پڑے۔ [3] زندہ کے ہاتھ میں مُردہ۔
[4] شان شوکت۔ طمطراق کرّ و فر۔ ۱۲

کچھ ہی کرتے رہے ہوں مگر آخر تھے تو مسلمان ہم کو خدا کی ذات سے
یہی امید رکھنی چاہیے کہ وہ بڑا غفور و رحیم ہے اُس نے اپنے فضل و کرم سے
اُن کو بخشش ہی دیا ہوگا مگر جیسا وہ غفور و رحیم ہے ویسا ہی بے نیاز بھی ہے ع
خدا کو کام تو سونپے ہیں میں نے سب لیکن + رہے ہے خوف مجھے اُس کی بے نیازی کا
اور یہی بے نیازی ہے کہ بڑے سے بزرگ یہاں تک کہ جن کو پیغمبر صاحب نے
خدا کی طرف سے اور اُس کے حکم سے جنت کی خوشخبری سنا دی تھی
وہ تک اپنی نجات اور مغفرت سے مطمئن نہ تھے اور جبکہ خود پیغمبر صاحب
جن کے اگلے پچھلے سب گناہ خدا نے معاف کر دیے تھے وَمَا اَدْرِیْ[1]
مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ فرمائیں تو دوسرے کس گنتی میں ہیں۔ ذرا اصحاب کا
حال پڑھو کہ بڑے سے بڑے عابد و زاہد کی ساری عمر کی عبادت اُن کی
ایک پل[2] کی خدمت کے برابر نہیں ہو سکتی با ایں ہمہ حضرت ابوبکر صدیقؓ
فرماتے تھے کہ اے کاش میں گھاس پات ہوتا کوئی جانور مجھ کو چر جاتا اور
گوبر کر کے نکال پھینکتا اور مجھ کو خدا کے حضور میں جواب دہی نہ کرنی
پڑتی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو کسی بڑے بزرگ صحابی نے بارہ برس بعد
خواب میں دیکھا کہ پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ پوچھا
حضرت آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا بھائی! اب محاسبے[3] سے نجات ملی ہے
وہ بھی خدا نے بڑی ہی رعایت کی کہ میں بال بال نکل آیا اور جتنے بزرگ
ہو گزرے ہیں اُن کی کتابیں ہیں دعائیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے

[1] اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمھارے ساتھ کیا کیا سلوک کیا جائے گا۔ [2] لحظہ [3] حساب کتاب سے باز پرس ۔ ۱۲

که کسی کو خطرِ عاقبت کی طرف سے تا دمِ مرگ[1] اطمینان نہ تھا۔ تو ادھر حُسنِ[2]
ظن اور اُدھر خدا کی بے نیازی ان دونوں باتوں کا نتیجہ کیا ہی کہ ہم کسی کے
مقبول و مغفور ہونے کا قطعی طور پر حکم نہیں لگا سکتے اور جب کہ ابھی
مغفرت ہی میں کلام ہی تو یہ ساری آؤ بھگت[3] ایک طرح پر خدائی میں
دخل دینا ہی۔ ہم نے اپنے امیروں اور بادشاہوں کو دیکھا تو اِن کو بھی
اِسی خبط[4] میں گرفتار پایا۔ ان کے ناموں اور خطابوں سے تو خیر فرعونیت
ٹپکتی ہی تھی مرے بعد جو خطاب خلد آرام گاہ[5]۔ جنت آشیان[6] عرش مکان[7]
اپنے بزرگوں کو عطا فرماتے ہیں۔ ان کو کیا کہا جائے۔ کیا جنت اپنی
جاگیر کر پائی ہی که اندھا[8] بانٹے ریوڑی اور ہر پھر اپنوں ہی کو دے۔
لگے بے دریغ[9] بانٹنے۔ ع۔ بخالِ[10] ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را۔
مرے پیچھے جو درویش لوگ زیادہ بھٹکنے لگتے ہیں اس کی بڑی وجہ پیراں[11]
نمی پرند مریداں می پرانند ہی۔ ایسا کوئی آدمی نہیں جو خدا کا قائل نہ ہو اور
جو خدا کا قائل ہی وہ ضرور اس کو وحدہٗ لا شریک لہ بھی جانتا ہی اور جس قدر
توحید سے بھٹکا[12] ہوا ہی وہ اپنے زعم[13] ہیں اس کی کچھ تاویل[14] کرتا ہی تو

[1] مرتے دم تک۔ [2] اچھی اچھی اُمیدیں اور خیال لگانا۔ [3] خاطر مدارات۔ [4] پاگل پنے۔ [5] بہشت میں آرام کرنے والے۔ [6] جنت میں مکان رکھنے والے۔ [7] مرتبے میں عرش کے برابر۔ [8] اندھے کو سوجھتا تو ہی نہیں وہ جو دیتا ہی اپنوں ہی کو دیتا ہی۔ [9] بے دردی سے۔ [10] معشوقہ کے تل پر سے سمرقند اور بخارا کو تصدق کر کے (پھینک دوں) [11] پیر بے چارے تو ڈھنگ کی نہیں لیتے مگر مرید البتہ اُن کو جھنڈے پر چڑھا دیتے ہیں۔ [12] ڈگمگایا ہوا۔ گم راہ۔ [13] فرضِ غلط۔ خیالِ خام۔ [14] کھینچ تان کر اپنے مطلب کے موافق نکال لینا۔ ۱۲

اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اصل میں توحید کا معتقد ہے اور توحید کے خلاف جو باتیں اُس سے سرزد ہوتی ہیں اُن کی تاویل کرتا ہے تاکہ توحید میں خلل نہ آئے مسلمانوں کی توحید بھی ویسی پکی اور خالص توحید نہیں جیسی واقع میں ہے اور جیسی اسلام چاہتا تھا کہ ہو۔ مسلمانوں سے بھی ایسے افعال[1] سرزد ہوتے ہیں جن سے ان کی توحید کا تزلزل[2] ظاہر ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے دوسرے لوگ کافر اور مشرک اور بُت پرست کہلائے۔ تو جو تاویل مسلمان کرتے ہیں وہی یا ویسی ہی قسم کی دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں کہ جن کو تم سمجھتے ہو ہم شریک خدائی گردانتے ہیں۔ خدا نہیں ہیں بلکہ خدا نے اپنی خاص صفتوں کو ان کے رنگ میں ظاہر کیا ہے یا یہ لوگ خدا کی سرکار میں ہمارے وسیلے ہیں یا ہم نے خیال جمانے کے لیئے ایک حیلہ بنا رکھا ہے یا چوں کہ ہر چیز میں خدا کی قدرتیں نمایاں ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ انھیں میں خدا ہے۔ غرض آدمی بات بنانے پر آئے تو اس کے بہتیرے رستے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ عقل انسانی خدا کی ذات اور صفات پر احاطہ نہیں کرسکتی۔ ہم نہیں جانتے اور نہیں جان سکتے کہ وہ کیا ہے اور کیسا ہے لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ خدا کے بارے میں ہم عقل سے بالکل کام نہ لیں۔ عقل ہم کو زیادہ نہ بتا سکے تاہم اتنا تو بتاتی ہے کہ خدا ہے اور عقلی گواہی کے سوائے خدا کے ہونے کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں تو جب ہم نے خدا کو مانا عقل کا کسی قدر احاطہ تو تسلیم کرنا پڑا اور

[1] کام ہو جاتے ہیں۔ [2] جھوجرا پن۔ ڈگمگانا۔ ۱۲

جس طرح عقل گواہی دیتی ہے کہ خدا ہے اُسی طرح یہ بھی گواہی دیتی ہے کہ ایک ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم عقل کی ایک بات کو مانیں اور ایک بات کو نہ مانیں۔ رہ گئیں خدا کی صفتیں ہماری عقل اتنا تو بتاتی ہے کہ خدا میں یہ صفتیں ہیں اور انتظام دنیا گواہی دے رہا ہے کہ اُس میں یہ صفتیں ہونی چاہئیں اس سے آگے عقل گم ہے یہ تو ہم جانتے ہیں کہ وہ دیکھتا ہے اور اندھے خدا سے دنیا نہیں سنبھل سکتی مگر یہ کہ اُس کی آنکھیں ہیں یا نہیں اور ہیں تو کیسی ہیں اور نہیں تو کیسے دیکھتا ہے یہاں ہم دم نہیں مار سکتے اور یہی حال ہے اُس کی دوسری صفتوں کا۔ پھر ایک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرز عبادت اُن کے تہواروں سے اُن کی ظاہری وضع سے جس سے مسلمان پہچان پڑتا ہے۔ اُن کے احکام شریعت سے آخر اس کو پتہ لگتا ہے کہ اسلام کی خراد[1] پر اُترے پیچھے مسلمان کو کیسا اور کیا ہونا چاہیئے اُس کو ہونا چاہیئے موںہ پر اللہ کا نور یعنی نیچی ڈاڑھی نہ چڑھی ہوئی نہ منڈی ہوئی اور نہ خشخاشی کتری ہوئی۔ لبیں لی ہوئی۔ سر منڈا ہوا نہیں تو سارے سر پہ بال

---

[1] وہ آلہ جس پر بڑھئی پائے وغیرہ لکڑی کا سامان تراش کر سڈول بناتے ہیں۔ یہاں مراد اصلاح اور درستی سے ہے۔ مونچھیں ترشی ہوئی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ڈاڑھی کو لٹکاؤ یعنی چھوڑ دو اور مونچھوں کو ترشواؤ۔ فی زمانا اُس حکم کی تعمیل بالکل اُلٹی ہو رہی ہے مونچھوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور ڈاڑھی کو کتر واتے کترواتے منڈوا دیتے ہیں۔ ع کٹاتے کٹاتے منڈا ڈالیئے۔ صفائی بتدریج حاصل کی۔ سبحان اللہ کیسی احکام شرع کی پابندی ہے! ۔ ۱۲

پٹھے نہیں گروہ نہیں۔ بھلے مانسوں کا سا لباس نہ ایسا باریک کہ اندر سے
بدن پڑا جھلکے کہ اس کو پیغمبر صاحب نے فاسقوں[1] کا لباس فرمایا نہ تنگ
کہ اس سے اکڑ ظاہر ہو اور نہ بے ضرورت ڈھیلا کہ وہ اسراف[2] اور شیخی
میں داخل ہو۔ ریشمی نہیں۔ عورتوں کی طرح رنگین نہیں۔ سر سے
پاؤں تک بناؤ سنگار کا کہیں نام نہیں کہ زیب و زینت عورتوں کا
شیوہ[3] ہے۔ نیچی چولی ٹخنوں سے اونچا پاجامہ۔ زیور کے نام بدن پر
چھلا تک نہیں کہ یہ سب زنانہ پن ہے۔ گوٹہ نہیں ٹھپّہ نہیں۔ یہ تو مسلمانوں
کی وضع ہوئی۔ اگر چلتا پھرتا کہیں نظر پڑ جائے تو نیچی آنکھیں کیے
دبے پاؤں اپنے رستے لگا چلا جا رہا ہے۔ اینٹھتا[4] نہیں اِتراتا نہیں۔
جب دیکھو گھر میں یا کام کے سر یا پانچوں وقت مسجد میں۔ گنجفہ۔ چوسر
تاش شطرنج جتنے کھیل ہیں ان میں سے اس کو ایک بھی نہیں آتا۔
کبھی کھیلے ہوں تو جانے۔ نہ پتنگ اڑاتا نہ مرغ یا بٹیریں لڑاتا نہ جانور
میں کشتی کراتا۔ برسوں سے محلے میں رہتا نہ کبھی کسی سے لڑا نہ جھگڑا۔ گلی کی
لڑکیاں دن رات اس گھر سے اُس گھر میں اور اُس گھر سے اس گھر میں
دوڑی دوڑی پھرتیں۔ اس نے کبھی کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھا ہو تو
پہچانے۔ پاس پڑوس والوں کا کچھ کام ہو تو بے بُلائے موجود۔ بازار سے
لوگوں کے سودے سُلف یہ لا کر دے۔ کوئی بیمار پڑے تو حکیم کے یہاں
دونوں وقت یہ جائے۔ نسخہ عطار کے یہاں سے یہ بندھوا کر لائے۔

[1] بدکاروں۔ [2] فضول خرچی۔ [3] طریقہ۔ [4] اکڑنا۔ ۱۲

اپنے گھر میں نہ کبھی بڑوں کو جواب دیا نہ کبھی چھوٹوں پر سختی کی۔ کسی سے معاملہ پڑا تو نیت[1] کا درست۔ بات کا پورا وعدے کا سچا۔ شہر میں ایسا کون ہے جو اس کی ساکھ[2] نہیں مانتا۔ ناچ رنگ جلسوں میں شریک ہونا تو درکنار نام لے دو تو پسینے پسینے ہو جائے۔ غریب مسکین متواضع منکسر بھلا مانس ہنس خلق۔ ملنسار۔ راست باز۔ دیانت دار۔ غیورت[3] بُرد بار حریص نہیں۔ لالچی نہیں۔ سیدھا سادا بے تکلف۔ آنکھوں میں شرم لحاظ۔ نیک۔ شرع کا پابند۔ یہ ہے مسلمان کا مختصر سا حلیہ اور جو پیرزادگان ہیں وہ تو ایسے مہذب اور شائستہ اور باوقار ہیں کہ بھول کر بھی ان سے کوئی سخیف[4] اور خفیف حرکت سرزد نہیں ہوتی۔ ہم کو بھی ایسے دو چار بزرگوں کی زیارت کا اتفاق ہوا ہے گو ان کی متانت کا کچھ ایسا رعب پڑتا تھا کہ ان کے سامنے بات نہیں کی جاتی تھی۔ دل میں تو یہ خیال بیٹھے ہوئے تھے اور جاتا ہوا ایک بزرگ کے عرس میں۔ ہزار ہا مخلوق تھی مگر یہ مجبوری کہنا پڑتا ہے کہ ایک بھی تو اپنی نگاہ میں نہ جچا[5]۔ بازاری اور عوام اور رُدوے[6] خُدوے لوگوں کو چھوڑ کر قوالی کا جو مقدس جلسہ تھا وہی خود کیا تھا۔ تقدس کے تو بڑے درجے ہیں مجھ جیسے نالائق نابکار۔ عارِ[7] اسلام گنہ گار کو بھی تو اس مجمع میں بیٹھتے شرم آئی۔ یوں ناچ کا جلسہ ہوتا تو میں ایسا پاک[8] بے حیا ہوں کہ شاید کچھ بھی شرم نہ کرتا۔ جان لیتا کہ چند غیرت

---

[1] ارادے۔ [2] اعتبار۔ [3] غیرت مند۔ [4] ہلکی۔ چھچھوری۔ [5] نہ سمایا۔ [6] گرے پڑے جو شمار قطار میں نہیں۔ [7] جس سے اسلام کو بٹہ لگے۔ [8] بے دھڑک۔ کھلے خزانے بے شرم۔ ۱۲

مسلمان اسلام کو بدنام اور اپنے کو نفضیحت کرنے کے لیئے جمع ہوئے ہیں اور ان میں ایک میں بھی ہوں۔ لیکن افسوس یہ تھا کہ اُس جلسۂ قوالی کو ایسے ادب سے دیکھا جاتا تھا کہ گویا مجلسِ وعظ ہے اور اُس میں خدا رسول کا تذکرہ ہو رہا ہے اور قوالی نہیں بلکہ ایک طرح کی عبادت ہے کیوں کہ جتنے لوگ تھے سب سرنگوں[1] دو زانو مؤدب بیٹھے ہوئے تھے بلکہ وہی مجالس میں لوگ ایسا کرتے بھی نہیں۔ عزاداری[2] کی مجلسوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ مولود کی محفلوں میں شریک ہوا ہوں۔ ان میں نے تو کہیں ایسا ادب قاعدہ دیکھا نہیں۔ لوگ گانے کے مزے لے رہے ہیں اور کچھ خدا جانے کیا سمجھ کر عجیب عجیب حرکات کرتے تھے کہ ہم جیسے بے بصر[3] ان کو حرکات مجنونانہ کے سوائے اور کچھ کہہ ہی نہیں سکتے۔ بہر کیف[4] لوگ تو اپنے خیال میں تھے اور میں بیٹھا یہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ قبر ہی ہے اور بڑے بزرگ ہی کی ہو مگر ہے تو قبر اور حدیثوں میں تو پیغمبر صاحب نے کل قبروں کی نسبت ایسا حکم دیا ہے کہ زمین[5] دوز کر دی جائیں اور جس مصلحت سے یہ حکم دیا ہے ہو نہ ہو وہ یہی مصلحت تھی کہ جو معاملہ ہم لوگ بیٹھے کر رہے ہیں کسی کی قبر کے ساتھ ایسا معاملہ نہ ہونے پائے کیوں کہ خدا نے کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ کا فتویٰ جو جاری فرمایا ہے وہ تو پورا ہو کر رہے گا۔ گنبد بنائیں تو اور مقبرے بنائیں تو۔ علاوہ بریں زیارت قبور سے مقصود ہے عبرت اور عبرت تب ہی ہوگی کہ قبروں کو خستہ حال دیکھو اور

---

[1] سر جھکائے ہوئے۔ [2] ماتم کی مجلس۔ [3] نا واقف جن کو سوجھ نہیں پڑتا۔ [4] کچھ بھی ہو۔ ہر حال ہیں۔ [5] زمین کے برابر۔ فنا سب کے لیئے ہے۔ ٹوٹی پھوٹی۔ ۱۲

اب تو شامیانہ اور روشنی اور ساز و سامان اور زوّار[1] وں کا ہجوم[2] اور جلسہ قوّالی دیکھ کر عبرت کی جگہ عظمت کا خیال پیدا ہوتا ہے اور قلب پر الٹی غفلت طاری ہوئی جاتی ہے۔ آخرِ شب کا وقت تھا اور میلے کے غُل غپاڑے[3] کی وجہ سے آنکھ کچھ رات رہے سے کھل گئی تھی اس ارادے سے چلا تھا کہ نورِ ظہور[4] کا وقت ہے چلوں موقع ہو تو ان بزرگ کے مزار کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھوں گا یہاں جو آیا تو قوّالی کا مجمع دیکھا۔ قرآن پڑھنے کا کیا موقع تھا جلسے میں رہا تو سہی مگر جب تک بیٹھا رہا یہی سوچتا رہا کہ یا تو مجھکو اسلام سے تعلق نہیں یا اسلام کو ان باتوں سے تعلق نہیں۔ چاہیئے یہ کہ جب کسی کو اپنی لمبی چوڑی تعظیم کرتے دیکھا تھا اُس سے بگڑ کر کہہ دیا ہوتا۔ کہ کیا تو مجھ کو بناتا ہے۔ اگر میں عبادت۔ ریاضت[5]۔ مجاہدہ کچھ کرتا بھی ہوں تو تجھ کو کیا؟ میری محنت تیرے کام نہیں آ سکتی۔ تو اپنی آپ کر اور اگر تو نے مجھ کو خدا کا مقرب[6] سمجھ رکھا ہے تو یہ تیری غلطی ہے۔ میں بھی ایک ناچیز بندہ ہوں اور اپنے عیب مجھ ہی کو معلوم ہیں۔ میں اپنی نجات سے تو مطمئن نہیں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ پیر[8] خود در ماندہ کرا شفاعت کند۔ اگر شروع میں یہ طریقہ اختیار کر لیا جائے تو کوئی پاس بھی تو آ کر نہ پھٹکے اور ایک دم سے ان تمام خرابیوں کا انسداد[9] ہو جائے جو اس گروہ کے سبب سے اسلام میں پھیل گئی

زیارت کرنے والے۔ [2] بھیڑ۔ مجمع۔ [3] مستولی معانڈ حال۔ صبح سویرے کا وقت ایسا سہانا ہوتا ہے کہ نور برستا ہے۔ وای برحال ان لوگوں کے کہ جو نیند کے متوالے ہیں اور اس وقت کی برکتوں سے محروم رہتے ہیں اور اس نیک گھڑی کو جو عبادت الٰہی کے لیے بہترین اوقات ہے غفلت میں کھوتے ہیں۔ [5] محنت۔ لفظی معنی کوشش کرنا یعنی عبادت میں منہمک ہو جانا۔ [6] وہ بندہ جو خدا سے نزدیک ہو۔ پیر جی آپ ہی ناچار ہیں دوسروں کی شفاعت کیا کر سکیں گے۔ [9] روک تھام۔ ۱۲

ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تُزَکُّوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی۔ اپنے آپ پاکیزہ و مقدس نہ بنو اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کام نہیں چلتا۔ خدا ہی کو خبر ہے کہ کون پاکیزہ و مقدس ہے۔ اگر ایسا سمجھیں اور اس پر عمل کریں تو کیوں کسی سے بیعت لے کیوں کسی کو مرید کرے۔ کیوں کسی سے ہاتھ چُھوائے کیوں کسی سے پیروں کو ہاتھ لگوائے کیوں لوگوں سے تعظیم و تکریم کا طلبگار ہو۔ مذہب میں ایک بُری چیز **تعصب** ہے۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو جو شخص جس مذہب کا زیادہ تعصب رکھتا اور دوسرے کے ہر ایک فعل کو اس کی توہین کا موجب سمجھتا ہے وہ خود بھی اس الزام سے بری نہیں مثلاً ایک ہندو ہماری مسجد کا ادب نہیں رکھتا تو وہ معذور ہے کہ سرے سے اُس کو عبادت گاہ ہی نہیں جانتا۔ لیکن ہم جو مسلمان ہو کر مسجد کا بڑا ادب رکھتے ہیں یہی تاکہ اس میں جوتیاں پہن کر نہیں جاتے مگر اندر جا کر غیبت ہم کرتے۔ جھوٹ ہم بولتے۔ لڑتے جھگڑتے۔ بیہودہ بکواس لگاتے۔ دُنیا کا وہ کونسا کام ہے جو خانۂ خدا میں نہیں ہوتا۔ کیا اس سے مسجد کی توہین نہیں ہوتی؟ ہمارے نزدیک اُس سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے کہ دوسرے مذہب کا آدمی جوتیاں پہن کر اندر چلا جائے۔ مگر لوگوں نے مذہب کا توجیلہ بنا رکھا ہے۔ دلوں میں خباثتیں بھری ہیں مذہب کی آڑ میں خباثتوں سے کام لیا جاتا ہے اور دین کے اعتبار سے تو ہیں دوسرے مذہب سے متعرض ہونے ہی کو بُرا سمجھتا ہوں کہ ہم کو دوسرے کے دین مذہب

مرید کرنا۔ تذلیل۔ حقارت۔ متعصب۔ بُرے خیالات۔ آڑے آنا۔ بحث کرنا۔ ۱۲

غرض نہیں تعلق نہیں وہ جانے اُس کا کام ہے۔ ہر کسے مصلحتِ خویش نکو می داند۔ حدیث شریف میں آیا ہے مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ اور میں دوسرے کے مذہب سے متعرض ہونے کو مَا لَا يَعْنِي میں داخل سمجھتا ہوں اور ایک پہلو تو اس کا بہت ہی بُرا ہے کہ دوسرے کے مذہب سے متعرض ہونا خدا کے اختیارات میں دخل دینا ہے۔ یہ خدا کا کام ہے کہ وہ اپنے بندوں کی نیکی بدی کو تولے اور ان کو اُن کے کیئے کی جزا یا سزا دے۔ ہم سے وہ لوگوں کے بارے میں پوچھتا نہیں تو ہمارا دخل در معقولات داخل سوء ادب ہے۔ دنیا میں ہمارا لوگوں سے اتنا ہی تعلق ہے کہ ہماری حاجتیں اُن سے اور اُن کی حاجتیں ہم سے متعلق ہوتی ہیں اور بس۔ اگر ہم سے مثلاً کسی نے قرض لیا ہے اور وہ ہم کو وقت پر ادا کر دیتا یا ہم کو کسی نے قرض دیا ہے اور ہم سے ناحق تاروا زیادہ نہیں لینا چاہتا تو ہم کو جیسا مسلمان ویسا ہندو ویسا عیسائی ویسا یہودی ویسا مشرک ویسا کافر۔ ہم مسلمان ہیں تو اپنے واسطے وہ مسلمان نہیں ہے تو اپنے واسطے۔ ۵

آسایشِ دو گیتی تفسیر این دو حرف است ؛ با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا
دوست دشمن کا تفرقہ بھی شاعر نے کیا ہے۔ ہم کو تو سب دوست ہی دوست

الٰہی اپنی مصلحتیں سب جانتے ہیں۔ آدمی کے ایمان کی خوبیوں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ جو چیز اسے درکار نہ ہو اس سے سروکار نہ رکھے۔ ۳ بے ضرورت دخل دینا، ٹانگ اڑانا۔ ۴ بے ادب۔ ۵ دونوں جہان کی بھلائی کا دارومدار بس دو لفظوں پر موقوف ہے۔ دوستوں سے مہربانی اور دشمنوں سے اچھا سلوک۔ ۱۲

دکھائی دیتے ہیں۔ دشمن اگر ہے تو اپنا نفس ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا + بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

نظم

تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر	نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر
ہو مسلمان اس میں یا ہندو	بودھ مذہب ہو یا کہ ہو برہمو
جعفری ہووے یا کہ ہو حنفی	جین مت ہووے یا کہ ویشنوی
سب کو میٹھی نگاہ سے دیکھو	سمجھو آنکھوں کی پتلیاں سب کو
ملک ہیں اتفاق سے آزاد	شہر ہیں اتفاق سے آباد
ہند میں اتفاق ہوتا اگر	کھاتے غیروں کی ٹھوکریں کیونکر (حالی)

دعا

نا بدیا نا باہر بل اور نا خرچن کو دام + ہوسے نہیچ پتنگ کی تم پت راکھو رام
دعا کا یہ حال کہ کوئی فرد بشر اس سے منکر نہیں یعنی کوئی فرد بشر نہیں جو مصیبت میں دعا نہ مانگتا ہو اور دعا نہیں مانگتا دل کی خالی خوبی تسلی کے لیے بلکہ اس تسلی کے لیے جو حصول مدعا سے ہوتی ہے یعنی ہر فرد بشر کو کامل الیقین ہے کہ کوئی اس کے درد سننے والا ہے اور ایسا سننے والا کہ وہ اس کی مدد کر سکتا ہے اور اس کو پورا بھروسہ ہے کہ کرے گا تو یہ انسان کی ایک خلقی بات ہوئی اور دعا سے انکار کرنا اصول نیچر کے خلاف ہوا۔ فلاسفر میں سے ایک سوفسطائیوں کا ہے وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں کچھ ہے ہی نہیں یہ سب وہم کا کارخانہ ہے

آدمی کا نفس تو بدی ہی کے بڑے حکم چلاتا ہے۔ خبیث - ایذا دینے والے - سرکش -
نہ تو علم ہی کی قوت ہے اور نہ خرچ کرنے کو پیسہ پاس ہے۔ مجھ جیسے کم حیثیت کیڑے کی عزت اے خدا
تیرے ہاتھ ہے۔ انکار نہیں کرتا - مقصد حاصل ہونے سے - ۱۲

ایک چیز جس کو ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں خارج میں اُس کا کہیں وجود نہیں ہمارے وہم نے اُس کو موجود مان لیا ہے۔ وہ لوگ خوشی اور رنج اور راحت اور درد کسی کے قائل نہیں۔ مگر باایں ہمہ دنیا بھی ہے اور اُس میں بے شمار مخلوق بھی ہے۔ خوشی اور رنج بھی ہے۔ راحت اور درد بھی ہے۔ کیوں ہے؟ اس لیے کہ ہم دیکھتے اور احساس کرتے ہیں۔ غرض ہمارا دیکھنا اور احساس کرنا ہی چیزوں کے موجود ہونے کی دلیل ہے اور اس کے سوا ہمارے پاس کوئی اور دلیل نہیں اور نہ کسی اور دلیل کی حاجت۔ اسی طرح دعا بھی ہے۔ کیوں ہے؟ اس لیے کہ ہم کو خود بخود اس کے ہونے کا یقین ہے۔ جو شخص دعا کا منکر ہو اُس کو چاہیئے کہ دعوئ اسلام سے دست بردار ہو کر سوفسطائیوں میں جا ملے۔ رہی یہ بات کیوں ہر طرح کی دعا قبول نہیں ہوتی اور کیوں ہمیشہ قبول نہیں ہوتی اس سے تو دعا کو اور تقویت پہنچتی ہے کہ باوجودیکہ ہر طرح کی دعا قبول نہیں ہوتی اور ہمیشہ قبول نہیں ہوتی پھر بھی لوگ دعا کیے ہی جاتے ہیں۔ اس واسطے کہ دعا اُن کی فطرت میں داخل ہے دعا کرنے سے انسان اور خصوصاً درماندہ اور مصیبت زدہ کو بڑی ہی تسکین (از روایت صادقہ) خاطر اور تسلی قلب اور تسلی ہوتی ہے اب رہی یہ بات کہ دعا قبول کیوں نہیں ہوتی مضطر اور پریشان اور مظلوم کی دعا تیرِ[1] بہدف ہوتی ہے اور دعا قبول نہ ہونے کی صورت میں اس کی مصلحت سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ بعض اوقات اُس کا ٹھیک وقت یعنی مناسب گھڑی نہیں ہوتی جس کو ہم نہیں جانتے معلوم کرتے ہیں۔

[1] جو تیر نشانے پر ٹھیک بیٹھے۔ ۱۲

اور ایسے موقع پر دعا کا نہ قبول ہونا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوتا ہے اور
جب اُس کا موقعہ اور وقت آجاتا ہے تو برسوں کی تمنا اور مراد اور جس کے
واسطے ہم مدتوں ناک رگڑ چکے ہیں پوری ہو جاتی ہے یعنی یہ کہ مشیتِ ایزدی[1] کے مطابق
اُس کا وقت آگیا۔ بعض وقت دعا نہیں بھی قبول ہوتی اس میں بھی کوئی
حکمت اور ہماری بہتری ہی مضمر[2] ہوتی ہے۔ بندے کا کام مانگنا ہے۔ دینا
نہ دینا مالک کے اختیار ہے۔ دعا کے مقبول نہ ہونے سے ملول[3] یا دل شکستہ
ہو جانا بہت بری بات ہے ہمیشہ صبر سے کام لینا چاہیئے اور جب کسی امر کے
لیئے دعا کریں تو ساتھ ہی یہ بھی دعا کریں کہ اے پروردگار فلاں کام تو
بنا دے بشرطیکہ میرے حق میں بہتر ہو۔ بہر حال قرآن شریف میں جا بجا
بندوں کو ارشاد ہوا ہے کہ دعا مانگا کرو اور اسی کے ساتھ ارشاد ہے کہ اے
بندے تو مانگ میں دونگا پس بتلاؤ کہ خدا سے بڑھ کر کس کا وعدہ سچا
ہو سکتا ہے۔ بے شک وہی دعا کا قبول کرنے والا اور صرف وہی نراسوں
کی آس بندھانے والا۔ دکھیوں کو سکھ دینے والا۔ بڑا حاجت روا ہے
مانگو اور نہ ملے تو پھر مانگو اور پھر مانگو اور اُسی سے مانگو۔ سوائے اپنے
خالق کے کسی دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلانا ایک غلط دروازے پر
کھٹکھٹانا ہے جہاں سے صدائے باز گشت کی امید رکھنا بالکل عبث اور فضول ہے

نظم

کیوں نہیں ہوتی دعا میری قبول	ہے ترا یہ اعتراض از بس فضول

[1] اللہ کی مرضی۔ [2] پوشیدہ۔ [3] رنجیدہ یا دل ٹوٹا ہوا یعنی بے دل ہو جانا۔ ۱۲

تجھ کو اپنی عقل پر بے جا ہے ناز
بخشتا ہے اپنے بندے کو وہی
کیا کمی ہے ورنہ اُس دربار میں
ہم مگر بندے ہیں وہ رزّاق ہے
غرض ہے اپنا اُسی سے مانگنا

ق

وہ حکیم مطلق و دانائے راز
جانتا ہے جس میں اُس کی بہتری
دخل بندے کو نہیں اسرار میں
ہم تو ہیں مخلوق وہ خلّاق ہے
چاہے دے چاہے نہ دے اُس کی رضا

نعرۂ مستانہ

تو جا بجا ہے تو سو بسو ہے
ظاہر بھی تو ہی مظہر بھی تو ہے
جلوہ بھی تیرا آنکھیں بھی تیری
جو ینده تو ہے یا بنده تو ہے
دار الحرم میں بیت الصنم میں
صحن چمن میں جنگل میں بن میں
اسرار نہاں ہے راز عیاں ہے
تیری لگن میں تو مل گیا جب
(۲) غلط تھا آپ سے غافل گزرنا
گل آئینہ کیا خورشید و مہ کیا
(۳) جہاں تیرے جلوے سے معمور نکلا

تو کو بکو ہے تو مو بمو ہے
ہر سمت اپنے خود روبرو ہے
منظور بھی تو ناظر بھی تو ہے
مطلوب تو ہے تو جستجو ہے
تیری طلب میں اک ہاؤ ہو ہے
تو رنگ و بو ہے تو نشو و نمو ہے
نایاب بھی تو حاصل بھی تو ہے
نیرنگ کی پھر کیا آرزو ہے
نہ سمجھے ہم کہ اس قالب میں تو تھا
جدھر دیکھا ادھر تیرا ہی رو تھا
پڑی آنکھ جس کوہ پر طور نکلا

(کلیات حسن و عشق)

دیکھنے والا۔ ڈھونڈنے والا اور پانے والا۔ کعبے میں اور بت خانہ میں۔ شور و غل پیدا ہونا اور بڑھنا۔ پوشیدہ۔ کھلا ہوا بھید۔ دھن۔ سورج اور چاند۔ بھرا ہوا۔ کوہ طور وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ جلوہ نما ہوا تھا۔ ۱۲

وجود و عدم دونوں گھر پاس نکلے
نہ یہ دور نکلا نہ وہ دور نکلا (داغ)

(۴) ہند نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

(۵) یہ دربار ہے خالقِ دو جہاں کا
ادب اپنا سکہ بٹھائے ہوئے ہے
نہ سمجھو کہ حاضر نہیں حق تعالیٰ
یہ عالم خود آنکھیں جھکائے ہوئے ہے

(۶) مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا
چوں شمع سراپا ہو اگر صرفِ زباں کا (اکبر)
پردے کو تعین کے درِ دل سے اٹھا دو
کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا

(۷) پتلی کی طرح نظر سے مستور ہے تو
آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہے تو (سودا)
نزدیک رگِ جاں سے ہے اس پر یہ بعد
اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو

(۸) خورشید درخشاں میں جھلک تیری ہے
اور گوہرِ لامع میں دمک تیری ہے (انیس)
ہے کون و مکاں نور سے تیرے معمور
ہر ذرۂ تاباں میں چمک تیری ہے (شاکر میرٹھی)

حبابِ انسانی

ہم نے دنیا میں آکے کیا دیکھا
دیکھا جو کچھ سو خواب سا دیکھا

ہے تو انسان خاک کا پتلا
ایک پانی کا بلبلا دیکھا
ایک دم پر ہوا نہ باندھ حباب
دم کو دم بھر میں یاں ہوا دیکھا
نہ ہوئے تیرے خاکِ پا ہم نے
خاک میں آپ کو ملا دیکھا
اب نہ دیجے ظفر کسی کو دل
کہ جسے دیکھا بے وفا دیکھا

زندگی اور موت۔ جمع ہے مُغ کی۔ آذربائجان کے ایک ملک کا نام ہے مراد قوم آتش پرست سے ہے۔ لامذہب۔ ساری شمع کی طرح بھی اگر زبان کام میں لائی جائے۔ پوشیدہ۔ دوری۔ چمکتا ہوا آفتاب۔ چمکتے ہوئے موتی۔ دنیا۔ بھری ہوئی۔ چمک دار ذرہ۔ پہلا دم سانس ہے اور دوسرا دم بمعنی تھوڑی سی کا

دبیرہ ۱۲

بچپن۔ اللہ اللہ بچپن کا زمانہ بھی کیا ہی بادشاہی وقت ہوتا ہے کہ اس میں
نہ روٹی کا غم نہ کمانے کا فکر نہ گھربار کا اُجھیڑا نہ بال بچوں کا بکھیڑا۔ جب
بھوک لگی رو دیئے۔ پیٹ بھرا ہنس پڑے۔ اگر ہم ذرا دوڑتے تو ماں کو
خیال ہوتا کہ بچہ کہیں گر نہ پڑے اس کے چوٹ چپیٹ نہ آ جائے مگر
ہمیں اس کی کچھ بھی پروا نہ تھی۔ آگ پر ہم ہاتھ ڈال دیتے سانپ کو ہم پکڑ
لیتے اور اس سے کھیلنے کھڑے ہو جاتے۔ اوپر خدا نیچے ماں باپ
ہمارے محافظ تھے۔ گویا ہمارے حصّے کا فکر بھی ہمارے ماں باپ کو
ملا ہوا تھا۔ حاکم کے روبرو ہم بے قصور ٹھہرتے تھے۔ خدا کے نزدیک
ہم معصوم خیال کیئے جاتے تھے۔ ظالم بھی دیکھتا تو ہم سے ہنس کر بولتا۔
غرض ہر شخص ہمیں گودی میں اُٹھا لیتا۔ جب ذرا بڑے لڑکوں میں شمار
ہوئے تو کھیلنے کودنے کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ بے فکری سے ماں باپ
کی روٹیاں توڑنا۔ آٹھوں پہر ہنسنا کھیلنا۔ کسی سے دھول کسی سے دھپا۔
مرے[1] کا غم نہ جینے کی خوشی۔ رونے کے موقع پر ہنسنا ہنسنے کے موقع
رونا۔ ہر بات کی اُمنگ[2] پر بات کا چاؤ[3] ہمارا شیوہ[4] تھا اب وہی ہم ہیں
کہ طرح طرح کے صدمے اُٹھا رہے ہیں۔ حاکم کا ہمیں خوف ہے خدا کے گھر کا
ہمیں ڈر۔ کاش ہم اُسی عمر کے رہتے تو کیا اچھا ہوتا۔

جوانی کا عالم بھی عجب عالم ہے۔ اس میں پانی دودھ ہو کر لگتا ہے اور
سوکھی روٹی گھی کا کام دیتی ہے۔ جوان کی نیند عجب نیند ہے سر پر کیسے

[1] بکھیڑا۔ کھٹراگ۔ [1] مرے۔ مرنے [2] شوق۔ جوش۔ [3] ارمان۔ خواہش۔ [4] طریقہ۔ ۱۲

آرے چلیں مگر خبر تک نہیں ہوتی۔ اس نیند کا متوالا ہر وقت سرشار رہتا ہے۔ بات بھی کرتا ہے تو اس کڑاکے سے کہ دل دہل جائے قدم بھی رکھتا ہے تو اس زور سے کہ زمین ہل جائے۔ ان دنوں میں سارے قویٰ۔ تمام اعضا زوروں پر ہوتے ہیں۔ رگوں میں خون اس طرح دوڑا دوڑا پھرتا ہے کہ جس طرح بچے کبڈی کھیلتے ہیں۔ دلوں میں طرح طرح کے ولولے اس طرح جوش مارتے ہیں جیسے فوارہ اچھلتا ہے۔ جو بات آتی ہے رَو کی طرح آتی ہے اور جو شوق جاتا ہے گدھے کے سینگوں کی طرح چلا جاتا ہے۔ نزلے کا دم بند۔ زکام کا دم خشک بلغم کا منہ فق رہتا ہے ہاضمے کی شکایت نہ جوٹ پھینٹ کی حکایت۔ اندھیرے کا خوف نہ اجالے کی خوشی۔ شیر کی دہشت نہ تنہائی کی وحشت۔ بھرا بھرا بدن کام سے تھکنا نہ کسی سے جھجکنا۔ یہ سارا اسی کی طفیل ہے۔ یہ ایسا زمانہ ہے کہ انسان خواہ کیسا ہی سخت کام ہو نہایت آسانی سے کر سکتا ہے۔ اسی لیے اس زمانے کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ اُدھیڑپن جب جوانی کا زمانہ رخصت ہو جاتا ہے تو آدمی اپنے دل ہی دل میں خیال کرتا ہے کہ ہائے

دیوانہ۔ مدہوش۔ بے خبر مست۔ زور۔ طنطنہ۔ ڈر لڑکوں کا ایک کھیل ہے جس میں دوڑ دھوپ اور جسمانی ورزش خوب ہوتی ہے۔ بہاؤ۔ مثل ہے کسی چیز کا ایسا غائب ہو جانا کہ گویا وہ تھی ہی نہیں۔ گداز۔ نہ موٹا نہ دبلا۔ سڈول۔ ڈکنا۔ جو نہ جوان ہی ہو نہ پورا بڈھا بلکہ جوانی اور بڑھاپے کی درمیانی حالت ۱۲

بچپن کا زمانہ جسے بادشاہی وقت کہتے ہیں وہ جاتا رہا ۔ لڑکپن ہمارا
گزر گیا ۔ جوانی کی لن ترانی[1] ہماری مٹ گئی اب ہم ادھر[2] میں پڑے ہیں ۔
شکر ہے کہ آدھا سر سفید ہوگیا ۔ دانت ہلنے لگے کمر میں درد دل سرد
رہنے لگا مگر آدمیت سے تو خارج نہیں ہوئے ۔ کوئی ہمیں سٹھرا[3]
بہتھرا[4] بوڑھا تو نہیں کہتا ۔ اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے سے محتاج نہیں
ہوئے چل پھر کر دو چار پیسے بھی کما لاتے ہیں ۔ صلاح مشورہ بھی پُوچھنے
کو کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ جوانوں کو دھمکا بھی لیتے ہیں کہ تم نے ابھی
دیکھا کیا ہے ہماری سی مصیبتیں اُٹھاؤ گے تو جانو گے ۔ بڑھاپا
یہ وہ زمانہ ہے کہ انسان اپنی عمر کے تمام مدارج[5] طے کر چکتا ہے ۔ دانت گرنے
لگ جاتے ہیں بال گالا[6] ہو جاتے ہیں چہرے پر جھُریاں پڑ جاتی ہیں
ہڈی سے چمڑا الگ جاتا ہے گوشت گھُل جاتا ہے گردن ہلنے لگتی ہے کان
جواب دے دیتے ہیں آنکھوں سے لاچار ہو جاتا ہے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں
پیٹھ کُبڑی[7] ہو جاتی ہے لکڑی کا سہارا تکتا[8] ہے اُس وقت خیال آتا ہے کہ ہائے
افسوس اب ہم سترے بہترے ہو گئے ۔ بوڑھا بونگ[9] ہمارا نام ہوا
لڑکے ہماری نقلیں اُتارتے ہیں جواب ہم پر ہنستے ہیں ۔ کھانا ہمیں
ہضم نہیں ہوتا ۔ کمانے کے ہم نہیں ۔ عبادت کے ہم نہیں ۔ ہاتھ
اُٹھائی روٹی کھاتے ہیں ۔ افسوس نہ تو یادِ الٰہی کر سکے نہ دنیا ہی کا کام

---

[1] شیخی ۔ ڈینگ ۔ اصلی معنے یہ ہیں کہ "تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا" ۔ [2] معلق بیچ میں ۔ [3] مسلوب الحواس ۔
[4] عقل گم ۔ [5] درجے ۔ مرحلے ۔ [6] دھنی ہوئی صاف شدہ روئی کا ٹکڑا یعنی بالکل سفید بھک ۔ [7] خمیدہ ۔ [8] ڈھونڈتا ۔
[9] بوڑھا احمق ۔

بنا سکے ہ تھیں چند اپنے ذمّے دھر چلے۔
کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو وقت کی قدر کرتے ہیں بچپن جوانی اور بڑھاپے میں نیکی کی راہ نہیں چھوڑتے۔ دنیا میں اچھی طرح گزارا کرتے ہیں اور اپنی عاقبت بھی سنوارتے ہیں۔ (مولوی سید احمد دہلوی)

بچپنے[1]۔ جوانی اور بڑھاپے کے متعلق چند رباعیاں اور اشعار

(رباعی) طفلی گزری جوانی گزری
راحت ہوئی ختم شادمانی گزری
لو آگیا موسم خزانِ پیری
لو فصلِ بہارِ زندگانی گزری

دیگر - جب جوانی کا مزہ جاتا رہا
زندگانی کا مزہ جاتا رہا

سب امنگیں[2] تھیں جوانی کی جوانی کیا گئی
سب امنگیں مٹ گئیں وہ ولولہ جاتا رہا

دیگر - عروسِ[3] دہر زالِ بدصورت[4] منظر ہوگئی ایسی
کہ جس میں دلربائی کی نہیں کوئی ادا باقی
وہ بوٹا سا قدِ رعنا کہ عالم جس پہ مفتون تھا
خمیدہ[5] ہوتے ہوتے رہ گئی پشتِ دوتا[6] باقی
تغیّر[7] آگیا نقش و نگارِ حسن میں یکسر[8]
نہ وہ رنگِ حنا قایم نہ چشمِ سرمہ سا باقی

---

[1] بچپنے جوانی بڑھاپے پر صدہا رباعیاں ہیں ایک سے ایک بڑھ کر جن میں سے چند منتخب کر کے یہاں لکھی جاتی ہیں۔ [2] ولولے، شوق۔ [3] زمانے کی دلہن۔ [4] بری شکل کی بڑھیا۔ [5] جھکتے جھکتے۔ [6] دہری پیٹھ۔ [7] بدل جانا۔ [8] بالکل۔ ۱۲

ملادی خاک میں پیری نے سب رونق جوانی کی
نہ رنگت میں ضیا[1] باقی نہ چہرے میں صفا[2] باقی

دیگر۔ سب بال تھے سیاہ جب آئے تھے روسفید[3]
ہر روز و شب سفید و سیاہ کا گواہ ہے (والد مرحوم)

پیری نے معصیت[4] نے کیا ایسا انقلاب[5]
اب بال تو سفید ہوئے روسیاہ ہے

دیگر۔ چار دن زندگی کے تھے افسوس
سو اسی کاروبار میں گزرے

آرزو میں گزر گئے دو دن
دو رہے انتظار میں گزرے

دیگر۔ ہوگی نہ کسی کو بھی مروت میری
پیری میں بدل جائے گی حالت میری

یہ آنکھ پھرا لے گا جوانی کی طرح
دیکھے گا نہ خود آئینہ صورت میری

دیگر۔ کیوں زر کی ہوس میں دربدر پھرتا ہے
جاتا ہے تجھے کہاں کدھر پھرتا ہے

اللہ رے پیری میں ہوس دنیا کی
جھک جاتے ہیں جب پاؤں تو سر پھرتا ہے

دیگر۔ پیری کی ہوئی ہے مہربانی اب تو
ہے کیوں نہ وبال زندگانی اب تو

اعمال سیاہ ہیں ہوئے بال سفید
اونچا سر سے ہوا ہے پانی اب تو

دیگر۔ افسوس کہ پہلے سے نہ ہشیار ہوئے
آرام لحد[6] کے نہ طلب گار ہوئے

ہنگام اجل[7] آنکھ کھلی غفلت سے
جب خواب کا وقت آیا تو بیدار[8] ہوئے

دیگر۔ اس ضعف نے اور غم دیا ہے مجھ کو
افسردہ و مجبور کیا ہے مجھ کو

ہے ناخن شہباز[9] گویا قد خم[10]
پیری نے شکار کر لیا ہے مجھ کو

دیگر۔ کس درد کی یارب یہ کہانی ٹھیری
آخر میں یہی اشک فشانی[11] ٹھیری

طاقت پہ جو کچھ ناز تھا وہ بے جا تھا
پیری کے بھی آگے نہ جوانی ٹھیری

---

۱ روشنی۔ چمک۔ ۲ صفائی۔ ۳ سفید منہ۔ ۴ گنہگاری۔ ۵ کایا پلٹ۔ ۶ قبر۔ ۷ موت کا وقت۔ ۸ جاگے۔ ۹ جس طرح شہباز کا ناخن ٹیڑھا ہوتا جاتا ہے۔ ۱۰ قد جھک گیا۔ ۱۱ رونا۔

دیگر۔ یہ کوہ مصیبت کے ٹلیں گے کیوں کر اس فکر میں جھکتی ہے کمر انسان کی	ہم اب کفِ افسوس ملیں گے کیوں کر پیری میں عصا لے کے چلیں گے کیوں کر
دنیا میں کس طرح رہنا چاہیئے لنگر ہے جو دل تو ہر نفس باد مراد	دنیا دریا ہے اور ہوس طوفاں ہے مانندِ حباب ہستیِ انساں ہے سینہ کشتی ہے یا خدا ایماں ہے

قرآن شریف ہے تو آسمانی کتاب مگر لوگوں کے سمجھانے کو نازل ہوئی ہے اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ بہت سی باتیں اُن کی سمجھ سے باہر ہیں جیسے حالات بعدِ مرگ یا مثلاً خدا کی ذات وصفات کا علمِ تفصیلی یا روح کی ماہیت وَكَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُولِهِمْ کے قاعدے سے اُن ہی کے محاورے اُن ہی کی عادات کے مطابق بات کہنی ہوتی ہے تو بہت سی باتیں قرآن میں ہیں اور اُن کی لِمّ اور تہ سمجھ میں نہیں آتی مگر اصل دین ایسا صاف اور واضح ہے کہ احمق سے احمق اور جاہل سے جاہل بھی سمجھتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کسی مصلحت سے چند روز کے لیئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اُس میں ایک طرح کی روح ہے جو ابدالآباد تک باقی رہے گی۔ جسمانی تعلقات کی وجہ سے انسان کو بہت سی حاجتیں پیش آتی ہیں جس سے لوگوں میں کشمکش واقع ہوتی ہے اور اس کشمکش کا ضروری نتیجہ ہے فساد۔ یہ ہے گناہ کی اصل۔ گناہوں کا اثر روح پر پڑتا ہے جس سے روح کی وہ ہستی جو بعد مرگ ہونیوالی ہے

پہاڑ۔ افسوس سے ہاتھ ملنا۔ پچھتانا۔ اصلی حالت۔ کیفیت۔ جیسی جس کی سمجھ ویسی ہی بات کرنی چاہیئے۔ اصل۔ جڑ۔ ہمیشہ۔ تنا تنی۔ زندگی۔ ۱۲

بنتی اور بگڑتی ہے۔ انسان کو عقل دی گئی ہے جو اُس کو بتاتی ہے کہ دنیا میں اُس کو کس طرح پر رہنا چاہیئے اور نورِ عقل کو زیادہ روشن کرنے کے لیئے خدا نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے اور کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ دین دار ہونے کے لیئے کچھ ایسی بڑی عقل اور بڑی معلومات درکار نہیں۔ انسان کا اپنی حالت پر غور کرنا اور دنیا کی زندگی چند روزہ اور اپنے تئیں عاجز و بے حقیقت سمجھنا بس کرتا ہے اور یہ باتیں ایسی ہیں کہ کوئی فردِ بشر اِن کے سمجھنے سے معذور نہیں۔ بات بات میں کھُرتنج[1] نکالنا۔ اپنی عقل کو بڑا سمجھنا اور اُس سے وہ کام لینا جس کے سر انجام کی اُس میں صلاحیت[2] نہیں دین سے بے بہرہ[3] رہنے کی علامت ہے۔ یہ مرض زیادہ تر پڑھے لکھوں میں ہوتا ہے اور آج کل کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں اسی قسم کی گمراہی کثرت سے دیکھی جاتی ہے اور دین کے اعتبار سے یہ حالت بڑی خطرناک ہے۔ ایسا آدمی ضروری باتوں کو چھوڑ کر غیر ضروری باتوں کے پیچھے پڑا[5] رہتا ہے۔ فرض کو ناغہ اور نفل کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے اور اُس کو بھی نباہ نہیں سکتا۔ لہذا مبہم[4] اور مشتبہ باتوں کے درپے[5] ہونا دین داری کے خلاف اور گمراہ ہونے کی نشانی ہے۔ (مولوی نذیر احمد) ۵

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے + گاہ گاہے تو کوئی یاد کرے

صبح خیزی[6]

پھولا شفق سے چرخ پہ جیب لالہ زارِ صبح
گل زارِ شب خزاں ہوئی آئی بہارِ صبح

---

[1] پورا کرنے۔ [2] قابلیت۔ [3] بے نصیب۔ [4] جو بات صاف نہ ہو جس میں شبہ کی گنجایش ہو۔ [5] پیچھے پڑنا۔ [6] صبح سویرے اُٹھنا۔ شرحی۔ ۱۲

کرنے لگا فلک[1] زرِ انجم نثارِ صبح
سرگرم ذکرِ حق ہوئے طاعت[2] گزارِ صبح

تھا چرخِ اخضری[3] یہ یہ رنگ آفتاب کا
کھلتا ہے جیسے پھول چمن میں گلاب کا

چلنا وہ بادِ صبح کے جھونکوں کا دم بدم
مرغانِ باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم

وہ آب تاب نہر وہ موجوں کا پیچ و خم[4]
سردی ہوا میں پر نہ زیادہ بہت نہ کم

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامنِ صحرا بھرا ہوا

وہ صبحِ نور اور وہ صحرا وہ سبزہ زار
تھے طائروں کے غول درختوں پہ بے شمار

چلنا نسیمِ صبح کا رہ رہ کے بار بار
کوکو وہ قمریوں کی وہ طاؤس[5] کی پکار

وا تھے[6] دریچے باغِ بہشتِ نعیم کے
ہر شو رواں تھے دشت[7] میں جھونکے نسیم کے

آمد وہ آفتاب کی وہ صبح کا بیاں
تھا جس کی ضو[8] سے وجد میں طاؤسِ آسماں

ذرّوں کی روشنی میں ستاروں کا تھا گماں
نہرِ فرات بیچ میں تھی مثلِ کہکشاں

ہر نخل پر ضیا یہ سرِ کوہِ طور تھی
گویا فلک سے بارشِ بارانِ نور تھی

(انیس)

حسن آرا۔ مگر سویرے تڑکے تو میں نہیں آ سکتی ہیں تو کوئی پہر دن چڑھے سو کر اٹھتی ہوں۔

محمودہ آپ سوتی کس وقت ہیں؟ ح۔ سرِ شام۔ م۔ بلا کی نیند آپ نے بڑھا رکھی ہے۔

ح۔ میں نے بڑھا رکھی ہے تو اور سنو نیند بھی کوئی اپنے اختیار کی بات ہے میری آنکھیں تو کچھ دن رہے ہی سے بند ہونے لگتی ہیں۔ اماں جان کھانے

---

[1] آسمان سنہرے ستاروں کو صدقے کرنے لگا۔ [2] عبادت کرنے والے۔ [3] نیلے آسمان۔ [4] چھپے۔ موڑ توڑ۔ [5] مور۔ [6] کھلے ہوئے۔ [7] ہر طرف۔ جنگل۔ [8] روشنی۔ چمک۔ ۱۲

کے واسطے مجھ کو بلاتی رہتی ہیں۔ جب دیکھتی ہیں کہ سوئے ہی جاتی ہے تو
تو ناچار کھانا کھلوا دیتی ہیں۔ پہر دن چڑھے بھی میری آنکھ نہیں کھلتی۔
سونی کو زبردستی اُٹھا بٹھاتی ہیں۔ کچّی نیند جو جگا دیتی ہیں تو گھنٹوں نیند کا
خمار رہتا ہے۔ اسی لیئے دوپہر کو پھر دو چار گھڑی کے واسطے سو رہتی
ہوں۔ م۔ اللہ! پہاڑ سی رات میں بھی آپ کی نیند نہیں بھرتی جو دن کو
بھی لوٹ لگاتی ہو۔ اگر آپ کو جی بھر کے سونے دیا جائے تو شاید آپ
رات دن سویا ہی کریں۔ ح۔ کیا کہوں نیند کم بخت ایسی ٹوٹ پڑی
ہے کہ کسی طرح مجھ کو سونے سے سیری[1] نہیں ہوئی۔ گھر بھر مجھ کو چھیڑا
کرتا ہے اور چاہے کوئی بیماری ہو ابّا جان ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ تمام تر
سونے کا فساد ہے مگر کیا کروں نیند پر قابو نہیں چلتا ہر روز ارادہ کرتی ہوں
کہ آج سب کے ساتھ سوؤں مگر جب وقت آتا ہے تو نیند کے غلبے سے
ایسا جی خراب ہونے لگتا ہے کہ کچھ بن نہیں پڑتا۔ نیند کے آثار جب
شروع ہوتے ہیں تو مجھ کو خیال ہوتا ہے کہ آج بڑا پکا وعدہ کر چکی ہوں
ابھی سے سو رہوں گی تو لوگ چھیڑیں گے اور اس شرمندگی کے
مارے جی مضبوط کر کے تھوڑی دیر سنبھلی بھی رہتی ہوں مگر جب نیند
آ گھیرتی ہے تو نہیں بیٹھا جاتا میں پلنگ پر جھکی اور ادھر سے ابّا جان بولیں اُدھر سے
آپا جان لیکن ان کی بات پوری بھی نہیں ہونے پاتی کہ بندی بیٹھتے کے
ساتھ خرّاٹے لینے لگی۔ میرے لیٹے پیچھے جو کچھ یہ لوگ کہتے
سنتے ہوں مجھ کو مطلق خبر نہیں ہوتی۔ م۔ اگر آپ دل سے

---
[1] جی نہیں بھرتا ۱۲

نیند گھٹانا چاہیں تو کچھ مشکل بات نہیں۔ میں آپ کو سہل تدبیر بتا سکتی ہوں۔ پہلے تو اس بات کا خیال رکھیئے کہ بہت رات گئے سونے کا لازمی نتیجہ ہے کہ آدمی دیر سے اُٹھے۔ لہٰذا سویرے سونا اور سویرے اُٹھنا اصول صحت ہیں۔ سویرے کے معنے یہ نہیں کہ "چراغ میں بتی پڑی لاڈو میری کھٹ چڑھی" دس بجے تک سو جانا اور صبح سویرے اُٹھنا بہترین طریقہ ہے۔ انسان کے لیئے کم سے کم چھ اور زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے سونا بالکل کافی ہے۔ گرمیوں میں دوپہر کو ذرا کی ذرا لیٹ رہنا بھی اچھا ہے جیسے **قیلولہ** کہتے ہیں۔ آپ دو باتوں کا التزام کیجیئے اول تو یہ کہ نیند بہلانے کے لیئے کچھ مشغلہ چاہیئے کہ طبیعت اُس میں مصروف ہو جائے دوسرے یہ کہ جو شخص سویرے اُٹھنے والا ہو اُسپر تاکید کر دیجیئے کہ جس طرح ممکن ہو جھنجھوڑ کر پانی کے چھینٹے دے کر آپ کو ہوشیار کر دیا کرے اور اُٹھتے کے ساتھ آپ مُنہ ہاتھ دھو کر طبیعت کو سنبھال کسی کام میں لگ جایا کیجیئے۔ اول اول آٹھ دس دن خلاف عادت سویرے اُٹھنے سے ایک خفیف سی گرانی سر[1] میں معلوم ہوگی مگر پھر عادت ہو جائے گی اور خود بخود آنکھ کھلنے لگے گی اور گرانی سر بھی موقوف ہو جائے گی۔ بلکہ سویرے اُٹھنے سے صبح کی ٹھنڈی ہوا کھا کر مزاج ایسا باغ باغ ہو جائے گا کہ دن بھر طبیعت بحال رہا کرے گی۔ میں بھی بلا کی سونے والی تھی۔ مُردوں سے شرط باندھ کر سوتی تھی۔ استانی جی ہر روز مجھ کو نصیحت کیا کرتیں کہ دنیا میں

[1] سر کا بوجھل ہونا۔ ۱۲

انسان اس واسطے نہیں آیا کہ سونے اور نکمے[1] پڑے رہنے سے دن تیر[2] کرے۔ خدا نے دن کام کے لیئے بنایا ہے۔ اور رات آرام کے لیئے رات کیا تھوڑی ہوتی ہے کہ دن کو بھی سویا کریں۔ بہت سونے سے انسان کاہل اور غبی اور ذہن مٹھا[3] اور کند ہو جاتا ہے۔ وقت بڑی قیمتی چیز ہے فرصت کا ایک لحظہ[4] بس غنیمت ہے۔ اس وقت میں ہو سکے تو لگ لپٹ کر علم و ہنر حاصل کر لیں کہ جس سے دنیا اور عاقبت دونوں درست ہوں۔ چنانچہ میں نے رفتہ رفتہ سونا کم کر دیا یہاں تک کہ اب سب کے پیچھے سوتی اور سب سے پہلے اٹھتی ہوں اور بہ نسبت سابق کے میں اپنے تئیں زیادہ تن درست بھی پاتی ہوں۔ ح۔ دیکھیئے انشاءاللہ میں بھی ضرور اس کا انتظام کروں گا اور جس طرح بن پڑیگا سویرے اٹھنے کی عادت ڈالوں گی۔ آپ نے مجھے بڑی اچھی اچھی باتیں بتائیں لیکن آپ کی صرف ایک بات مجھے البتہ کھٹکتی ہے کہ آپ بات بات پر امیروں کی بہت مذمت[5] کرتی ہیں۔ م۔ امیروں کی یا ان کے کردار کی؟ ح۔ کردار کی مذمت ہوئی تو امیروں کی ہوئی وہ ایک ہی بات ہے۔ م۔ نہیں۔ ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ اگر مطلق[6] امیروں کی مذمت کی جائے تو اس سے مطلق دولت کی دولت کی مذمت نکلتی ہے۔ حالاں کہ دولت بڑی قدر و منزلت کی چیز ہے

---

[1] بے کار۔ [2] گزار دے۔ [3] تیز کی ضد [4] ناگوار ہوتی ہے۔ برائی۔ [5] اغفال۔ [6] نرے۔ خالی۔ ۱۲

لیکن اگر دولت پاکر آدمی گھمنڈ اور غرور کرے اور یہ سمجھنے لگے کہ وہی سب میں بڑا ہی اور ہم چو منَ دیگرے نیست کا خبط سما جاے اور جتنے غریب ہیں حقیر اور ذلیل اور اس کی ٹہل خدمت کے لیئے پیدا کیئے گئے ہیں تاکہ وہ آپ ہاتھ نہ ہلاے اور دوسروں کی محنت سے آرام حاصل کرے اور دولت اُس کو صرف اسی کی آرام و آسائش کے لیئے دی گئی ہی اور غریبوں کو دنیا اور محتاجوں کی مدد کرنا اپنا فرض نہ سمجھے تو ایسی دولت دنیا کا جنجال اور عاقبت کا وبال ہی۔

نماز کی پابندی۔ اُس کی غرض و غایت اور طریقہ

(از نبات النعش - بہ تبدیل عبارت)

تو قیر تیرے ہی آستانے سے ملی
عزت ترے در پہ سر جھکانے سے ملی
کیا کیا دولت ترے خزانے سے ملی
مال و زر و آبرو و دین و ایمان

مسلمانوں کے لیئے سب سے بڑا فرض پنج وقتہ نماز ہی جس میں ظاہری پاکی وضو سے حاصل کی جاتی ہی اور باطنی پاکی نماز سے۔ نماز ایک موقت فریضہ ہی جو ہر مسلمان کو خواہ وہ بچہ ہو یا جوان۔ بڈھا ہو۔ تن درست ہو یا بیمار سفر میں ہو یا حضر[1] میں اوقات مقررہ پر ادا کرنی چاہیئے۔ روحانی قوی[2] کی غذا جس سے وہ تر و تازہ رہ سکتی ہیں۔ عبادتِ الٰہی ہی۔ عبادت کرنے سے مطلب یہ ہی کہ بندہ اپنے خدا کو جس نے اُسے پیدا کیا ہی ہاتھ پاؤں۔ آنکھ۔ ناک۔ عقل اور تمیز دی۔ اُس کو یاد رکھے اور اُس کی بندگی

[1] جو کچھ ہوں میں ہی ہوں۔ دوسرا کسی شمار قطار میں نہیں۔ سفر کی ضد یعنی اپنے مقام پر۔

[2] وہ قوتیں جن کا روح سے تعلق ہی۔ عبادت - ۱۲

کرتا رہے کہ خدا کی بزرگی اور اپنے بندے ہونے کا خیال ہر وقت اُس
کے دل پر جما رہے اور اُس کا دل بُرائیوں سے پاک رہے۔ دل سے
خدا کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے سے یہ سب باتیں حاصل ہوتی ہیں
اور انسان کا دل سب بُرائیوں سے پاک ہوتا ہے۔ دل کی پاکیزگی بالکل
اندرونی پاکیزگی ہے مگر بیرونی پاکیزگی اندرونی پاکیزگی پر بہت بڑا اثر رکھتی
ہے۔ دیکھو جو لوگ اپنا لباس اور ہاتھ پاؤں صاف اور ستھرے رکھتے
ہیں اُن کے دل میں ستھرائی کا اثر ہو جاتا ہے۔ ناپاک بدن اور میلے
کچیلے کپڑوں سے اُن کو نفرت ہو جاتی ہے۔ اُن کے دل میں اثر بیرونی
پاکیزگی کے خیال سے پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیئے
بیرونی چیزوں کے پاک کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ اس کا اثر دل کی پاکیزگی پر
پہنچے اور ظاہر و باطن دونوں یکساں پاک رہیں۔ اُس نے حکم دیا ہے
کہ جس چیز پر نماز پڑھو وہ پاک ہو۔ کپڑے پاک ہوں۔ بدن ہاتھ پاؤں
سب پاک ہوں۔ نماز پڑھنا گویا خدا کے سامنے حاضر ہوتا ہے اور اِس
کے لیئے ضرور ہے کہ ادب سے اور ظاہری اور باطنی پاکیزگی سے اپنے پروردگار کے سامنے
جو سب سے بڑا بادشاہ ہے حاضر ہوں۔ چوں کہ ظاہری پاکیزگی سے دل کی پاکیزگی بھی ہوتی
ہے۔ اس لیئے نماز سے پہلے وضو کا حکم ہے۔ انسان کے بدن کا اکثر حصہ تو کپڑوں سے ڈھکا
رہتا ہے مگر مُنہ اور ہاتھ پاؤں کھُلے رہتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں ہر قسم کے کام میں اور رستہ چلنے
میں کام آتے ہیں میل کچیل لگ جاتی ہے اور گرد سے آلودہ ہو جاتے ہیں اس لیئے نماز سے
پہلے اُس کو دھو کر صاف کر لینا وضو ہے۔ وضو کر کے گویا بندہ اپنے مالک کے حضور میں حاضر

باہر کی۔ اندر کی۔ خاک میں بھر جانا۔ ۱۲

ہونے کو طیار ہوگیا۔ خدا تو ہر جگہ اور ہر طرف موجود ہے مگر اُسی کا حکم ہے کہ جب میرے سامنے
حاضر ہونا چاہو تو قبلے کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہو اور اس لیے نماز میں
قبلے کی طرف رُخ کیا جاتا ہے جب تم نماز میں کھڑی ہو تو بخوبی جان لو کہ اللہ تعالیٰ
کے سامنے کھڑی ہو اور دل سے یقین کر لو کہ گو میں خدا کو نہیں دیکھتی مگر
خدا مجھ کو دیکھتا ہے۔ یہ بھی سمجھ لو کہ نماز میں جو ارکان مقرر ہیں اُن کا
کیا مطلب ہے اور اُن سے کن چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ سب سے
پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر نیت باندھی
جاتی ہے۔ یہ اشارہ ہے کہ دنیا کی تمام چیزوں سے دست بردار ہو کر تیرے
سامنے حاضر ہوا ہوں اور کوشش کرنی چاہیئے کہ دل کو تمام چیزوں سے
پھیر کر خدا کی طرف متوجہ کرے۔ اب کہ بندہ ایسے بڑے مالک کے سامنے
کہ جس سے بڑا کوئی نہیں ہے حاضر ہوا تو ضرور ہے کہ سب سے پہلے اُس کی تعظیم
ادا کرے۔ اُس کی صفات کو بیان کرے نہ اس لیئے کہ خدا کو اس کی پروا
ہے بلکہ اس لیئے کہ اُس کے دل کا نقش تازہ ہوتا ہے اور خدا کے سامنے
کھڑے ہو کر بار بار پھر نماز میں اُس کو دہرانے سے اُس کے دل میں
خیال پیدا ہو کہ میں اپنے مالک کے سامنے اُس کا اقرار کر چکا ہوں۔
اس لیئے مرتے دم تک دل سے اسی اقرار پر مجھ کو قایم رہنا چاہیئے۔
اس لیئے نیت کے بعد سُبْحَانَکَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی
جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ پڑھنا سنت ہوا۔ پھر خدا سے دعا مانگے

رکن کی جمع ہے۔ نماز کا حصہ ہے۔ اظہار ارادہ۔ سبکدوش علیحدہ۔ اے پاک پروردگار تیری تعریف
کے ساتھ تجھ کو یاد کرتا ہوں۔ تیرے نام میں برکت ہے اور تیرا مرتبہ بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے

کہ شیطان کے وسوسے[1] سے اُسے بچا تاکہ جو بات غرض کرنی ہو اُسے عرض کرتے وقت دل میں کچھ وسوسہ نہ آئے اور پھر جو کچھ کہے خدا کا نام لے کر یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ[2] کہہ کر شروع کرے۔ جب اس طرح اپنے دل کو سنوار[3] لیا تو اب وہ بات عرض کرے جو خدا نے اُسے سکھائی ہو یعنی سورۃ اَلْحَمْدُ پڑھے۔ یہ تو اپنا مطلب عرض کیا۔ اب خدا کی جناب میں بھی عاجزی سے متوجہ ہونا ضرور ہے اور خدا ہی کا کلام پڑھنے سے پوری توجہ ہوتی ہے۔ اس لیئے الحمد کے بعد کلام مجید کی کوئی سورت یا چند آیتیں[4] پڑھتے ہیں۔ دُنیا کے بادشاہوں کے سامنے بھی کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر عرض معروض کی جاتی ہے۔ پس ایسے بڑے بادشاہ کے سامنے بھی ہاتھ باندھ کر باادب کھڑے رہنا ضرور ہے۔ یہاں تک تو وہی بات ہوئی جو دنیا کے بادشاہوں کے سامنے ملحوظ[5] رہتی ہے۔ لیکن خدا کے سامنے زیادہ ادب کرنا چاہیئے لہذا رکوع کیا جاتا ہے یعنی اُس کے سامنے سرنگوں[6] ہو اور کہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ یعنی اے میرے پروردگار تو ہی سب سے بڑا ہے۔ اس کے بعد سجدہ کیا جاتا ہے یعنی خدا کے سامنے اپنی پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھا جاتا ہے اور یہ خاص تعظیم اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اس کے سوا کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کیا جاتا۔ سجدے میں

---

[1] بہکانے۔ بُرے خیالات ڈالنے۔ [2] یعنی پناہ چاہتا ہوں اللہ کی شیطانِ مردود سے شروع اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان (ہے)۔ [3] درست کرلیا۔ [4] کلام مجید کا ایک ٹکڑا۔ [5] خیال رکھا جاتا ہے۔ [6] سر جھکا کر۔ ۱۲

سُبحان رَبّی الاعلیٰ یعنی اے میرے خدا تیرا ہی رتبہ سب سے بلند ہے۔ کہا جاتا ہے اور دو دفعہ سجدہ کیا جاتا ہے تاکہ اُس کے مُکرر[1] ادا کرنے سے خدائے عزّ و جل کی پوری عظمت اور پوری تعظیم اس سچائی سے ادا ہو۔ اسی طرح نمازیں دو رکعتیں یا چار اور مغرب میں تین رکعتیں ہیں۔ سبق دُہرانے سے لڑکوں کو یاد ہو جاتا ہے۔ بات کے دُہرانے سے بات یاد رہتی ہے۔ کسی چیز کا خیال رہنے سے وہ چیز دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ اسی لیے نمازیں کئی کئی رکعتیں مقرر ہوئی ہیں تاکہ وہ سب باتیں جو بندے کے نے سے عرض کی ہیں دل میں بیٹھ جائیں اور مضبوط جڑ پکڑ لیں۔ سب سے آخر یہ ہے کہ تمام عاجزیوں اور تعظیم اور ادب بجا لانے کے بعد اپنے خدا کے دربار میں مؤدب[2] بیٹھے۔ اُس وقت خدا کا حکم ہے کہ شکر کرے اور پیغمبر خدا صلعم[3] پر جن کی بدولت ہم نے نور ایمان پایا ہے سلام بھیجے اور خدا سے اُن پر رحمت چاہے اور اپنی مغفرت کی دعا مانگے۔ بعد اس کے دائیں بائیں گردن پھیر کر تمام مخلوقات پر جو اُس کے دائیں بائیں ہیں خدا کی مہربانی چاہے۔ خدائے تعالیٰ نے انسان کو اپنے فضل و کرم سے بہت سی چیزیں عنایت کی ہیں۔ کچھ تو اُن میں بیرونی ہیں۔ جیسے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک زبان۔ ان میں سب سے مقدم سر ہے جو تمام کمالاتِ انسانی کا خزانہ ہے اور کچھ اُس میں اندرونی صفتیں ہیں جیسے عقل اور سمجھ۔ اخلاق کی نیکی۔ حقوق کی تمیز۔[4] احسان مندی۔ شکر گزاری نفس کی پاکیزگی۔ پس

[1] دوبارہ۔ [2] ادب سے۔ [3] صلے اللہ علیہ وسلم کا مخفف ہے۔ [4] بخشایش۔ پہچان۔ ۱۲

خدا کی عبادت ایسے طریقے سے ہونی چاہیئے کہ اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی سب کے سب خدا[1] کی عبادت میں مصروف ہوں۔ نماز میں بڑی خوبی یہی ہے کہ انسان کے تمام اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی سب کے سب ایک ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ پاؤں کے بَل[2] کھڑا ہوتا ہے۔ ہاتھوں کو ادب سے باندھے رہتا ہے۔ آنکھ سے اپنے سجدے کی جگہ کو دیکھتا ہے۔ اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا۔ اپنی نگاہ کو عبادت میں مشغول رکھتا ہے اور اُس وقت کوئی کلام جو داخلِ[3] عبادت نہیں سننا نہیں چاہتا۔ زبان عبادت میں مشغول رہتی ہے۔ سر کو خدا کے سامنے سجدے میں ٹیکتا ہے۔ اسی طرح تمام اندرونی قوی کو بھی عبادت میں لگاتا ہے۔ دل عبادت کی طرف مصروف رہتا ہے۔ خیال میں بجز[4] خدا کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ سمجھتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوں۔ اُس کی عقل گواہی دیتی ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی عبادت کے لایق نہیں ہے۔ تمام قوائے باطنی کو خدا کے سامنے عاجزی کرنے اور بندگی بجالانے کو حاضر کرتا ہے۔ پس کوئی طریقہ عبادت کا جس میں اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی سب مشغولِ عبادت ہوتے ہوں نماز سے بہتر نہیں ہے اور اسی لیے سب عبادتوں سے افضل ہے جو لوگ پابند نماز ہیں وہ گویا ایک قلعے میں بند ہیں کہ جو دشمن یعنی شیطان کے حملے اور زد سے محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَقِمِ[5] الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

[1] لگے رہیں۔ [2] سہارے۔ [3] جو عبادت میں شامل نہیں۔ [4] سوائے۔ [5] اور نماز پڑھتے رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی (کے کاموں) اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی رہتی ہے اور یاد خدا البتہ بڑی (چیز) ہے۔ ۱۲

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ - اس سے ظاہر ہے کہ نماز بدکاری سے باز رکھنے کے لیے ایک بڑی روک ہے۔ نماز ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے ذریعے سے پنج وقتہ انسان اپنے خالق کے روبرو حاضر ہو کر عرض معروض کرتا ہے۔ کلام مجید میں بیسیوں جگہ نماز کی پابندی کی سخت تاکید ہے اور اس کے تارک کے لیے وعید ہے مرنے کے بعد سب سے اول نماز کی ہی پرستش ہوگی۔ ۵

روزِ محشر کہ جاں گداز بود ÷ اولیں پرسشِ نماز بود

نماز جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر فرض کی ہے اس میں کچھ اللہ کا فائدہ نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کا محتاج ہے بلکہ سراسر ہمارا ہی فائدہ ہے۔ کیا عمدہ بات ہے کہ اپنے فائدے کے ساتھ حکم الٰہی کی تعمیل بھی لگی ہوئی ہے۔ بیک کرشمہ دو کار۔ کچھ ایسا کٹھن کام نہیں کہ نہ ہو سکے بلکہ جن لوگوں کو عادت پڑجاتی اُن کو چسکا لگ جاتا ہے کہ نماز چھوٹ نہیں سکتی۔ جس شدّت و اہتمام سے اللہ تعالیٰ نے نماز ہم پر فرض کی ہے اُسی بے پروائی سے مسلمان اس فرض کو ادا کرتے ہیں۔ کوئی تو دکھانے کو دو چار ٹکریں مار لیتا ہے۔ کوئی بے وضو ہی ٹرخا دیتا ہے۔ کوئی سرے سے پڑھتا ہی نہیں۔ غور کیا جائے تو شیطان درگاہ ربّ العزت سے

بڑے کام۔ پانچوں وقت۔ وقت مقررہ پر ادا کرنا اور ناغہ نہ کرنا۔ چھوڑنے والا۔ ڈراوا۔ پوچھ گچھ۔ حشر کا دن بڑا ہی جان فرسا ہوگا۔ سب سے پہلے اس دن نماز کی ہی پرستش ہوگی۔ سارے کا سارا۔ بالکل۔ ایک سبب سے دو کاج۔ مشکل۔ مزہ۔ بددلی سے کرنا۔ ٹال دینا۔ سر سے بوجھ اُتار دینا۔ ۱۲

اسی واسطے راندہ[1] گیا کہ اُس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا اور تارک[2] الصلوٰۃ تو اپنے پیدا کرنے والے ہی کو سجدہ نہیں کرتا۔ ؎

شیطان[3] ہزار مرتبہ بہتر زبے نماز + او سجدہ پیشِ آدم وایں پیشِ حق نہ کرد

گھر پر نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے کیوں کہ کسی کام کو چند آدمی مل کر کرتے ہیں تو وہ زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ انسان کی طبیعت نقال[4] واقع ہوئی ہے۔ خربزہ[5] کو دیکھ کر خربزہ رنگ پکڑتا ہے۔ ایک کو دیکھ کر دوسرے کو رغبت اور شوق ہوتا ہے۔ آپس میں میل جول بھی بڑھتا ہے۔ جمعہ کی نماز اگر جامع مسجد میں ہو تو بہت بہتر ہے ورنہ اپنے محلے کی مسجد میں پڑھنی چاہیئے مگر جمعہ کی نماز ناغہ نہ ہو۔ علیٰ ہذا عیدین[6] کی نماز کی بھی سخت تاکید ہے کہ وہ بھی سال بھر میں صرف دو دن کا جمگھٹا ہے (ماخوذ از سلسلۂ دینیات علی گڈھ)

روزے کے فضائل

قرآن مجید اور احادیث شریف میں روزے کی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک خوبی روزے میں ایسی ہے کہ کسی عبادت میں نہیں۔ نماز وغیرہ میں احتمال ہے کہ دکھانے کے لیئے پڑھی جائے تاکہ لوگ تعریف کریں کہ فلاں شخص بڑا نمازی ہے اور نیک ہے۔ صدقہ و خیرات اور غریبوں کی مدد کرنا بڑی عبادت ہے لیکن لوگ اُس کو نمود کے لیئے کرتے ہیں

---

[1] دھتکارا۔ نکالا۔ مردود ہوا۔ [2] نماز کا چھوڑنے والا۔ [3] بے نماز سے تو ہزار درجے شیطان ہی بھلا ہے کیوں کہ شیطان نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا مگر بے نماز تو خدا کو بھی سجدہ نہیں کرتا۔ [4] نقل کرنے والا [5] ایک کو دیکھ کر دوسرا بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ [6] اسی طرح دو عیدیں ایک رمضان کی عید الفطر دوسری بقر عید یا ص

کہ لوگوں پر اثر ہو اور خیرات کرنے والے کی عزت کریں اور اُس کو اچھا سمجھیں۔ اس طرح پر کوئی نیک کام کرنا مفید نہیں ہوتا۔ سچی نیکی جب ہی ہوتی ہے کہ دل سے کی جائے اور صرف خدا کی خوشنودی[1] کے لیئے کی جائے۔ ایسی نیکی کا بڑا ثواب ہوتا ہے اور اُس کے اثر پائدار ہوتے ہیں۔ روزے میں نمود یا شہرت کی کوئی صورت نہیں ہوتی (مضبوط) اُس میں سب عبادتوں سے خلوص[2] زیادہ ہوتا ہے اس لیئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ روزہ خاص میرے لیئے ہے اور میں ہی اُس کی جزا[3] دوں گا۔ اگرچہ سب عبادتیں خدا کے لیئے ہیں لیکن جب نماز دوسرے کے دکھانے کو پڑھی گئی تو اُس میں خدائے تعالیٰ کی عظمت اور اپنی بندگی اور خاکساری کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اُس میں اُس شخص کی عظمت ظاہر کی گئی جس کے دکھانے کو نماز پڑھی گئی۔ اس لیئے اُس کو خدا کی نماز نہیں کہہ سکتے بلکہ اُس بندے کی نماز کہیں گے اور نہ اُس کا کچھ اثر دل پر ہوگا۔ اور نہ اُس کا ثواب ملے گا بلکہ اُس کا اثر صرف اس قدر ہوگا کہ دوسرا آدمی اُسے اچھا کہے۔ روزے کا بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اُس کے سبب سے آدمی فرشتوں کی صفت اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ فرشتے بھی نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ ہمیشہ ایک نورانی خوشی میں رہتے ہیں۔ یہی حالت روزہ دار کی ہوتی ہے۔ روزے کے سبب سے آدمی بہایم[4] کی صفت کو اپنے اندر سے دور کرتا ہے۔

---

[1] رضامندی۔ خوشی۔ [2] جس میں دکھاوا نہ ہو محض اللہ کے واسطے۔ [3] بدلہ۔ [4] چوپائے۔ وحشی جانور۔ ۱۲

بہائم میں ہر وقت صرف کھانے پینے وغیرہ کی رغبتیں[1] پیدا ہوتی رہتی ہیں کوئی چیز اُن کے اندر ایسی نہیں ہے جو اُن کو اُن خواہشوں سے روک سکے - ایسے ہی جب آدمی بالکل اپنی انھیں خواہشوں اور رغبتوں کا تابع[2] ہو جائے اور اُن کو اپنے قابو[3] میں نہ رکھ سکے - بیلوں کی طرح جس وقت رغبت پیدا ہوئی فوراً اُس کو پورا کر لیا تو اُس حالت کے لحاظ سے اُس میں اور چوپایوں میں کچھ فرق نہیں ہوتا اور جب یہ رغبتیں اپنے قابو میں رہیں عقل کے موافق جب چاہا اُن کا استعمال[4] کیا اور جب چاہا چھوڑ دیا تو اُس وقت اُن کا نام انسانی خواہشیں ہوتا ہے - خدائے تعالیٰ نے آدمی کے اندر ایسی چیزیں بہت سی پیدا کی ہیں کہ اگر اُن کا بُری طرح استعمال کیا جائے تو آدمی نہایت ذلیل اور بے عزت ہو جاتا ہے اور اگر اچھی طرح اُن کا استعمال کیا جائے تو آدمی کی قدر و منزلت[5] زیادہ ہو جاتی ہے مثلاً ایک زبان خدا نے ہمکو عنایت کی ہے - زبان سے بہت سی خوبیاں اور نیکیاں متعلق ہیں - زبان ہی سے آدمی خدا کی توحید[6] اور پیغمبر کی رسالت[7] کا اقرار کرتا ہے - زبان ہی سے خدا کی عظمت اور اُس کا جلال بیان کرتا ہے - دانش مندانہ تقریریں اُس سے کی جاتی ہیں - بڑے بڑے مفید[8] خیالات اُس سے ظاہر کیئے جاتے ہیں اور وہ ایسی قیمتی باتیں ہوتی ہیں جیسے موتی اور جواہرات - اس لیئے زبان کے ذریعے سے آدمی دنیا اور دین

---

[1] خواہشیں - [2] تابعدار - [3] بندھوا - اختیار - [4] برتنا دا - [5] مرتبہ - عزت - [6] توقیر - خدا کو ایک جاننا اور ماننا - [7] پیغمبر کی پیغمبری کو ماننا - [8] فائدے دینے والے - ۱۲

کے لیئے نہایت قیمتی ہوسکتا ہے۔ ایسے ہی زبان کے ذریعے سے
وہ باتیں سرزد[۱] ہوتی ہیں جس سے آدمی برترین[۲] خلایق ہوسکتا ہے۔
خدا کی نافرمانی کی بزرگوں کی بے ادبی اور فتنہ فساد کی باتیں سب زبان ہی
سے ہوتی ہیں۔ تمام گندے خیالات اُسی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تو جب
تلک زبان قابو میں نہ ہو اور عقل و تمیز کے موافق اُس کا استعمال نہ ہو
وہ انسان کے لیئے نہایت شرم ناک چیز ہوگی۔ ایسے ہی آنکھ کان
وغیرہ تمام قوتوں کا حال ہے۔ اُن سے بھی صدہا[۳] خوبیاں اور برائیاں
تعلق رکھتی ہیں۔ اس لیئے انسان کا بڑا فرض ہے کہ اُس میں نہایت
کوشش کرے کہ ٹھیک طور پر انسانی تحریکات[۴] کے موافق خداداد
قوتوں کو چلاتا رہے اور ہمیشہ اپنی تمام حرکات میں انسانی صفات کا
خیال رکھے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ ناگواریوں[۵] کا مردانہ ہمت سے
مقابلہ کرے اور قوتوں کے ٹھیک طور پر چلانے میں جو دقتیں[۶] پیش آتی
ہیں اُن کو تحمل[۷] اور استقلال[۸] سے گوارا[۹] کرے اور اس خوبی کی یہاں تک
مشق کرے جس سے اُن کے استعمال میں روز بروز آسانی ہوتی جائے
اور عمدہ باتوں کی عادت پڑتی جائے اور طبیعت میں اُن کے استعمال کا
ملکہ[۱۰] پیدا ہو جائے۔ اس طرح پر قوتوں کی ورزش[۱۱] کو صبر کہتے ہیں۔ اس سے

---

[۱] ہو جاتی ہیں۔ کر بیٹھتے ہیں۔ [۲] سب سے اعلیٰ اور بہتر۔ [۳] سیکڑوں۔ [۴] خواہشات۔ [۵] جذبات تکلیفوں۔
خلاف مرضی باتوں۔ [۶] مشکلیں۔ [۷] صبر۔ برداشت۔ [۸] مضبوطی۔ [۹] برداشت کرنا۔ اٹھانا۔
[۱۰] مشق۔ [۱۱] برتنا۔ ۱۲

انسان کو بڑی فتح حاصل ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے کہ صبر کرنے والوں کو بے اندازہ ثواب ملتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایمان کا نصف[1] حصہ صبر ہے اور یہ صبر کی عجیب خوبی بیٹھے بیٹھے پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ جب تک انسان اپنی خواہشوں کو قابو میں نہ رکھے اور ان کے زور کو ہمیشہ کم نہ کرتا جائے اُس وقت تک صبر کی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے روزے سے بڑھ کر کوئی مفید نسخہ نہیں ہے اس سے خواہشوں پر آہستہ آہستہ پوری حکومت حاصل ہو جاتی ہے۔ کھانا پینا ایسی چیزیں ہیں جن کی رغبتیں روزانہ اپنا اثر دل پر قایم کیا کرتی ہیں اور انسان کو اپنے دام[2] میں اسیر[3] کر لیتی ہیں۔ انسان ان رغبتوں کے اشاروں پہ چلتا ہے اور اُن کا بالکل مسخر[4] ہو جاتا ہے۔ روزے کی وجہ سے انسان ان قوتوں کو توڑتا ہے اور اُن کے زور کو گھٹاتا جاتا ہے اور جب ان خواہشوں پر غالب آ جاتا ہے تو اُن کے بعد تمام خواہشوں پر اس کو حکومت کرنا آسان ہے۔ اس واسطے صبر و استقلال کے جوہر پیدا کرنے کے لیے کوئی عمدہ ترکیب روزے سے زیادہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جیسے صبر نصف ایمان ہے ایسے ہی روزہ نصف صبر ہے۔ علاوہ روحانی صفائی اور پاکیزگی کے انسان کے خیالات میں روزے کی وجہ سے نہایت درجے پختگی پیدا ہوتی ہے اور فیصلے کی قوت مضبوط ہوتی ہے۔ انسان کے خیالات میں یہ بڑی کم زوری ہوتی ہے

[1] آدھا۔ [2] جال۔ [3] قید۔ [4] پابند۔ گرفتار۔ ۱۲

کہ کسی کام کے کرنے اور سمجھنے میں تذبذب رہے ۔ اس کم زوری سے
عمر کا بڑا حصہ بے کار پڑا رہتا ہے اور جب ایک کام کرنے کا قطعی فیصلہ
کر لیا اور وہ کام شروع کر دیا تو بہت سے مفید باتوں کا ذخیرہ
آدمی میں ہو جاتا ہے ۔ بہر حال جب انسان کا اپنی قوتوں پہ پورا قابو ہوگا
تو اُس کو مشکل کاموں میں فتح پانے میں آسانی ہوگی اور ایسا قابو
روزے ہی کی وجہ سے حاصل ہو سکتا ہے اُس سے زیادہ اس کو
کوئی عمدہ تدبیر نہیں ۔ ان کے علاوہ کھانے اور پینے کی لذت جیسے
روزے کے بعد حاصل ہوتی ہے کبھی حاصل نہیں ہوتی ۔ کھانے
اور پینے میں زیادہ کیفیت جب ہی ہوتی ہے کہ پوری رغبت اور انتظار کے
بعد اُس کا استعمال کیا جائے ۔ کیسا ہی کھانا لطیف ہو اور پانی کیسا ہی
خوش گوار اور خوش مزہ دار ہو جب معمولی رغبت سے کھایا اور پیا جائے
تو وہ زیادہ مرغوب نہیں ہوتا ۔ روزے دار کو افطار کے بعد ایک لقمہ
الوانِ نعمت سے زیادہ مزے دار اور پانی کا ایک گھونٹ کافوری انار کے
عرق سے زیادہ خوش گوار ہے خصوصاً جب افطار میں اپنے احباب کا
مجمع ہو اور مختلف قسم کی افطاریاں ہوں ۔ اُس کی گرمی شوق کو دیکھ کر
بندۂ شکم اور حریص لوگوں کے منہ میں پانی بھر آتا ہے وہ بھی نگاہِ رشک
سے ان کیفیتوں کو دیکھتے ہیں اور اپنے دل ہی دل میں پچھتاتے رہتے ہیں

تذبذب: غیر یقینی ۔ کوئی قطعی اور دو ٹوک رائے قائم نہ کر سکے ۔ ذخیرہ: سرمایہ ۔ لذت: مزہ ۔ مرغوب: پسندیدہ ۔ الوانِ نعمت: رنگا رنگ
کی نعمتیں یعنی مختلف قسم کی نعمتیں ۔ گھونٹ ۔ خصوصاً: خاص کر ۔ بندۂ شکم: پیٹ کا غلام ۔

خدائے تعالیٰ کے جتنے احکام ہیں اُن میں عجیب مختلف قسم کے فوائد اور خوبیاں ہوتی ہیں۔ زندگی کے تمام حالات کے لیئے وہ موزوں[1] ہوتے ہیں اُس کا دل اور زبان سے شکر کرنا چاہیئے۔ پہلے اُس نے تمام قدرتی نعمتیں عطا کیں۔ اُس کے بعد احکام سے ان قدرتی انعامات کی تکمیل کردی۔ بدنی صحت جیسی ضرورت ہوتی ہو کسی چیز سے نہیں ہو سکتی۔ بدن میں چار ہضم ہیں۔ اول ہضم معدے کا۔ دوسرے ہضم کبد[2] کا۔ تیسرے عروق[3] کا۔ چوتھے اعضا کا۔ ہر ایک ہضم کے بعد اُس کے فضول ہوتے ہیں۔ یہ فضول بتدریج جمع ہوتے رہتے ہیں خصوصاً اُن لوگوں کے بدن میں جن کو ورزش کی عادت نہیں ان فضول کے بدن میں بہت سے ظروف ہیں جہاں ان کا ذخیرہ ہوتا رہتا ہے جیسے معدہ۔ امعا۔ دماغ۔ مفاصل[4] وغیرہ۔ بہت سے خطرناک امراض کا حملہ ان ہی فضول کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ آب وہوا اور موسم کی رداءتوں کے قبول کرنے کے لیئے ادنیٰ ادنیٰ تغیر[5] مزاجی کے لیئے بدن ہمیشہ مہیا[6] رہتا ہے۔ جب یہ فضول بے کار پڑے رہتے ہیں تو چند روز میں ان میں عفونت[7] اور سمیت[8] پیدا ہو جاتی ہے۔ اُس وقت اُن کی مضرت[9] اور زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ بڑی شائستگی یہ ہے کہ ان فضول کی پیداوار اُن سے بدن کے محفوظ رکھنے کے اصول پر حکیمانہ اور غائر[10] نظر کی جائے

[1] مناسب۔ ٹھیک۔ [2] جگر۔ [3] انتڑیاں۔ [4] جوڑ۔ [5] مزاج کی حالت بدلنا۔ [6] طیار۔ [7] بدبو۔ [8] زہریلا پن۔ [9] نقصان۔ [10] غور سے دیکھنا۔ ۱۲

تمام شائستہ[۱] قوموں نے قوامِ[۲] بدن کے حفظان کے لیئے ان اصطلاحات کی طرف کامل توجہ کرکے اہلِ ملک اور ہم وطنوں کی نشاطِ زندگی کو بڑھایا۔ کسی نے قے سے اُن کے تنقیئے کو تجویز کیا کسی نے اسہال سے کسی نے غسل و حمام سے بعض ملکوں میں شراب کے ذریعے سے ان کی متعفن ہونے کو روکا۔ لیکن کوئی کامل تجربہ کار نہیں کہہ سکتا کہ ان تدابیر کا تمام بابی پر ہو سکتا ہے۔ صرف ایک روزہ ہی ایسی تدبیر ہے جو آج بھوک اور پیاس کی آنچ سے تمام طور پر اعماقِ بدن کے فضول کو نابود کردیتا ہے بعض نہایت ہی لزوج فضول کسی عضو میں جمع ہوتے ہیں اور معمولی تدابیر میں کوئی شئی نہیں ہوتی جو ان کو پگھلا کر اور رقیق کرکے بدن کے عمق سے نکال دے۔ یہ عقدہ روزے ہی کی گرمی سے حاصل ہوتا ہے جب روزے کے ساتھ اس اصول کی پابندی کرلی جائے کہ اشتہائے صادق میں کھایا جائے اور کسی قدر اشتہائی رغبت باقی رہے کہ کھانا چھوڑ دیا جائے تو ہمیشہ کے لیئے زندگی کے پُر آشوب خطرات سے نجات ہو سکتی ہے۔ اس روزانہ پابندی سے فضول کا اجتماع بدن میں

---

[۱] مہذب۔ [۲] بدن کی بناوٹ۔ [۳] پاک اور صاف کرنا۔ [۴] دست آور دوا۔ [۵] بدبودار۔ [۶] گیرانی۔ [۷] تاپید۔ [۸] چسپنے والی۔ گاڑھی۔ [۹] مبتلا۔ [۱۰] دیر تا اشتہا غالب نشود نخورند و ہنوز اشتہا باقی بود کہ دست از طعام بردارند نہایت عمدہ اصول حفظِ صحت کا ہے۔ جب تک زور کی بھوک نہ لگے نہ کھاؤ اور ابھی کچھ کچھ باقی رہے تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لو۔ ۵ سخن آنگہ کند حکیم آغاز | یا سر انگشت سوئے لقمہ دراز۔ کہ زنا گفتنش خلل زاید | یا زنا خوردنش بجاں آید۔ عقلمند آدمی بات نہ سوقت کرتا ہے۔ یا لقمہ کی طرف ہاتھ ڈالتا ہے جب کہ بات نہ کہنے سے نقصان کا خطرہ ہو۔ یا نہ کھانے سے جان پر بن جائے۔ لاجرم حکمتش بود گفتار | خوردنش تن درستی آرد بار۔ [۱۱] سچی کی بھوک۔ [۱۲] آفت۔ خدشہ۔ [۱۳] اکٹھا ہونا۔ تو بے شک بات کہنا دانشمندی ہے۔ اور ایسا کھانا بھی ضامن صحت ہے۔

بہت کم ہوگا اور جس قدر حصہ اُن کا جمع ہو جائے گا وہ روزے کی
اصلاح سے اعتدال کی حالت میں ہو جائے گا جس شخص کی صحت
ایسی منتظم اور معتدل[1] حالت میں ہوگی اُس کے تمام قوائے دماغی اور
روحانی کس طرح اپنے اشغال[2] میں مصروف رہیں گے اور ان قوتوں
میں مداومت[3] کی وجہ سے کیسے ملکات[4] راسخ[5] ہوں گے۔ یہ تمام فوائد
عارضی[6] ہیں جو اصلی غایت روزہ رکھنے کی ہے وہ اخلاقی اور روحانی حصّے
کی تکمیل[7] ہے جیسے اناب شناپ[8] کھانے پینے سے ردی[9] اجزا کا انبار[10]
اور اُن کی گرانیوں کا طبیعت پر بار[11] ہو جاتا ہے اور اصول زندگی تنفس[12]
دورانِ خون[13] وغیرہ پژمردہ[14] حالت میں ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی بیہودہ
اقوال اور لغو[15] لاطائل[16] افعال سے روحانیت میں تیرگی[17] بڑھتی رہتی ہے
اور وہ روحانی قندیل روح کی دُخانی[18] اور ظلمانی[19] لباس میں ہو کر
مزاج انسانی کو بالکل خراب کر دیتی ہے اور وہ قوت جو قدسیت[20] کا مرکز
تھی اپنے تمام فیضانوں[21] سے انسان کو محروم کر دیتی ہے۔ اس واسطے

---

[1] ٹھیک کی راس۔ [2] مشغلوں۔ [3] ہمیشگی۔ پابندی۔ [4] عادات۔ [5] مضبوط۔ مستحکم۔ پکے۔ [6] چند روزہ۔ [7] پورا کرنا۔ [8] اندھا دھند۔ بلا بد تر۔ بے کار۔ [9] فضول۔ صحیح لفظ دال پر تشدید نہیں ہے۔ [10] ڈھیر۔ [11] بوجھ۔ [12] سانس لینے۔ [13] خون کی گردش۔ [14] مضمحل کمھلائی ہوئی۔ [15] فضول۔ [16] بے کار۔ [17] تاریکی۔ [18] دھوئیں دار۔ [19] اندھیری۔ [20] بزرگی۔ پاکی۔ [21] مجمع۔ [22] برکتوں۔ ۱۲

اس واسطے روزے کی حالت میں زیادہ تر اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قولی اور عملی حالت کی اصلاح میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔ جب مباح اُمور کے ترک میں اس قدر اہتمام کیا گیا کہ ادنیٰ فروگذاشت میں کفّارہ لازم آتا ہے اور اسی قدر صعوبت کا برداشت کرنا پڑتا ہے تو جو اُمور بالکل ممنوع اور حرام ہیں اور جن کا گزند ان مباحات کے ارتکاب سے بدرجہا زیادہ ہے اُن کا استعمال کیسے گوارا ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے حدیث شریف وارد ہے کہ جو شخص روزے میں بیہودہ گفتگو اور لغو کام کو نہ چھوڑے تو خدا کو کچھ پروا نہیں ہے کہ وہ شخص کھانا اور پینا چھوڑ دے۔ باطل اور بیہودہ گفتگو وہ ہے جس سے گناہ لازم آئے جیسے کلمات کفر۔ جھوٹی گواہی۔ افترا۔ غیبت۔ بہتان۔ کسی کو گالیاں دینا۔ بُرا کہنا۔ لعنت کرنا اور تمام لغو باتیں جن سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ یہی حالت زشتیِ اعمال کی ہے۔ اس حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ روزے سے مقصودِ اصلی ردی حرکات قولی اور عملی رذائل سے نفس کو پاک صاف کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص روزے میں صرف کھانا پینا چھوڑ دے اور اقوال و افعال کی گندگی سے مُصفّا ہونے کا کچھ اہتمام نہ کرے وہ روزے کے حقیقی اثروں اور فوائد سے محروم رہے گا۔ اُس روزے کا کیا

---

۱ کمی۔ ۲ فروگذاشت۔ ۳ جائز۔ ۴ بھول چوک۔ ترک۔ خطا یا گناہ کا عوض۔ روزہ توڑنے کا کفّارہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنا یا ساٹھ آدمیوں کو کھانا کھلانا ہے ۵ سختی۔ ۶ نقصان۔ ۷ کرنا۔ ۸ آیا ہے۔ ۹ جھوٹ طوفان لگانا ۱۰ کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا کہنا۔ ۱۱ تہمت لگانا۔ ۱۲ پرہیز کرنا۔ ۱۳ بچنا۔ ۱۴ اعمال کی بُرائی۔ ۱۵ مطلب۔ ۱۶ مقصد۔ ۱۷ بُری حرکتیں۔ ۱۲

حاصل ہو جس میں مباح چیزوں کو حرام کیا جائے اور حرام چیزوں کو مباح
مباح اشیاء کو حرام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ محرمات اور ممنوعات سے
اجتناب[1] پر زیادہ قدرت ہو جائے اور ان سے بچنے میں سہولت ہو۔
اسی وجہ سے دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے
ہوتے ہیں کہ بجز پیاسے مرنے کے اُن کے روزے سے کچھ حاصل نہیں
ہوتا۔ یعنی بغیر اخلاقی حالت درست کیے روزے کی خوبیوں سے کچھ
متمتع نہیں ہوتے۔ اخلاقی حالت کا نہایت درجے لحاظ کیا گیا ہے۔ حدیث
میں وارد ہے کہ پانچ چیزیں روزے دار کے روزے کو توڑتی ہیں۔ جھوٹ
غیبت۔ چغلی کھانا۔ جھوٹی قسم۔ بد نظری سے کسی کو دیکھنا۔ بہر حال
تمام عبادتوں کی روح ملکی قوت کا بڑھانا اور بہیمی رغبتوں سے تنفر
ہے اور یہ ملکی قوت کا ایک چشمہ ہے۔ حواس بمنزلہ نہروں کے ہیں۔ اگر یہ
نہریں خس و خاشاک سے مکدر اور گندی چیزوں سے بھری ہوئی
ہوں گی تو وہ تمام گندگی اس چشمے میں جمع ہو گی اور اس کو بالکل
گندہ اور ناپاک کر دے گی۔ ان کو خوب صاف رکھنا چاہیے کہ اس
چشمے کی لطافت بڑھتی رہے۔ نماز اور روزے کی اہمیت اور
فضیلت تو تم سن چکیں اسی طرح مجالس وعظ میں گاہے ماہے شرکت
ضرور ہے کہ اس سے خیالات اور عادات کی اصلاح ہوتی ہے۔ اگر تم
نماز کی پابندی نہ کرو گی اور ہمیشہ قرآن شریف کی تلاوت کی عادت نہ

[1] پرہیز کرنا۔ بچنا۔ فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ ۱۲

ڈالوگی اور عمدہ عمدہ مذہبی کتابیں تمہاری پیش نظر نہ رہیں گی تو تمہارے
عادات اور اخلاق خراب ہو جائیں گے اور رفتہ رفتہ مذہب کی
کی طرف سے بالکل لاپروائی ہو جائے گی۔ دل میں جو ایمان کا نور ہے
وہ دھندلا پڑ جائے گا اور بجائے روشنی کے تاریکی ہو جائے گی
پس جس طرح اپنی قوائے جسمانی کو خوراک پہونچا کر برقرار رکھتی ہو
اسی طرح اپنی قوائے عقلی اور اخلاقی کو بھی تر و تازہ رکھو۔

(از سلسلۂ دینیات علی گڑھ)

نصوح کا خواب

کیا دیکھتا ہے کہ ایک بڑی عمدہ اور عالی شان
عمارت ہے اور چوں کہ نصوح خود بھی ڈپٹی مجسٹریٹ حاکم فوجداری رہ چکا تھا
تو اس کو یہ تصور بندھا کہ گویا ہائی کورٹ کی کچہری ہے۔ لیکن حاکم کچہری
اس طرح کا رعب داب ہے کہ باوجودیکہ ہزاروں لاکھوں کا اجتماع ہے مگر
ہر شخص سکوت کے عالم میں ایسا دم بخود بیٹھا ہے کہ گویا کسی کے منہ میں
زبان نہیں اور جو کوئی بہ ضرورت بولتا اور بات چیت کرتا ہے تو اس قدر
آہستہ کہ کانوں کان خبر نہ ہو اتنی بڑی کچہری ہے مگر مختار اور وکیل
کسی طرف دیکھنے میں نہیں آتے۔ کچہری کے عملے اس طرح کے گھٹے
اور اپنے حاکم سے اتنا ڈرتے ہیں کہ کسی اہل معاملہ اور مقدمے کو اپنے
پاس تک آنے کے روادار نہیں۔ غرض کیا مجال کہ کوئی اپنے
بارے میں ناجائز پیروی کر کے پار ہو۔ پیسے پیسے کا لالچ دکھا کر یا کسی

دم بخود۔ تصور۔ خیال۔ گھٹنا۔ چپ چاپ۔ تسلی کر وہ کے پڑے۔ مزاج۔ اکثر۔ مدد کے

سفارش پہنچا کر کاربرآری کر سکے۔ اگرچہ انصاف اور معاملہ فہمی
اور ہمہ دانی کی وجہ سے حاکم کی ہیبت ادنیٰ اعلیٰ سب پر چھائی ہوئی
ہے مگر جتنے مجرم ہیں کیا خفیف کیا سنگین کوئی اُس کے رحم سے
نا امید نہیں۔ اختیارات اُس کے اس قدر وسیع ہیں کہ اُن کے
فیصلے کی اپیل ہے نہ اُس کے حاکم کا مرافعہ۔ کام کرنے کا ایسا اچھا ڈھنگ
ہے کہ کام روز کا روز صاف۔ کتنے ہی مقدمے پیش ہیں کیوں نہ ہوں
ممکن نہیں کہ تاریخ مقررہ پر فیصل نہ ہو جائیں۔ پھر یہ نہیں کہ کسی مقدمے کو
رواروی اور سرسری طور پر تجویز کر کے ٹال دیا جائے۔ نہیں۔ جو
حکم صادر کیا جاتا ہے ہر عذر کو رفع ہر حجت کو قطع بلکہ خود مجرم کو قائل
معقول کر کے گنہگار کے منہ سے اُس کی خطا تسلیم کرانے کے بعد۔
غرض جو تجویز ہے موجہ۔ جو فیصلہ ہے مدلل۔ جو رائے ہے حتمی و اذعانی۔
جو حکم ہے دودھ کا دودھ پانی کا پانی۔ گواہوں کے باب میں ایسی
احتیاط ملحوظ ہے کہ صرف ثقہ اور راست گو کی گواہی لی جاتی ہے اور
وہ بھی ایسے کی کہ واقف الحال چشم دید بلکہ مجرم کے رفیق اور ہم نشین

حقیقت کو سمجھ جانا۔ ہر ایک بات کو جان لینا۔ گنہگار۔ ہلکے۔ بھاری۔ پھیلے ہوئے۔ نیچے والے محکمے
کے فیصلے سے ناراض ہو کر اس سے اوپر کے محکمہ میں چارہ جوئی کرنا۔ طریقہ۔ جلدی۔ دیا جاتا ہے۔ ہٹا کر۔
اٹھا کر۔ توڑ کر۔ دلیل۔ کاٹ کر۔ توڑ کر۔ جواب دے کر۔ منوا کر۔ وجہ کے ساتھ۔ دلیل کے ساتھ۔
یقینی۔ نیکوکار۔ بھلے مانس۔ سچ بولنے والے۔ حال سے واقف۔ جنھوں نے اپنی آنکھ سے
دیکھا ہو۔ ہمجولی ساتھ کے بیٹھنے اٹھنے والے۔ ۱۲

کو اُس کے رازدار[1] اور معین[2] و مددگار ہوں۔ پھر کیا دیکھتا ہے کہ ہر مجرم کو
فرداً فرداً[3] قرارداد جرم[4] کی ایک نقل دی گئی ہے کہ وہ اُس کو پڑھ رہا
ہے اور جتنے الزام اُس پر لگائے گئے ہیں سب کو سمجھتا اور اپنی نجات[5]
کے وجوہات[6] کو سوچتا ہے۔ کچہری کا خیال نصوح کو حوالات کی طرف
لے گیا تو دیکھا کہ ہر شخص ایک علیحدہ[7] جگہ میں نظر بند ہے۔ جو جیسا مجرم ہو مناسب
حالت حوالات میں سختی یا سہولت کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ حوالات کے
برابر جیل خانہ ہے۔ مگر بہت ہی بُرا ٹھکانا[8] ہے۔ محنت کڑی، مشقت سخت
جو اس میں گرفتار ہیں سولی[9] کے متمنی[10] اور پھانسی کے خواستگار[11] ہیں
نصوح یہ مقام ہولناک[12] دیکھتے ہی اُلٹے[13] پاؤں پھرا۔ باہر آیا تو پھر
حوالاتیوں اور زیر تجویزوں میں تھا۔ ان لوگوں میں ہزارہا آدمی تو
اجنبی[14] تھے لیکن جا بجا شہر اور محلے کے آدمی بھی نظر آتے تھے مگر وہ جو
مر چکے تھے۔ نصوح کو یہ سب سامان دیکھ کر اسی خواب کی حالت میں
ایک حیرت تھی کہ یا الٰہی یہ کون سا شہر ہے۔ کس کی کچہری ہے۔ یہ اتنے ہم[15]
کہاں سے پکڑے[16] ہوئے آئے ہیں۔ میرے ہم وطنوں نے کیا جرم
کیا ہے کہ ماخوذ ہیں اور یہ کیسے مرے تھے کہ میں ان کو یہاں آپ ہی
میں دیکھتا ہوں۔ اسی حیرت میں لوگوں کو دیکھتا بھالتا چلا جاتا تھا کہ

---

[1] بھیدی۔ [2] مددگار۔ [3] جدا جدا۔ الگ الگ۔ [4] فوجداری کی مثل کا ایک کاغذ ہوتا ہے جس میں مجرم کا قصور لکھا ہوتا ہے۔ [5] چھٹکارے۔ [6] اسباب و دلائل۔ [7] جُدا۔ الگ۔ [8] انجام کار۔ جگہ۔ [9] پہلے یہ طریقہ تھا کہ آدمی کو ایک نوکدار چیز پر بٹھا دیتے تھے کہ جس سے وہ چِر جاتا تھا اور مثلاً مر جاتا۔ [10] تمنا۔ آرزو مند۔ [11] خواہش مند۔ [12] خوف ناک۔ [13] فوراً ہی۔ [14] اوپری، انجان۔ [15] اپنے دیس والے۔ [16] گرفتار۔ پکڑا ہوا۔

دور سے اپنے والد بزرگوار جو الاہوں میں بیٹھے نظر پڑے۔ پہلے تو سمجھا
نظر غلطی کھاتی ہے مگر غور کیا تو پہچانا۔ نہیں واقع[1] میں وہی ہیں۔ وہ دوڑ کر قدموں پر
گرا اور کہنے لگا کہ یا حضرت! ہم سب آپ کی مفارقت[2] میں تباہ[3] ہیں آپ
یہاں کہاں؟ باپ: میں اپنے گناہوں کی جواب دہی میں ماخوذ ہوں
یہ مقام جو تم دیکھتے ہو دار الجزا[4] ہے اور خداوند تعالیٰ جلّ وعلیٰ شانہٗ[5]
اس تکبیر کا عالم۔ بیٹا۔ یا حضرت! آپ تو بڑے متقی[6]۔ پرہیزگار
خداپرست[7]۔ نیکوکار تھے۔ آپ پر اور گناہوں کا الزام!۔ باپ
گناہ بھی ایک دو نہیں۔ سینکڑوں ہزاروں۔ دیکھو یہ میرا نامۂ اعمال جیسی
رسوائی اور فضیحت[8] سے بھرا ہوا ہے اور میں اس کو دیکھ دیکھ کر سخت
پریشان ہوں کہ کیا جواب دوں گا اور کون سی وجہ اپنی برات کی
پیش کر سکوں گا۔ یہ وہی کاغذ تھا جو نصوح نے ہر شخص کے ہاتھ میں دیکھا تھا
اور اس کو دنیا کے خیالات کے موافق فرد قرار داد جرم سمجھا تھا۔ باپ کا
نامۂ اعمال دیکھا تو تھرا[9] اٹھا۔ شرک اور کفر اور نافرمانی[10] ناشکری اور بغاوت[11]
اور بے ایمانی۔ کبر[12] و نخوت۔ دروغ[13] و غیبت۔ طمع[14] و حسد[15]۔ مردم آزاری[16]
نفاق[17]۔ ہاں! حبّ[18] دنیا کوئی الزام نہ تھا کہ اس میں نہ ہو۔ چونکہ نصوح
کے دماغ میں خیالات دنیا گونج[19] رہے تھے لگا باپ کے نامۂ اعمال

---

۱ حقیقت میں۔ ۲ جدائی۔ ۳ برباد۔ ۴ بدلہ پانے کا گھر۔ ۵ اس کی شان بڑی اور اونچی ہے۔ ۶ پرہیزگار۔ ۷ عابد۔
۸ رسوائی۔ ۹ کانپ گیا۔ ۱۰ عدول حکمی۔ ۱۱ سرکشی۔ ۱۲ غرور۔ ۱۳ جھوٹ۔ ۱۴ لالچ۔ ۱۵ دوسرے کو دیکھ کر جل جانا۔
۱۶ لوگوں کو ستانا۔ ۱۷ منہ پر کچھ دل میں کچھ۔ ۱۸ دنیا کو دوست رکھنا۔ ۱۹ چکر کاٹ رہے تھے پھر رہے تھے۔

ہیں تعزیرات[1] ہند کا دفعہ اور ضمن ڈھونڈنے - سو تعزیرات ہند کے دفعات کی عوض[2] قرآن کی سورتوں اور آیتوں کا حوالہ تھا۔ متعجب ہو کر باپ سے پوچھا کہ یا حضرت! پھر کیا آپ ان تمام جرموں کے مرتکب[3] ہوئے ہیں؟ - **باپ** - سب کا۔ **بیٹا** - کیا آپ حضور حاکم اقرار کر چکے ہیں؟ - **باپ** - انکار کی گنجائش ہی نہیں - میری مخالفت[4] میں گواہی اتنی وافر[5] ہے کہ اگر میں انکار کروں تو بھی تو پذیرا[6] نہیں ہو سکتا۔ **بیٹا** - جناب! وہ کون لوگ ہیں جو آپ کی مخالفت پر آمادہ[7] ہیں - **باپ** - اوّل تو دو شخص کراماً[8] کاتبین اس بلا کے ہیں کہ میرا کوئی فعل اُن سے مخفی[9] نہیں - جتنی باتیں کہتے ہیں پتے کی اور کہتے کیا ہیں میرا روزنامچہ عمر لکھتے گئے ہیں - اب جو میں اس کو دیکھتا ہوں حرف بحرف صحیح اور درست پاتا ہوں - دوسرے یہی میرے اعضا ہاتھ پاؤں آنکھ کان وغیرہ - کوئی میرے کہنے کا نہیں۔ سب کے سب مجھ سے منحرف[11] سب کے سب مجھ سے برگشتہ[12] میری مخالفت پر آمادہ میری تذلیل[13] پر کمر بستہ[14] ہو رہے ہیں - **بیٹا** - آخر آپ اِس کی وجہ بھی سمجھتے ہیں؟ **باپ** - میں ان کو غلطی سے اعوان[15] و انصار بھیدی اور رازدار

---

[1] قانونِ فوجداری جس میں سب جرائم کی سزائیں درج ہیں - [2] بدلے - [3] آپ نے کیے ہیں - [4] برخلاف - [5] بہت - کثرت سے - [6] قبول - [7] طیار مستعد - [8] نیکی بدی لکھنے والے دو فرشتے جو ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتے ہیں - [9] کام - پوشیدہ - چھپا ہوا - [11] پھرے ہوئے - [13] ذلیل کرنا - [14] کمر باندھے ہوئے یعنی مستعد - [15] مددگار - ۱۲

سمجھتا تھا مگر واقع میں یہ سب جانوں کے ایزدی تھے۔ انھوں نے وہ سلوک میرے ساتھ کیے ہیں کہ نسمہ لگا نہیں رکھا۔ بیٹا۔ پھر آپ کا کیا حال ہے؟ **باپ**۔ جب سے دنیا کو چھوڑا قبر کی حوالات میں ہوں تنہائی سے جی گھبراتا ہے۔ انجام کا معلوم نہیں شبانہ روز اسی اندیشے میں پڑا گھلتا ہوں۔ حوالات میں مجھ کو اس قدر ایذا ہے کہ بیان نہیں کرسکتا مگر صبح و شام ہر روز آتے جاتے جیل خانے کے پاس سے گزرنا ہوتا ہے۔ دوزخ وہیں ہے وہاں کی تکلیفات دیکھ کر اور سن کر ہوش اُڑے جاتے ہیں۔ غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ اے کاش ہمیشہ کے واسطے اسی حوالات میں رہنے کا حکم ہو جاتا۔ **بیٹا**۔ پھر ہنوز آپ کا مقدمہ پیش نہیں ہوا ہے۔ **باپ**۔ خدا نہ کرے کہ پیشی ہو۔ جو دن حوالات میں گزرتا ہے غنیمت ہے۔ اوّل اوّل جب میں حوالات میں آیا تو اعمال نامہ مجھ کو حوالے کر دیا گیا بس اسی کو دیکھا اور انجام کار سے ڈرا کرتا ہوں۔ نجات کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔ **بیٹا**۔ بھلا کسی طرح ہم لوگ آپ کی اس مصیبت میں کام آسکتے ہیں۔ **باپ**۔ اگر میرے لیے عاجزی اور خلوص کے ساتھ دعا کرو تو کیا عجب بات ہے کہ مفید ہو۔ ابھی میرے ہمسایے میں ایک شخص کی رہائی ہوئی ہے۔ اس پر بھی بہت سے الزام تھے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ میں کامل درجے کا انصاف ہے رحم بھی پرلے ہی سرے کا ہے اس شخص کے پس ماندوں نے اس کے واسطے بہت زاری کی۔

ایزدی۔ خدا کی طرف سے ڈھ دینے والے۔ گویا گردن جڑ سے کاٹ کر رکھ دی۔ شبانہ روز رات دن۔ ہمیشہ صدق دل۔ دکھاوے کے لیے نہیں۔ پس ماندے پیچھے رہے ہوؤں یعنی وارثوں۔ گڑگڑا کر رونا۔

تو برسوں یا اتر سوں اس سے بُلا کر ارشاد فرمایا تیرے افعال جیسے تھے وہ اب تجھ پر مخفی نہیں ہے مگر ہمارے کئی بندے تیری معافی کے واسطے ہمارے حضور میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ تیرے ہی زن و فرزند ہیں۔ ہم کو تیری یہی ایک بات بھی بھلی معلوم ہوئی ہے کہ تو نے اپنے خاندان میں نیکی اور دین داری کا بیج بویا جا ہم نے تیری خطا معاف کی۔" بیٹا سچ کہنا تم لوگوں نے بھی کبھی میرے حق میں دعائے خیر کی ہے۔ بیٹا۔ جناب آپ کے انتقال کے بعد رونا پیٹنا تو بہت کچھ ہوا اور اب تک اس شدّ و مد کے ساتھ ہوتا ہے کہ گویا آپ نے ابھی انتقال فرمایا ہے اور یہ رونا تو ہم لوگوں کے دم کے ساتھ ہے۔ آپ کی عنایتیں۔ آپ کی شفقتیں جب تک جئیں گے یاد کریں گے۔ رسم دنیا کے مطابق آپ کا کھانا بھی برادری میں تقسیم کر دیا ہے۔ لوگ شاید میرے منہ پر خوشامد سے کہتے ہوں مگر کہتے تھے کہ اس جھگڑے سے میں باپ کا کھانا اچھا کیا۔ دعا کے بارے میں غلط بات کیوں عرض کروں اہتمام نہیں ہوا۔ آپ کے بعد ترکہ و میراث کے لیے ایسے جھگڑے میں پڑ گئے کہ آج تک نہیں سُلجھے۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ تو صوم و صلوٰۃ کے بڑے پابند تھے۔ کیا اعمال نہ اعمال کچھ بھی کام نہ آئے۔ باپ۔ کیوں نہیں۔ یہ انہیں اعمال کا طفیل ہے کہ تم مجھ کو اس حالت میں دیکھتے ہو ورنہ بہتیرے مجھ سے بھی زیادہ تکلیف میں ہیں۔ حوالات میں

زور شور۔ اہتمام۔ روزہ اور نماز۔ ۱۲

جیل خانے کی سی ایذا ہے۔ مگر یہاں اعمال ہیں خلوص نیت شرط ہے۔ میں نے اپنے اعمال کو آکر دیکھا تو اکثر جیسے جھوٹے موتی۔ کھوٹے روپئے۔ نمازیں سب بے حضورِ قلب اکارت گئیں اور روزے چوں کہ پابندیِ رسم کے طور پر رکھنے کا اتفاق ہوتا تھا خالی فاقے کے شمار میں درآئے۔ **بیٹا**۔ پھر اس دربار میں کچھ سعی سفارش کا دخل نہیں ہے۔ **باپ**۔ استغفراللہ! کوئی کسی کی بات تو پوچھتا ہی نہیں نفسی نفسی پڑی ہے۔ ہر شخص اپنی بلا میں مبتلا اور اپنی مصیبت میں گرفتار ہے۔ دوسرے کی نجات تو کوئی کیا کرائے گا پہلے آپ تو سرخ رو ہو لے۔ **بیٹا**۔ کیوں جناب۔ معاذ اللہ یہ شرک و کفر کا الزام آپ پر کیسا۔ ہم لوگ تو خیر سارا شہر آپ کے اتقا کا معتقد تھا۔ کیا آپ خدا کے قائل نہ تھے؟ **باپ**۔ قائل تو تھا دل سے معتقد نہ تھا۔ **بیٹا**۔ جناب آپ کے تمام اعمال ظاہر سے مستنبط ہوتا تھا کہ آپ کو خدائے کریم کے ساتھ بڑا راسخ عقیدہ ہے۔ **باپ**۔ وہ تمام عقیدہ معلوم ہوا کہ اوپری دل سے تھی۔ جب اول اول میرا اظہار لیا گیا تو پہلا سوال مجھ سے پوچھا گیا کہ تیرا رب کون ہے؟ چوں کہ مرتے وقت مجھ کو ایمان کے تلقین کی گئی تھی میں نے جواب دیا کہ۔ اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔

یعنی دل حاضر نہ تھا۔ رائگاں بے کار۔ خدا کی پناہ۔ اپنی اپنی جان کی۔ تمام۔ پرہیزگاری مانے ہوئے تھا۔ ظاہر ہوتا تھا نکلتا تھا۔ پکا۔ جما ہوا۔ پروردگار۔ جب کوئی آدمی مرنے کو ہوتا ہے تو پاس والے اُس کو دین کی باتیں یاد دلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے جس کا کوئی ساجھی نہیں ۱۲

تب اس پہ حرج[1] کیا گیا کہ بھلا جب تو نوکری سے برخاست ہو کر گھر آیا
اور مدت تک خانہ نشین[2] رہا اور جو کچھ کما کر لایا تھا سب صرف ہو گیا
اور نانِ شبینہ[3] کو محتاج ہو کر نوکری کی جستجو[4] میں اِدھر اُدھر پھرتا
اور مضطر[5] ہو ہو کر ہم سے دعائیں مانگتا تھا مگر بغیر صبر و استقلال آزمانے
کے لیے تیرے مدعا[6] کو حیز التوا[7] میں ڈالے ہوئے تھے اور ایک انگریز
حاکم ضلع نے کہ وہ بھی مثل[8] تیرے ہمارا بندہ تھا۔ ہمارے ایما[9] سے تیری
پرورش[10] کا وعدہ کیا مگر ہم نے تجھ پہ اپنے ایما کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور
تو بھی سمجھا کہ وہ تیری ہی کوشش کا نتیجہ تھا۔ سچ بتا کہ تجھ کو اس انگریز
کے وعدہ زبانی کا زیادہ آسرا[11] تھا یا ہمارے تحریری تمسک[12] وَمَا مِنْ
دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا[13] کا۔ اگر تو ہم کو صمیم[14] قلب سے
حاضر و ناظر[15] ۔ سمیع[16] و بصیر[17] و قادر[18] جانتا تھا تو گناہ پر تجھ کو کیوں کر جسارت[19]
ہوتی تھی۔ تو بھول کر کبھی بھاڑ میں تو نہیں کودا۔ کبھی کھولتے[20] پانی میں
تو تو نے ہاتھ نہیں ڈالا۔ کبھی جلتی ہوئی آگ کو تو نے مٹھی میں نہیں لیا۔
مگر تو گناہوں کا نہایت بے باکی سے مرتکب[21] ہوتا تھا۔ ضرور ہے کہ یا تجھ کو
ہمارے فرمانے کا یقین نہ تھا کہ گناہ کی سزا آتشِ دوزخ ہے یا اگر یقین تھا

[1] ٹوکنا۔ اعتراض کرنا۔ [2] بے کار گھر بیٹھا رہا۔ [3] اتنی روٹی کہ رات کو کھا کر سو رہے یعنی مفلس اور محتاج
ہو کر۔ [4] تلاش۔ [5] پریشان۔ [6] مطلب۔ [7] ڈھیل۔ [8] تیری ہی طرح۔ [9] اشارے۔ [10] نوکری دینے سے مراد ہے۔ [11] بھروسہ۔
سہارا۔ [12] توقع۔ لکھی ہوئی دستاویز۔ [13] جتنے جان دار زمین پر ہیں اللہ سب کی روزی کا ذمہ دار ہے۔
[14] سچے دل مضبوط ارادے۔ [15 و 16] ہر جگہ موجود اور سب چیزوں کو دیکھنے والا۔ [17 و 18] سب کی سننے والا اور سب چیزوں کو
دیکھنے والا۔ [19] ہر بات پر قدرت رکھنے والا۔ [20] دلیری۔ [21] ابلتے۔ بہت گرم۔ [22] یعنی بے دھڑک تجھ سے گناہ سرزد ہوتے تھے۔

تو تو اُس کو دُنیا کی آگ سے کم تر سمجھتا تھا۔ دُنیا میں جو کچھ رفاہ[1] جو کچھ عیش و آرام ہم نے تجھ کو بے استحقاق صرف اپنی مہربانی سے عطا کیا تھا۔ کیا تو نے ہمیشہ اپنی حُسنِ[2] تدبیر کی طرف منسوب نہیں کیا۔ جو تکلیف تجھ کو دنیا میں پہنچی اگرچہ تو اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں میں کلہاڑی[3] مارا کرتا تھا مگر کیا تو سب اُس کا الزام ہماری ذاتِ مجمع[4] الصفات پر نہیں لگاتا تھا۔ اے احسان فراموش[5] ہزاروں لاکھوں احسان ہم نے تجھ پر کیے اور تجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ بھلا مُنہ سے اقرار تو کرتا۔ اے ناشکر ایسے بے شمار[6] نعمتیں ہم نے تجھ کو عطا فرمائیں مگر تجھ پر اتنا بھی اثر نہ ہوا کہ کبھی زبان پر بھی تو لاتا۔ جتنا ہم نے تیرے ساتھ سلوک کیا اُتنا ہی تو ہماری مخالفت پر کمر بستہ[7] رہا۔ جتنی ہم تیری رعایت کرتے رہے اُسی قدر تو گستاخ[8] اور شریر ہوتا گیا۔ اس حیاتِ بے ثبات[9] تجھ کو اتنا گھمنڈ[10] ہو گیا تھا کہ تو اپنے تئیں ہماری خدائی سے باہر لیے چلا تھا اس چند روزہ زندگی پر تو اس قدر مغرور رہتا تھا کہ دائرۂ عبودیت[11] سے اپنے تئیں خارج کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے تجھ کو نیست[12] سے ہست کیا اور خلعتِ انسانیت سے سرفراز بنایا۔ جو تجھ کو درکار تھا سو دیا جس کا تو حاجت مند تھا سب مہیا[13] کیا۔ ہر حال میں تیرے حافظ ہر کیفیت میں تیرے نگہبان[14] رہے۔ کیا اس واسطے کہ تو کبھی بھول کر بھی ہماری

---

[1] فائدہ۔ امن چین۔ [2] یعنی اپنی ہی کوشش کا نتیجہ [3] مراد یہ کہ آپ اپنا نقصان کرتا تھا۔ [4] جس میں تمام خوبیاں اکٹھی ہوں۔ [5] احسان کو بھول جانے والا۔ [6] ان گنت۔ [7] مستعد۔ تیار۔ [8] بے ادب۔ [9] زندگیِ ناپائیدار [10] غرور۔ [11] بندگی کے حلقے۔ [12] کچھ نہ تھا پیدا کر دیا۔ [13] اکٹھا کر دیا۔ [14] محافظ ۱۲

طرف توجہ نہ کرے اور ہمیشہ اپنی ڈیڑھ[1] اینٹ کی مسجد ہم سے جُدا رکھے
جب تو[2] ایک مضغۂ[3] گوشت تھا۔ ضعیف[4] ولایعقل۔ نادان و جاہل ضعیف
اتنا کہ نقل و حرکت پر قادر نہیں۔ نادان ایسا کہ خویش[5] و بیگانے کا امتیاز
نہیں۔ ہم نے تجھ کو دودھ پلوا پلوا کر توانا[7] کیا اور اپنے بندے جو تجھ پر ہر طرح
مشرف[8] رکھتے تھے یعنی تیرے ماں باپ۔ خدمت گزاری کو مقرر کیے
اور اُن کے دلوں میں تیری محبت ڈال دی کہ اُنھوں نے ہمارے حکم سے
تجھ کو پالا پوسا[9] اور تو روز بروز چونچال[10] اور خوشحال ہوتا گیا پھر ہم نے
عقل کو تیرا اصلاح[11] کار بنایا کہ تو اُس کی مدد سے اپنی آسائش کے واسطے
ہر طرح کا سامان بہم پہنچائے[12]۔ دنیا کے چرند پرند[13] حیوانات[14] نباتات[15]
جمادات[16] سب کو تیرا مطیع فرمان بنا دیا کہ تو اُن پر حکمرانی[17] کرے اور
اُن میں متصرف[18] رہے۔ کیا اس لیے کہ تو بہک کر بھی[19] ہماری طرف التفات[20]
نہ کرے اور سدا[21] ہم سے بھاگا بھاگا پھرے۔ تیری زندگی محض ایک
ہستیِ بے بود[22] تھی دو لمحے تجھ کو تنفس[23] کے لیے ہوا نہ ملتی تو تیرا دم نکل جاتا
ایک رات دن بے آب و دانہ تجھ کو جینا دشوار[24] ہوتا۔ منوں ہوا تو سوکھ گیا
اور کبھی نہ سوچا کہ ہمارے طفیل سے غلّے[25] کے انبار[26] کے انبار ٹھونس[27] گیا اور

---

[1] یہ محاورہ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص دوسروں کی رائے کے خلاف اپنی سمجھ سے علیحدہ کام کرتا ہے [2] گوشت کا ٹکڑا [3] کم زور بے اور بے شعور [4] ہلنے جُلنے کی بھی طاقت نہ تھی [5] اپنے پرائے [6] فرق پہچان [7] طاقتور [8] بزرگی [9] پرورش کیا [10] ہوشیار [11] مشیر [12] اکٹھے کیے [13] چرنے والے اور اڑنے والے [14] جانور [15] پھل پھول درخت [16] بے جان چیزیں جیسے مٹی پتھر وغیرہ [17] حکومت کرے [18] اپنے کام میں لائے [19] بھول کر بھی [20] متوجہ نہ ہو [21] مڑ کر نہ دیکھے [22] ہمیشہ [23] بے حقیقت زندگی [24] سانس لینے کے لیے [25] مشکل [26] اناج [27] ڈھیر کے ڈھیر [28] ٹھسا گیا۔ نگل گیا۔ ٹھونس گیا۔ ۱۲

کبھی نہ سمجھا کہ ہماری ہی بدولت - زندگی بھر کتنے کنوئیں تو نے خالی کیے ہوں گے
مگر کبھی دھیان نہ کیا کہ ہمارے صدقے ہیں اور ایک پانی اور ہوا اور غلہ
وغیرہ کیا ضرورت کی کل چیزیں ہیں تو کہاں سے لاتا اور کہاں سے بہم پہنچاتا
ہمارے توشہ خانۂ عام سے - مگر اس پر تیری یہ ہیکڑی تھی کہ گویا ہم تیرے
قرض دار ہیں یا ہم پر تیرا کچھ اُدھار آتا ہے - تو کھاتا تھا اور مکرتا تھا -
لیتا تھا اور بھول جاتا تھا - دنیا کی باتوں میں تو تیری عقل بڑی رسا تھی
مگر تو جان بوجھ کر ہمارے ہی ساتھ تجاہل کرتا تھا - منہ پر آنکھیں تھیں
اور اندھا - ایک چھوڑ دو دو کان تھے اور بہرا - زمین - آسمان - چاند
سورج - ستارے - جنگل - دریا - میدان - انواع و اقسام کے درخت
پھل پھول - کھانے کے الوانِ نعمت - پہننے کو رنگا رنگ خلعت -
جواہر بیش بہا - نقرہ و طلا - دنیا بھر کا سامان ہم نے تیرے واسطے
مہیا کیا اور ایک تیرے دم کے لیے اس قدر لوازمہ بہم پہنچایا - ہم کو
یہاں تک تیری خاطر عزیز اور تو ہم سے منحرف - ہم کو اس قدر تیری
بزرگداشت ملحوظ اور ہم سے برگشتہ - ہم چاہتے تو ایک ادنیٰ سی
چیونٹی تیرے ہلاک کرنے کو کافی تھی - ہم حفاظت نہ کرتے تو خود
تیرے جسم میں فساد کا مادہ ایسا تھا کہ ذرا سا روگ تیرے فنا کر دینے کو

---

۱ خیال - ۲ غرور وہم - ۳ ضد - اڑ جانا - ۴ قرض دینا ہے - ۵ انکار کر جاتا تھا - ۶ مطلب کو پہنچنے والی -
۷ جان بوجھ کر انجان ہو جانا - ۸ قسم قسم کے - ۹ رنگ برنگ کے کھانے - ۱۰ بیش قیمت موتی -
۱۱ چاندی سونا - ۱۲ سامان - ۱۳ اکٹھا کیا - ۱۴ پیاری - ۱۵ خاطر تواضع - ۱۶ پھرا ہوا -

بہت تھا۔ مگر ہم تجھ سے دوستی کرتے تھے اور تو ہم سے عداوت۔ ہم
عنایت کرتے تھے اور تو بغاوت۔ کیا یہی تھا بدلہ[1] جو تو نے ہم کو دیا ہے؟ کیا
یہی تھا صلہ جو تجھ سے ہم کو ملا ہے؟ ہم نے تجھ کو دنیا میں بھیجتے وقت
کیا تاکید کی تھی کہ دیکھ روح ایک جوہر لطیف[2] ہے اور ہم کو بہت ہی عزیز
ہے۔ ایسا نہ کرنا کہ دنیا میں جا کر اس کو بگاڑ لائے۔ یہ میری عمدہ امانت
اور نفیس ودیعت[3] ہے۔ دیکھ اس کی احتیاط کما ینبغی[4] اور حفاظت کما حقہ[5]
کیجیو۔ جیسا اجلا شفاف[6] براق[7] روشن یہاں سے لیے جاتا ہے ایسا ہی
دیکھ لوں گا۔ آج تو اے روسیاہ[8] اس کو لایا ہے پوتھ سے بدتر اور ٹھیکری
سے کمتر۔ نجس۔ ناپاک۔ تیرہ[9]۔ بے آب۔ بدرونق۔ خراب۔ ہم نے
تجھ سے چلتے چلتے کہہ دیا تھا کہ تو دنیا میں دل مت لگائیو اور اس طرح
رہیو جیسے سرائے میں مسافر۔ تو وہاں گیا تو بس وہیں کا ہو رہا اور
ایسی لمبی[10] تان کر سویا کہ قبر میں آ کر جاگا۔ تھا تو مسافر بن بیٹھا مقیم[11]۔ تھا تو
سیاح[12] اور ہو گیا متوطن[13]۔ کیا تو تمام عمر دنیا میں مال نہیں جمع کرتا رہا
اور کیا تو نے پکی پکی عمارتیں اس خیال سے نہیں بنوائیں کہ تو ان
میں رہے گا؟ مسافر کا یہی کام ہے؟ سیاح کا یہی شیوہ[14] ہے؟ تو تو

---

[1] انعام۔ معاوضہ۔ [2] پاکیزہ جوہر۔ [3] امانت۔ [4] جیسی چاہیے۔ [5] جیسا حفاظت کا حق ہے۔ [6] صاف۔ [7] چمکدار۔
[8] تیرہ منہ کالا۔ [9] شفاف کی ضد۔ اندھیری۔ [10] یعنی خوب چین اور بے فکری سے سویا۔ [11] وہ شخص جو ایک جگہ
مستقل طور پر رہے۔ [12] لفظی معنی بہت سیر کرنے والا یہاں مراد ہے کہ دنیا میں چند روز کے لیے بھیجا گیا تھا جیسے مسافر
سرائے میں ٹکتا ہے اور اس طرح جم کر بیٹھا کہ گویا کبھی یہاں سے چلنا ہی نہیں۔ [13] وطن بنا لیا۔ [14] طریقہ۔ ۱۲

جانتا تھا کہ تجھ کو یہاں لوٹ کر آنا ہے پھر مرنے کے نام سے تجھ کو موت
کیوں آتی تھی اور چلنے کی خبر سن کر تو مچلتا کیوں تھا۔ اول تو تجھ کو ہماری
عبادت کا اتفاق ہی نہیں ہوا لیکن جب کبھی تو لوگوں کی شرم حضور
یا دکھاوے یا اتباع رسم کی وجہ سے مصروف عبادت ہوا بھی تو تو کس طرح
کہ دل کہیں تھا اور تو کہیں۔ کوئی نماز کبھی تیرے سجدۂ سہو سے خالی تھی۔
دنیا کی برسوں کی بھولی بسری باتیں تجھ کو نماز میں یاد آتی تھیں اور نماز تو
کیا پڑھتا گھانس کاٹتا تھا۔ نہ تعدیل ارکان ٹھیک نہ قومہ درست۔
نہ قعدہ صحیح۔ بس پھر تو دوزخ شکم کا ناپ شناپ بھرتا رہتا تھا۔
برسویں دن صرف ایک مہینے کے روزے رکھنے کا ہم نے تجھ کو حکم
دیا تھا کہ تجھ کو ہماری نعمتوں کی قدر ہو۔ تجھ کو اپنے ابنائے جنس جو مبتلائے
مصیبت ہیں رحم آئے اور تیری صحت بدنی کو بھی نفع پہنچے۔ تیرے
مزاج میں فروتنی اور انکسار کی صفت محمود کہ وہ ہم کو بہت بھاتی ہے پیدا ہو
لیکن دنیا کے کام دھندے میں تو تو دن دن بھر بے آب و دانہ
مصروف رہا۔ نہ شکوہ نہ گلہ۔ تازہ دم ہشاش بشاش۔ پھر کھانا

واپس ۔ ڈر کے مارے مرا جاتا تھا ۔ اکڑ جانا ۔ سامنے ہونے کی شرم ۔ ظاہرداری رسم و رواج
کی پابندی ۔ بھول چوک کا سجدہ ۔ نماز میں بعض ارکان کی کمی یا زیادتی سے معمولی سجدوں کے سوائے
اور ایک سجدہ کرنا پڑتا ہے جس سے نماز پوری ہو جاتی ہے ۔ بھولی ہوئی ۔ بدحالی سے کسی کام کو کرنا ۔
نماز میں رکوع و سجود وغیرہ کو آہستگی اور اطمینان سے ادا کرنا ۔ کھڑا ہونا ۔ بیٹھنا ۔ ہر قسم کی بلا بدتر
چیزوں سے ۔ تجھ جیسے لوگ ۔ بنی آدم ۔ مصیبت میں پھنسے ہوئے ۔ عاجزی ۔ غرور کی ضد ۔ اچھی صفت
طرز کار و بار ۔ کام کاج ۔ پانی دانے کے بغیر یعنی بے کھائے پیئے ۔ بھوکا پیاسا ۔ لگاتار ۔ خوش و خرم ۔ شگفتہ خاطر

بھڑکنے[1] کو موجود۔ مگر روزہ چوں کہ ہمارے حکم سے تھا دل پہ سنگ رکھ لیا
مرتبہ تو پیاس[2] کی شکایت اور جو آیا اُس سے ضعف و ناتوانی کی حکایت۔
العطش اور الجوع[3]۔ یہی تیرے دو وظیفے[4] تھے۔ روزہ افطار[5] کیا اور تو
بدحواس ہوکر چارپائی پر ایسا گرا کہ گویا جان نہیں۔ باوجودے کہ تو دو
دو دن کا کھانا ایک ہی رات میں کھا لیتا تھا پھر بھی اس تصور سے
کہ کل پھر روزہ رکھنا ہے۔ تیسری جوع البقر[6] کو کسی چیز سے سیری[7] نہیں
ہوتی تھی۔ تو عید کا اس طرح منتظر رہتا تھا جیسے کوئی قیدی تاریخ[8]
رہائی کا۔ تیرا بس چلتا[9] تو اُنتیس کیا اُنیس کی عید کرتا۔ کیا ایسے ہی
روزوں کے ثواب کا تو امیدوار اور اجر کا متوقع[10] ہے؟ ہم نے تجھ کو
انسان بنا کر بھیجا تھا کہ مصیبت زدوں کی ہمدردی کرے۔ مگر
تو نے ایسی تن آسانی[11] اختیار کی کہ راحت[12] پہنچانی تو درکنار دوسروں کو
تکلیف دے کر بھی آسائش حاصل کرنے میں تجھ کو باک[13] نہ تھا۔ تیرے
ہمسائے۔ ہمارے بندے رات کو فاقے[14] سے سوتے تھے اور
تجھ کو سوء ہضم[15] کے علاج سے اُن کی پرداخت[16] کی پروا نہ تھی۔ تیرے
پڑوس[17] میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جاڑے کی لمبی راتیں آگ تاپ[18] تاپ کر

---

[1] بھڑکنے۔ بھڑسنے [2] پیاس۔ [3] بھوک۔ [4] یعنی یہ دو شکایتیں ہر وقت تیری زبان پر جاری تھیں۔ [5] روزہ کھولنا۔ [6] گائے بیل کی سی بھوک جو کبھی کھانے سے سیر نہیں ہوتی۔ [7] نیت نہیں بھرتی تھی۔ [8] چھٹکارے کی تاریخ۔ [9] اختیار ہوتا تو۔ [10] ثواب ملنے کی اُمید۔ [11] آرام طلبی۔ [12] آرام۔ [13] مضائقہ تامل۔ [14] ڈر۔ بھوکے۔ [15] بدہضمی۔ [16] پرورش۔ [17] ہمسائے۔ [18] سینک سینک۔ ۱۲

تحیر کرتے اور تو دوہرے دوہرے لحاف اور بھاری بھاری توشکوں
میں چین سے پیر پھیلا کر سوتا۔ نعمتِ مال و دولت جو ہم نے تجھ کو عطا کی
تھی تو نے تکلفاتِ لایعنی اور نمود و نمائش کی غیر ضروری چیزوں میں
بہت کچھ تلف کی اور جو لوگ اُس کے سخت حاجت مند تھے ترستے
کے ترستے رہ گئے۔ تیری سب خباثتیں مجھ کو معلوم ہیں۔ تو نے درماندگی کا
نام خدا رکھ چھوڑا تھا۔ جب تک سعی و تدبیر سے تجھ کو کاربراری کی
اُمید ہوتی تھی تجھ کو ہرگز پروا نہیں ہوتی تھی کہ خدا بھی کوئی چیز ہے اور
انتظامِ دنیا میں اُس کو بھی کچھ دخل ہے۔ مگر ہاں جب تو عاجز اور درماندہ
ہوتا تھا۔ تب تو خدا کو یاد کرتا تھا۔ اگر ہماری خدائی اور سلطنت تیری فرماں برداری
کی محتاج ہوتی تو تو نے تو اُس کے اُٹھا دینے میں کچھ کوتاہی نہیں کی۔
تو نے ہمارے فرمانِ واجب الاذعان کی بے حرمتی اور احکام
لازم الاحترام کی بے توقیری کی اور تو نے اپنا بُرا نمونہ دکھا کر میرے
دوسرے بندوں یعنی اپنے فرزندوں کو بھی گم راہ کیا۔ ہر روز تو لوگوں کو
مرتے دیکھتا اور سنتا تھا۔ کیا تجھ کو نہیں سمجھنا چاہیے تھا کہ ایک دن
تو بھی مرے گا۔ خود تیری حالت میں کتنے کتنے انقلاب واقع ہوئے

صبح - بے فکر، آرام سے - بے کار - دکھاوے - ظاہر داری - برباد، ضائع - آرزو اور تمنا ہی میں رہے - شرارتیں - پاجی پنا - بے بسی یعنی جب تدبیر سے کام نہ چلتا تھا اور تو عاجز ہو جاتا تھا تو اس وقت تجھ کو خدا یاد آتا تھا - کوشش - مقصد برآری - کام نکل جانے - مجبور اور ہار جاتا تھا - کمی نہیں کی - اُٹھا نہیں رکھا - جس حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہو - بے وقعتی - ہمارے احکام جن کی عزت کرنا لازم تھی - بے عزتی - بہکایا - تبدیلیاں - ۱۲

لڑکے سے جوان ہوا جوان سے بڈھا - ناتوان - بال تیرے سفید ہوئے - دانت تیرے ٹوٹے کمر تیری جھکی - قوتوں میں تیری فتور آیا - غرض ہم نے تجھ کو سوتا دیکھ کر بہتیرا جھنجوڑا - بہتیرے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیئے - کئی بار اُٹھا اُٹھا کر بٹھا بٹھا دیا مگر تیرے نصیب کچھ ایسے سوتے تھے کہ تو نے ہی کروٹ نہ لی - ۵

تمامی عمر تو غفلت میں سویا + ہمارا کیا کیا کچھ اپنا کھویا

سخت گیری خود ہماری عادت نہیں اور سخت گیری ہم کریں بھی تو کس پر - اپنے بندوں پر - جن کا مارنا اور جلانا ہر وقت ہمارے اختیار میں ہے - مگر جب بندہ ہو اور ہم کو اپنا مالک سمجھے - نہ خرنا مشخص کہ ہم تو دیں نون اور وہ کہے کہ آنکھیں پھوٹیں - ہم سے زیادہ بھی کوئی درگزر کرنے والا ہو گا کہ ایک معذرت پر عمر بھر کے گناہوں کو ہم نے قاطبۃً بھلا بھلا دیا ہے - لیکن توبہ و استغفار - ندامت و حسرت کا اظہار بھی تو کوئی کرے - ہماری رحمت حیلہ جو - ہماری رافت بہانہ طلب کتنی کتنی بار جوش میں آئی مگر ہم نے اس کو صرف کرنے کا موقع نہ پایا - اگر بندہ ہمارے ساتھ نسبت عبودیت صحیح رکھتا تو ہم اس کی

کمزور - نقص ضعف آ بنا فرق پڑا - ہلایا جلایا کہ نواب بھی ہشیار ہو جائے - سختی کرنا - خرِ نا مشخص - گدھا - بے ٹھکانے یعنی گدھا (بیوقوف) تو ہی ہے جس کے ساتھ بے اصول بھی ہے - چشم پوشی کرنا - مسلمانوں کے ہاں لکھا ہے کہ اگر تمام عمر کوئی شخص بُرے کام کرے اور پھر خدا کے سامنے صدقِ دل سے عذر یعنی توبہ کرے تو اُس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں - گویا گناہوں کا معاف کرانا ہمارے اختیار میں ہے ذرا ندامت کا اظہار ہوا اور گناہ معاف - بالکل معافی مانگنا - نتیجہ خدا کی رحمت بخشا لیش کے لیے حیلے ڈھونڈا کرتی ہے - شفقت - یعنی قدر رحمت سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہ بھی موقع اور محل کی منتظر رہتی ہے - بندگی کا تعلق - ۱۲

لاکھ برائیوں پر خاک ڈالتے۔ ہم کو تو بڑی شکایت یہی ہے کہ اُس نے ہم کو معبود ہی نہ گردانا۔ عالمِ اسباب میں رہ کر اسباب پرست ہو گیا۔ پھر ہم جو دیکھتے ہیں تو ہمارے احکام بھی کچھ سخت نہ تھے۔ کھانے کو ہم نے نہیں روکا۔ سونے کو ہم نے منع نہیں کیا۔ تمتعاتِ دنیوی سے ہم نے باز نہیں رکھا۔ پھر جو تو نے اُن کی بجا آوری نہ کی تو سوائے تیری بد نفسی کے اور تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اے شخص نجات جس کا تو اب نہایت آرزومندی کے ساتھ خواہاں ہے اے کاش زندگی میں تجھ کو اُس کی اتنی ہی پروا ہوتی جیسے اڑد پر سفیدی۔ دنیا کے چھوٹے چھوٹے نقصان اور ذرا ذرا سے زیان تجھ کو مضطر اور بے چین کر دیا کرتے تھے۔ اگرچہ کیا دنیا اور کیا دنیا کا خسارہ۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ لیکن تباہی دین کی تجھ کو خبر تک بھی تو نہیں ہوئی۔ اے کاش تجھ کو نماز کے قضا ہونے کا اتنا ہی رنج ہوتا جتنا ایک مٹی کے پرانے آبخورے کے ٹوٹ جانے کا ہوتا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ اب تجھ کو بہت ہی بڑی ندامت ہے۔ لیکن اس ندامت کا کچھ ماحصل نہیں۔ اس واسطے کہ یہ دار الجزا ہے دار العمل نہیں۔ ہم

[1] درگزر کرتے۔ [2] دنیا کے فائدے۔ [3] روکا نہیں۔ [4] بد ذاتی خباثت۔ [5] چاہتا ہے متمنی تھا۔ [6] کیا اچھا ہوتا کہ۔ [7] محاورہ ہے مراد اس سے مقدار قلیل ہے یعنی ذرا سی بھی پروا ہوتی۔ [8] نقصان۔ [9] پریشان۔ [10] بے آرام۔ بے قرار۔ [11] نقصان۔ گھاٹا۔ [12] پدی چھوٹی سی چڑیا ہے وہ خود ہی کیا ہے جو اُس کا شوربا ہو یعنی کم حقیقت چیز۔ [13] دین کی بربادی۔ [14] شرمساری۔ انفعال۔ [15] پچھتاوا۔ نتیجہ۔ فائدہ۔ [16] بدلے کا گھر یعنی جو کچھ دنیا میں کیا ہے یہ وقت اُس کے بدلے کا ہے۔ [17] کام

کرنے کا گھر۔ مراد اس سے دنیا ہے کہ کرنا ہو اور

سنتا

نہ دیکھتے ہیں کہ تو ایک بات کا بھی جواب نہیں دے سکتا لیکن حجت تمام کرنے کی نظر سے ہم تجھ کو مہلت دیتے ہیں۔ جا اپنے نامۂ اعمال[1] کو دیکھ اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر کوئی بات ہم سے بیان کر بشرطیکہ معقول اور قابل قبول ہو۔ (از توبتہ النصوح)

محنت ورزش اور تن درستی

ایک بادشاہ بیمار ہوا۔ اُس نے اپنے ملک کے سب سے زیادہ مشہور طبیب کو بلایا۔ جب طبیب آیا تو اُس نے دیکھا کہ ظاہرا بادشاہ تن درست اور توانا ہے کسی قسم کا مرض نہیں ہے وہ سمجھ گیا کہ یہ ساری خرابی ورزش نہ کرنے کی ہے۔ بادشاہ دن بھر نرم گدّوں اور مسہریوں پر پڑا لوٹتا رہتا تھا۔ اس کے وزرا اور مصاحبوں اور خدام کا سب سے بڑا فرض یہ تھا کہ اُس کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے دیں۔ اگر اُس کا جی باغ کی سیر کو چاہتا تو غلام پالکی میں بٹھا کر لے جاتے۔ اگر وہ کہیں باہر جانا چاہتا تو بھی سواری موجود غرض یہ کہ ایک قدم بھی چلنے پھرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مرغّن[2] غذاؤں کی بھرمار رہتی۔ اسی آرام و آسائش اور کسی قسم کی محنت مشقت نہ ہونے کی بدولت وہ دائم المرض[3] ہو گیا تھا حکیم نے بادشاہ کی یہ حالت دیکھی اور بیماری کی تہ کو پہنچ[4] گیا مگر صاف صاف

---

[1] وہ کاغذ جس میں تمام بھلے بُرے کام جو اس نے دنیا میں کیئے ہیں لکھے ہوں۔ [2] تو کر جا کر۔ [3] جس میں گھی وغیرہ چکنائی زیادہ ہو۔ کثرت۔ [3] سدا کا روگی ہمیشہ کا بیمار [4] جڑ کو جا پونہچا۔ بھید جان گیا۔ ۱۲

کہنے کی مجال نہ تھی وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ کھاؤ کم اور چلو زیادہ لیکن وہ وہ یہ کہتے ہوئے جھجکا[1] اور اسی طرح دیکھ بھال کر اپنے گھر چلا گیا اور کہا کہ وہ تین دن میں دوا طیار کر کے لاؤں گا۔ گھر پہنچ کر حکیم نے لوہے کے دو گولے نہایت خوب صورت اور نقش ونگار سے آراستہ ہوئے اور لے کر دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ حکیم نے بادشاہ سے عرض کی کہ ان گولوں میں جادو کا اثر ہے آپ ان گولوں کو ہاتھ میں لے کر اپنے باغ کے گرد تین چکر لگائیں دوسرے دن چار اور اسی طرح روزانہ ایک ایک چکر بڑھاتے جائیں اور ان گولوں کو ہاتھ میں لے کر اوپر نیچے کیا کیجئے بادشاہ نے حکیم کے کہنے کے مطابق برابر عمل کیا اور روز بروز اس کی صحت روبہ[2] اصلاح ہوتی گئی چالیس دن نہ گزرنے پائے تھے[3] کہ ساری شکایتیں رفع ہو گئیں مٹاپا بھی گھٹ گیا اور ساری بادی چھٹ کر چاق[4] بند ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیماری وبیماری کچھ نہ تھی ورزش نہ کرنے کا یہ سارا نتیجہ تھا۔ جب اس نے محنت شروع کی بیماری کافور[5] ہو گئی۔

(محمد عبداللہ خاں)

صحت اور مرض

ایک صحت ہزار نعمت ہے۔ تن درستی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔ پس تن درست رہنا بس غنیمت ہے بیماری ایک طرح کا عذاب ہے جو تکلیف کے علاوہ آدمی کے سب کام بند کر دیتی ہے۔ اگر کسی کو بیماری کا

[1] تامل کیا۔ رُکا۔ [2] درست ہونے لگی۔ [3] گھٹ گئی کم ہو گئی چست۔ [4] چالاک۔ [5] اُڑ گئی جاتی رہی۔ ۱۲

رنج[1] ہو تو دنیا کے تمام عیش و آرام اُس کی نظروں میں ہیچ[2] ہو جاتے ہیں۔ نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے نہ کھانا مزے کا معلوم ہوتا ہے نہ کسی شغل میں جی بہلتا ہے۔ بیماری موت کا پیغام ہے اور موت بے بیماری بہت کم آتی ہے۔ جب بیماری سخت اور طویل[3] ہو جاتی ہے تو اکثر انجام[4] کو موت ہے پس بیماری سے زیادہ انسان کا کوئی دشمن نہیں۔ جہاں تک ہو سکے اس دشمن سے بچنا چاہیئے۔ لوگ پیٹ کی خبر گیری اچھی طرح نہیں کرتے اس وجہ سے بیمار ہوتے ہیں۔ اگر نقصان کرنے والی کوئی چیز کھاؤ تو اُس کا نقصان فوراً معلوم نہیں ہوگا۔ اس دھوکے میں لوگ پڑے ہیں لیکن زندگی کی اصل پیٹ ہے۔ کھانا پانی اول پیٹ میں جاتا اور وہاں ہضم ہوتا یعنی پکتا اور گلتا ہے اور اس کا عمدہ عرق جگر میں جاکر خون بنتا ہے اور اُس کے ساتھ بلغم سودا صفرا پیدا ہوتا ہے۔ بلغم ادھ کچرا خون ہوتا ہے۔ سودا تلچھٹ جو جگر کے نیچے بیٹھ جاتا ہے اور صفرا اُبال جوش کھا کر اُوپر آجاتا ہے۔ یہ چار چیزیں خون بلغم۔ صفرا۔ سودا۔ چار خلط بولی جاتی ہیں جب ان میں سے کسی کی حد سے بڑھ کر زیادتی ہوتی ہے تو فساد اور بیماری پیدا ہوگئی۔ خون کی زیادتی اور فساد سے پھوڑا پھنسی۔ نکسیر[5] کھجلی ہوتی ہے بلغم سے کھانسی زکام وغیرہ۔ صفرا سے تپ وغیرہ اور تپ سے درد سر۔ سودا سے خفقان[6] مراق وغیرہ۔ پانی بھی پیٹ میں

---

[1] دُکھ۔ [2] بے حقیقت۔ کچھ بھی نہیں۔ [3] لمبی۔ [4] اخیر۔ [5] ناک سے خون بہنا۔ [6] گھبراہٹ۔ ایک قسم کی بیماری جسے مالیخولیا بھی کہتے ہیں۔ ۱۲

جاتا ہے لیکن اُس کا فضلہ جگر میں ہوکر گُردوں کے راہ سے مثانے میں
پیشاب بن کر نکلتا ہے۔ پس غذا میں احتیاط کرنا حفظ صحت کے لیے ضروری
ہے بھوک سے زیادہ کھانا اور کھانے کا وقت ٹالنا چاہیئے بلکہ جب تک
بھوک خوب نہ معلوم ہو کھانے کا قصد نہ کیا جائے۔ ذرا سی گرانی
معدے میں ہو تو کھانا نہ کھایا جائے۔ بے وقت اناپ شناپ
پیٹ میں کھانا ٹھوسنا بیماری ہے۔ جو کھانا اچھی طرح ہضم نہ ہو اس سے
ناقص خون اور ناقص درجے کا بلغم پیدا ہوتا ہے اور طرح طرح کی بیماریاں
آکر گھیرتی ہیں بچے اسی واسطے جلد جلد بیمار ہوا کرتے ہیں کہ کھانے میں
احتیاط نہیں کرتے۔ دن بھر بکری کی طرح اُن کا منہ چلتا ہے۔ دسترخوان پر
بیٹھتے ہیں تو جانتے ہیں کہ تو شناک پر بیٹھے ہیں اسی پر سوئیں گے
اُٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ ابھی پیٹ بھر کر اُٹھے ہیں اور پھر آموجود
ہوئے نہ روٹی سنگھاڑے۔ ککڑی۔ جھڑبیری کے بیر۔ مٹر کی پھلیاں
بھٹے۔ چنے۔ بلا بد تر چو بلا سب چپٹ۔ پھر بیمار نہ ہوں تو تعجب اور
جب بیمار پڑتے ہیں تو مصیبت یہ کہ نہ دوا پیتے ہیں نہ لگاتے ہیں۔
رونا ہے اور ہائے ہائے کرنا۔ خوب سمجھنا چاہیئے کہ جب بیماری
آچکی تو بے دوا کیئے نہیں ٹلے گی۔ ہر ایک آدمی کو تھوڑی سی ریاضت
اور محنت بھی ضرور ہے تاکہ کھانا خوب ہضم ہو۔ کھانے کے بعد تھوڑی
دیر آہستہ آہستہ ٹہلنا بھی ضرور ہے تاکہ کھانا خوب پیٹ میں اُتر جائے

---

۱ پھوک ۔ بوجھ ۔ ۱۲

گرمی کے دنوں میں دھوپ کے وقت باہر پھرنا گویا زبردستی بخار کو گھر میں بلانا ہے جب دھوپ تیز شروع ہو اور سموم جس کو لو بولتے ہیں چلنے لگے تو مکان کے اندر محفوظ جگہ میں بیٹھنا چاہیئے - بدبو اور دھواں اور گرد اور نمی اور بند ہوا یہ پانچ چیزیں تندرستی کے لیئے زہر ہیں - پس بدبو کے پاس صرف بقدر ضرورت رہنے کا مضایقہ نہیں باقی اس سے الگ رہنا چاہیئے - اسی طرح دھواں بھی ضرر کرتا ہے اور گرد و غبار بھی موجب نقصان ہے - نمی بھی بہت بری چیز ہے - بھیگا ہوا کپڑا پہنے رہنا یا بھیگے اور سیلے ہوئے مکان میں بیٹھنا ضرور بیماری کا باعث ہے - شبنم یعنی اوس اس لیئے مضر ہے کہ اس سے کپڑے سیلتے ہیں - چھڑکاؤ کا کھلی ہوئی جگہ مضایقہ نہیں جیسے صحن یا کھلی ہوئی چھت پر لیکن بند کوٹھری میں چھڑکاؤ نہ کیا جائے - چھڑکاؤ کے بعد ایک بھبک اٹھتی ہے - اگر مکان کھلا ہوتا ہے تو بخارات نکل جاتے ہیں لیکن بند مکان میں گھٹ کر رہ جاتے ہیں پس ان بخارات کے ملنے سے ہوا خراب اور زہریلی ہو جاتی ہے - برسات کے دنوں میں نمی کا بچاؤ مشکل ہوتا ہے - جو مکان ٹپکتا ہو اور جس کی زمین تر ہو اس میں رہنا اچھا نہیں - جب دھوپ نکلے بلا ضرورت بھی سب کپڑے خشک کراتے رہنا چاہیئیں کیوں کہ برسات کی ہوا مرطوب ہے اندر کے رکھے ہوئے کپڑے بھی سیل جاتے ہیں - نہانے کے بعد فوراً تمام بدن کو کپڑے سے خشک کرنا چاہیئے اور اس

سیل - نقصان ۲۵ - ۱۲

کپڑے کو الگ رکھنا بہتر ہی - بالاخانے پر رہنا اور اگر بالاخانہ مکان
میں نہ ہو تو کھلے ہوئے والان میں رہنا اچھا ہی - کوٹھری جس میں
اسباب بھرا ہی اور ہوا بند ہی اُس میں جانا نہ چاہیئے اس کے اندر کی
ہوا اچھی نہیں ہوتی - برتنوں کا دھوون کبھی مکان میں نہ ڈالا جائے
علیحدہ دُور پھینک دیا جائے - اس سے بیماری پیدا ہوتی ہی
ترکاری کے پتے مکان میں نہ پڑے رہیں ان میں بھی ایک طرح کا
زہر ہوتا ہی - اور گھر میں کوڑا جمع رہنا بھی بہت بُرا ہی - ایک عادت
نہایت بُری ہی اور وہ یہ ہی کہ گرمی کے دنوں میں رات کو اوس میں
سوئے اور آخر شب جب ہوا خنک ہوئی تو سردی کے بچاؤ کے
لیئے اندر مکان میں جا پڑے - رات کی اوس اور صبح کی بند ہوا دونو
زہر - شام کا وقت بڑے شہروں میں ہمیشہ نہایت درجے کا
خراب ہوتا ہی - لوگ اپنی ضرورتوں کے واسطے بکثرت بازاروں کو
آتے ہیں اُن کی آمد و شد سے غبار بلند ہوتا ہی اور دھواں تو غٹ کے
غٹ خدا کی پناہ ایسا کہ سانس بھی لینا مشکل ہوتا ہی - ایسے وقت
شہر کے باہر ہوا سرد ہوتی ہی اور میدان صاف نہ دھواں ہوتا ہی نہ
گرد - انگریز لوگ ہوا خوری کو شہر سے دور گھوڑے اور بگیوں پر سوار
یا پیادہ نکل جاتے ہیں صبح کو ہر موسم میں نہایت صحت بخش اور روح افزا

سوتے - پچھلی رات - ٹھنڈی - آنا جاتا - گرد - خاک - ٹھنڈی - پیدل -
پاؤں پاؤں - حس سے تفریح ہو - ۱۲

ہوتی ہے خصوصاً گرمی کے دنوں میں۔ لیکن ہندوستانی گھر گھسنے صبح
شام دونوں وقت اس نعمت[1] خداداد سے محروم رہتے ہیں۔ اسی واسطے
جس کو دیکھو پیٹ پکڑے پھرتا ہے[2]۔ ماش کی دال کے دو دانے کھاتے
ہیں تو نفخ ہو جاتا ہے۔ بین کی پھلکی جو چکھ لیتے ہیں تو پیچش ہو جاتی ہے۔
تیل کی کوئی چیز زبان پر رکھتے ہیں تو چھاتی جلتی ہے۔ کوئی ثقیل[3] چیز
کھا جاتے ہیں تو درد ہوتا ہے۔ اگر چلنے پھرنے کی عادت ہو اور صبح و شام
ایک گھنٹہ جنگل کی ہوا کھائیں تو سَو دوا کی ایک دوا ہے۔ انگریز کیسے توانا[4]
اور تن درست ہوتے ہیں۔ ان کے بچے بھی بڑے موٹے تازے ہوتے
ہیں۔ یہ سب ہوا خوری اور محنت کی بدولت ہے۔ چلنے پھرنے سے
پسینا آتا ہے اور جتنی رطوبت ناقص ہوتی ہے سب پسینے کی راہ نکل جاتی
ہے۔ کھل کر بھوک لگتی ہے۔ ہندوستانی لوگ جنھوں نے محنت کا فائدہ
سمجھا اور ہوا خوری کو انگریزی رسم قرار دیا انھوں نے اور تدبیر
نکالی۔ کوئی ڈنڈ پیلتا ہے کوئی مگدر یا لیزم ہلاتا ہے کوئی کشتی لڑتا ہے کوئی
بیٹھکیں لگاتا ہے۔ یہ بات بھی نفع سے خالی نہیں۔ ڈنڈ پیل آدمی کیسے
موٹے تازے ہوتے ہیں لیکن اس طرح کی ریاضت کو اکثر رذیلوں
نے پیشہ کر لیا ہے۔ اکھاڑے بنا رکھے ہیں ان میں تمام دنیا کے بد وضع
لڑکے جمع ہوتے ہیں۔ ریاضت کرنا ضرور چاہیے اور صبح شام پیادہ
ہوا خوری سے بہتر اور کوئی ریاضت نہیں۔ تن درستی کا ایک اور

[1] خدا کی دی ہوئی نعمت۔ [2] پیٹ کا پھولنا مراد ہے۔ [3] جو دیر سے ہضم ہو۔ بوجھل۔ [4] ہٹے کٹے۔
طاقت ور۔ ۱۲

آسان نسخہ[1] یہ ہے کہ ہر وقت تھوڑی بھوک لگی رہے۔ خدا نے چاہا تو کبھی بیماری پاس نہ پھٹکے گی۔ (شمس العلماء مولوی نذیر احمد)

پردے کی وجہ سے عورتوں کو ہوا خوری کا موقع نہیں ملتا مگر گھر کے کام کاج کے سوا وہ صحن میں ٹہل تو سکتی ہیں اور سینڈو کے ڈمبل ہلانے میں کوئی امر مانع نہیں۔ تازہ ہوا نہ ملنے ہی سے عورتیں اکثر دھان پان ہوتی ہیں۔ اگر گھر کی گاڑی ہو تو پردے کے ساتھ ہوا خوری بھی ممکن ہے۔ عورتوں کو ایک بیماری تو سیح مچ کی ہوتی ہے اور ایک لازمۂ نزاکت ہے۔ ذرا سا سر میں درد ہوا کہ پڑ گئیں۔ ذرا طبیعت کسل مند ہوئی کہ ایسی واویلا مچا دی کہ گھر والوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ایسی چھوٹی موٹی بیماریاں عورتوں ہی سے مخصوص نہیں مرد کب اس سے مصئون و محفوظ ہیں مگر کبھی کسی مرد کی زبانی تو یہ نِلّا نہیں سُنی۔ آئے دن کی سعنوعی بیماری سے اوپر والوں کا دل بیزار ہو جاتا ہے۔ نزلہ۔ زکام۔ کھانسی۔ دردِ سر۔ بخار کی جھُرجھُری کسے نہیں آتی مگر کسی کو

---

[1] وہ نسخہ یہ ہے:۔ نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید ٭ نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید۔ (نہ اتنا کھاؤ کہ کھٹی ڈکاریں آنے لگیں اور کھانا منہ سے نکل پڑے اور نہ اس قدر کم کہ کمزوری سے دم نکلنے لگے۔ دوسرا نسخہ) خوردن برائے زیستن وذکر کردن است ٭ تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است (زندگی قائم رکھنے اور یادِ خدا میں مشغول رہنے کے لئے کھانا ضرور ہے اور تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ زندگی کا مقصد بس کھانے کے سوائے اور کچھ نہیں)۔ سینڈو نامی انگریز نے جو بڑا مشہور پہلوان ہے ایک قسم کے ہلکے پھلکے کمانی دار مگدر نکالے ہیں جو ہمارے ہاں کے بھدے بیل مگدروں سے بہت اچھے ہیں۔ نازک سُست۔ گھبرا گئے۔ سہمے ہوئے۔ فریاد۔ واویلا ۔۔ (۲)

کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی۔ معمولی علاج سے ایسی شکایتیں بہت جلد رفع ہو جاتی ہیں پھر اپنے ساتھ سارے گھر کو بے چین کرنے کے کیا معنی۔ اظہار شانِ امیری اور نزاکت کے لیئے بیمار بننا کوئی ضروری بات نہیں۔ تم اگر آئے دن بیمار بنی رہو گی تو چند روز شاید تمہارے چونچلے کوئی اُٹھالے تو اُٹھالے مگر آگے چل کر تم نظروں سے گر جاؤ گی اور کوئی اُلٹ کر خبر بھی نہ لے گا اور گھر والے یہی کہہ کر ٹال دیں گے کہ بُوا! ان کا تو آئے دن کا یہی جھکنا پٹنا ہے۔ آئے دن کی بیمار۔ سدا کی روگی۔ ان کا پیٹ تو دواخانہ ہو گیا ہے۔ کہنے کو بیمار اور ظاہر طور دیکھو تو اچھی خاصی ہٹی کٹی۔ کھانا ان کا ٹھکانا نہیں ڈپل ان کا گھٹا نہیں۔ پھر خدا جانے یہ کیسی مبارک بیماری ہے جو آئے دن گلے کا ہار ہے۔

بیماری سے بچنے کے قاعدے

کھانے پانی اور ہوا کے بعد سونا ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ کام کرنے سے ہمارا بدن گھٹتا رہتا ہے لیکن آرام کرنے سے یہ کمی پوری ہو جاتی ہے۔ بچوں کو نو گھنٹے اور جوان آدمیوں کو آٹھ گھنٹے کے قریب سونے کی ضرورت ہے۔ دن کام کے لیئے ہے اور رات آرام کے لیئے۔ جو دن کو سوتے اور رات کو جاگتے ہیں وہ فطرت کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ دن کا سونا اچھا نہیں ہاں تھوڑی دیر کمر ٹکا لینا جسے

نخرے۔ آفت۔ تو انا۔ تن درست۔ کم نہیں ہوا۔ خشم۔ بدن۔ ۱۲

قیلولہ کہتے ہیں اس کا مضایقہ نہیں۔ سیلی زمین پر سونے سے نقصان ہوتا ہے۔ پلنگ یا تخت پر سونا چاہیئے۔ کھاتے ہی سو جانے سے بُرے بُرے خواب نظر آتے ہیں۔ کھانے کے بعد کچھ وقفہ ہضم کے لیئے دے کر سونا چاہیئے۔ سونا ایسی جگہ چاہیئے جہاں کہ تازہ ہوا کا گزر ہو جو مکان چو طرف سے بند ہو اُس میں نہیں سونا چاہیئے اور سوتے میں مُنہ ڈھکنا چاہیئے تاکہ سانس کی آمد و شد میں رکاوٹ نہ ہو۔ زیادہ ٹھنڈی ہوا میں سیل یا نمی میں رہنے سے صحت کو نقصان پونچتا ہے بن بن میں درد پڑ جاتا ہے۔ گرمی اور برسات میں زیر سما سو سکتے ہیں لیکن شبنمی لگاکر سونا زیادہ اچھا ہے لیکن جن لوگوں کو باہر سونے کی عادت نہ ہو یا بیمار ہوں اُن کو اوس میں کبھی نہ سونا چاہیئے۔ ورزش بھی ایسی ہی ضروری چیز ہے جیسے کہ سونا۔ کسرت کے لیئے یہی نہیں ہیں کہ مردوں کی طرح ڈنڈ پیلیں یا مگدر کی جوڑی پھیریں۔ ہر ایسے کام کو ہم کسرت کہہ سکتے ہیں جس سے بدن پر زور پڑے۔ ہاتھ پیر سے جب کام نہیں کیا جاتا تو پٹھے کم زور ہو جاتے ہیں۔ دیکھو لوہار کے بازو کیسے تیار ہوتے ہیں اور پیدل چلنے والوں کی پنڈلیاں کیسی بھری بھری ہوتی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بدن کے جس حصے سے کام لیا جاتا ہے اُس میں خون جلدی جلدی دورہ کرتا ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ پسینہ آتا ہے جس کے ساتھ فاسد مادے بدن سے خارج ہو جاتے ہیں۔

بن - جوڑ جوڑ - آسمان کے تلے - ۱۲

ہر وقت کتاب پر اوندھے پڑے رہنا اور بالکل ورزش نہ کرنا برا ہے بلکہ جس قدر دماغ سے کام لیں کم سے کم اُتنا ہی وقت ورزش جسمانی میں صرف کرنا ضروری ہے۔ ٹہلنا اور اگر ممکن ہو تو سینڈو کے گرپ ڈم بلز ہلانا بہت اچھی ورزش ہے۔ جو لوگ ورزش نہیں کرتے ان میں سے کوئی تو سوکھ کر کانٹا ہو جاتا ہے اور کوئی ایسا موٹا پھپس[1] ہو جاتا ہے کہ اُس سے چلا پھرا یا اُٹھا بیٹھا بھی نہیں جاتا۔ کسرت کے لیئے سب سے عمدہ وقت صبح کا ہے۔ بالکل خالی پیٹ یا کھانا کھاتے ہی زیادہ محنت کا کوئی کام نہ کرنا چاہیئے۔ ہاں چلنے پھرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (محمد عبدالغفار خاں کچھ تبدیلی سے)

صفائی

صفائی عجب چیز دنیا میں ہے
صفائی سے بہتر نہیں کوئی شے

خصوصاً صفائی جسم و مکاں
ضروری ہے انسان کو ہر زماں[2]

کھلا اور روشن مکاں چاہیے
لطافت نفاست وہاں چاہیئے

ہر اک شے وہاں پاک و شفاف ہو
بدرو[3] بھی اُس کی بہت صاف ہو

ہوا کا گزر اُس میں ہر بار ہو
نہ چاروں طرف بند دیوار ہو

غرض ایسی حکمت سے گھر ہو بنا
کثافت[4] کا جس میں نہ ڈر ہو ذرا

ہوا میں بدبو تعفن نہ آوے ذرا
کہ ہے باعثِ فرحتِ دل ہوا

کثافت سے گندا رہے گا جو گھر
تو واں ہوگا بیماریوں گزر

نمی بھی ہے اک موجبِ گندگی
کہ ہوتی ہے جس سے پراگندگی[5]

بہت صاف اور ستھری پوشاک ہو
نہ جس میں کہیں میل اور خاک ہو

اگر مقدرت بھی نہ ہو اس قدر
کہ بدلے وہ ہر دم لباسِ دگر[6]

[1] بھدّا۔ [2] ہر وقت۔ [3] موری۔ [4] میل کچیل۔ غلاظت۔ [5] پریشانی۔ [6] دوسری پوشاک ۱۲۔

تو لازم ہے پوشاک دھویا کرے	نہ اُس کو بدن پہ بھگویا کرے
پسینہ جو رہتا ہے پوشاک میں	تو آخر کو آتا ہے دم ناک میں
غرض تا بہ امکاں صفائی رہے کہ ہر طرح اس سے بھلائی رہے	(لا اعلم)

تن درست رہنے کے لیئے یہ ضرور ہے کہ جہاں تک ممکن ہو پہلے سے یہ انتظام رکھا جائے کہ بیماری سِرے سے ہونے ہی نہ پائے اور اگر باوجود احتیاط کے بھی اتفاق سے دکھ بیماری آجائے تو علاج میں ہرگز سُستی نہ کی جائے اور باقاعدہ علاج کیا جائے کیوں کہ جب بیماری بڑھ جاتی ہے اور جڑ پکڑ جاتی ہے تو اُس کا دفعیہ مشکل ہو جاتا ہے۔ بیماری کے ساتھ پرہیز بھی لازمی چیز ہے۔ ذرا سی بدپرہیزی بہت بُرا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔

(از ریڈر ممالک متحدہ)

ہوا: پرانے زمانے میں اسی شہر میں ایک بڑا مالدار ساہوکار رہتا تھا۔ دنیا کی سب چیزیں اُس کو مل سکتی تھیں لیکن وہ ہمیشہ بیمار رہتا تھا۔ نہ اچھا کھانا کھا سکتا تھا نہ اچھے کپڑے پہن سکتا اور نہ اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر خوش ہو سکتا۔ وہ سارے دن پلنگ پر پڑا اینڈا[1] کرتا اور زندگی اُس کو دوبھر[2] ہو گئی تھی۔ دور دور کے بید اور حکیم دوا کرنے آئے لیکن کسی کی دوا نے فائدہ نہ کیا۔ ایک حکیم نے غور کیا تو اُس کے خیال میں یہ بات آئی کہ دوا کرنے کے بدلے ساہوکار کے رہنے کی جگہ

[1] پلنگ پر کاہلی سے پڑے پڑے کروٹیں بدلنا۔ [2] وبال۔ ۱۲

بدل دینی چاہیئے اور اُس کو باغ میں لے جا کر صاف ہوا میں رکھنا چاہیئے اور کھانا سادہ دینا چاہیئے اور پانی بھی بدل دینا چاہیئے اس تدبیر سے ساہوکار تھوڑے دنوں میں اچھا ہو گیا اور تندرستی جس کے لیئے وہ ترستا تھا حاصل ہو گئی۔ اس لیئے بچوں کو یہ جاننا ضرور ہے کہ کن کن باتوں سے وہ بیماری سے بچ سکتے ہیں یہ تو سب جانتے ہیں کہ آدمی بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا لیکن بعض آدمی یہ نہیں سمجھتے کہ کھانے پینے سے بھی زیادہ آدمی کو ہوا کی ضرورت ہے۔ اگر کسی آدمی کو کھانا پانی نہ ملے تو وہ کچھ دن زندہ رہ سکتا ہے لیکن ہوا کے بغیر بہت جلد مر جائیگا۔ پودے بھی بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہوا دنیا میں ہر جگہ ہے لیکن یہ ایک ایسی چیز ہے کہ دکھائی نہیں دیتی زمین کے اوپر چاروں طرف سے ہوا ہم کو گھیرے ہوئے ہے اور ہم بالکل اسی طرح اس میں رہتے ہیں جیسے مچھلیاں پانی میں ہوا کی ضرورت ہم کو سانس لینے کے لیئے پڑتی ہے۔ اُس ہوا میں جو ہمارے بدن میں سانس لینے کے لیئے پڑتی ہے۔ اس ہوا میں جو ہمارے بدن میں سانس لینے سے جاتی ہے اور اُس میں سے جو تھوڑی دیر کے بعد پھر باہر آتی ہے بڑا فرق ہوتا ہے۔ جو ہوا ہمارے بدن میں اندر جاتی ہے اُس سے خون صاف ہوتا ہے اور جب ہم باہر سانس چھوڑتے ہیں تو گندی ہوا باہر نکل جاتی ہے۔ کمرے کی ہوا تین طرح سے خراب ہوتی ہے ایک تو آدمیوں اور جانوروں کے سانس لینے سے دوسرے آگ کے جلنے سے۔ تیسرے چیزوں کے سڑنے سے۔ اس لیئے یہ ضرور ہے کہ جس کوٹھڑی میں تم رہو اُس کو صاف رکھو۔ (از ریڈر)

پانی آدمی جانور اور پودوں کے لیئے پانی بہت ضروری چیز ہے بغیر اس کے کسی کی زندگی نہیں رہ سکتی۔ آدمی کے بدن میں دو تہائی سے

زیادہ پانی ہوتا ہے۔ بالکل صاف پانی وہ ہے جس میں بُو اور مزہ کچھ نہ ہو لیکن اس میں
دوسری چیز کچھ نہ کچھ ضرور ملی رہتی ہے۔ بارش کا پانی زمین پر گزرنے سے
پہلے سب سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔ اسی سبب سے اُس کو آنکھ کی دوائیں
ڈالتے ہیں۔ جن ندیوں یا تالابوں میں کپڑے دھوئے جاتے ہوں
یا آدمی اور مویشی نہاتے ہوں یا جن کے کنارے میلا پڑا رہتا ہے
اُن کا پانی کبھی نہ پینا چاہیئے کیوں کہ اُس میں کچھ نہ کچھ خراب چیزوں کا
حصّہ ضرور ملا رہتا ہے۔ بندھے ہوئے پانی سے بہتا ہوا پانی ہمیشہ اچھا
ہوتا ہے۔ جو کنوئیں کم گہرے ہوتے ہیں اُن کا پانی اکثر خراب ہوتا ہے
بے جگت[1] کے کنوؤں میں برسات کا مَیلا پانی دُور دُور سے بہہ کر گرتا ہے
اس لیئے پانی پینے کے کنوؤں کی جگت پختہ بنانی چاہیئے۔ درختوں کی
پتّیاں ہوا سے اُڑ اُڑ کر کبھی کبھی کنوؤں میں گرتی ہیں اور وہ سڑ کر
پانی کو خراب کر دیتی ہیں۔ اس لیئے اگر ایسے کنوؤں کا منہ ڈھکا رہے
تو اچھا ہے۔ جہاں کہیں اچھا صاف پانی نہ ملے وہاں پانی کو جوش دے کر
ٹھنڈا کرو اور چھان کر پیو۔ ایسا کرنے سے بہت سی خرابیاں دور
ہو جاتی ہیں۔ (از ریڈر م)

نہانا صفائی صحت و تن درستی ہے۔ انسان کی کھال میں لاکھوں
کی تعداد میں چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوتے ہیں جو مسامات
کہلاتے ہیں جن سے پسینا نکلتا ہے اور پسینے کے ساتھ وہ چیزیں بھی

[1] منڈیر اور کنوئیں کے گرد کا پختہ چبوترا ۔ ۱۲

خارج ہو جاتی ہیں جن کے رہنے سے صحت کو نقصان ہوتا ہے۔ نہانے کی اصلی غرض یہ ہے کہ یہ تمام سوراخ جو میل سے اَٹ جاتے ہیں ان کے منہ کھل جائیں۔ ہر شخص کو دن میں کم سے کم ایک دفعہ نہانا ضرور ہے خاص کرکے گرمیوں میں۔ کھانا کھاتے ہی نہانا مضر صحت ہے۔ نہانے کے لیئے سب سے عمدہ پانی ندی کا ہے ورنہ کنوئیں کا پانی یا جو پانی صاف ہو۔ گرم پانی سے تن درست آدمی کو نہانا نہ چاہیئے کیوں کہ اگر یہ عادت پڑ جائے تو پھر ٹھنڈا پانی نقصان کرنے لگتا ہے۔ جو فرحت ٹھنڈے پانی سے نہانے میں ہوتی ہے وہ گرم سے نہیں ہوتی۔ بیمار بے شک گرم پانی سے نہا سکتے ہیں کہ اُن کو ٹھنڈا پانی بعض وقت نقصان کرتا ہے۔ کڑاکے کے جاڑے میں بھی گرم پانی سے نہا سکتے ہیں۔ جاڑے کے دنوں میں نہاتے ہی باہر ہوا میں نکل آنے سے نزلہ ہو جاتا ہے۔ نہانے کے بعد ہمیشہ تولیئے سے بدن کو رگڑ کر پوچھنا چاہیئے اور پھر کپڑے بدل ڈالنے چاہیئے جن لوگوں کے پاس زیادہ کپڑے نہ ہوں وہ گھر میں دھو ڈالیں کہ ہم کو سب سے مقدم اپنی تن درستی کا خیال رکھنا چاہیئے مثل مشہور ہے جان ہے تو جہان ہے تم سمجھ سکتی ہو کہ ایک نہانے سے کتنی بلائیں ٹل جاتی ہیں تم یہ بھی سمجھ سکتی ہو کہ بیماری سے بچنا کہاں تک تمھارے ہاتھ میں ہے (اڈیٹر)

کھانا جاننا چاہیئے کہ کھانے کا اثر آدمی پر کیوں کر ہوتا ہے آدمی کے جسم میں دو باتیں ہمیشہ ہوتی رہتی ہیں۔ بدن کا کچھ حصہ

اَٹ جاتی ہیں۔ بھر جانا۔ رک جانا ۔۱۲

گھلا کرتا ہو اور کچھ بنا کرتا ہے یہ کام ہم کو معلوم نہیں ہوتے لیکن ان کا
سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ گرمی اور محنت سے بدن گھلتا ہے۔ کھانا
اور پانی اور ہوا سے بنتا ہے اس لیئے ہم کو ایسی چیزیں کھانی چاہئیں
جو ہمارے بدن کے بننے میں زیادہ کام آئیں بعض لوگوں کا خیال ہے
کہ انسان کے لیئے پھل سب سے عمدہ چیز ہے لیکن کچے اور سڑے پھلوں
کے کھانے سے نقصان ہوتا ہے۔ اس ملک میں گیہوں۔ چنا۔ چانول۔
جو۔ باجرا۔ جوار مکئی وغیرہ اناج عام طور پر کھائے جاتے ہیں۔ ان
میں گیہوں سب سے اچھا ہے کیوں کہ اس کے کھانے سے بدن کو بڑی
طاقت پہونچتی ہے۔ چانول میں گیہوں چنے۔ جو باجرے سے کم طاقت
ہے۔ کھانا اچھی طرح پکا ہوا کھانا چاہیئے کھانے عموماً گھی سے پکائے
جاتے ہیں اور غریب گھی کے عوض تیل بھی ڈالتے ہیں۔ زیادہ
چکنائی کھانے سے آدمی موٹا ہوتا ہے۔ زیادہ مٹھاس مضر ہے اور اسی طرح
زیادہ مرچ اور مسالا۔ دودھ سب سے عمدہ غذا ہے خصوصاً بچوں کے لیئے
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چھاچھ اور دہی بہت مفید اور باعث درازی
عمر ہے لیکن اپنے اپنے مزاج کی بات ہے جس کو جو چیز راست آجائے
وہی اچھی ہے۔ نا کو پینا یا کھانا نہایت نقصان دہ ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رکھو
کہ جس قدر بھوک ہو اُس سے زیادہ کبھی نہ کھاؤ چاہے کھانا کتنا ہی
مزے دار کیوں نہ ہو۔ تھوڑا تھوڑا کر کے تین چار وقت کھانا ایک مرتبہ
بہت سا کھا لینے سے اچھا ہے۔ کھانے میں جلدی نہ کرو نگلنے سے

پہلے لقمے کو اچھی طرح چبانا چاہیئے - کیوں کہ اگر چبایا نہیں جانا تو پوری طرح ہضم نہیں ہوتا - خلوئے معدے سے بہت بہتر ہے کہ صبح کے اٹھتے ہی کچھ ہلکا سا ناشتہ کر لیا جائے - (رانہ رہبٹر)

کھانے کے آداب

زندگی کا مدار کھانے پر ہے اور تمام دنیا اسی فکر میں لگی رہتی ہے - بے شک بدون کھانے کے کوئی جان دار بھی زندہ نہیں رہ سکتا - فاقے سے کمزوری اور انجام کو ہلاکت ہوتی ہے لیکن یہ بات تجویز طلب ہے کہ کیا کھانا چاہیئے اور کتنا کھانا چاہیئے اور کیوں کر کھانا چاہیئے - ہر قسم کا کھانا جو گھر میں میسر آئے خوش دلی سے کھاؤ - اگر کوئی چیز گھر میں نہیں ہے تو اس کے واسطے ضد مت کرو - مانگ کر کھانا بے عزتی کی بات ہے - جب تک خوب زور کی بھوک نہ لگے مت کھاؤ اور ہمیشہ تھوڑی بھوک باقی رکھ کر دستر خوان سے اٹھ جانا چاہیئے - بہت کھانے سے بدہضمی اور پیچش اور پیٹ میں درد ہوتا ہے - دست آنے لگتے ہیں - بچوں کو دن رات میں چار مرتبہ کھانا چاہیئے - صبح اٹھ کر ناشتہ جو کچھ رات کا رکھا ہو یا عین وقت پر میسر آ جائے - پھر دوپہر سے پہلے سب لوگوں کے ساتھ معمولی دن کا کھانا - پھر تیسرے پہر اگر بھوک معلوم ہو پھر رات کا کھانا بعد مغرب یا قبل مغرب - ان چار وقتوں کے سوائے بیچ میں کوئی چیز نہیں کھانی چاہیئے اگرچہ دل للچائے ورنہ بیماری کا خوف ہے - جو چیز تمہارے سامنے رکھ دی جائے اس میں بحث و حجت نہیں کرنی چاہیئے اور نہ زیادہ مانگنا چاہیئے کھانا

ہ نہار منہ - ۲ یعنی زندگی موقوف ہے کھانے پر - ۳ مل جائے - ۱۲

دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیئے۔ ایسی احتیاط کے ساتھ کہ دسترخوان یا فرش پر کوئی چیز نہ گرے۔ لقمہ چھوٹا لینا چاہیئے اور لقمہ چبانے میں منہ بند کر لیا رو چپڑ چپڑ کی آواز نہ نکلے۔ کھانے میں انگلیاں اور منہ مت بھرو اور روٹی کو ہاتھ سے توڑو دانت سے مت کاٹو۔ کھانے سے پہلے ہمیشہ ہاتھ دھو لیا کرو اور کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ اس طرح دھوؤ کہ زردی اور چکنائی یا کوئی اور اثر باقی نہ رہے۔ بہت سے آدمی دنیا میں ہیں جن کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا۔ پس جب تم کو مزے دار کھانا ملے تو خدا کا شکر کرو کہ اس نے اپنی مہربانی سے روزی عنایت کی۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے وقت ناک صاف کر لینی چاہیئے اور ہمیشہ ایک رومال جیب میں رکھنا چاہیئے کہ اگر کھانے کے وقت مرچ کی تیزی سے ناک بہنے لگے تو بائیں ہاتھ سے اسی رومال سے صاف کر لیا کرو۔ پانی کی ضرورت ہو تو گلاس یا آبخورہ یا کٹورہ بائیں ہاتھ میں لو اور دائیں ہاتھ کا سہارا ایسے ڈھب سے لگاؤ کہ برتن میں دراغ نہ لگے۔ کھانے کے وقت کھانسی یا چھینک آئے تو منہ پر بایاں ہاتھ رکھ کر اور دسترخوان کی طرف سے منہ پھیر کر کھانسنا اور چھینکنا چاہیئے اگر منہ سے کوئی چیز نکال کر ہاتھ میں لگ جائے تو چھپا کر رومال میں پونچھ لو بلکہ بہتر یہ ہے کہ اٹھ کر ہاتھ دھو لو اور منہ کو صاف کر لو۔ روٹی کو بے ضرورت ٹکڑے کرنا اور توڑنا داخل بے تمیزی ہے۔ بھری ہوئی انگلیاں روٹی یا دسترخوان سے نہیں پونچھنا چاہیئے بلکہ ایسی احتیاط سے

کھاؤ کہ اُنگلی نہ بھرنے پائے۔ اگر کھانے میں ہچکی آئے تو پانی پینا چاہیئے گو پیاس نہ ہو اور اگر اُچھو ہو جائے تو اوپر دیکھنا چاہیئے۔ دسترخوان پر اور لوگوں کی رکابیوں پر نظر کرنا ناپسندیدہ بات ہے۔ اگر دسترخوان پر کئی قسم کا کھانا ہے تو نمکین سے شروع کرنا چاہیئے اور اخیر میں بھی مُنہ نمکین کرنا چاہیئے اگر اچار بھی ہو تو کھانے سے پہلے اچار کا چکھ لینا بھی مفید ہے۔ اگر تم کو بوجہ علالت یا بوجہ ثقالت کسی کھانے سے منع کیا جائے تو اُس کے کھانے کا قصد مت کرو۔ پانی کھڑے ہو کر کسی حالت میں نہیں پینا چاہیئے۔ ہمیشہ دو دم بیچ میں لے کر پینا مناسب ہے۔ کھانے میں بہت پانی نقصان کرتا ہے جہاں تک ہو سکے پانی میں کمی کرو۔ اگر کوئی غیر آدمی کھانا کھاتا ہے اور تم اُس کے پاس جا نکلو تو اُس کے پاس کھڑا ہونا یا بیٹھنا نہ چاہیئے اور اگر وہ تم کو کھانے میں شریک کرنا چاہے اور کھانے کے لیئے کہے تو عذر کرو۔ بازار کی مٹھائی وغیرہ کبھی کبھی کھانے میں مضایقہ نہیں لیکن عادت کرنا اور چاٹ لگانا سخت عیب کی بات ہے۔ لڑکوں کو عموماً مٹھائی کی طرف بہت رغبت ہوتی ہے لیکن کثرت سے مٹھائی کھانے میں دود کے دانتوں کو نہایت ضرر ہے۔ کیڑا لگ جاتا ہے مسوڑے کمزور ہو جاتے ہیں۔ اگر اتفاق سے کھانے میں دیر ہو اور تم کو بھوک لگی ہو تو گھبرانا اور بے قرار ہونا نہیں چاہیئے۔ صرف ایک مرتبہ اپنی حاجت اور ضرورت کو ظاہر کر دو۔ کوچہ و بازار میں کھانا بہت بُرا ہے اور اسی طرح

کھڑے ہو کر یا چلتے پھرتے بھی نہیں کھانا چاہیئے۔ اگر کھانے میں کسی غریب کا بچہ آ کھڑا ہوا اور تم کو دیکھنے لگے اور خوف یا شرم کے سبب نہ مانگ سکے تو تم خود اُس کو اپنے کھانے میں سے دو۔ اس میں دریغ نہ کرنا چاہیئے اگر کھانے میں کسی فقیر کی صدا تمھارے کان میں پڑجائے تو ضرور اُس کو کچھ نہ کچھ بھیج دینا چاہیئے۔ اور اگر اتفاق سے کسی کے گھر مہمان جاؤ تو گو تم کو بھوک لگے کھانا مت طلب کرو جب تک کہ وہ خود کھانا تمھارے روبرو حاضر نہ کریں۔ اگر اور مہمان یا اُن کے بچے کھانا کھاتے ہوں تو اُن کے پاس بھی مت جاؤ ورنہ لوگ جانیں گے کہ یہ لڑکی کھانے کے لالچ سے یہاں کھڑی ہے۔ (مولوی نذیر احمد شمس العلماء)

کھانے کے آداب کے متعلق کچھ اور ضروری باتیں۔ جو لوگ گھر کے کھانے میں اُمور بالا کی پابندی کرتے اور عادی ہو جاتے ہیں وہ دعوتوں میں بھی ان امور کا لحاظ رکھتے ہیں۔ کسی کھانے کی مذمت یا اُس کی بدذائقگی کی شکایت کرنا داخل بدتمیزی ہے۔ ہاتھ دھوتے وقت کھنکار کر تھوکنا یا اسی قسم کی آوازیں نکالنے سے دوسروں کے دل کِتّد[1] رائے لگتے ہیں۔ خلال کی عادت ہے تو اس طرح کرو کہ دوسروں کی نظر نہ پڑے نہ یہ کہ دانتوں میں سے بوٹیاں یا ریشے[2] لوگوں کے سامنے نکال نکال کر پھینکو یہ بھی گھن[3] کی بات ہے۔ ہاتھ پہلے بڑوں کو دھو لینے دو جب تم دھوؤ۔ کھانا بھی جب سب شروع کریں تم بھی بسم اللہ کر کے شروع کرو۔ آگے گود میں تولیہ پھیلا لینے سے کپڑے داغ دھبّے سے محفوظ

---

[1] متلانے۔ مالش کرنے۔ [2] ریشے۔ [3] غلاظت۔ نفرت آنے۔ ۱۲

رہتے ہیں۔ پلاؤ یا بریانی میں سالن یا بورانی ڈال کر اُسے گھنگولنا سخت
گنجلا پن ہے۔ ملاؤ ملانے کی طرح۔ ہڈی کو چچوڑنا یا گودے کے خاطر کھٹا کھٹ
ٹھوکنا اور جھٹکنا بڑی رکیک حرکت ہے۔ اسی طرح اُنگلیاں چاٹنا بھی داخل
بدتمیزی ہے۔ کچے کناروں کے عذر پر روٹیوں کے کنارے توڑ توڑ کر ڈالنا
نہ صرف بدتمیزی ہے بلکہ رزق کی بے ادبی بھی ہے۔ فرمایش کرنا کہ گرم کھانا لاؤ
یا بوٹیاں لادو یا فلاں کھانا ذرا سا لادو ندیدے پن کی بات ہے جو سامنے
آجائے اور جب آجائے اُسی پہ اکتفا کرنا چاہیئے۔ اگر کھانا طرزِ جدید پر
کھلایا جاتا ہے یعنی قابوں میں اور سالن ڈشوں میں ہے تو بقدر ضرورت لو یعنی
جتنا تم کھا سکو اس سے کہ رکابی میں جھوٹا چھوڑ دو بہتر ہے کہ تھوڑا تھوڑا
کئی بار لو ایسا نہ کرو کہ سارے کا سارا اپنے ہی سامنے اُنڈیل لو۔ ہاتھ
صابن یا بیسن اور گرم پانی سے دھوؤ کہ چکنائی کا اثر نہ رہے۔ کھانے
کے بعد منہ صاف کرنے کو پان کھا لینے کا مضائقہ نہیں مگر پیک کی پچکاریاں
مارنا بہت معیوب ہے۔ اُگال دان میں تھوکو تو احتیاط سے لوگوں کی نظر
بچا کر۔ کھانے کے بعد ڈکاریں لینا نہایت مذموم ہے۔ ڈکار آجائے تو
تو آہستہ اور دبا کر لو یہ نہیں کہ نقارے بجاؤ۔ ہم لوگوں میں ڈکار کا چنداں
عیب نہیں مگر یورپین سوسائٹی میں بھولے سے بھی ڈکار نہ لینا اُن کے
ہاں بہت معیوب حرکت ہے۔ جو کھانا تمھیں مرغوب نہ ہو نہ کھاؤ مگر اُس
کی بُرائی کرنا اور دوسروں کو نفرت دلانا یا جتلانا سارے حرکاتِ نامناسب ہیں

بُری طرح ملانا۔ گندا پن۔ میلا پن۔ چوسنا۔ خفیف۔ چھچھوری۔ نئے طریقے پر۔ اُلٹ۔
تمہ ۱ – ۱۲

خلاف ہیں۔

چٹور پن کون بچہ ایسا ہوگا جو اس لفظ کے معنے نہ سمجھتا ہو۔ چٹخاروں کا مزا کہو یا زبان کا مزا نام رکھو وہ کیا ہے یہی چٹورپن ہے۔ یہ عادت بچوں کو بچپن میں پڑ جاتی ہے تو بڑپن میں بہت خراب کرتی ہے۔ دونوں کی چاٹ اس سے پڑ جاتی ہے۔ چوری یہ سکھا دیتی ہے۔ جھوٹ یا خوشامد کا عادی یہ بنا دیتی ہے۔ امیر سے غریب یہ کر دیتی ہے۔ بے عزتی سے بے غیرتی۔ اس کا اصل جوہر ہے۔ برابر والوں کی آنکھوں میں ذلیل اس سے ہونا پڑتا ہے۔ ہم چشموں میں ندامت اس سے اُٹھانی پڑتی ہے۔ بدچلنی کا پیش خیمہ چٹورپن ہے۔ بدمعاشی کا گھر زبان کا مزا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ خرابی ہے کہ مزے دار کھانے سے بے اعتدالی ہو کر صحت بگڑ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ چٹپٹے مسالے معدے کو بگاڑ دیتے ہیں اور ہاضمہ خراب کر دیتے ہیں۔ اگر کسی چٹورے کو مزے دار کھانا نہ ملے تو وہ بھوکا رہنا پسند کرتا ہے مگر زبان کے چٹخارے کو نہیں چھوڑتا جس سے اس کی طاقت گھٹتی ہے۔ دل کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور بڑھاپے میں جا کر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ امیر گھر کا چٹورا لڑکا جو زمانے کی گردش سے غریب ہو جاتا ہے وہ اور بھی مصیبت اُٹھاتا ہے۔ کوئی کھانا اُسے پسند نہیں آتا اور اس قدر مقدور نہیں رکھتا کہ اپنی مرضی کے موافق کھانا کھا کر دل خوش کرے بس وہ یا تو بیمار پڑ جاتا ہے یا بھوکا رہ رہ کر دنیا سے سدھار[1] جاتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ چٹوروں نے

[1] ضمیمہ بدر رخصت ہو جاتا ہے یعنی مرجاتا ہے ۱۲

مکان گرو[1] رکھ کر برف کھائی ہے اور پھر وہ تکلیف اٹھائی ہے کہ نہ رہنے کا گھر ملا ہے نہ پہننے کو کپڑا نہ کھانے کو روٹی۔ کسی حکیم کا قول ہے کہ اصل حکیم اور سب سے بڑا دانش مند عاقبت اندیش وہ شخص ہے جو ذائقے کا پابند نہ ہو یعنے زبان کے مزے کی پروا نہ کرے۔ غرض دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی بُری عادت نہیں ہے۔ بُرے مصاحب کی صحبت سے تو آدمی گھڑی دو گھڑی بچ بھی جاتا ہے مگر یہ دوست نما دشمن[2] کسی وقت دور نہیں ہوتا۔ جب تک مُنہ میں زبان۔ زبان میں ذائقہ موجود ہے۔ یہ مصاحب بھی ہم زاد[3] کی طرح ساتھ ہے۔ سب سے پہلے ماں باپ کو اُن کے بعد اقارب کو۔ اقارب کے بعد اُستاد کو۔ اُستاد کے بعد سچے دوستوں اور خیر خواہ ملازموں کو واجب ہے کہ بچّوں میں ہرگز ہرگز یہ بُری عادت پیدا نہ ہونے دیں۔ اس عادت کے چھوڑنے سے آدمی بہت سی خراب عادتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ بہتیرے عیبوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ مزاج میں سیرچشمی[4] آجاتی ہے۔ تمام عمر آرام سے رہتا ہے اور بڑی عزت اور توقیر سے گزارا کرتا ہے۔ زبان کی خاطر جھوٹ بولنے کی اُسے حاجت نہیں رہتی۔ کسی کی خوشامد وہ نہیں کرتا۔ راست بازی سے وہ نہیں ڈرتا۔ کسی کے سامنے اُس کی آنکھ نیچی نہیں ہوتی۔ غرض ایک چٹورپن کے چھوڑنے سے بیسیوں نیک خصلتیں انسان کے دل میں گھر کر لیتی ہیں۔

---

[1] گروی رکھنا۔ رہن رکھنا۔ [2] ظاہر میں دوست مگر درحقیقت دشمن۔ [3] وہ فرشتہ جو ہر ایک انسان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور کبھی اُس سے جدا نہیں ہوتا۔ رشتے دار۔ [4] بھاری بھرکم بندہ ۱۲

اور بہت سی شرمندہ کرنے والی عادتیں چھوٹ جاتی ہیں (مولوی سید احمد مصنف فرہنگ آصفیہ)

وقت

سدا دور دورہ دکھاتا نہیں + گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

دنیا میں ہر چیز کی کچھ نہ کچھ تلافی ہو مگر نہیں ہے تو وقت کی جو گھڑی گزر گئی وہ پھر کسی طرح تمھارے قابو میں نہیں آسکتی۔ اور وقت کے گزرنے پر جو غور کرو تو اس کی تشبیہ[1] تو کسی چیز کے ساتھ ٹھیک نہیں دی جاسکتی۔ وقت ریل سے زیادہ تیز ہے۔ ہوا سے بڑھ کر اڑنے والا بجلی سے سوا[2] دوڑنے والا ہے اور ایسا دبے پاؤں نکلا چلا جاتا ہے کہ خبر نہیں ہوتی۔ صبح ہوئی سو کر اٹھے جب تک معمولی ضرورتوں سے فراغت حاصل کرو ذرا ناشتہ کھاؤ پیو پہر دن چڑھ آیا۔ پھر گھڑی دو گھڑی ادھر ادھر اٹھے بیٹھے گپ شپ[3] اڑائی تو دس بجنے کو آئے۔ مدرسے جانے کو دیر ہوتی ہے جلدی جلدی کھایا پیا۔ مدرسے گئے وہاں دوستوں سے ہنسی مذاق کرتے رہے۔ مدرس صاحب کی تاکید سے دو ایک مرتبہ بری بھلی طرح سبق پڑھا۔ چلو شام ہوئی دن رخصت ہوا۔ گھر آئے تو پھر کھانے کی سوجھی۔ غذا پیٹ میں گئی اور کسل[4] پیدا ہوا۔ ذرا لیٹے تو پھر صبح موجود۔ کام تو کچھ بھی ہوا لیکن آٹھ پہر یا چوبیس گھنٹے گزر گئے اور ایک آٹھ پہر یا چوبیس گھنٹے کیا ایسے ایسے صدہا آٹھ پہر یا ہزاروں چوبیس گھنٹے اسی طرح گزر جاتے ہیں۔ ۵

---

[1] مثال ۔ [2] زیادہ ۔ [3] باتیں چیتیں [4] الکساہٹ ۔ سستی ۔ ۱۲

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

جب وقت کی بے ثباتی[1] کا یہ حال ہے کہ جو وقت گزرا وہ ہمارے اختیار
سے باہر ہوا تو نہایت ضرور ہے کہ جس وقت پر ہمارا اختیار ہو اُس کو
ضائع نہ ہونے دیں۔ یہی وقت ہے کہ سونے اور کھا لینے میں گزر
جاتا ہے اور آدمی کو بہت سست کودن[2]۔ غبی۔ آوارہ۔ ذلیل۔
رسوا۔ خوار۔ بے اعتبار۔ محتاج۔ طرح طرح کے امراض میں مبتلا اور
طرح طرح کی بد اخلاقیوں میں گرفتار کر دیتا ہے اور یہی وقت ہے کہ اگر اس کو
اچھے شغل۔ اچھے کام اچھی بات میں لگایا جائے تو انسان کو عالم۔
فاضل۔ لائق۔ ہنرمند۔ نامور موقر[3]۔ محترم[4]۔ نیک۔ ہر دل عزیز۔
خوش مذاق۔ مستغنی[5] طرح طرح کے فضائل اور محامد[6] سے متصف[7] اور
طرح طرح کی خوبیوں اور بھلائیوں کا پُتلا[8] بنا سکتا ہے۔ ای لڑکیو! یہ فراغت کا
وقت جو تم کو اب میسر ہے بس غنیمت سمجھو۔ اب نہ تم کو کھانے کی
فکر ہے نہ کپڑے کا سوچ جو کچھ تم سے سیکھتے اور حاصل کرتے بن
پڑے لپٹ[9] کر جلد جلد سیکھ ساکھ لو کہ آیندہ تمھارے کام آئے ورنہ
پھر کہاں تم کہاں یہ فراغت اُس وقت تم سر پر[10] ہاتھ رکھ کر روؤ گی
اور رونا کچھ سودمند[11] نہ ہوگا تب بہت پچھتاؤ[12] گی اور پچھتانا کچھ
فائدہ نہ بخشے گا۔ بہت افسوس کرو گی۔ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ یہ وقت

---

۱ ناپائداری۔ ۲ احمق۔ کند ذہن۔ ۳ باعزت۔ ۴ بزرگ۔ ۵ پیٹ بھرے۔ ۶ تعریفوں عمدہ صفتوں۔ ۷ یعنی تم میں یہ صفتیں موجود ہوں گی۔ ۸ مجسمہ۔ تصویر۔ ۹ محنت کرکے۔ شوق سے ۱۰ پچھتاؤ یا پشیمان ہوگی۔ ۱۱ فائدہ مند۔ ۱۲ پشیمان ہوگی۔ ۱۲

جو تم کو اب حاصل ہو سکیں ان وقتوں کے نہیں ہیں جو جوانی اور پیری میں تم کو آئندہ پیش آئیں گی۔ لڑکپن جوتنے اور بونے کا وقت ہے۔ جوانی اور اور پیری کاٹنے اور گاہنے کا وقت ہے۔ اگر اس وقت میں تم کچھ جوت بو رکھو گی تو جوانی اور پیری میں اگاہ اور کاٹ سکو گی۔ لڑکیوں لڑکپن کا زمانہ تمھارے بڑے سخت امتحان کا وقت ہے۔ چاہو تو اُسے اس طرح صرف کر ڈالو کہ جوانی اور پیری دونوں میں آرام و آسایش سے رہو اور چاہو تو اس کو ایسا اکارت کرو کہ جوانی بھی صرف ہو اور پیری بھی برباد۔ ایک وہ وقت آرہا ہے کہ تم وقت کو ڈھونڈو گی اور فرصت کا پتہ نہ پاؤ گی۔ فراغت کو تلاش کرو گی اور فراغت کا سراغ نہ ملے گا۔ یہ وہ وقت ہوگا جب دنیا کا کاروبار تمھاری پیٹھ پر لدا ہوگا اور خانہ داری کے بکھیڑوں میں تم اس طرح پھنسی ہو گی جیسے دلدل میں گدھا۔ ایک تو فکر معاش تم کو سر کھجلانے کی مہلت نہ دے گی دوسری طرف انتظام تعلقات تم کو دم نہ لینے دے گا اُس وقت کسبِ کمال کا کیا مذکور ہے۔ اگر حواس بجا رکھ کر انھیں کاموں سے عہدہ بر آ ہو جاؤ تو صد آفریں۔ اور یہ خیال ہرگز اپنے دل میں مت آنے دو کہ ابھی سیکھنے کا بہت وقت آرہا ہے ایسی کیا جگڑ مچی ہے کہ رات دن لکھنے پڑھنے کے پیچھے کوئی مر مٹے

کھلیان کرنے۔ رائگاں۔ بالکل۔ مطلق۔ کمال حاصل کرنے۔ نکل جاؤ۔ پورا کر لو۔ سو شناسا۔ جلدی عجلت۔ فنا ہو جائے۔ اپنی جان پر بنا لے۔ ۱۲

اگلا حال کچھ کسی کو معلوم نہیں کون جانے کہ تن درستی رہے یا نہ رہے زمانہ فراغت دے یا نہ دے یہ سب سامان جواب مہیا[1] ہی میسر ہو یا نہ ہو۔ بے شک وقت کی قدر کرو قیمت اور اس کی بھاگ تو یہ چاہتی ہے کہ تم خواب[2] وخور۔ اپنے اوپر حرام کرکے رات دن کتاب سے سر نہ اُٹھاؤ لیکن انسان کی طبیعت کو خدا نے تازگی پسند پیدا کیا ہے کیسا ہی کوئی دل چسپ[3] شغل ہو ایک عرصے کے بعد ضرور اس سے جی گھبرا اُٹھتا ہے اور طبیعت اُکتانے لگتی ہے اگر طبیعت کو مجبور کرکے اس کام پر لگائے رہو تو وہ کام بھی اچھی طرح نہیں ہوتا اور حواس بھی کند اور غبی ہو جاتے ہیں اس واسطے مناسب ہے کہ شغل مطالعۂ کتاب ایسے اعتدال[4] کے ساتھ جاری رکھو کہ تن درستی کو خلل[5] نہ پونچے۔ ہمیشہ چند قسم کا شغل رکھو۔ مثلاً نظم و نثر۔ تاریخ جغرافیہ۔ حساب ایک ساتھ نہ پڑھو جب نثر سے طبیعت ملول[6] ہو نظم دیکھنے لگو۔ تھوڑی دیر تاریخ پڑھی کچھ دیر جغرافیے کی سیر کی۔ پھر حساب میں طبع آزمائی کی۔ ان سے گھبرائے تو کچھ لکھنے بیٹھ گئے۔ جب رات کو سونے لگو تو التزام کے ساتھ جی میں حساب کرو کہ آج ہم نے کون سی نئی بات حاصل کی۔ اگر معلوم ہو کہ آج کچھ نہیں سیکھا تو جانو کہ دن رائگاں گیا اور اس نقصان کی تلافی[7] اپنے ذمے لازم سمجھو۔

(والدِ مرحوم)

[1] اکٹھا فراہم۔ [2] سونا اور کھانا۔ [3] جس میں دل لگے۔ [4] نہ کم نہ زیادہ بیچ کی راس۔ [5] نقصان۔ [6] رنجیدہ۔ اُکتا جائے۔ [7] معاوضہ۔ بدلہ۔ ۱۲

پابندیٔ اوقات

پابندیٔ اوقات سے مراد ہے کہ آدمی ہر ایک کام عادۃً وقت مقررہ پر کرے

جو لوگ اوقات[1] کے پابند ہوتے ہیں وہ اپنا کام ٹھیک وقت پر کر لیتے ہیں اور جب مشاغل دنیاوی کا بوجھ اُن کے سروں پر آپڑتا ہے تو پابندی اوقات کی عادتِ حسنہ[2] مراحلِ[3] دنیاوی کے انجام دینے میں انھیں بڑی مدد دیتی ہے۔ وقت کا پابند جب کسی سے وقت مقرر[4] کرتا ہے تو یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ وقت اور مقامِ موعود[5] پر تمھیں ضرور ملے گا۔ کوئی کام اُسے سپرد کیا جائے اور وہ تم سے یہ وعدہ کرے کہ میں اس کام کو فلاں وقت پورا کردوں گا تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ ایفائے[6] وعدے میں سچا ثابت ہوگا۔ اب اُس شخص کا حال سنو جو وقت کا پابند نہ ہو۔ اس شخص کے رَوِیّے[7] سے تمھیں ایسا معلوم ہوگا کہ ہر موقع پر وہ دیدہ[8] و دانستہ ٹال دیتا ہے اور جب کوئی کام کرتا ہے تو بعد از وقت کرتا ہے۔ صبح کو اُٹھتا بھی ہے تو اُس وقت جب اور کار[9] و باری لوگ اپنا کام شروع کر چکتے ہیں جلدی میں ضروریات سے پورے طور پر فارغ بھی نہیں ہوتا کہ کھانا کھانے بیٹھ جاتا ہے۔ اناپ شناپ حلق سے کھانا اُتار کپڑے پہن باہر جانے کے لیئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس جلدی میں جو بن چبائے کھانا کھایا جائے اُس کا معدے پر کیا اثر ہوگا فن

[1] دنیا کے کاموں۔ [2] اچھی عادت۔ [3] دنیا کی مشکلات۔ [4] جس جگہ کا وعدہ کیا تھا۔ [5] وعدے کے پورا کرنے میں۔ [6] چال چلن۔ طرز۔ [7] جان بوجھ کر۔ [8] کام کاج والے۔ [9]

طبیعت[1] مکدر اور دماغ پریشان رہے گا۔ غرض یہ کہ گھبراہٹ میں
افتاں[2] وخیزاں کچہری تشریف لے گئے تو کچھ تعجب نہیں کہ تھوڑی
دور جاکر پھر الٹے پاؤں واپس آئے۔ دھوپ کا وقت ہے اور چھتری
لینی بھول گیا۔ دفتر کے دو چار کاغذ بھی میز ہی پر گھر میں پڑے رہے
رستے میں جاکر یاد آئے خیر اب بھولی بسری چیزیں لے لوا
پھر دفتر کی راہ لی۔ دوڑتے دوڑتے پیر[3] شل ہو گئے۔ سر کا پسینا
ایڑی تک پہنچا۔ ہانپتے کانپتے کمرے میں داخل ہوئے تو معلوم
ہوا کہ گھنٹہ بھر دیر ہو گئی۔ سر دفتر نے ناک[4] بھوؤں چڑھائی اور وہ
لتاڑ[5] پچھاڑ بتائی کہ توبہ ہی بھلی۔ یہ ان کے لیئے کوئی نئی بات تو تھی ہی
نہیں شربت کے سے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ ع[6] چکنے گھڑے پہ
بوند پڑی اور پھسل پڑی۔ بڑے بڑے دفتروں کا حال ایسا ہی جیسے
کسی بڑی کل کا۔ اگر ایک پرزہ بھی خراب ہو تو اُس کا بُرا اثر ساری
مشین پر پہونچتا ہے۔ پس اس ایک شخص کے دیر کرنے سے اور لوگ
بھی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور بقایا کام ختم کرنے کے لیئے
بعد از وقت ٹھیرنا پڑتا ہے۔ اب اور سنیئے۔ دفتر کا وقت تو اس طرح کا
کٹا کہ پہنچے بھی دیر کر اور اٹھے بھی دیر کر گھر کو چلے تو رستے میں ٹھیرتے
ٹھیراتے سیر[9] گشت کرتے رات گئے گھر میں داخل ہوئے۔

[1] بدمزہ۔ [2] گرتے پڑتے۔ [3] تھک گئے۔ [4] ترش روئی کی۔ [5] لعنت ملامت۔ اظہار ناراضگی
[6] یہ مثل بے غیرتی کے موقع پر بولی جاتی ہے۔ [8] شل۔ جو رہ گیا ہو۔ [9] سیر سپاٹا ۔ ۱۲

بیوی بیچاری نے اس خیال سے کہ میاں تھکے ماندے آئیں گے
شام سے پہلے ہی کھانا طیار کر رکھا تھا یہ بھلے مانس اُس وقت
پہنچے جب کھانا ٹھنڈا مٹی ہو گیا اور بیوی بھی بھوکی پیاسی اُن کی راہ
دیکھ دیکھ کر چولھے ہی کے پاس پڑ رہی۔ بیچاری کو سوتے سے
جگایا اور جیسی مزے اور خوشی سے میاں بیوی نے کھانا کھایا اُسے
تم خود سمجھ سکتی ہو۔ اس تمثیل سے تمھیں معلوم ہوا ہو گا کہ جو شخص
پابندِ اوقات نہیں ہوتا وہ صرف خود ہی مصیبت میں نہیں پڑتا بلکہ
اوروں کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ پابندِ اوقات نہ ہونے سے بڑے بڑے
نقصان عائد ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ تو ایک شخص کے دیر کرنے سے
صدہا جانیں تلف ہو جاتی ہیں اور کبھی تھوڑی سی تاخیر سلطنت کا
انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ کانٹے والے کی ذرا سی غفلت ریلوں کے
تصادم کا باعث ہوتی ہے اور کسی فوجی جنرل کا دیر کر معرکۂ جنگ میں
پہنچنا دشمن کی فتح یابی کا موجب ہو جاتا ہے۔ روزمرہ کے کاروبار
میں گو ایسے نقصانِ عظیم تو پیدا نہیں ہوتے لیکن اس میں شک
نہیں کہ جو لوگ پابندِ اوقات نہیں ہوتے وہ اپنے عزیز و اقارب
اور دوست آشنا کی نظروں سے گر جاتے ہیں اور لوگ انھیں نفرت
اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور بے پروا اور ناشائستہ خیال
کرتے ہیں مختصر یہ کہ لوگوں کے دلوں میں نہ ان کی عزت ہوتی ہے نہ ان کا

آن پڑنا۔ سیکڑوں۔ برباد۔ ضائع۔ بگڑ۔ لڑائی کے میدان میں۔ سبب۔ ہر روز۔ روز آنہ۔ زیادہ نقصان۔ ۱۲

وقار۔ پس انسان کو لازم ہی کہ وقت کا پابند رہے اور ہر کام عین اُس کے وقت پر کرے۔ (مولوی محمد عبد اللہ خاں بہ ترمیم مناسب)

علم

علم بڑی دولت ہی۔ علم سے نجات ہوتی ہی۔ علم کے آگے مال و دولت کی کچھ حقیقت نہیں ایک محتاج آدمی جو علم رکھتا ہو وہ بے علم بادشاہ سے بہتر ہی۔ ایک آدمی کا علم اور ہزار آدمیوں کی عبادت برابر نہیں ہو سکتی۔ جس آدمی میں علم نہیں وہ آدمی نہیں جانور ہی اور جس گھر میں علم والا نہیں وہ گھر نہیں جانوروں کا ڈربا ہی اور جس ملک میں علم کا رواج نہیں وہ ملک نہیں ڈھوروں کا جنگل ہی۔ علم کی عزت مال اور دولت کی عزت سے کہیں سوا ہی۔ امیر آدمی کی عزت یا کپڑے لتے سے یا مسند تکیئے سے یا نوکروں چاکروں سے یا ہاتھی گھوڑے سے۔ جہاں اُن سے الگ ہوا پھر جہاں اور خدا کی مخلوق ہی ایک وہ بھی ہی اور علم والا جس حال میں رہے گا اور جہاں جائے گا اور جس سے ملے گا اُس کی عزت ویسی ہی بنی رہے گی (حالیؔ)

(۱) بس اب وقت کا حکمِ ناطق یہی ہی
یہی آج کل اصلِ فرماں وہی ہی
ملی ہی یہ طاقت اسی کیمیا کو
(۲) سکھاتی ہی محکوم کو یہ اطاعت
دلوں سے مٹاتی ہی نقشِ عداوت

کہ جو کچھ ہی دنیا میں تعلیم ہی ہی
ایسی ہیں چھپا سرِّ شاہنشہی ہی
کہ کرتی ہی یہ ایک شاہ و گدا کو
سجھاتی ہی حاکم کو راہِ عدالت
جہاں سے اُٹھاتی ہی رسمِ بغاوت

ڈھیٹ۔ چوپایوں۔ مویشیوں۔ قطعی حکم۔ حکومت۔ بھید۔ چھوٹے بڑے۔ ۱۲

یہی ہے رعیت کو حق دار کرتی
(۳) سُنی ہے غریبوں کی فریاد اسی نے
رسی پبلک کی ڈالی ہے بُنیا د اسی نے
مقیّد بھی کرتی ہے یہ اور رہا بھی
(۴) تجارت نے رونق ہے اس سے پائی
فلاحت کی یہ منزلت ہے بڑھائی
ترقی یہ صنعت کو دی ہے بلا کی
(۵) یہ نا اتفاقی ہے قوموں سے کھوتی
یہ آپس کے کینے دلوں سے ہے دھوتی
یہ نقطوں پہ خط کی طرح ہے گزرتی
(۶) جہاں یہ نہیں واں نہ قوم اور نہ ملت
جدا سب کے سر ہیں اور جدا سب کی حاجت
خبر واں نہیں یہ کہ ہے قوم شی کیا
(۷) جنھوں نے کہ تعلیم کی قدر و قیمت
ملوک اور سلاطین سے کھوئی حکومت

یہی ہے کہ رمہ کو ہموار کرتی
کیا ہے غلامی کو برباد اسی نے
بنایا ہے پبلک کو آزاد اسی نے
بناتی ہے آزاد بھی باوفا بھی
کہ ہیچ اس کے آگے ہے فرماں روائی
کہ غلاح کرتے ہیں معجز نمائی
کہ ہوتی ہے معلوم قدرت خدا کی
یہ قومی محبت کا ہے بیج بوتی
یہ دانے ہے سب ایک لڑی میں پروتی
کروڑوں دلوں کو ہے یہ ایک کرتی
نہ ملکی حمایت نہ قومی حمیت
الگ سب کی ذلت الگ سب کی عزت
چھپا سترِ حق اس تعلق میں ہے کیا
نہ جانی مسلط ہوئی ان پہ ذلت
گھرانوں پہ چھائی امیروں کے نکبت

[1] چھوٹے بڑوں [2] برابر - درست - [3] سلطنتِ جمہوری - عوام الناس - [4] کھیتی - زراعت - [5] زراعت کرنے والا - [6] عجیب عجیب کرشمے - [7] دین - مذہب - [8] غیرت - [9] [10] تسلط ہوئی - [11] خواری -
ذلت - ۱۲

رہے خاندانی نہ عزت کے قابل
ہوئے سارے دعوے شرافت کے باطل[1]

(۸) نہ چلتے ہیں واں کام کاریگروں کے
نہ برکت ہے پیشے میں پیشہ وروں کے

بگڑنے لگے کھیل سوداگروں کے
ہوئے بند دروازے اکثر گھروں کے

کماتے ہیں دولت جو دن رات بیٹھے
وہ ہیں اب دھرے ہاتھ پر ہات[2] بیٹھے

(۹) نہ پاس اُن کے چادر نہ بستر نہ گھر ہے
نہ برتن ہیں گھر کے، نہ زیور ہے گھر کا

نہ چاقو، نہ قینچی، نہ نشتر ہے گھر کا
صراحی ہے گھر کی، نہ ساغر[3] ہے گھر کا

کنول مجلسوں میں، قلم دفتروں میں
اثاثہ[4] ہے سب عاریت[5] کا گھروں میں

(۱۰) جو مغرب[6] سے آئے نہ مالِ تجارت
تو مر جائیں بھوکے وہاں اہلِ حرفت

ہو تجار پر بند راہِ معیشت[7]
دُکانوں میں ڈھونڈے نہ پائے بضاعت

پرائے سہارے ہیں بیپار واں سب
طفیلی[8] ہیں سیٹھ اور تجار واں سب

(حالی)

بچپن کی تربیت کا اثر

عام طور پر ہر صاحب اولاد کی خود وہ جاہل ہو یا پڑھا لکھا یہ تمنا ہوتی ہے کہ میری اولاد مجھ سے ہر اعتبار سے بہتر و افضل ہو یا یہ کہ کم از کم میرے برابر تو ضرور ہی ہو۔ مگر چوں کہ اولاد کو لائق بنانے کا طریقہ ہر ایک شخص کو معلوم نہیں لہذا اس مقصد میں بہت کم کامیابی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ زمانۂ حال میں چوں کہ تعلیم کا چرچا سب گھروں اور کل درجے کے آدمیوں میں

---

[1] جھوٹے۔ [2] بے کار۔ [3] پیالہ۔ [4] مال و اسباب۔ [5] مانگے کا۔ [6] یعنی یورپ۔ [7] زندگی کمائی۔ [8] مفت خورے۔ ۱۲

میں پھیلا ہوا ہے لہذا ہر شخص اپنے بچوں کو پڑھانے لکھانے میں ہمہ تن[1] کوشاں نظر آتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اگر بچے نے تعلیم حاصل کر لی تو گویا اُس نے کُل خوبیاں اپنی ذات میں جمع کر لیں اور ہم نے اگر اس کو پڑھا دیا تو اپنے ذمے کے کُل فرائض سے سبک دوشی[2] حاصل کر لی وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے ہر ایک اوصاف اور دین کی جملہ خوبیاں جو کسی انسان میں ہوتی ہیں سب کتابی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ جتنا تعلیم پر زور دیتے ہیں۔ تربیت کو اتنا ضروری نہیں سمجھتے۔ حالاں کہ نیک تربیت تعلیم سے بھی کچھ زیادہ ضروری ہے وہ بچپن کے عیوب پر چنداں خیال نہیں کرتے اور اطمینان رکھتے ہیں کہ وہ بڑے ہو کر اور پڑھ لکھ کر خود ہی نیک و بد میں تمیز کر لیں گے اور اپنے کُل عیوب کی اصلاح کر لیں گے اگرچہ اس میں کوئی کلام نہیں کہ ایک پڑھنے کی برکت سے انسان کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذاتی کوتاہیوں[3] اور نقصوں کو بخوبی سمجھنے لگتا ہے ہر نیک[4] و بد میں اسے کافی تمیز ہو جاتی ہے تاہم بچپن میں اگر نیک تربیت نہیں ہوئی اور خیالات کی اصلاح نہیں کی گئی تو اس میں باوجود تعلیم[5] کے بھی خامیاں پائی جائیں گی وہ اپنے عیبوں کو چھپانے گا مگر بوجہ عادی ہونے کے ان کے ترک کرنے میں اس کو دقت معلوم ہوگی۔ اگر اس کی طبیعت مضبوط ہے اور اس میں رکیک کمزوریاں نہیں تو خیر اپنی عقل کی

---

[1] پوری طرح کوشش کر رہا ہے۔ [2] چھٹکارا۔ گلو خلاصی۔ [3] کم زوریوں۔ [4] اچھے برے [5] ادھ کچرا پن۔ ۲:

مدد سے وہ اپنی اصلاح کرے گا۔ ورنہ اکثر یہی دیکھا گیا ہے۔ کہ بچپن کی پڑی عادتیں بڑھاپے تک ساتھ دیتی ہیں اور باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے ایسی غلطیاں و حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ دیکھنے والے حیرت میں رہ جاتے ہیں اور اُن کو سخت تعجب[1] ہوتا ہے کہ یہ امر اس سے کیوں کر سرزد ہوا۔ مگر یہ وہی بچپن کی تربیت اور کان میں پڑی ہوئی باتوں کا نتیجہ ہوتا ہے جو کبھی نہ کبھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا لہذا ماں کو اس کا خاص اہتمام رکھنا چاہیئے کہ اس کی کسی بدعادت کی خبر بچوں کو نہ ہونے پائے بلکہ اس کو لازم ہے کہ وہ ماں بننے سے پیشتر اپنی عادتوں کی اصلاح میں سعی کرنی شروع کر دے۔ اگر وہ دل سے اس[2] کی خواہاں ہے کہ اس کا بچہ خوش اطوار اور پاکیزہ خصائل کا ہو اور وہ اپنی ماں کی آیندہ زندگی کے لیئے بموجب راحت بنے تو خود بھی اپنے دل پر جبر کر کے اپنی کمزوریوں کو رفع کرے اور اچھی باتوں کا نمونہ بن جائے۔ اچھی اولاد سے جتنی خوشی اور نفع انسان کو پہنچ سکتا ہے وہ اور کسی دنیاوی تعلق سے ممکن نہیں۔ اسی طرح بُری اولاد بھی والدین کے لیئے جس قدر سوہان[3] روح ہو جاتی ہے محتاج بیان نہیں اور متعلقین کو تو انسان درصورت شاید ترک بھی کر سکے گا مگر اولاد کو ترک کرنا اور اُن سے علیحدہ ہو جانا آسان نہیں ہے۔ انسان محبت کی کشاکش[4] میں پڑ کر سخت تکلیف اُٹھاتا ہے اور جو غلطیاں کہ تعلیم و تربیت میں ہو چکی ہیں۔ اُن کا بھگتان[5] تمام عمر

[1] کرتا ہے۔ [2] یہ چاہتی ہے کہ۔ [3] تکلیف دہ۔ [4] کھینچم تانی۔ [5] خمیازہ۔ ۱۲

بھگتنا پڑتا ہے۔ بعض صاحب اولاد بیویاں جو اپنی ساس نند دیورانی وغیرہ کے ساتھ رہتی ہیں اکثر ان کو بوجہ آپس کے اختلاف کے بحث تکرار کرنے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے اور بعضوں کے آپس میں تو اچھی خاصی عداوت رہتی ہے اور اس کے باعث ہر وقت جھوٹ سچ چغلی غصہ چڑچڑاپن کتنے عیوب ان کے بچے اپنی آنکھوں سے ہر روز دیکھتے ہیں اور سیکھ سکھا کر پکے ہو جاتے ہیں بعض مائیں تو اپنے بچوں کو جاسوسی پر مقرر کر دیتی ہیں کہ وہ جو کچھ کسی کے منہ سے ہمارے متعلق سنیں ہم سے فوراً آکر کہیں۔ ماں کی اس تعلیم سے وہ شکایت کرنا اور فساد ڈلوانا تو سیکھتے ہی ہیں اپنے عزیزوں مثلاً دادی پھوپھی چچی وغیرہ کی طرف سے ان کے پاک و معصوم دل پر نفرت و ضد کا غبار بھی بیٹھتا ہے اور وہ ان کو اپنا بدخواہ سمجھ لیتے ہیں اور اسی وقت سے وہ اپنے رشتہ داروں سے الگ رہنا۔ اور ان کے ساتھ غیریت[2] برتنا سیکھتے ہیں۔ لڑکیاں ماں سے سبق لے کر سسرال جاتی ہیں اور ویسا ہی برتاؤ وہاں والوں کے ساتھ کرتی ہیں۔ لڑکے تو کہیں جاتے نہیں لہٰذا وہ اپنی ہی عزیزوں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ وہ پہلے چچا پھوپھی کے بچوں کو بیگانہ خیال کرتے اور ان سے جلتے ہیں۔ پھر جب ان کی بدمزاجی و خود غرضی وغیرہ کو عمر کے ساتھ ترقی ہوتی ہے تو اپنے حقیقی بھائی کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ پھر ماں باپ کی حمایت پر ان کو بھی بے انصاف و نامہربان قرار دے کر ان سے بھی بدظن ہو جاتے ہیں

[1] باتوں کی ٹوہ لینا۔ [2] بیگانگی۔ ۱۲

اور والدین کی اس سے زیادہ اور کیا بدقسمتی ہوگی کہ ان کے کئی بچے ہوں اور وہ سب آپس میں بجائے دوستی و خلوص رکھنے کے دشمنی اور کینہ رکھیں اس تکلیف کو کچھ وہی ماں باپ سمجھ سکتے ہیں جن کو بدنصیبی بلکہ بداعمالی سے ایسے روحانی صدمے برداشت کرنے پڑے ہیں انھیں پہلے اس نتیجے کی مطلق خبر نہ تھی ورنہ وہ ضرور احتیاط برتتے اور آج کو اس نقصان سے محفوظ رہتے۔ غرض والدین کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو ہر ایک سے مل کر رہنا سکھلائیں اور ہر ایک سے مروت و محبت کا برتاؤ خود کر کے انھیں دکھلائیں اور کبھی ان کے روبرو کسی برائی کے مرتکب[1] نہ ہوں۔ وہ کبھی نہ خیال کریں کہ یہ ابھی نادان ہیں بڑے ہو کر ان کو سمجھ آجائے گی بلکہ اسی نادانی ہی کے وقت سے ان کی ہر بات پر نظر رکھے وہ پیدا ہونے کے تھوڑے عرصے بعد ہی نیک و بد بننا شروع ہوتے ہیں اور جن خصائل و خیالات کی بنیاد اس وقت میں پڑ جاتی ہے۔ اکثر تمام عمر اسی پر کاربند پائے جاتے ہیں۔ اکثر لوگ ایسے بھی دیکھے جاتے ہیں کہ انھوں نے مذہبی تعلیم پائی ہے اور دوسروں کو نصیحت بھی کرتے رہتے ہیں مگر خود کسی ایسے ممنوع[2] امر کے مرتکب ہوتے ہیں کہ لوگ ان پر ہنستے اور تعجب کرتے ہیں۔ ان کی اس حرکت کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ سمجھ نہیں آتی کہ ان کی عادت پڑی ہوئی ہے مثلاً بعض آدمی باوجود متشرع[3] ہونے کے

---

[1] کر بیٹھیں۔ [2] جس کو منع کیا گیا ہے۔ [3] پابند شرع۔ ۱۲

صبح کی نماز نہیں پڑھتے اس لیئے کہ ان کی آنکھ سویرے سویرے نہیں کھلتی کوئی ایسے ہیں کہ اُن سے رمضان کے روزے نہیں رکھے جاتے وہ خاصے تن درست ہیں مگر چوں کہ ان کو عادت نہیں ڈلوائی گئی لہذا انھیں اس فریضے کے ادا کرنے میں سخت دشواری[1] نظر آتی ہے۔ زکواۃ ادا کرنے کا دستور تو اکثر خاندانوں میں نظر ہی نہیں آتا۔ اگرچہ ایسا گھر کوئی نہ ہوگا جہاں پر خیرات حسب توفیق نہ دی جاتی ہو مگر باقاعدہ زکواۃ نکالنے کی عادت نہیں اور عادت ہو کیوں کر ہا جب کہ گھر میں والدین یا اور کسی بزرگ کو زکواۃ دیتے دیکھا ہی نہیں۔ لیچھے پڑھے لکھے لوگوں کو اس کا اندازہ تک معلوم نہیں کہ کس قدر دینا چاہیئے۔ پڑھا اُنھوں نے ضرور ہے مگر چوں کہ کبھی اس پر عمل کرنے کا اتفاق نہیں ہوا لہذا یاد کب رہ سکتا ہے اور اسلام کا یہ ضروری رکن بوجہ مروّج نہ ہونے کے ترک ہی رہتا ہے۔ انسان کا سب سے بڑا فرض ہے اپنے متعلقین کے حقوق کا ادا کرنا اور ہر شخص کی ہمدردی اور دلجوئی کرنا مگر ان باتوں کی بھی کما حقہ[2] ادائیگی اُنھیں سے خوب ہو سکتی ہے جنھوں نے اپنے والدین کو کرتے دیکھا اور اس بارے میں تاکید سنی ہے۔ غرض کہ نیک تربیت کا خیال تعلیم پر مقدم رکھئے کیوں کہ بغیر اس کے انسان حیوان سے بھی کم تر ہے۔ (اہلیہ خواجہ حسین علی مطبوعۂ تہذیب لنسوان ۲۸/۸ ۲۰ ۱۹ء)

---

[1] مشکل۔ [2] وقت۔ جیسا کہ چاہیئے۔ ۱۲

قسم کھانے کی بُرائی

اوّل تو یہ بتائیے کہ آپ نے خدا کی قسم کیوں کھائی۔ حسن آرا۔ تاکہ تم کو میرے کہنے کا اعتبار ہو۔ محمودہ۔ یہ آپ کی سمجھ کا پھیر ہے۔ جس کی بات کا اعتبار نہیں اُس کی قسم کا لاکھ دفعہ اعتبار نہیں۔ حسن آرا۔ خیر میں نے یوں ہی قسم کھالی تو بُرا کیا کیا؟ محمودہ۔ بے شک بُرا کیا۔ خدا کو آپ نے لڑکیوں کی گڑیا بنایا ہے یا بچوں کا کھلونا قرار دیا ہے۔ آپ کو اُس دو جہان کے مالک اور بادشاہ کا نام اس بے احتیاطی سے لیتے ہوئے ڈر نہیں لگتا۔ یہ دیکھئے دنیا کی بے ایمانی کہ آدمی آدمی کا ادب کرے تو نام نہ لے۔ بھلا کوئی ماں باپ یا بڑے بھائی یا بڑی بہن یا کسی اور بزرگ کا نام بھی لیتا ہے اور خدا کی یہ بے وقعتی اور بے وقری کہ بات بات میں اُس کا نام لیا جائے۔ جب میں کسی کو خدا کی قسم کھاتے سنتی ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حیران ہو کر منہ دیکھنے لگتی ہوں کہ کیوں کر بے[1] دھڑک اُن کی زبان سے یہ لفظ نکلا۔ حسن آرا۔ خدا کا نام لینا منع ہوتا تو اذان اور نماز میں کیوں لیتے ہیں؟ محمودہ۔ عبادت میں نام لینا دوسری بات ہے اور خدا کے نام کو تکیۂ[2] کلام قرار دینا اور جا بجا بول اُٹھنا بالکل خلافِ

---

[1] بے تامّل۔ [2] جس بات کے بار بار کہنے کی عادت ہو اُسے تکیۂ کلام کہتے ہیں جیسے "کیا نام"۔ "جو ہو سو ہو" "خدا تم کو نیکی دے" اور اسی طرح اکثر لوگوں کو ایک بات کے کہنے کی عادت پڑ جاتی ہے جہاں ذرا رُکے کہ وہ بات بلا قصد زبان سے نکل جاتی ہے۔ ۱۲

ادب ہے حسن آرا۔ لوگ تو بات بات میں واللہ باللہ کہا کرتے ہیں۔ محمودہ۔ جو بات بری ہے اگر دنیا بھر کرنے لگے تو اچھی نہیں ہو سکتی اور اگر دنیا کے لوگوں کی مثال لیجئے تو اچھے دین دار اور نیک بندے بہت ہی کم ملیں گے۔ آپ ذرا اتنی بات پر غور کر لیجئے کہ خدا کی عظمت اور اس کی بڑائی اگر ہمارے دل میں ہے تو ممکن نہیں کہ اس کے نام پاک کے ساتھ ہم ایسی بے احتیاطی سے پیش آئیں۔ آدمی بال بال گنہگار ہے۔ اپنے تئیں دیکھے اور اس خداوند عالی جاہ کی شان اور اس کے تقدس پر نظر کرے۔ حسن آرا۔ البتہ قسم کھانا بری بات ہے۔ توبہ توبہ۔ پھر میرے منہ سے قسم نکلے تو بے شک میرے منہ پر طمانچہ کھینچ مارنا۔ (از بنات النعش)

قسم کھانے کی عادت بد عورتوں اور مردوں دونوں میں ہے اور لوگ اس کثرت سے قسم سننے پر تلے ہوئے ہیں کہ قسم کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی۔ عورتوں کی زبان پر اللہ جانے اور دیہات میں اللہ کیسوں اور دلی والیاں بالکل صاف اللہ کی قسم دن بھر میں بے گنتی ضرورت بے ضرورت کھاتی ہیں اور ذرا ابھی قسم کھانے کی بھاری ذمے داری کا خیال نہیں کرتیں۔ خدا کی قسم کے سوا میری جان کی قسم۔ جوانی کی قسم اور تمہارے سر کی قسم یہ بھی بڑے خلوص کی قسمیں سمجھی جاتی ہیں۔ گویا جان کو ہتھیلی پہ

---

[1] واؤ دو قسم کا ہوتا ہے ایک عطف کا جس کے معنے اور کے ہیں اور ایک قسم کا۔ یہ واؤ قسمیہ ہے یعنی

[2] بلند رتبہ۔ [3] بیزر ۱ ۔ ۱۴

پیئے پھرتی ہیں اور سر نہ ٹھیرا کہ وہوا۔ مردوں میں خصوصًا صاحبانِ لکھنؤ قسموں کی اتنی بھرمار کرتے ہیں کہ باتیں کم اور قسمیں زیادہ بات بات پر واللہ باللہ تو گویا ایک بات ہی۔ بہرحال قسم کھانے میں بہت احتیاط ضرور ہے۔ سچے آدمیوں کا قول قسم سے زیادہ ہے اور جھوٹے کی قسم کا رتی برابر اعتبار نہیں اسی وجہ سے زیادہ قسمیں کھانے والا آدمی ضرور زیادہ جھوٹ بولنے والا سمجھا جاتا ہے۔

گفتگو

ملائمت کن و در چشم مردماں بنشیں
کہ جا بدہ کند گرچہ طوطیا سنگ است

اگر غور کرو تو بولنا اور بات کرنا اتنا ضرور نہیں جتنا کہ ہم لوگ رات دن بلاضرورت اور بے حاجت بکا کرتے ہیں۔ پس بے ضرورت بات کرنا عقلمندوں کا شیوہ نہیں۔ کوئی پوچھے تو جواب دو۔ تم کو خود حاجت ہو تو بولو۔ کیونکہ اس سے زیادہ بولنا بے فائدہ ہی۔ گفتگو میں چغلی اور غیبت یعنی پیٹھ پیچھے کسی کو بُرا کہنا یا بدی کے ساتھ اُس کا تذکرہ کرنا اور جھوٹ بولنا یا فحش یعنی گالی بکنا پرلے درجے کے عیب ہیں۔ بہت احتیاط کرو کہ تمھاری گفتگو ان عیبوں سے پاک ہو ورنہ ایسے آدمی کو بدزبان اور بیہودہ کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو تکیہ کلام کی عادت پڑ جاتی ہے۔ لوگ منہ پر تو لحاظ کے سبب سے کچھ نہیں کہتے۔ پیٹھ پیچھے ہنسی اڑایا کرتے ہیں۔ ان دنوں لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام کر لیا ہی لیکن غضب یہ ہی کہ اس کو عیب بھی نہیں سمجھتے۔ جس کو دیکھو بغیر واللہ کے ایک

نرمی کرو تو لوگ تم کو اپنی آنکھوں پر بٹھا لیں۔ دیکھو طوطیا پتھر ہی مگر چونکہ مفید ہی آنکھ میں لگایا جاتا ہی۔ ۱۳

لفظ بھی نہیں بولتا۔ ان کم بختوں کو بات بات میں خدا کے نام لینے سے بھی باک نہیں۔ قسم کو تکیہ کلام کرنا تو درکنار مطلق قسم بھی بے ضرورت کھانا عیب ہے۔ بلکہ بے اعتباری کا تمغا[1] ہے۔ اس واسطے کہ اگر قسم کھانے والا اپنی بات کو لائق پذیرائی جانتا تو قسم کیوں کھاتا اور اُس دشمنِ عقل کو اتنا خیال نہیں کہ جس کی بات کا اعتبار نہیں اُس کی قسم کا کب اعتبار ہوگا جو بات کرو نرمی اور آہستگی کے ساتھ کرو۔ سخت بات کرنا یا چلّا کر بولنا ہرگز نہیں چاہیئے۔ اگر تم کو کسی پر غصہ بھی آئے تو بدزبانی مت کرو۔ ارے۔ ابے یا تُو کرکے بولنا بھی گالی کے برابر سمجھو۔ جو لوگ تم سے کچھ کم درجے کے ہیں یہاں تک کہ اپنے خدمت گار اور نوکروں سے بھی بھائی۔ میاں اور جی کہہ کر بات کرنی چاہیئے۔ تاکہ سب لوگ تم کو جی سے پیار کریں جب کوئی تم کو پکارے۔ تو اگر اپنا بزرگ یا بڑا ہے۔ تو بہت ادب کے ساتھ جواب دو کہ حضرت حاضر ہوئی۔ یا ارشاد فرمایئے یا کیا حکم ہوا اور اگر اپنے سے کم درجے کا ہے تو یوں جواب دینا چاہیئے "کیوں بھائی کیا کہتے ہو کیا کام ہے؟" لیکن پکارنے کا جواب "ہاں" نہیں ہے جیسا کہ اکثر لڑکیاں بولتی ہیں۔ یہ بولی جانوروں میں گائے بیل کی بولی سے بہت ملتی ہے یہ نامناسب ہے کہ آدمی ہو کر جانوروں کی بولی بولو۔ جب تم اپنے بڑے بوڑھوں کو باتیں کرتے سنو تو اُن کی گفتگو پر غور کرو کہ کیوں کر بھلے مانس آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ سلام اور سلام کا جواب۔

[1] طرہ۔ نشان۔ علامت۔ ۱۲

مزاج[1] پرسی - اور مزاج پرسی کا جواب - عیادت[2] اور تسلی - تعزیت[3] اور مبارکباد اور کسی کے کلام پر جرح[4] اور اعتراض - اس کی تردید[5] یا تائید[6] اور خوش خبری دینا یا خبر بد پہونچانا اور مدح[7] - ذم[8] - مباحثہ[9] - مناظرہ[10] - اظہار علالت - اظہار اشتیاق - شکوہ شکایت - تاسف[11] - بشاشت[12] اور ہر طرح کی بات چیت کس طرح پر ہوتی ہے - اُن کے لفظ ہمیشہ یاد رکھنے کے لایق ہیں اور جب تم کو بھلے مانسوں میں گفتگو کرنے کا اتفاق ہو تو وہی بولو جو تم نے بھلے مانسوں کو بولتے سنا ہے - ہر چند درستی گفتگو کی بے علم کے نہیں ہو سکتی لیکن علم والوں اور پڑھے لکھوں کی گفتگو پر دھیان[13] لگانے اور غور کرنے سے بے شک بڑا فائدہ ہوتا ہے - بے علم لوگ مزاج کو مجاز اور منضج کو منجز - نسخے کو نخسہ کہتے ہیں اور اسی طرح سینکڑوں لفظ ہیں جن کو بے پڑھا آدمی صحیح نہیں بول سکتا پس تم کوشش کرو کہ جلد جلد پڑھ لو کہ تمھارا روزمرہ[14] درست ہو جائے یہ بولی جو ہم تم بولتے ہیں اردو کہلاتی ہے اور یہ بولی بہت پرانی نہیں ہے - پرانی بولی عربی ہے اور عرب کے ملک میں جہاں لوگ حج کو جاتے ہیں اب تک عربی بولی جاتی ہے - عربی زبان میں علم کی سینکڑوں کتابیں ہیں - فارسی بھی بہت پرانی ہے اور اس زبان میں علم کی تو کم قصہ کہانی کی بہت کتابیں ہیں - فارسی ایران میں بولی جاتی ہے - یہ ملک جس میں ہم رہتے ہیں ہندوستان ہے

[1] مزاج پوچھنا - [2] بیمار کی مزاج پرسی - [3] ماتم پرسی - [4] جرح کے اصلی معنی زخم کے ہیں یعنی کسی کی بات کو توڑنا یا کاٹنا - [5] رد کرنا - [6] درست کرنا - ہاں میں ہاں ملانا - [7] تعریف - [8] برائی - [9 و 10] بحث - [11] افسوس - [12] خوشی - [13] توجہ اور غور سے سننا - [14] ہر وقت کی بول چال - ۱۲

یہاں کی اصلی بولی سنسکرت تھی پھر بھاکا بولنے لگے۔ اکبر بادشاہ کے وقت میں بہت بڑا لشکر رہتا تھا۔ اُن میں عرب۔ ہندوستان۔ ترکستان۔ فارس۔ ہر ملک کے آدمی نوکر تھے اور اپنے اپنے دیس کی بولی بولتے تھے۔ مدت تک ساتھ رہے اور سب کی بولیاں گڈ مڈ[1] ہو کر یہ نئی بولی پیدا ہوئی جو اُردو ہوا اور ہم سب بولتے ہیں۔ پس اردو بولی اسی ملک سے نکلی ہی۔ اس طول داستان سے مطلب یہ ہی کہ تم اس ملک میں پیدا ہوئے اور اسی ملک میں پرورش پاتے رہے ہو۔ بڑے افسوس کی بات ہی کہ تمھاری زبان سے خود تمھارے ملک کی بولی کا کوئی نادرست لفظ نکلے۔ پس غور کرکے اپنا روزمرہ صحیح اور درست کر لو کہ تم سچے اہل زبان بن جاؤ۔ ہر چند بولی ایک ہی لیکن مردوں اور عورتوں کے لب و لہجے میں بڑا فرق ہی (عورتوں کو مردوں کی سی کھڑی بولی بولنا یا خواہ مخواہ ثقیل[2] اور مُغلق[3] الفاظ کا ٹھونسنا مناسب نہیں) بہر حال تم کو پڑھے لکھوں کی بے[4] کم و کاست پیروی کرنی چاہیئے۔ بات صاف اور آہستہ سمجھا کر کرنی چاہیئے۔ جلد ہرگز مت بولو۔ (از والد مرحوم)

زبان کی شائستگی

رذیل اور شریف کی بڑی پہچان یہ ہی کہ رذیل آدمی ناشائستہ[5] الفاظ اور غیر مہذب باتوں سے زبان گندی کرتا ہی۔ شریف اپنی زبان قابو میں رکھتا ہی اور غیر مہذب الفاظ زبان سے کبھی نہیں نکالتا۔ جو لوگ بچّوں کو بدزبانی

[1] خلط ملط۔ ملی جلی۔ [2] بوجھل۔ [3] مشکل۔ [4] بلا گھٹائے بڑھائے یعنی پوری پوری۔ [5] نامناسب۔ ۱۲

سکھاتے ہیں وہ اُن کے حق میں کانٹے بوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ عام رواج ہے کہ بچوں کو گالیاں سکھاتے ہیں اور اُن کی گالیاں سُن کر خوش ہوتے ہیں۔ کچھ عرصے میں یہ عادت پختہ ہوجاتی ہے اور جب بچہ ذرا بڑا ہوتا ہے تو یہی گالیاں ناگوار معلوم ہونے لگتی ہیں لیکن جب کوئی عادت پختہ ہوجاتی ہے تو اُس کا چھوٹنا دشوار ہوجاتا ہے اور بڑھاپے تک وہی عادت پڑی رہتی ہے۔ کچھ غریب اور امیر پر منحصر نہیں بعض امرا بھی ایسے دیکھے گئے کہ بات بات پر اپنے نوکروں چاکروں کو گالیاں دیتے ہیں اور ناشائستہ الفاظ زبان سے نکالتے وقت ذرا نہیں شرماتے اس کی وجہ یہ ہے کہ بچپن سے عادت ایسی بگڑ جاتی ہے کہ اب اس کی درستی دشوار ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بادشاہ اور اُس کا وزیر اور غلام تینوں شکار کے لیے کسی جنگل میں جا نکلے۔ بادشاہ نے شکار کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور اتنی دور نکل گیا کہ اپنے دونوں ہمراہیوں سے جدا ہوگیا۔ غلام بادشاہ کی تلاش میں چلا۔ راستے میں ایک جھونپڑی نظر آئی۔ دیکھا کہ ایک نابینا فقیر جھونپڑی کے آگے بیٹھا حقہ پی رہا ہے۔ غلام نے آواز دی "او اندھے تجھے معلوم ہے ادھر سے کوئی سوار گزرا ہے؟" فقیر نے جواب دیا مجھے تو کسی کی آہٹ معلوم نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وزیر کا بھی اُدھر سے گزر ہوا اُس نے بھی آواز دے کر پوچھا "او فقیر! تجھے کچھ خبر ہے۔ ادھر سے کوئی سوار گزرا ہے؟" فقیر نے کہا "ہاں ابھی بادشاہ کا غلام ادھر سے گیا ہے۔

ٹلی - موقوف - ۱۲

اب بادشاہ کا اس طرف سے گزر ہوا اور پوچھا کہ "شاہ صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ ادھر سے کوئی سوار گزرا ہے؟" فقیر نے جواب دیا "قبلہ عالم! پہلے تو حضور کا غلام ادھر سے گزرا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد آپ کا وزیر گیا"۔ بادشاہ کو سن کر تعجب ہوا پوچھا کہ شاہ صاحب! آپ تو نابینا ہیں۔ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ پہلے غلام گیا پھر وزیر اور یہ بھی فرمائیے کہ آپ نے یہ کیوں کر جانا کہ میں بادشاہ ہوں؟" فقیر نے کہا حضور جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ آدمی اپنی گفتگو سے پہچانا جاتا ہے۔ غلام نے مجھے اندھا کہا۔ وزیر نے فقیر حضور نے شاہ صاحب۔ (مولوی محمد عبداللہ خاں)

نظم

نہ کسی کو کڑی کہی ہم نے
نہ کسی سے کڑی اٹھائی بات

ورد دل کہنے میں ہے کیا پس و پیش
کہی جاتی ہے منہ تک آئی بات

تازگی فکر کی سمجھی نہ گئی
جب کہی تب نئی سنائی بات

سہہ گئے تم کنایہ میں کیا کیا
نہ کسی نے تمھاری پائی بات

تم جو گویا ہوئے تو پھول جھڑے
غنچے سے منہ میں رنگ لائی بات

یہ صدا آئی ہے خموشی سے
منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات

تیرے شیریں کلام کو سن کر
پھر نہ آتشؔ کسی کی بھائی بات

(خواجہ حیدر علی آتشؔ)

اہل شہر اور دیہاتیوں کا محاکمہ

خوش کسے را زندگانی شاد باشد
کہ در شاہِ جہان آباد باشد

دِہ مرو دِہ مرد را احمق کند
عقل را بے نور و بے رونق کند

شستن۔ تاہن۔ پسند آئی ہے۔ اس شخص کی زندگی کیونکر خوشی سے گزرے جو شاہ جہان آباد (دلی) میں ہو۔ دیہاتوں کو نہ جا کہ گاؤں کے جانے سے آدمی بے وقوف بن جاتا ہے اور عقل بھی کند ہو جاتی ہے۔ ۱۲

حسن آرا - بھلا سچ کہنا تم کو شہر میں رہنا بھلا معلوم ہوتا ہے یا گاؤں میں
خیر النسا - سچ تو یہ ہے کہ شہر میں میرا جی خوب نہیں لگتا۔ حسن آرا -
آخر شہر میں تم کو تکلیف کس بات کی ہے کیا کھیلنے اور بات کرنے کو محلے
میں لڑکیاں نہیں ہیں؟ - خیر النسا - لڑکیاں تو بہت - حسن آرا - پھر تو
گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں - خیر النسا - ان لڑکیوں سے میری طبیعت
میل نہیں کھاتی - شہر کے لوگوں میں ظاہر داری اور مُنہ دیکھے کی محبت
بہت ہے مگر کام پڑے تو طوطے کی طرح آنکھیں بدل ہی تو جاتے ہیں
گویا کبھی کی جان پہچان نہ تھی - کچھ عجب طرح کا معاملہ ہے کہ امیر اکثر مغرور
ہوتے ہیں اور سب کو اپنے سامنے ہیچ[1] سمجھا کرتے ہیں - دولت بھی
بُری چیز ہے آدمی کو شیطان بنا دیتی ہے - کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎
نشۂ دولت کا بداطوار کو جس آن[2] چڑھا + سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا
اتفاق سے میرا جانا ایک شادی میں ہوا - شادی کا مجمع - مہمان داری
کے سامان مہمانوں کی شان - جہیز کی آرائش - رسموں کی خوبی سب کچھ تھا
مگر انجام کار[3] کچھ دل کو فرحت[4] حاصل نہ ہوئی - خدا جھوٹ نہ بلوائے سیکڑوں
ہی عورتیں جمع تھیں مگر غور سے دیکھا تو سب اپنے اپنے رنگ میں
غرق تھیں - جس کو دیکھا شیخی اور نمود کی تصویر پایا - اتنے مہمان گھر میں
بھرے تھے سب تو امیر تھے ہی نہیں جس کو خود مقدور نہ تھا کرائے
کے کپڑے مانگے تانگے کا زیور لادے بنائے ہوئے نوکر ساتھ لایا تھا

---

[1] ناچیز - حقیر - [2] وقت - [3] آخر کار - [4] خوشی - ۱۲

اور اسی پر اترا رہا تھا۔ ایک بیوی ریشمی موزے دکھانے کے لیے پنڈلیوں تک پائنچے اُٹھائے چلی آ رہی تھیں۔ دوسری گرمی کے بہانے گلا کھول کر زیور دکھا رہی تھیں۔ تیسری بے تکلف سر کھولے بیٹھی تھیں کہ چوٹی کی بندش اور پٹا پٹی کے موباف پر لوگوں کی نظر پڑے۔ ایک بیوی نے پازیب کی جھنکار سنانے کو گھڑی بھر میں خدا جھوٹ نہ بلوائے کوئی پچاس بیٹھکیں بدلی ہوں گی۔ یہ تو اُن بیویوں کا حال تھا جن کے پاس کوئی چیز اپنی یا مانگے کی تھی اور اُس کو جان جان کر دکھاتی تھیں اور بعض خالی خولی بھی اتراتی تھیں۔ ایک بیوی موٹی کھدّڑ ململ کا دوپٹہ اوڑھے بیٹھی تھیں۔ آپ ہی آپ نہ کوئی پوچھے نہ گچھے کہتی کیا ہیں "اے دیکھنا بوا! بنارس کے سیاہ زری کے دوپٹے کا بھی رنگ کٹتا ہے۔ لو ذرا کی ذرا کندھے پر ڈالا تھا تمام کپڑوں میں دھبے پڑ گئے۔ جلدی سے اُتار پھینکا۔" ایک بیوی زیور سے لدی بیٹھی تھیں۔ ایک بے چاری غریب ان سے باتیں کر رہی تھیں۔ وہ بیوی جن کو میں بے چاری سمجھتی تھی کہتی کیا ہیں کہ "دیکھنا! میرے کانوں کا کچھ ایسا بھنا گوشت خدا نے بنایا ہے کہ مطلق زیور کی سہار نہیں جڑاؤ بالی پتے۔ مگر مُرکیاں میں نے ذرا کی ذرا ڈالی تھیں کہ دُکھنے لگے بس ایسا معلوم دیا کہ اب کٹ پڑیں گے میں نے جب ہی بڑھا دیئے اور ایک ایک پھول کی ہلکی دو دو بالیاں ڈال لیں جب بھی کان لہو لہان اور سوج کر کُپّا ہو گئے ہیں میں نے کہا بھاڑ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان

ل پھول گئے۔ ۲ بھاڑ میں جائے وہ سونا جس سے کان ٹوٹیں۔ ۱۲

کہیں ایسا نہ ہو ٹینٹ پڑ جائیں، اُتار رکھیں۔ غرض جس کو دیکھا نیچی کے مرض میں مبتلا پایا۔ آپس میں جو بیویاں باتیں کر رہی تھیں کسی کی غیبت کسی کی شکایت اس کے سوائے کچھ مذکور نہ تھا۔ جتنی تھیں کپڑوں کے رنگ اور خراش تراش اور وضع داری لبس اسی میں محو تھیں۔ شادی کی خبر سن کر بے چارے غریب غربا بھی مانگنے چلے آئے تھے اتنا سامان تھا کہ رات دن دیگیں کھڑکتی تھیں مگر شاید ایک چانول خدا کے نام کسی غریب کو نہیں ملا۔ منوں کھانا ضائع ہوا۔ چوری گیا رکھا رکھا سڑ گیا مگر نہ دیا تو محتاج کو۔ دینے کی جگہ غریبوں کو دھکے اور گالیاں دی جاتی تھیں ایک بے چاری بڑھیا نہیں معلوم کس طرح اندر گھس آئی تھی۔ نیچے کا دھڑ رہ گیا تھا۔ خدا جانے بے چاری کس مصیبت سے گھسٹتی گھسٹاتی آئی ہو گی گھنٹوں انگنائی میں پڑی چلاّیا کی مگر کسی نے اُلٹ کر دیکھا تک بھی نہیں کہ یہ انسان ہی یا حیوان سب اپنے اپنے کھانے میں گتھے ہوئے تھے اور میرا یہ بُرا حال کہ بڑھیا کی آواز کان میں ایک دم چلی آئے اور لقمہ حلق سے نہ اُترے۔ پہلے تو میں دیکھتی رہی کہ اب کوئی گھر والی اس بڑھیا کی خبر لے۔ جب بہت دیر ہو گئی اور کسی نے بات نہ پوچھی تو میں نے ایک خمیری روٹی پر ایک نوالہ پلاؤ کا رکھ اپنے بھائی کو دیا کہ جاؤ اس بُڑھیا کو دے آؤ۔ جوں ہی وہ لے کر چلا تو اُن بیوی کی جو ہم لوگوں کو کھانا کھلا رہی نظر پڑ گئی بھر کیا تھا تِنہ بُھڑ ہو گئیں اور جھپٹا مار کر ٹکڑے

وضع۔ کاٹ چھانٹ۔ لگی ہوئی تھیں۔ دھڑ۔ بدن کا کمر سے نیچے کا حصہ یعنی فالج مار گیا تھا۔ لگے ہوئے یا مصروف تھے۔ غصّے سے بے قابو ہو گئیں۔ چھین لیا۔ اُچک لیا۔ ۱۲

ہاتھ سے روٹی چھین لی اور آگ[1] بگولا ہو کر بولیں "لو گو! غضب خدا ایسا اندھیر بھی کہیں دیکھا ہے۔ کچھ خدا کا خوف بھی ہے؟ دسترخوان پر آنکھوں دیکھتے یہ غضب تو آج ایسے مہمان ہوں کہ آنکھوں کا کاجل چرالیں"۔ میں بولی خدا ہی کا خوف کھا کر میں نے یہ روٹی اس فقیرنی کو بھیجی تھی۔ تب وہ بیوی بڑے غصے سے بولیں "حلوائی[2] کی دکان اور دادا جی کی فاتحہ۔ بیوی تم کو ایسا خدا کا خوف ہے تو گھر جا کر لنگر[3] بانٹنا"۔ مجھ کو جو کچھ انھوں نے کہا میں پی گئی کہ وہ موقع دست[4] و گریباں ہونے کا نہ تھا بھری محفل میں میں اُن منہ پھٹ[5] کے منہ کیا لگتی۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ ہے مگر میرے سبب سے اس بےچاری بڑھیا کی ناحق شامت آگئی۔ ماماؤں پر اس قدر خفا ہوئیں کہ کچھ کہا نہیں جاتا کہ کیوں اس چڑیل[6] کو گھر میں گھسنے دیا اور فوراً اس بڑھیا کو گھسیٹ ڈیوڑھی کے باہر ڈلوا دیا۔ میں نے ایک چونی اس بڑھیا کو دی اور فوراً ڈولی منگا اپنے گھر چلی آئی۔ گو اتنی ساری بیویاں تھیں مگر کسی کو اس بڑھیا کی حالتِ زار[7] پر رحم نہ آیا بلکہ لڑکیوں نے ایک تماشہ بنا لیا۔ **حسن آرا**۔ فقیرنیاں اکثر مکار[8] بھی ہوتی ہیں لوگوں کو دھوکا دینے کی غرض سے اندھی بن جائیں لنگڑی لولی اپاہج[9] ہو جائیں۔ **خیر النساء**۔ اگر ایسا شبہ[10] کیا کریں تو اصلی محتاج بھی محروم رہ جائیں اور خیرات کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے۔ دینے والے کو اس کر ید[11] سے

---

[1] بہت بگڑیں۔ [2] یہ مثل ایسے موقع پر بولی جاتی ہے کہ مال کسی کا اور اڑائے کوئی جیسے مالِ مفت دلِ بے رحم۔ [3] کھانا وغیرہ جو بطور خیرات روزانہ بانٹا جاتا ہے وہ لنگر کہلاتا ہے۔ [4] لڑنے لگنا۔ ہاتھا پائی پر اُتر آنا۔ [5] بدزبان۔ [6] بھتنی۔ [7] خراب حالت۔ [8] دھوکے باز۔ [9] معذور۔ کٹ جائے۔ ٹوٹ جائے۔

کیا مطلب اور مانگنا تو خود بڑی شرم کی بات ہے۔ کوئی آدمی بے ضرورت سوال نہیں کرتا۔ آخر جو مکر کر کے مانگتے ہیں ان کو بھی تو حاجت ہی نے مجبور کیا ہے ورنہ یوں کوئی کسی کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے مانا کہ بعض منگتا[1] کچھ جمع کر لیتی ہیں اور طمع سے کون خالی ہے۔ ع۔ طمع را سہ حرف ست وہر سہ تہی۔ اگر یہ کہو کہ طمع کرنے والوں کی مدد کرنا ضرور نہیں تو ایسا نہ ہو کہ خداوند کریم جو سب کو دیتا ہے اس قاعدے کا برتاؤ کرے۔ البتہ حاجت مند کا حق مقدم[2] ہے۔ بہتر ہے کہ جن کو واقع میں حاجت ہو اُن ہی کو دیا جائے مگر نہ دینے کے لیئے خواہ مخواہ ہر ایک پر بے وجہ شبہ بھی نہ کرنا چاہیئے بے تحقیق دینے سے یہی تا کہ بعض بے استحقاق لے جائیں گے مگر اسی زمرے[3] میں سینکڑوں مستحق بھی تو پا جائیں گے۔ اکثر اس قسم کی حجتیں وہ لوگ نکالا کرتے ہیں جن کو خدا کے نام دینا منظور نہیں ہوتا۔

حسن آرا۔ کیوں بُوا خیر النسا یہ عیب جو تم شہر والوں میں بتاتی ہو کیا گاؤں والوں میں نہیں ہوتے دیہات میں سب اللہ کے ولی ہی تو بستے ہیں۔ خیر النسا۔ نہیں، اچھے برے سب ہی جگہ ہوتے ہیں گاؤں شہر پر کیا موقوف ہے مگر اتنا تو میں کہہ سکتی ہوں کہ گاؤں والوں میں اتنی شیخی اتنی نمود[4] اتنی ظاہر داری ہرگز ہرگز نہیں ہوتی۔ حسن آرا۔ بھلا شہر والوں کے مزاج خراب ہیں

---

[1] مانگنے والی۔ طمع کے تین حروف ہیں ط۔ م۔ ع۔ اور تینوں خالی یعنی کسی پر نقطہ نہیں۔ [2] سلوک عمل۔ پہلے ہے۔ [3] گروہ۔ [4] دکھاوا۔ ۱۲

مگر اُن کی وضع قطع تو دیکھو کیسی بھلی ہے۔ خیر النسا۔ کچھ آپ ہی کو شہریوں
کی وضع پسند ہوگی۔ اپنی چھاچھ کو کون کھٹا کہتا ہے۔ پردہ داری تو شہروں
میں اب رہی نہیں اور نہ لباس میں پردہ پوشی ہے۔ حسن آرا۔ خیر اسے
جانے دو تم یہ تو کہو کہ بولی شہر والوں کی اچھی یا گنواروں کی۔ خیر النسا۔
اول آپ مجھے یہ بتائیے کہ گفتگو کی بھلائی بُرائی ہے کیا چیز؟ حسن آرا
گفتگو کی خوبی یہ ہے کہ اُس میں سختی نہ ہو۔ بولنے والے کی زبان سے لفظ
آسانی کے ساتھ ادا ہوں سننے والے کو گراں نہ گزریں۔ خیر النسا۔
گاؤں والوں کو بھی اپنی بولی ہرگز سخت نہیں معلوم ہوئی۔ حسن آرا۔
معلوم کیوں کر ہو وہ شہر کی بولی کی شیرینی اور نرمی اور فصاحت سے
واقف ہی نہیں۔ تم بولو نا کہ دونوں بولیوں میں تم کو کہاں کی بھلی معلوم
دیتی ہے ؎

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ + ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

خیر النسا۔ بھلی بُری تو میں کچھ جانتی نہیں مگر شہر والے جو اپنی نرم اور
نازک بولی سے کام لیتے ہیں وہی کام گاؤں والے اپنی کرخت بولی سے
نکالتے ہیں۔ کوئی مطلب ان کا اٹکا نہیں رہتا۔ حسن آرا۔ بس یہی
تو گنوارپن ہے کہ بھلے بُرے میں تمیز نہیں۔ تمھارے نزدیک گدھا گھوڑا
برابر مجھ کو تو دیہات کی بولی ایسی بُری معلوم ہوتی ہے جیسے کسی نے
پتھر کھینچ مارا۔ سیدھے بول کی بھی ہڈی پسلی توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

اپنی چیز کسی کو بُری نہیں لگتی۔ ہر شخص "عقل خود بکمال و فرزند خود بجمال" سمجھتا ہے۔ بوجھل۔ بھدے
ناگوار۔ کانوں کو اچھے نہ لگیں۔ مٹھاس۔ سخت۔ رُکا۔ بالکل خراب کر دیتے ہیں۔ ۱۲

کچھ ایسی توڑ مروڑ کی عادت ہے کہ دیہات والے لفظوں کی گت[1] بگاڑ کر بڑی شامت لاتے ہیں کوئی لفظ تشدید سے خالی نہیں شین قاف تو خاک درست ہوتا نون کو جب بولیں سگے ڑون۔ پانی کو پانڑیں۔ گاڑی کو گاڈی۔ خیر النسا کی بولی شہر میں رہنے سے بہت سنبھل گئی تھی مگر خیر النسا بولیں تو یہ بولیں کہ شہر والوں نے تو میری بولی اور خراب کر دی۔ حسن آرا یہ سنتے ہی چونک پڑی اور بولی۔ لو اور سنو! گدھے[2] کو نون دیا اُس کہا میری آنکھیں دکھتی ہیں۔ سبحان اللہ! تمھاری احسان فراموشی کی بھی کوئی حد ہے نیکی برباد گنہ لازم[3]۔ خیر النسا۔ یہ تم شہر والی ہو سمجھتی بوجھتی خاک بھی نہیں واقعی میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اب خدا کرے گا ساتھ خیر کے میں اپنے گھر جاؤں گی تو تمھیں بتاؤں وہاں کے لوگ مجھ پر ہنسیں گے یا نہیں۔ میری جان تو غضب میں آ گئی شہر کی بولی پہ گاؤں والے ہنسیں اور دیہات کی بولی ہو تو شہر والے چھیڑیں۔ دو ملّا[4] میں مرغی حرام۔ حسن آرا۔ دس نکٹوں[5] میں ایک ناک والا نکّو اب کیا نکٹوں کے ڈر سے آدمی ناک کٹا ڈالے۔ چہ خوش! شوق سے تم یہی بولی بولنا یعنی انسانوں کی کہیں پھر جانوروں کی بولی نہ بولنے لگنا کہ ساری کی کرائی محنت اکارت[6] جائے۔ خیر النسا۔ نہیں بوا۔ میں تو جیسا دیس ویسا بھیس۔ شہر میں آئی

---

[1] حالت۔ [2] کرتے جاؤ بھلائی اور سمجھی جائے برائی۔ اندھے کے آگے روئیے اور اپنی آنکھیں پھوڑیئے۔ مراد نا قدردانی سے ہے۔ [3] اللہ پاک ہے۔ تعجب کے موقع پر بولتے ہیں [4] نیکی تو گئی اُلٹا الزام سر دھر لیا۔ [5] دو ملّا کے بیچ میں مرغی حلال ہونے سے رہ جاتی ہے۔ جہاں ہانڈی پوری ہے وہیں چھوٹتی ہے۔ [5] جہاں سب عیب دار ہوں وہاں ایک بے عیب والے کی کیا چل سکتی ہے۔ [6] جتنی جانفشانی کی تھی سب بیکار گئی۔ ۱۲

کُتنا۔ بلی بولنے لگی گھر گئی پھر وہی آٹا روٹی۔ حسن آرا۔ اجی بس گاؤں میں اب تمھارا جی لگ چکا بہشت چھوڑ کر بھلا کوئی دوزخ میں بھی جاتا ہے۔ خیر النسا۔ شاید آپ حب[1] الوطن سے واقف نہیں۔ کیا آپنے نہیں سنا۔

حب[2] الوطن از ملک سلیماں خوشتر + خارِ وطن از سنبل و ریحاں خوشتر

خدا نہ کرے جو ہم گاؤں والیوں کا ایسا دیدہ[3] ہوائی ہو کہ گھروں میں جی نہ لگے۔ شہر میں وہ کون سی انوکھی بات ہے جو دیہات میں بھی میسّر[4] نہیں۔ حسن آرا۔ ہزاروں لاکھوں چیزیں یاد کرنے کی ہیں ایک بات ہو تو کہوں۔ بڑے سویرے بچھونے سے نہیں اٹھے کہ چنے پر ملّ[5] لو کی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ خیر النسا۔ لاحول[6] ولا قوۃ چنے بھی کوئی آدمیوں کا کھانا ہے یا جانوروں کا دانہ۔ بس دیکھی شہر والوں کی نزاکت۔ قدر[7] رواقی عالم بالا معلوم شد۔ حسن آرا۔ اجی وہ دیہاتی چنے ہیں جن کا تم ذکر کر رہی ہو شہر کے چنے سبحان اللہ! ٹھلستے ہوئے گرما گرم سوندھے[8] خستہ ٹھدّی[9] کا نام نہیں۔ نرم ایسے کہ بے تکلف[10] پوپلے بھی کھالیں اور لطف یہ کہ کوڑیوں اور لوہے کی کیل اور ٹاٹ اور گودڑ[11] کے بدلے چنے لے لیجئے۔ پھر چنے والا ابھی گلی سے نکلا نہیں کہ خوانچے والا موجود۔ تازہ حلوا پوری۔ گرما گرم جلیبیاں۔ خستہ کچوریاں۔ تازی مٹھائی ہمہ نعمت موجود

---

[1] وطن کی چاہت۔ [2] سلیمان کے ملک سے بھی وطن کی محبت اچھی۔ وطن کا کانٹا بھی دوسری جگہ کے پھولوں سے اچھا۔ [3] بد لحاظی۔ بے شرمی۔ [4] عجیب غیر معمولی۔ حاصل موجود۔ [5] گناہ سے بچنا اور بھلائی پر قدرت پانا بے خدا کی مدد کے نہیں ہوتا یہ جملہ نفرت اور حقارت کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ [6] بس آپنے خوب قدر کی۔ [7] شہر بھرے [8] جو دانہ بھننے سے رہ گیا ہو۔ [9] جن کے دانت گر گئے ہوں۔ [10] چیتھڑے گدڑے۔ کپڑے کے [11] ناکارہ ٹکڑے۔ ۱۲

ایک گیا ایک آیا پھر رات گئے تک یہی تانتا لگا رہتا ہے۔ برتن کپڑا گوٹا کناری برف میوہ پھول ترکاری جو چیز چاہیئے گھر بیٹھے لے لیجیے۔ کتنے بڑے آرام کی بات ہے۔ کباب ایک سے ایک چٹپٹے [1] مزے دار۔ مٹھائیاں ایک سے ایک تحفہ [2] خوش گوار [3] پیسے کا سودا لو تو بھی دونے [4] میں دیں گے یہ نہیں کہ سودا لینے جاؤ تو بھیک کا پیالہ لے کر گھر سے نکلو۔ سودے والوں کی صدائیں [5] سننے والوں کے دلوں کو لبھائیں [6]۔ حق تو یہ ہے کہ دنیا کی بہشت شہر ہی اور پھر شہر بھی دلی جو سارے شہروں کی ناک [7] ہے۔ خدا رکھے تو شہر میں رکھے ورنہ گاؤں کے جینے سے تو مرنا قبول ہے۔ خیر النسا۔ اللہ ری چٹوری [8]! منہ [9] سوئی پیٹ کوئی۔ کسی نے سچ کہا ہے "دلی کی دل والی منہ چکنا پیٹ خالی"۔ بس کھانے پر مرتی ہیں۔ ہم دیہاتیوں میں بھلے مانسوں کی بہو بیٹیاں بازار کی چیز بھول کر بھی زبان پر نہ رکھیں۔ ہم لوگوں میں تو اس کا بڑا عیب گنا [10] جاتا ہے۔ حسن آرا۔ آہا آپ بڑی بھلی مانس [11] بڑی اشراف۔ کیوں نہ ہو شریف پور میں نہ آپ رہتی ہیں اور ہم شہر والے کمینے رذالے۔ ہم گاؤں والوں کی طرح اجڈ [12] نہیں کہ "گاؤں کے گنویلے منہ پہ خاک پیٹ میں ڈھیلے"۔ خیر النسا۔ اللہ آپ کو ہماری شرافت میں بھی کلام ہے۔ ہم لوگ ٹکسالی [13] اشراف ہیں۔

---

[1] جن میں کھٹائی اور مرچیں خوب ہوں۔ [2] عمدہ [3] خوش ذائقہ۔ [4] پتوں کا پیالہ سا بنا کر اس میں سودا دیتے ہیں۔ [5] آوازیں۔ [6] فریفتہ کریں۔ [7] سب شہروں میں ممتاز ہے۔ [8] جسے زبان کا مزہ پڑ جائے۔ [9] منہ چھوٹا پیٹ بڑا۔ [10] شمار کیا جاتا ہے۔ [11] اشراف۔ [12] اکھڑ۔ سخت مزاج۔ کج اخلاق۔ [13] ہوا پرستے۔ ۱۲

حسن آرا۔ تمھاری ذات کیا ہی۔ خیر النسا۔ پتلی دال کے کھانے والے شیخ۔ حسن آرا۔ کون شیخ۔ اجی قریشی ہو عثمانی ہو (ہنس کر) ڈفالی ہو۔ خیر النسا۔ یہ تو مجھ کو معلوم نہیں مگر ڈفالی تو تم ہوگی دور پار[1] ہیں کیوں ہونے لگی۔ بھلا تمھارے چند مردوں کے نام تو لو (حسن آرا نے ایک مرزا بتائے دوسرے میر اور تیسرے پٹھان) خیر النسا۔ تو بوا تم تو خاصی ست بجی[2] شیخ معجونی[3] ہو۔ ایک گھر میں چاروں ذاتیں۔ شہر کے شیخوں کو آپ نے دیکھا۔ حسن آرا۔ ہم تو اصل نسل مغل ہیں مگر کیا دوسری ذات میں رشتہ ناتا کرنا کیا کچھ منع ہی؟ خیر النسا۔ شریعت میں تو منع نہیں مگر باہر کے اشراف منع سے بڑھ کر جانتے ہیں ہم لوگ سیدوں تک کو بیٹی نہیں دیتے مغل پٹھان کی بھی بھلی چلائی[4] اور تمھارے شہر کا یہ قاعدہ ہی کہ ہُس ہُس میرے کان میں گھس ذات ذمات (جماعت) کچھ نہیں دیکھتے۔ صورت شکل اور روپیہ پیسہ دیکھ لیا پھر نہ بیٹی لینے کا مضایقہ نہ بیٹی دینے میں عار[5] اور دیہات والے ہڈی[8] بوٹی ٹٹولتے[7] ہیں ہم لوگوں میں استخوان اچھی چاہیئے دولت ہو یا نہ ہو اور صورت شکل کی بھی زیادہ پرچول[9] نہیں۔ بہو بیٹیوں کا ڈھنگ دیکھا جاتا ہی یا صورت بھی سیرت کے ساتھ اچھی لگتی ہی۔ نری موم کی گڑیا کوئی کرکیا کوئی چاٹے۔ کام کی نہ کاج کی سیر بھر اناج کی۔ حسن آرا بھلا اس سے

---

[1] خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ [2] [3] ملے جلے۔ مخلوط۔ [4] اُن کا کیا کہنا۔ [5] شرم۔ [6] اصل نسل۔ [7] ڈھونڈتے۔ تلاش کرتے۔ [8] ہڈی یعنی اصل۔ [9] کرید۔ ۱۲

حاصل جب خدا رسول کے نزدیک منع نہیں تو ذات کوئی چیز نہیں
انسان انسان سب برابر۔ خیر النسا۔ دنیا میں بے وجہ کوئی رسم
جاری نہیں ہوئی۔ ذات سے بھی بڑے فائدے ہیں۔ دنیا میں
ذات سے زیادہ پرانی کوئی رسم نہیں اور کچھ نہ کچھ فائدہ تو اس رسم
سے ہے کہ آج تک یہ رسم موقوف نہیں ہوئی۔ شروع پیدائش دنیا سے
کئی ہزار برس تک بادشاہت کا انتظام بیٹھنے نہیں پایا چاروں طرف
لوٹ کھسوٹ مچی رہتی تھی آئے دن ڈاکے پڑا کرتے تھے اور ہمیشہ
آپس میں مار کٹائی ہوا کرتی تھی اُن دنوں جان و مال دونوں غیر محفوظ
تھے اس واسطے لوگ جتھے باندھ کر رہتے تھے اور ایک پردادا
پردادا کی اولاد ایک گروہ بن جاتی تھی۔ جس گروہ میں آدمی زیادہ ہوتے
تھے وہی گروہ بڑا زبردست گنا جاتا تھا اس واسطے ہر گروہ میں یہ
عہد و پیمان ہوتا تھا کہ آپس ہی میں شادی بیاہ ہو اور اس گروہ کی
طاقت کو گھٹنے نہ دیں۔ یوں ذات برادری کی رسم دنیا میں پھیلی
جو آج تک چلی جاتی ہے۔ کچھ ذاتیں پیشوں کے اعتبار سے بھی الگ
ہوئیں مثلاً جولاہے۔ موچی۔ لہار۔ بڑھئی وغیرہ اور اس سے یہ
فائدہ تھا کہ اس ذات کے لوگ اپنے تئیں اپنے پیشے کا ٹھیکہ دار
سمجھ کر اطمینان کے ساتھ کام کریں اور غیر آدمی ہاتھ نہ لگائیں چنانچہ
یہی دستور اب تک چلا جاتا ہے۔ ہوتے ہوتے بادشاہت کا انتظام
اب بخوبی بیٹھ گیا۔ جان و مال کی حفاظت کے لئے اب تو جتھا داری کا

گروہ - پارٹیاں - قول قرار - ۱۲

نہ گروہ۔ ویسے ہی ذات برادری کا بچار کم رہ گیا ہے اور شہروں سے تو اب بالکل ہی اٹھ ہی گیا۔ پیشوں کے اعتبار سے جو ذات کا امتیاز تھا اس میں بھی کمی ہے۔ رہی ذات وہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے آدمی سب برابر فخر کی بات اگر ہے تو ہنر ہے۔ چوں کہ ذات پہلے سے چلی آتی ہے تو ذات پر فخر بھی پہلے سے چلا آتا ہے۔ جن لوگوں سے ذاتیں چلیں وہ بڑے نمود کے لوگ تھے اور اپنے گروہ میں سردار تھے اگر فخر کریں تو وہ لائق اور یوں تو ذات پر برابر فخر ہوتا چلا آیا ہے کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ اُس میں لوگ شیخی خورے نہ رہے ہوں۔ جب لیاقت والے بزرگ مر گئے جن کا نام تھا اُن کی اولاد میں کوئی نام نمود والا ہوا نہیں اب یہ فخر کریں تو کس بات پر۔ بے چارے مردوں ہی کی ہڈیوں کو پڑے چچوڑ رہے ہیں۔ حسن آرا کچھ ہو مگر دُھنیے جولاہوں کی برابری تو نہیں ہوسکتی۔ خیر النسا۔ تو پھر امیری پر ناحق کا اعتراض ہے امیروں کا گھمنڈ جا سر ہوا اُن کو خدا نے دولت تو دے رکھی ہے تم کو جو ہر بات میں ذات ذات کی جھینجھی ہے اس میں نری شیخی کے سوائے اور کیا دھرا ہے اور خدا کے ہاں اس کی پرسش ہی نہیں دیکھو اس زمانے کی سیدانیاں اپنے آپ کو کتنا دور کھینچتی ہیں اور پیغمبر صاحب صلعم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کو جن سے سیدوں کی جڑ بنیاد چلی ہے بیاہ کر دیا گو

چوں کہ۔ بجائے درست۔ ذرہ۔ وظیفہ۔ ہر وقت بس یہی ذکر زبان پر ہے۔ پوچھ گچھ۔ وہ دن کی لیتی ہیں۔ کھینچتی اور غرور کرتی ہیں۔ ۱۲

انّو فاطمہ رضؑ اس دھوکے میں کہیں نہ رہنا کہ میں پیغمبر کی بیٹی ہوں بلکہ عاقبت کے لئے سامان کرو۔ جب خود حضرت فاطمہ رضؑ کا یہ حال ہو تو اب اور کس گنتی میں ہیں۔ ہندی کا ایک دوہا کیا ہی اچھا ہے۔ **دوہا**۔

ذات پات پوچھے نہیں کوئے + ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے

حسن آرا۔ خیر ذات اور امیری دونوں کو پرے پھینکو غرور تو کسی بات کا کرنا ہی نہیں چاہیئے۔ دیہات والے چاہے ٹکسالی اشراف ہوں مگر عجیب رُوڑھی بھدی اور بھنگم صورتیں ہوتی ہیں جن کے دیکھتے ہی بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ نزاکت تو کسی کو چھو نہیں گئی۔ اچھی بھلی صورت کو بگاڑ دیتے ہیں۔ **خیر النسا**۔ شہر والوں کی وضع اور تراش خراش کا جواب تو میں پہلے ہی دے چکی ہوں اگر وضع داری بے بہ گی کا نام ہو تو ایسی وضع داری کو سلام ہے اور ذرا مجھے نزاکت کے معنے تو سمجھا دیجئے۔
حسن آرا۔ مجھ کو تو ایسی ہندی کی چندی نہیں آتی نزاکت یہی کہ چھریرا ڈیل سُنتے ہوے ہاتھ پاؤں۔ کم خوراک۔ محنت اور تکلیف کی سہار نہ ہو۔ کیا تم نے نہیں سُنا سر بڑا سردار کا پاؤں بڑا گنوار کا۔ **خیر النسا**۔ صاحب! نزاکت کے یہی معنے ہیں جو آپ نے بیان کئے تو میں ہاری تم جیتیں جس بات پر تم کو فخر اور ناز ہے وہ ہم دیہاتیوں کے نزدیک موجب شرم و عار ہے۔ خدا ہم دیہات والیوں کو

حساب۔ جو خدا کا نام لے گا وہی خدا کا ہو گا۔ سخت۔ بے رونق۔ چہرے پر نور نہیں۔ جو نازک نہ ہوں۔ بد قوارہ۔ بے ڈول۔ پاس نہیں پھٹکی۔ اچھی بھلی خاصی۔ بال کی کھال نکالنا۔ دُبلا پتلا۔ بدن۔ نازک نازک جو بھدے نہ ہوں۔ ۱۲

رہو گی اور آپا بیج نہ کرے۔ کیا اُوندھی سمجھ ہے۔ معذوری پر
فخر اور مرض پر ناز! حسن آرا۔ اچھا دیہات والیوں کے
بدسلیقہ اور پھوہڑ ہونے میں بھی کچھ کلام ہے خیر النسا۔ میں
شہر والیوں کے لغت کم سمجھتی ہوں۔ پہلے تو یہ فرمائیے سلیقہ کہتے
کس کو ہیں؟ حسن آرا۔ اوئی! کیا بچاری ننھی نادان شاید ابھی ہونٹوں
سے دودھ کی بو نہیں گئی۔ تم ایسی ناسمجھ ہو کہ سلیقہ نہیں جانتیں کہ کس
چڑیا کا نام ہے جو چندرا کر بولتی ہو یہ تو تجاہلِ عارفانہ ہوا۔ اچھا خیر لو کیا
یاد کرو گی۔ کان کھول کر سنو۔ نشست برخاست۔ بات چیت کا دستور
سلیقہ کہلاتا ہے اور جب تم سرے سے سلیقے کا نام ہی نہیں جانتیں تو پھر
کیا خاک سلیقہ برتو گی۔ خیر النسا۔ آپ خفا نہ ہو۔ مزاج کو قابو میں رکھیے
مجھے دیہاتی سمجھ کر شہریوں کا غصہ مجھ پر نہ اتاریئے کہ غریب کی جورو سب
کی بھابی۔ یہ واللہ باللہ۔ قبلہ کعبہ۔ مجرا کورنش۔ مزاج مقدس اس
لفاظی کو آپ بڑا سلیقہ سمجھتی ہیں نا۔ حسن آرا۔ ہاں یہ بھی داخلِ سلیقہ ہے
دیہات والیوں کی طرح بوہتیں بو تو سلام۔ بھنتا سلام۔ تو کھیریت سے
تو ہے تیرے لونڈی ارے اچھے ہیں۔ اللہ کبھوں تیرے دیکھنے کو یوں
تڑپوں تھی کہ کچھ کہا نہ جائے۔ تُسر بسی کبھی تو ہی ہماری گیئل چلی آیا کرے
ہیں تو تیرے دھورے آن بھی نکلوں مگر تئیں بھولے سے بھی نا آوے''

دائم المرض ہمیشہ کے بیمار معذور۔ الٰہی۔ جسے سلیقہ نہ ہو۔ بانت نامانوس الفاظ۔
جان بوجھ کر انجان بن جانا۔ استعمال۔ چرب زبانی۔ ۱۲

حسن آرا نے کچھ اس طرح دیہات والیوں کی بولی نقل اُتاری کہ سب ہنس پڑیں
اور خود خیر النسا بھی ہنسی کو ضبط نہ کر سکی خیر النسا۔ یہ تو پھر وہی بولی ٹھولی کا
طعنہ ہوا۔ چین کی سہی نہیں۔ شہریوں سے جھوٹے تپاک۔ ظاہر داری کا
اشتیاق۔ بناوٹ کے لگاؤ۔ دل میں کچھ مُنہ پر کچھ۔ مُنہ دیکھے کی محبت
دکھاوے کے پیار۔ ظاہری ٹیم ٹام کس کام کی۔ ہم باہر والے سیدھے
سادے مُنہ پر کم اور دل میں بہت کچھ۔ شہر والیوں کی طرح میٹھی چھُری
زہر کی بجھی۔ مُنہ در مُنہ خالہ نانی۔ پیٹھ پیچھے دشمن جانی۔ نری مکاری
اور پوری ریاکاری۔ چلو مکارو دیکھے تمھارے سلیقے۔ اونچی دوکان کا
پھیکا پکوان۔ خوان بڑا خوان پوش بڑا کھول کے دیکھو تو آدھا ہی بڑا
میں تمھارے رگ و ریشے سے خوب واقف ہوں۔ بس بہت
مُنہ نہ کھلواؤ ذرا گریبان میں مُنہ ڈال کے شرماؤ۔ ابھی کچا چٹھا کھول
دوں گی اور تکلف کا لفافہ اُدھیڑ کر رکھ دوں گی۔ حسن آرا۔
لو اور دیکھو ہنسی ہنسی کی بات میں تم بگڑنے لگیں اور غصہ آگیا خیر النسا۔
واجبی بات کو اگر غصہ سمجھو تو اس کی کہی نہیں جاتی ورنہ میں نے تو صرف
تمھارے اعتراض کا ترکی بترکی جواب دیا ہے۔ نہ تم برا مانو نہ میں۔ اس
میں ذاتیات کی کوئی بحث نہیں حسن آرا۔ بھلا سچ کہنا دیہات والیاں
بے ہنر ہوتی ہیں یا نہیں۔ خیر النسا۔ قصور معاف یہ اعتراض آپ کے

باتوں باتوں میں دھوکے کا وار چل جانا۔ تجھ ٹک۔ رونق۔ یہ دونوں مثلیں ایسے موقع پر
بولی جاتی ہیں کہ نام تو بڑا مگر ہوئے کچھ بھی نہیں۔ اصلی حقیقت۔ حالت ظاہری
کھول۔ جیسا سوال ویسا جواب کلہ بکلہ۔ شخصی یعنی کسی کی ذات پر حملہ نہیں۔ ۱۲

منہ سے اچھا نہیں لگتا اور کوئی کہے تو جواب دوں حسن آرا
(کھسیانی ہو کر)۔ میرا کیا مذکور تھا مگر ہنرمندوں سے شہر بھرا پڑا ہے۔ بہتر سے
بہتر سلائی۔ بہتر سے بہتر کارچوبی بہتر سے بہتر کام ہر ہر گلی کوچے میں ہے۔
خیر النسا۔ سچ ہے۔ دیہات میں ایسے ہنر نہیں ہیں یہ نرے ناجائز
تکلفات کا نتیجہ ہے۔

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر ✤ آرام سے ہیں وہ جو تکلف نہیں کرتے

حسن آرا۔ بھلا شکر ہے تم نے ایک بات تو مانی۔ خیر النسا۔ ذرا
اور سن لیجیے۔ ان ہنروں کے نہ جاننے کی وجہ یہ ہے کہ دیہات میں
ان چیزوں کی قدر نہیں اور نہ دیہات والوں کو ایسے تکلفات کی ضرورت
اور عادت ہے۔ حسن آرا۔ نہیں گاؤں والوں میں کچھ عقل بھی واجبی
ہی واجبی ہوتی ہے۔ عقل کی ترقی کے سامان گاؤں والوں کو
میسر نہیں زمین سے غلہ پیدا کر لینا اور مویشیوں کو پالنا بس یہی دو
بڑے کام ہیں۔ خیر النسا۔ کھیتی بھی بجائے خود بڑا مشکل کام ہے۔ دوہا۔

اتم کھیتی مدھم بان ✤ نکھد چاکری بھیک ندان

ذرا دولت ہند کو دیکھو زمین کے درست کرنے اور جنس کو اعلیٰ
اور عمدہ بنانے کی کیا کیا نادر تدبیریں لکھی ہیں مگر سچ یہ ہے کہ پرانے ڈھرے پر

پشیمان۔ معمولی ہی سہی۔ کھیتی سب سے اعلیٰ چیز ہے اور بیچ کی ہے اس
بیوپار تجارت۔ نوکری سب سے بدتر اور بھیک تو بہت ہی خراب چیز ہے۔ مثلاً اناج
وغیرہ کا ذخیرہ رکھنے ۱۲

چلنے والے ہیں کوئی کچھ کرتا کراتا نہیں - زمین جوت کر بیج بو دیا اللہ خیر صلاح - حسن آرا - کیا دیہات میں عورتیں بھی کھیتی کرتی ہیں؟ خیر النسا - غریب آدمی جن میں پردے کا رواج نہیں اُن کی بہو بیٹیاں مردوں کے برابر کھیتی میں کام کرتی ہیں مگر ہم لوگوں میں ایسا نہیں ہوتا ہماری یہی کھیتی ہی کہ گھر میں ترکاریاں بو لیں - امرود انار - آڑو - فالسہ - کھرنی - لیمو - نارنگی - بیر - آم - اس طرح کے میوہ دار درخت جگہ ہوئی تو لگا لیئے یا جی بہلانے کو ایک آدھ کیاری میں پھول - مگر پھر بھی دیہات والے اس قدرتِ الٰہی سے ایسے ناواقف نہیں کہ خشخش کے پیڑ اور شلجم کے درخت کو دیکھ کر حیرت کریں - حسن آرا - دیہات والیوں کے حال پر البتہ مجھ کو بھی اس خیال سے تاسف[1] ہوا کرتا ہی کہ ان کی عقل کی اصلاح کا کچھ سامان بہم نہیں پہنچتا بے چاریاں انواع و اقسام کے اوہام میں مبتلا[2] رہتی ہیں ٹونے ٹوٹکے - اُتارے چڑھاوے - نظر گزر - جن - آسیب - بھوت - پریت - پرچھانواں - چڑیل - فال شگون - جھاڑ - پھونک - جادو - منتر - نذر نیاز - منت ان چیزوں کا بچار[3] گاؤں والوں میں اکثر ہوتا ہی - شہر میں بھی یہ خرابی کیوں نہیں تھی اب خدا خدا کر کے تعلیم نے ان کی آنکھیں کھول دی ہی اور ان کا کفر ٹوٹتا ہی - (از بنات النعش بعد ترمیم مناسب)

---

[1] افسوس - [2] پھنسی - گرفتار - [3] رواج - مسلمہ بات - ۱۲

سچ کی تاثیر

راستی موجب رضائے خداست
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

ایک شریف خاندان کا نوعمر لڑکا علم کمال حاصل کرنے کے شوق میں اپنے عزیز وطن کو چھوڑ دینے پر آمادہ ہے۔ وہ اپنی ضعیفہ ماں سے عرض کرتا ہے کہ "اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک قافلے کے ساتھ سفر کرنا چاہتا ہوں جو عن قریب ہمارے ملک کی دار السلطنت کو جانے والا ہے کیوں کہ میں سنتا ہوں کہ اس بڑے شہر میں ہر قسم کے کامل لوگ موجود ہیں اور وہاں علم کا بڑا چرچا ہے"۔ اُس یتیم لڑکے کی یہ درخواست اگرچہ ماں کے دل کو غمگین کرنے والی تھی لیکن اُس دانا ماں کی محبت کا ولولہ عقل کے قابو سے باہر نہ تھا۔ اس لیے وہ اپنے پیارے بچے کی جدائی کو علم کی دولت کے مقابلے میں گوارا کر سکتی تھی چنانچہ اُس نے ہونہار بچے کے اس نیک خیال کو بہت پسند کیا اور نہایت خوشی کے ساتھ اُس کی درخواست کو منظور فرمایا۔ بزرگ ماں نے ضروری سامان سفر تیار کیا اور جب کہ قافلے کی روانگی کا وقت قریب آیا تو چالیس روپیے جن کا اُس عہد میں رواج تھا۔ لڑکے کے حوالے کیے لیکن نقدی کے علاوہ ایک اور چیز بھی عطا کی

سچائی سے اللہ راضی ہوتا ہے اور جو شخص سچائی کا پابند ہے وہ کبھی سیدھے رستے سے نہیں بھٹکتا یعنی نقصان نہیں اٹھاتا اپنے مقصد پر ناک کی سیدھ۔ جا پونہچتا ہے بڑھیا۔ دار الخلافہ۔ وہ شہر جہاں بادشاہ رہے جیسے ہندوستان کا دار السلطنت دہلی گو یہاں بادشاہ نہیں ہے مگر نایب السلطنت اس کا قایم مقام ویسرائے اور گورنر جنرل تو ہے۔ ۱۲

جو کہ دنیا کے تمام جواہرات سے زیادہ بیش قیمت تھی وہ نفیس چیز کان یا دریا سے نکلی ہوئی نہ تھی بلکہ وہ نورانی دل کے سرچشمہ سے پیدا ہوئی تھی۔ وہ بے بہا[1] چیز صرف یہ نصیحت تھی کہ میرے بچے "ہمیشہ سچ بولیو۔ زبان اور ہاتھ کو نیچا رکھیو۔ کیسا ہی خوف و خطر پیش آئے سچ پر ثابت قدم رہیو۔ اب تو مجھ سے عہد کر کہ ہمیشہ اس نصیحت پر عمل کروں گا"۔ سعادت مند لڑکے نے مہربان ماں کی باتیں بہت غور سے سنیں اور سچے دل سے عہد کیا کہ "میں کسی حال اس کے خلاف نہ کروں گا"۔ یہ کہہ کر سلام رخصت کیا اور قافلے کے ہمراہ **بغداد** کو روانہ ہوا۔ شاید قافلے نے دو تین ہی منزلیں طے کی تھیں کہ اُس کم عمر مسافر کی آزمائش کا وقت آ پونہچا[3]۔ ناگاہ قزاقوں[2] کا ایک زبردست گروہ نمودار[4] ہوا۔ اہل قافلہ اُن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ہر ایک شخص خوف زدہ اور بے قرار تھا۔ سوائے اُس لڑکے کے جس کو اپنی سچائی پر پورا اعتماد تھا۔ اُس کو یقین تھا کہ سچ مجھ کو ہر آفت سے بچائے گا اور سچائی کی تلوار کا وار کبھی خالی نہ جائے گا۔ جب قزاق ہر مسافر کی پوشیدہ نقدی طلب کر رہے تھے اور جو شخص کچھ حیلہ عذر کرتا تھا وہ اُن کو بے رحم ہاتھوں سے بُری طرح

---

[1] جس کی قیمت کا اندازہ نہ ہو سکے یعنی بیش قیمت۔ [2] لٹیروں۔ ڈاکوؤں۔ [3] آن پونہچا۔ [4] ظاہر ہوا۔ ۱۲

ستایا جاتا تھا۔ ایک قزاق نے لڑکے سے سوال کیا کہ "جو کچھ تیرے پاس ہو بیان کر۔" لڑکے نے بے تامل اپنے روپیوں کی تعداد بتادی اس دلیرانہ سچے جواب نے قزاق کو دھوکے میں ڈال دیا۔ اسی طرح چند قزاقوں نے پوچھا مگر اپنے رفیق کی طرح لڑکے کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔ آخرکار تمام قزاق مال اکھٹا کرنے کے لیئے ایک مقام جمع ہوئے۔ اُس وقت اپنے سردار سے لڑکے کا ماجرا بیان کیا۔ اُس کو یہ بات ایسی عجیب معلوم ہوئی کہ فوراً اُس لڑکے کو طلب کرکے خود دریافت کرنے لگا۔ جب اُس نے معلوم کیا کہ وہ عجیب لڑکا اپنے عہد پہ ثابت قدم ہے اور اپنی مہربان ماں کے حکم کی ایسی تعظیم کرتا ہے تو سردار کی حالت میں ایک بڑی تبدیلی پیدا ہوئی۔ اُس سردار کو اپنے دل کے اندر سے ایک آواز آئی "او احمد الغی۔ کیا تجھ کو شرم نہیں آتی کہ یہ بچہ اپنی ماں کے عہد پہ قائم ہے اور تو اُس بڑے مالک کے عہد کی بھی کچھ پروا نہیں کرتا۔ ناحق اُس کی خلقت کو ستاتا اور غارت کرتا ہے" اس آواز کے سنتے ہی قزاقوں کے سردار نے اپنے ظالمانہ پیشے سے فوراً توبہ کی اور اُس کے تمام رفیقوں نے بھی اُس کا ساتھ دیا۔ وہ تمام غارت گر جن کے سامنے لوٹ کے مال کا انبار لگا ہوا تھا یکایک ایسے رحم دل پارسا بن گئے کہ اُنھوں نے ہر ایک شخص کا مال واپس کردیا اور جن کو اذیت پہونچائی تھی اُن سے معافی چاہی اور آئندہ تمام عمر نیکی کے ساتھ

چالیس روپئے۔ کیفیت حال۔ پاک باز۔ اچھے متقی پرہیزگار۔ تکلیف ۱۲۔

بسر کی۔ وہ سچا لڑکا جس کے سچ کی ایسی تاثیر ظاہر ہوئی آیندہ زندگی میں ایک بڑا بزرگ شخص ہوا ہی جس کا نام آج تک زندہ ہی اور وہ شیخ عبد القادر جیلانی ہو کے نام سے مشہور ہی۔ (مولوی محمد اسمٰعیل)

ادب

ادب تاجیست از فضل الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

تم کو سمجھنا چاہیئے کہ گو آدمی سب ایک طرح کے ہیں۔ دو کان دو ہاتھ دو آنکھیں دو پاؤں ایک ناک ایک سر سب کے برابر ہیں لیکن پھر بھی آدمی آدمیوں میں بہت بڑا فرق ہی۔ کوئی باپ ہی کوئی بیٹا کوئی اُستاد ہی کوئی شاگرد کوئی آقا اور مالک کوئی نوکر اور خادم کوئی مولوی کوئی جاہل کوئی حاکم کوئی طبیب کوئی دکاندار کوئی مزدور پس اگر سب آدمی درجے میں برابر ہوں تو دنیا کا تمام انتظام ٹوٹ جائے۔ اس لیئے ہر ایک کے واسطے خاص درجے اور خاص رتبے مقرر ہیں۔ بیٹے کو باپ کا شاگرد کو اُستاد کا نوکر کو مالک کا اور بیمار کو طبیب کا حکم ماننا لازم و واجب ہی۔ عمر۔ رشتے۔ ذات۔ ہنر۔ لیاقت۔ دولت اور حکومت سے بھی درجہ معلوم ہوتا ہی۔ جس کی عمر زیادہ ہو اور رشتے میں بڑا یا جو ذات میں شریف ہو جیسے کہ مسلمانوں میں سیّد اور ہندوؤں میں برہمن یا جس کو لیاقت زیادہ ہو جیسے مولوی اور پنڈت یا جو دولت مند یا حاکم ہو سب قابل ادب ہیں

گزار دی۔ ادب اللہ کے فضل کا ایک تاج ہی جو ادب اختیار کرتا ہی اُسے کچھ بھی روک ٹوک نہیں ہر جگہ بے دھڑک جا سکتا ہی یعنی اُسے لوگ عزیز رکھتے ہیں اور اُس کا کام بن جاتا ہی۔ ۱۲

اگر تم ادب کرتی ہو تو مت سمجھو کہ ہم دنیا کی ایک رسم ادا کرتے ہیں اور اس ادب کو نہ بھی کریں تب بھی کچھ نقصان نہیں۔ خبردار ایسی بات ہرگز ذہن میں مت آنے دو۔ ادب نہ کرنے میں سراسر تمہارا نقصان ہے۔ جس کا تم ادب کرو گی ضرور وہ تم سے خوش ہوگا اور اُس کا جی چاہے گا کہ تمہیں کچھ نفع پہونچائے۔ اُستاد کا ادب کرو تو جی لگا کر اور سمجھا کر سبق دے گا جب بھولو گی خوشی سے بتا دے گا۔ ماں باپ کا ادب کرو تو دیکھو کیسے کیسے چین تم کو کراتے ہیں۔ جو مانگا وہ موجود۔ جو کہا وہ حاضر۔ حاکم کا ادب کرو تو عزت سے پاس بٹھائے گا ہر بات میں تمہاری رعایت کرتا رہے گا۔ اب ادب نہ کرنے والوں کی حالت پر نظر کرو بے ادب شاگرد کو استاد بے دلی سے پڑھاتا ہے۔ بھولا ہوا پوچھتا ہے تو بتانے میں دریغ کرتا ہے اور کہتا ہے کیسا بے سمجھ ہے ایک دفعہ بتایا ہوا یاد نہیں کھٹنا اُٹھا اپنی جگہ پر کھڑا ہو۔ بے ادب بیٹا ماں سے کچھ چیز مانگتا ہے تو ماں کہتی ہے چل دُور ہو میں نہیں دیتی۔ جانہار تو نے خوب جلایا ہے۔ باپ کو آنے دے دیکھ کیسا ٹھیک بنواتی ہوں۔ بے ادب جب حاکم کے دربار میں جاتا ہے تو چپراسی الگ دھکا دیتا ہے۔ مذکوری الگ۔ ادب صرف حکم ماننا ہی نہیں ہے۔ اگر تم باپ کا حکم مانو تو تم نے باپ کا ادب پورا نہیں کیا بلکہ ادب میں حکم ماننے کے علاوہ دل سے اطاعت اور دل سے تعظیم یعنی بڑائی کرنا اور لحاظ ضرور ہے۔ تم پر جس جس کا ادب لازم ہے اُن کو

تامل۔ پس و پیش۔ ۱۲

جھک کر سلام کیا کرو۔ جہاں تک ہو سکے اُن کی خدمت کرو۔ اُن کے سامنے بدلحاظی[1] کی کوئی بات مت کرو۔ یہاں تک کہ نشست برخاست میں بھی اتنا خیال کرو کہ اُن کی طرف پُشت[2] نہ ہو۔ اُن سے اونچے مت بیٹھو اُن کی طرف پاؤں مت پھیلاؤ۔ اُن کے آگے مت چلو۔ اُن سے بات چیت میں رد وکد[3] مت کرو۔ اُن کے سامنے بہت مت بولو اور بہت مت ہنسو اُن سے آنکھ مت ملاؤ اُن کا نام نہ لو ہر چند کوئی پوچھے اور جو ضرورتاً لو بھی تو بہت ادب کے ساتھ نام کے پہلے لفظ جناب اور نام کے بعد لفظ صاحب لگا کر لو جب تم اتنی باتوں کو کرو گی تو ادب والی پیاری بیٹی کہلاؤ گی۔ جو اپنے بڑوں کا ادب نہیں کرتے دنیا میں ہمیشہ کے واسطے ذلیل و خوار رہیں گے کیسی کم بخت[4] ہوتی ہیں وہ بیٹیاں جو ماؤں کو جواب دیتی ہیں اور اُن کی تعظیم نہیں کرتیں۔ بہتر تھا کہ بجائے ایسی ناہموار[5] اولاد کے سانپ پیدا ہوتے یا بن اولادی عورت بانجھ ہو جاتی اور ایسی ناشدنی[6] اولاد نہ پیدا ہوتی۔ تم ماں باپ کی قدر نہ جانو گی جب تک کہ تم خود ماں نہ بنو گی اور جب تک وہ وقت آئے بہت کم اُمید ہے کہ ماں باپ تم سے ادب کرانے کے لیئے زندہ رہیں۔ پس اس فرض کے ادا کرنے میں ہرگز وقت ضائع نہ کرو۔ (شمس العلما رمولوی نذیر احمد صاحب)

ادب کے متعلق سرسید کے خیالات ادب کیا چیز ہے۔ یہاں ادب کے معنی یہ ہیں کہ لڑکا اپنے بزرگوں کے ڈر کے مارے سچی بات

[1] بے شرمی۔ [2] پیٹھ۔ [3] بحث۔ حجت۔ [4] برباد۔ [5] ادب۔ نالائق۔ [6] جن سے آئندہ کی کوئی اُمید نہیں۔ نامراد۔ برباد۔ ۱۲

زبان سے نہ نکال سکے۔ جُھک جُھک کے بلا ضرورت سلام پر سلام پر کرے یہ ایسا ادب ہی جیسا ایک بندر والا بندر کو سکھاتا ہی کہ ٹانگ اُٹھا کر کھڑا رہے ہاتھ جوڑ کر گردن نیچی جُھکا کر سامنے آئے۔ اشارے کے ساتھ ڈگڈگی پر چڑھ بیٹھے۔ ہمارے مُلک میں جن بزرگوں کے ہاں کے لڑکے گھٹنے جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور نہایت جُھک کر سلام کرتے اور اشاروں پر کام دیتے ہیں اُن کی نسبت کہا جاتا ہی کہ بہت ادب سکھایا ہی مگر میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ادب نہیں ہی۔ ایسے ادب دینے والوں کو اس بات کا خیال نہیں آتا کہ اولاد کو ایسے ادب سکھانے سے اُس کا دلی جوش مر جاتا ہی۔ اُن کی عادت ذلیل بننے کی ہو جاتی ہی اور جرأت دلیری اور شرافت جاتی رہتی ہی۔ تربیت بُری باتوں سے بچنے کی ہونی چاہیے اندرونی قوی کے مارنے کی ضرورت نہیں۔ اگر لڑکے اپنی والدین کے سامنے اپنے دلی جوش کام میں لائیں گے تو آیندہ عمر میں باعثِ فخر ہوں گے۔ ہمارے ہاں بجائے اس کے کہ اُن کو صداقت اور آزادی رائے کی تعلیم ہو جھوٹ بولنے کی عادت پڑ جاتی ہی۔ زبان کُھلنے کے ساتھ ہی جب کہ اُن کی زبانیں لُکنت[1] کرتی ہیں گالیاں سکھائی جاتی ہیں۔ اُن کی توتلی زبان کی گالیاں پیاری لگتی ہیں جب بڑے ہو جاتے ہیں تو دل کی سچائی ظاہر کرنے سے روکے جاتے ہیں کیا کوئی انصاف سے یہ بات کہے گا کہ یہ سچی تعلیم اور سچی تربیت ہی۔ صداقت اور آزادی سے سچی بات کہنے کی عادت اس سے پیدا ہو سکتی ہی۔

[1] ہکلانی۔ ۱۲

ہرگز نہیں۔ اصلی ادب کے ساتھ آزادی کا کام میں لانا باعث فخر ہے۔ جو خیالات چھوٹی سی عمر سے دل میں بیٹھتے ہیں اُن کا نکلنا بہت مشکل ہے بلکہ نہیں نکلتے اور اسی سبب سے ہمارے ہاں کے اکثر لوگ جوان ہو کر بھی بہت سی باتیں اپنے دلی خیالات کے خلاف کہتے ہیں۔ ہمارے اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ادب کوئی ضروری چیز نہیں۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ ہماری مراد صرف اس قدر ہے کہ ادب وہاں تک مناسب ہے جہاں تک اخلاق اس کی اجازت دیتا ہے اور وہ ادب جس میں تصنع[1] اور بناوٹ ہو کسی طرح پسندیدہ نہیں۔ ماں باپ کی عزت کرنا۔ اُن سے ادب و لحاظ سے پیش آنا۔ اُن کے روبرو کوئی ناز یبا[2] لفظ زبان پر لانا اُن کے سامنے چیخ کر نہ بولنا اور اسی قسم کی باتیں ہیں جو ادب میں داخل ہیں۔ اسی طرح اپنے سے بڑے اور حکام وقت کا ادب بھی تم پر واجب ہے مگر اُسی حد تک کہ اُس میں بناوٹ اور فریب نہ ہو۔ (سر سید احمد خاں)

ہمجولیوں میں پاسِ ادب

محمودہ۔ اب میں یہ پوچھتی ہوں کہ آپ نے بے چاری زبیدہ کی دل شکنی کیوں کی؟ **حسن آرا**۔ بوا! میں نے تو زبیدہ کو کچھ بھی نہیں کہا۔ تم ناحق بے چاری کو مجھ سے لڑواتی ہو۔ **محمودہ**۔ چھوٹی لپاٹن کہا اور کچھ بھی نہیں کہا۔ آپ نہیں جانتیں کہ جھوٹ بولنا بڑے عیب کی بات ہے

---

[1] جو اصلی نہ ہو۔ بناوٹ۔ [2] نامناسب۔ ۱۲

اور بھلے مانسوں کی بہو بیٹیاں جھوٹ نہیں بولا کرتیں۔ کسی کو جھوٹی کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی کو چوری لگا دینا۔ حسن آرا۔ بوا! میں نے تو ہنسی ہنسی میں کہا تھا۔ آپس کی بے تکلفی میں ایسی بات بے ساختہ[1] منہ سے نکل جاتی ہے۔ اگر رات دن کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں سے ایسا تکلف کریں تو زندگی دشوار[2] ہو جائے۔ محمودہ یہ تو کچھ ہنسی اور بے تکلفی کی بات نہیں بلکہ لڑائی اور بگاڑ کی بات ہے۔ اگر ساتھ کے اٹھنے بیٹھنے والوں میں ایسی باتوں کا لحاظ نہ رہے گا تو پھر عادت پڑ جائے گی۔ (از بنات النعش)

ہم کہیں اور لکھ آئے ہیں کہ ہنسی کا گھر پھنسی۔ ٹھٹے مذاق میں اکثر رنجش پیدا ہو جاتی ہے جہاں چار سہیلیاں مل بیٹھیں کہ ایک کو چھیڑنے یا بنانے لگیں۔ تین ایک طرف ہو گئیں چوتھی کو نکو[3] بنا دیا۔ اچھی سوسائٹی کا یہ طرز نہیں۔ متانت کا لحاظ ہر وقت اور ہر جگہ رہنا چاہیئے۔ زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکلے جو دوسرے کو کھٹکے۔ آوازے توازے کسنا یا دوسروں پر ڈھال کر بات کہنا ثبوت ہے اس بات کا کہ تم میں پاس ادب ہے اور نہ تمھارے اخلاق جیسے صاف ستھرے ہونے چاہئیں ویسے ہیں۔ میٹھے بول۔ اچھی جچی تلی بات شرافت کی کھلی علامتیں ہیں۔ سہیلیوں میں بے تکلفی ضرور ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیئے۔ رکاوٹ یا منہ بنا کر مجلس میں

---

[1] بلا قصد۔ بے ارادہ۔ [2] مشکل۔ [3] مطعون۔ ۱۲

بیٹھنا نخوت اور غرور کی علامت ہے۔ بلو جلو۔ ہنسو بولو۔ اسے کوئی منع نہیں کرتا۔ ہ

زندگی زندہ دلی کا نام ہے + مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

مگر تہذیب کو ہاتھ سے نہ دو۔ مہذب اور دل خوش کن مذاق باعثِ رونق محفل ہوتا ہے لیکن بیہودہ بات چیت۔ ہنسی ٹھٹھا اور پھکڑ مردوں کو بھی معیوب ہے چہ جائے کہ شریف عورتوں کو جن کی بڑی صفت شرم و حیا ہے۔ (مولوی نذیر احمد صاحب لفظی ترمیم کے بعد)

شرافت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شرافتِ نسب کوئی چیز نہیں ہمارے پاس عقلی[1] شہادت موجود ہے کہ کل آدمی ایک آدم کی اولاد ہیں۔ ان کی جسمانی بناوٹ[2] ان کی خواہشیں ان کی ضرورتیں سب یکساں[3] ہیں۔ کسی کو کسی پر ترجیح[4] نہیں۔ دوسرا فریق کہتا ہے نہیں نہیں شریف رذیل کیسے برابر ہو جائیں گے۔ کہنے کو تو آدمی یہ بھی مگر آدمی آدمی انتر[5] کوئی ہیرا کوئی کنکر۔ انتظام دنیا اسی طرح پہ واقع ہوا ہے کہ سب لوگ ایک حالت کے نہ ہوں تو ایک محتاج[6] ہو ایک محتاج الیہ[7] ایک آمر ہو دوسرا مامور[8] ایک خادم ہو دوسرا مخدوم[9] اور اگر سب کی ایک ہی حالت ہوتی تو دنیا کا انتظام دگرگوں[10] ہوتا۔ آپ اگر سب کو ایک حالت کا بنانا چاہتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ انتظام الٰہی

[1] گواہی ثبوت۔ [2] ساخت۔ [3] ایک ہی طرح کی۔ [4] برتری۔ بڑائی۔ [5] آدمی آدمی میں مختلف کوئی اچھا کوئی برا۔ [6] حاجت مند جس سے ضرورت لگی ہو۔ [7] جس سے ضرورت لگی ہو۔ [8] حکم دینے والا جس کو حکم دیا جاتا ہے۔ [9] خدمت کرنے والا جس کی خدمت کی جاتی ہے۔ [10] بگڑا الٹ پلٹ جائے ۱۲۔

دخل دیتے ہیں۔ آج تو آدمی ہے کل کو آپ جانوروں کی وکالت کریں گے کہ یہ بھی جان رکھتے ہیں۔ ان کو بھی آرام و تکلیف کا احساس ہے۔ آدمی کیوں ان پر سوار ہو۔ کس لیئے ان پر بوجھ لادے۔ ان سے محنت مشقت کے کام اور سب سے بڑھ کر کیوں کس واسطے اپنے مزے کے لیئے ان کو جان سے مارے۔ پھر آپ اور ترقی کریں گے تو درختوں کا ترس کھائیں گے کہ ان کی بھی ایک طرح کی زندگی ہے۔ لکڑی نہ کاٹو۔ پتّہ نہ توڑو۔ ایندھن نہ جلاؤ۔ خلاصہ یہ کہ دوسروں کی خاطر مر رہو۔ اگر میں یہ کہوں کہ دونوں صاحب اصلِ مطلب سے الگ ہو کر افراط تفریط کے کناروں پر آگئے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ شرافتِ نسب کوئی چیز ہے بھی یا نہیں؟ میں کہتا ہوں اور دنیا کی تمام قومیں اس کو تسلیم کرتی ہیں بے شک زمانے میں ایسے باکمال لوگ ہوتے آئے ہیں جو ایک صفت یا چند صفتوں میں اپنے ابنائے جنس پر تفوّق رکھتے تھے اور جس کو خدا ممتاز کرتا ہے اُس کی نسبت سے اُس کی سب چیزوں میں وقعت آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ رہنے کے مکان میں۔ پہننے کے کپڑوں میں باندھنے کے ہتیاروں میں سواری کے جانوروں میں۔ لارڈ ٹینیسن مشہور انگریزی ملک الشعرا حال میں مرا ہی اُس کے بیٹھنے کی کُرسی لکھنے کی میز کے قلم کے۔ دوات کے لوگ لاکھوں روپیئے دینے کو موجود ہیں

---

۱ علم ہے۔ معلوم ہوتی ہے۔ خبر ہے۔ ۲ رحم۔ ۳ زیادتی۔ کمی ۴۔ ماننی ہیں۔ ۵ اپنے جیسے۔ ۶ برتری۔ بڑائی۔ شرر بند ۔ ۱۲

اُس کے وارث چوں کہ خود مقدور والے ہیں نہیں دیتے اور اس طرح کی مثالیں ڈھونڈھنی چاہو تو ہر ایک مُلک اور ہر ایک قوم میں کثرت سے ملیں گی کہ نامی نام ور لوگوں کی کیسی قدر کی جاتی ہے۔ تو جب ممتاز لوگوں کی نسبت سے اُن کی سب چیزوں میں وقعت آ جاتی ہو تو کیوں اُن کی نسلوں کی وقعت نہ ہو جو اُن کی زندہ یادگار ہیں اور اُن کے ساتھ نسبت بھی قوی اور قریب کی رکھتے ہیں۔ یہ ہی ماخذ[1] شرافتِ نسب کی قدر کا۔ ایک دوسری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ آدمی اشرف المخلوقات[2] تو ہے مگر اس کی مجموعی[3] حالت کے اعتبار سے۔ ورنہ اسی کی بہت سی باتیں حیوانوں سے ملتی ہیں کہ اُنھیں کی طرح وہ کھاتا پیتا سوتا چلتا پھرتا ہے۔ اُس میں کئی خواص نباتات[4] کے ہیں کہ اِس کو بالیدگی[5] ہے۔ پھُولنے پھلنے کے عوض اس کی نسل چلتی ہے۔ درختوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک درخت کے مزاجِ شخصی[6] کے مطابق اُس میں پھل لگتا ہے۔ ہو نہیں سکتا کہ نیم کے درخت میں نیبو پھلیں یا نیبو کے درخت میں نبولیاں۔ جس درخت کے پھل میں ایک خاص ذائقہ[7] ہے اُس سے جتنی نسل چلے گی وہ ذائقہ کم و بیش[8] سب پھلوں میں ہوگا۔ غرض یہ بات نباتات حیوانات اور انسان سب میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے کہ نسلیں اپنے بزرگوں کے ساتھ مشابہت[9] اور مماثلت[10] کو باقی رکھتی چلی آتی ہیں۔ اس کی تصدیق

[1] جڑ۔ [2] مخلوقاتِ عالم میں سب سے بزرگ تر یا بہتر۔ [3] سب باتوں کے لحاظ سے۔ [4] درخت پھل پھلاری۔ [5] روئیدگی۔ بڑھنا۔ [6] اپنا اپنا مزاج۔ [7] مزہ۔ [8] تھوڑا بہت۔ [9,10] ایک ہی وضع طرح ملنا جلنا۔ ۱۲

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ سے ہوتی ہے اور اسی طرح کی ایک کہاوت ہندی میں بھی ہے۔ "باپ پر پوت پِتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا" یہ مشابہت نہ صرف جسمانی بناوٹ میں ہوتی ہے بلکہ افتادِ مزاج میں بھی۔ ہم خیال نہیں کرتے ورنہ اس مشابہت کی مثالیں اس کثرت سے موجود ہیں کہ ہر فردِ بشر۔ ہر جانور۔ ہر پھل پھول ہر پتّا اس کی گواہی دے رہا ہے۔ پس شرافت نسب کی قدر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم حقیقت میں اُن صفتوں کی قدر کرتے ہیں جو بانیٔ سلسلۂ نسب میں تھیں اور اُن صفتوں کے قابل قدر ہونے میں کسی کو گنجائش گفتگو نہیں۔ تو قدرِ نسب میں کیوں ہو۔ لیکن ہاں یہ بات بھی خیال کرنے کی ہے کہ تعلیم سے تربیت سے۔ دوسروں کے پاس اُٹھنے بیٹھنے رہنے سہنے سے بھی آدمی کے مزاج پر۔ اخلاق پر۔ عادات پر بڑا اثر پڑتا ہے اور اچھوں کی اولاد بُری اور بُروں کی اچھی ہوجاتی ہے اور یہی حال نباتات کی پَود اور حیوانات کی نسل کا ہے۔ پھر بھی اصالت اپنا رنگ دکھائے بِدُون نہیں رہتی "اصل سے خطا نہیں کم اصل سے وفا نہیں"

ہم مردوں کی طرف سے ایسا مطمئن نہیں ہوں جیسا عورتوں کی طرف سے کیوں کہ جو چیزیں خارج سے مزاج پر اثر کرتی ہیں۔ عورتیں اُن سے زیادہ محفوظ ہیں۔ اُن کے پاس وہی موروثی اثاثہ ہے جو اُنھوں نے

باپ۔ اصلِ طبیعت۔ ہر انسان۔ جس سے وہ سلسلہ چلا ہے۔ جگہ۔ موقع۔ نسل۔ بغیر۔ سیدا۔ باہر والے سے۔ پونجی۔ ۱۲

اپنے بڑوں سے پایا اور لیں۔ (ملخص از رسالہ صادقہ)

اصلی شرافت

کہتے ہیں کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا بڑا خوش مزاج اور نیک طبیعت۔ اس بادشاہ کا ایک لڑکا تھا۔ نہایت تیز مزاج اور بدخصلت مغرور ایسا کہ کسی کو اپنے برابر نہ سمجھتا تھا اور ہر ایک کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اُستاد ڈر سے مارے کچھ نہ کہہ سکتے تھے اور بادشاہ کے خوف سے اُس کے مزاج کی اصلاح نہ کر سکتے تھے۔ بُری عادتیں روز بروز اُس کی طبیعت میں بیٹھتی گئیں یہاں تک کہ جب اُس کی عمر بیس برس کی ہوئی اور شادی ہو چکی تو بھی مزاج نہ بدلا۔ اب بادشاہ کو خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح اس کے مزاج کی اصلاح کی جائے۔ اتفاقاً اس عرصے میں اُس کے ہاں پوتا پیدا ہوا اور اُسی دن اُس کے ایک ملازم کے گھر میں بھی لڑکا پیدا ہوا۔ بادشاہ یہ خبر سُن کر محل سرائے میں گیا۔ حکم دیا کہ دونوں لڑکوں کو ایک پلنگ پر پاس پاس لٹا دیں یہ کہہ کر بادشاہ تو چلا گیا اور شہزادہ اپنے لڑکے کو دیکھنے آیا۔ دیکھا کہ دو لڑکے ایک ہی شکل و شباہت کے پلنگ پر لیٹے ہیں۔ بہت حیران ہوا اور خواصوں سے دریافت کیا کہ ان میں میرا لڑکا کون سا ہے۔ اُنھوں نے اپنی لاعلمی[1] ظاہر کی۔ شہزادہ بہت کھسیانا ہوا اور قریب تھا کہ خواصوں کو مارنا پیٹنا شروع کر دے کہ اتنے میں بادشاہ آ گیا اور سب ماجرے[2] سُن کر شہزادے سے کہا کہ تم کو

---

[1] نادانستگی یعنی ہم نہیں جانتے۔ [2] کیفیت۔ حال۔

اپنی شرافت اور حسب و نسب پر بہت گھمنڈ تھا۔ کیا تم اتنا نہیں بتا سکتے کہ ان دونوں لڑکوں میں تمہارا شریف لڑکا کون سا ہے اور دوسرا رذیل لڑکا کون سا۔ تمہارا لڑکا تو بہت اصیل و نجیب ہونا چاہیئے پھر کیا وجہ ہے کہ تم شناخت[1] نہیں کر سکتے۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے پوتے کو گود میں اٹھا لیا اور کہا لو میں تمھیں بتاتا ہوں۔ تمہارا لڑکا یہ ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ میں نے بھی اسے خاص وجہ سے پہچانا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں پہلے اسے دیکھنے آیا تھا تو اس کے گلے میں ایک ڈورا باندھ گیا تھا اگر وہ ڈورا نہ ہوتا تو میں بھی ہرگز نہ پہچان سکتا۔ اب تم نے دیکھ لیا کہ خدا کے ہاں سے نہ کوئی شریف آتا ہے نہ رذیل۔ سب ایک سے آتے ہیں ہاں شکلوں کا اختلاف[2] ضرور ہوتا ہے مگر اس میں بھی ادنیٰ[3] اعلیٰ[4] اور غریب اور امیر کی کچھ تمیز نہیں۔ بعض غریبوں کے بچے ایسے خوب صورت ہوتے ہیں کہ امیروں کے بچے اُن کی ایڑی کی بھی برابری نہیں کر سکتے۔ اگر ان لڑکوں کو بھی انصاف کی نظر سے دیکھو تو نوکر کا لڑکا تمہارے لڑکے سے نقشے میں بیش[5] ہے۔ شہزادہ باپ کی تقریر سُن کر بہت شرمندہ ہوا اپنی غلطی کا اقرار کیا اور اُس روز سے لوگوں کو حقارت سے دیکھنا چھوڑ دیا اسی عرصے میں بادشاہ کو شہزادے کے درست کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ آیا۔ شہزادہ بیمار ہو گیا اور حکیموں نے تجویز کی کہ اس کی فصد لینی

---

[1] پہچان۔ [2] فرق۔ [3] کم درجے۔ [4] اونچے درجے۔ [5] کچھ زیادہ اچھا ہے۔ ورہے۔ ۱۲

چاہیئے۔ اتفاقاً ایک غلام بھی اسی بیماری میں مُبتلا تھا بادشاہ نے اُسے بھی بُلوایا اور کہا کہ ان دونوں کی فصدیں کھولو اور ایک پیالے میں شہزادے کا خون لو اور دوسرے میں اس غلام کا۔ جب دونوں کا خون علیحدہ علیحدہ دو پیالوں میں بہ چکے تو حکیموں سے کہا کہ ان دونو خونوں کا امتحان کر کے دیکھو کہ کونسا زیادہ صاف اور اچھا ہے۔ حکیموں نے دونوں کے خون کو اچھی طرح دیکھ بھال کر رائے دی کہ حضور! غلام کا خون زیادہ صاف اور اچھا ہے۔ بادشاہ نے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے سُنا۔ کس کا خون زیادہ صاف اور اچھا ہے تمھارا یا تمھارے غلام کا۔ لڑکے نے شرمندگی سے سر جھکا کر جواب دیا کہ بے شک غلام کا خون زیادہ صاف اور اچھا ہے بادشاہ نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ تم بات بات پر غصے ہوتے ہو اور لوگوں سے نفرت کر کے طیش میں آتے ہو اور اپنے خون کو خراب کرتے ہو۔ غلام ہر وقت ہنسی خوشی رہتا ہے اس لیے اس کا خون خراب نہیں ہوتا۔ دوسری یہ بات ہے کہ تم عمدہ سے عمدہ کھانوں۔ لباسوں اور سامانوں کو بھی نخوت کے سبب پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور نہیں پہنتے اس لیئے کہ تم کو کبھی خوشی حاصل نہیں ہوتی اس کے برخلاف غلام جو کہ اُسے ملتا ہے خوشی خوشی کھاتا۔ خوشی خوشی پہنتا اور ہر ایک چیز خوشی سے برتتا ہے۔ غرض وہ ہر وقت

گرفتار۔ پھنسے ہوئے۔ آدھ نتا۔ غصے میں جلنا۔ غرور۔ تکبر۔ استعمال کرنا ہے

خوش خرم رہتا ہے اور خدا کا شکر بجالاتا ہے۔ پھر تمہارا خون صاف اور ستھرا ہو یا اُس کا۔ یہ بھی تم کو یاد رہے کہ جن لوگوں سے تم کو سابقہ[1] پڑتا ہے اُن میں سے شاید ہی کوئی تمہاری بدمزاجی کے سبب خوش ہو گا اگرچہ مُنہ پر نہ کہیں مگر دل میں سب ناراض ہیں اور تمہارے غلام کا جن لوگوں سے واسطہ ہے اُن میں سے شاید ہی کوئی اُس سے ناخوش ہو گا کیوں کہ وہ بڑا خوش خلق اور نیک طینت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ شرافت و نجابت کوئی ماں کے پیٹ سے لے کر نہیں آتا۔ پیدا سب ایک سے ہوتے ہیں۔ پھر جو اپنے اخلاق و عادات دل و دماغ کی حالت کو اچھا کر لیتا ہے وہی اصلی شریف و نجیب ہو جاتا ہے اور جو خراب کر لیتا ہے وہ کمینہ اور رذالہ بن جاتا ہے۔　(محمد عبد اللہ خاں)

شرم

جس کو خدا سے شرم ہے وہ ہے بزرگ دیں	دنیا کو جس کی شرم ہے مرد شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں اُس کو کیا کہوں	فطرت میں وہ رذیل ہے دل کا کثیف ہے

(اکبر)

انسان میں بہت سی صفتیں ہیں جن کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات کہلایا۔ ان میں سب سے عمدہ سب سے بکار آمد شرم ہے۔ اگر ہم شرم کا مطلب دوسرے لفظوں میں بیان کرنا چاہیں تو شرم ایک طرح کا ڈر ہے کہ میں نے جو یہ بے جا بات کی ہے ایسا نہ ہو کسی پر ظاہر ہو جائے تو وہ میری نسبت کیا خیال کرے گا کہ یہ کیسا نالائق ہے تو اس کے ڈر کے لیے چاہیئے پہلے بھلے بُرے کی تمیز[2] اور تمیز کے ساتھ اتنا اور

---

[1] کام پڑتا ہے۔ [2] سامنے۔ دو بدو۔ روبرو [3] اچھی خصلت۔ [4] گندہ۔ غلیظ۔ [5] فرق

کہ یہ بات بُری ہے تو مجھ کو کرنا زیبا[1] نہیں اور یہی وجہ ہے کہ حیا کو جزوِ[2] ایمان ٹھیرا کر فرمایا ہے اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ کہنے کو تو شرم ایک چیز ہے مگر وہ اکھٹے تین کام دیتی ہے۔ وقوعِ جرم[3] سے پہلے روک تھام۔ دنیا میں کتنے گناہ ہیں جو شرم کی وجہ سے ہونے نہیں پاتے۔ دل میں ارادہ ہوتا ہے لیکن شرم دامن گیر[4] ہو کر باز رکھتی ہے اور بندہ بشر ہے شرم مانع[5] آتی ہی رہی اور اس سے قصورِ سرزد[6] ہو گیا تو شرم اس کو ماخوذ[7] کرتی ہے اور جج[8] بن کر اس کو سزا دیتی ہے اور یہ افسوس کرتا ہے کہ ہائے کیوں میں نے ایسا جھک مارا اور آیندہ کے لئے اس سے مچلکہ[9] مانگتی ہے کہ پھر ایسا نہیں کروں گا۔ خیر۔ یہ تو مطلق شرم کی نسبت میں نے چند باتیں بیان کیں۔ اب مجھ کو اس شرم کے بارے میں کہنا ہے جو شادی بیاہ کے معاملات میں کی جاتی ہے۔ عورت تو کوئی رذیل[10] سے رذیل بھی اپنے بیاہ کی صلاح میں شریک نہیں ہو سکتی۔ میں سمجھتا ہوں ومنا تو نہیں مگر مردوں کا حال بھی قریب قریب عورتوں ہی کا سا ہے۔ پہلے مجھ کو تعجب ہوتا تھا کہ وہ ضرورت جو ہر فردِ بشر کے پیچھے لگی ہے اور خدا کی حکمت[11] کاملہ اسی کی مقتضی[12] ہوئی کہ اسی ضرورت کو دنیا کے بڑھنے اور باقی رہنے کا ذریعہ[13] قرار دے اتنی ساری شرم تو اس میں کہاں سے آ گھسی۔ بہت غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ ضرورت طرح طرح کے فسادات اور انواع و اقسام کے جھگڑوں کا

---

[1] مناسب۔ لائق۔ سزاوار۔ [2] ایمان کا ایک حصہ۔ [3] جرم کے ہو جانے۔ [4] مانع ہوتی ہے۔ روکتی ہے۔ [5] انسان ہے۔ [6] روکتی ہے۔ [6] یعنی کر بیٹھا۔ [7] پکڑتی۔ دھر لیتی ہے۔ [8] حاکم۔ منصف۔ [9] تحریری ذمہ داری۔ [10] کمینی۔ گھٹیا۔ کم مرتبت۔ [11] بھرپور دانش مندی۔ [12] یہی چاہتی ہے۔ [13] واسطہ۔ سبب۔ ۱۲

پھاٹک ہی۔ اگر اس کو سختی کے ساتھ بند نہ رکھا جائے تو دنیا میں امن قائم نہیں رہ سکتا۔ اخلاق کی کتابوں میں شرم کے تین درجے لکھے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ابنائے جنس سے شرم کرے۔ اس سے بڑھکر یہ کہ خدا سے شرم کرے اور سمجھے کہ وہ دانائے[1] نہاں و آشکارا ہمارے دلوں کے ارادوں تک سے واقف ہے اور ہم اندھیری رات میں ستر پردوں کے اندر کوئی کام کریں تو اور روز روشن میں ڈھول بجا کر کوٹھے پر چڑھ کر کریں تو اُس کی نظر میں دونوں یکساں ہیں۔ لیکن شرم کا ایک درجہ اس سے بھی بڑھکر ہے کہ آدمی اپنے نفس سے شرم کرے اور بُرے کام کرنے سے اُس کو یہ خیال مانع ہو کہ یہ کام میری شان کے لائق نہیں۔ حضرت عثمانؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ بڑے شرمالو[2] تھے یہاں تک کہ اکیلے مکان میں بھی برہنہ[3] غسل نہیں کرتے تھے۔ بے شک یہ ہی اعلیٰ درجے کی شرم جس کو خدا نصیب کرے۔ میں نے بہت غور کیا کہ ہم لوگوں کی شرم ان تین قسموں میں سے کس قسم کی ہے۔ تو میری سمجھ میں یوں آیا کہ اس کو ایک قسم جداگانہ قرار دینا چاہیے کہ گلگلوں کے نام سے تو چڑیں[4] اور گڑ پائیں تو بھیلیاں کی بھیلیاں چٹ[5] کر جائیں۔ غرض اس جھوٹی اور منافقانہ[6] اور دکھلاوے کی شرم کو شرم کہتے ہوئے مجھ کو خود شرم آتی ہے۔ ایک بات اور ہے کہ یوں تو وہ شرم سے خارج ہے[7]

[1] جو باتیں ڈھکی چھپی ہیں اور جو ظاہر یا کھلے خزانے ہیں سب کو جانتا ہے۔ [2] شرمیلے۔ حیادار۔ [3] ننگے۔ [4] ایک اور ہی قسم جو سب سے علیحدہ ہے۔ ناپسند کریں۔ [5] گڑ کی چکتی۔ [6] صاف کر جائیں۔ جھٹ سے کھائیں۔ [7] دل میں کچھ منہ پر کچھ دکھاوے کی یعنی شرم میں شامل نہیں۔ ۱۲

مگر ہی اسی کا ضمیمہ[1] - چھوٹی عمر میں شادی کرنے کا دستور ہم مسلمانوں میں تو کم ہی مگر جیسی عمروں میں ہمارے یہاں اکثر شادی بیاہ ہوتے ہیں لوگ اس کو بھی جلدی ہی سمجھتے ہیں اور ان کا یہ خیال ہو کہ اسی سے ہماری نسلیں کم زور ہوتی اور عمریں گھٹتی[2] چلی جاتی ہیں - اصل میں یہ اعتراض انگریزوں کا نکالا ہوا اور دوسرے ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے ہیں - لیکن اگر واقع میں ہماری نسلیں کم زور اور عمریں گھٹتی جاتی ہوں تو اس کا سبب یہ نہیں ہو کہ جو قرار[3] دیا جاتا ہو بلکہ اس کا سبب ہو ہمارا[4] طرزِ تمدن[5] کہ ہم لوگوں میں اصولِ صفائی کی مطلق رعایت نہیں - گنجان آبادی - بند مکان - میلا پانی - گندی ہوا - آپ احدی - چلنے کے نہیں پھرنے کے نہیں - بٹ[6] ٹوٹا[7] آئے تو کہاں سے آئے اور دیہات میں یہ خرابیاں کم ہیں تو ویسے ہی وہاں کے لوگ موٹے تازے زبردست مضبوط - چونچال - جفاکش[8] بھی ہوتے ہیں ہم جیسے نہیں کہ چھینکنے سے ناف[9] ٹلتی اور کھانسنے سے کولا اترتا - ملک کی آب و ہوا کہ یہاں

---

[1] باقی ماندہ حصہ جو بعد میں جوڑ دیا جائے - [2] کم ہوتی - [3] ٹھیرایا - [4] زندگی کا طریقہ - [5] خیال - گھنی بستی ہوئی - [6] کاہل - ناکارہ - [7] زور - طاقت - دیہ کی جمع یعنی گانوں - [8] ہوشیار - پھرتیلے - محنتی - [9] ناف کا اپنی جگہ سے بے جگہ ہوجانا - در اصل ناف کوئی ٹلنے کی چیز نہیں - رگوں یا پٹھوں کی کشش کا نام ناف ٹلنا رکھ لیا ہو یہ مرض عورتوں میں زیادہ ہوتا ہو مگر وہ مرد جو عورتوں سے بھی بناؤ سنگھار اور نزاکت میں دو قدم آگے ہیں وہ بھی ناف ٹل جانے کی شکایت اپنی نزاکت کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں - ۱۲

مرد اور عورت جلد[1] جوان ہو جاتے ہیں اور سوسائٹی کی حالت دیکھ کر میں
مسلمانوں کو شادی بیاہ میں زیادہ دیر لگانے کی ہرگز رائے نہیں دوں گا۔
اگر ہمارے یہاں کچھ جلدی ہوتی ہے اور اس سے کچھ قباحت[2] لازم[3]
آتی ہے تو وہ اُس قباحت بلکہ اُن قباحتوں کے آگے ہرگز قابل لحاظ[4]
نہیں جن کا دیر کی صورت میں پیدا ہونا کچھ بعید[5] نہیں۔ بلا سے آگے کو
نسل چلے اور مرجیو[6] ہو اور ہم بھلے مانس رہیں۔ بہتر ہے اس سے
کہ چلے ہی نہیں۔ یا چلے اور بعد خرابی[7] بصرہ چلے۔ (از رویائے صادقہ)

حیا

او حیا او پاسبان آبرو
نیکیوں کی قوت بازو ہے تو

پاک دامانی پہ تجھ کو ناز ہے
کیا ہی تیرا دل پذیر انداز ہے

کھُپ[8] گئی جس آنکھ میں تو مثل نور
بدنگاہی سے رہی وہ آنکھ دُور

دامن عصمت کو تو رکھتی ہے پاک
ہے سدا جرم و گنہ سے تجھ کو پاک

گر نہ ہوتا درمیاں تیرا حجاب
فعل بد سے کون کرتا اجتناب[9]

خواہشوں کو جو نہ تو دیتی لگام[10]
آدمی حیوان بن جاتے تمام

جب خطا کرتی ہے دل میں شور و شر[11]
تو ہی بن جاتی ہے واں سینہ سپر[12]

[1] یورپ کی آب و ہوا سرد ہے وہاں میں اکیس برس میں لڑکی جوان ہوتی ہے۔ ہندوستان گرم ملک ہے یہاں لڑکیاں بارہ تیرہ برس کی ہی لوتھا کی لوتھا ہو جاتی ہیں۔ [2] برائی۔ نقصان [3] اگر ہوتا ہے [4] خیال کرنے کے قابل۔ [5] دور نہیں۔ [6] مر بیخ۔ مرجھل۔ [7] ساری خرابیاں ہو چکنے کے بعد [8] چونکنا۔ سما گئی۔ [9] بچنا۔ پرہیز کرنا۔ [10] یعنی روکتی۔ باز رکھتی۔ [11] غل غپاڑا۔ فساد۔ [12] زور پہ تیرا سینہ ڈھال بن جاتا ہے۔ ۱۲

ذلت وخواری تجھے بھاتی نہیں
تو مذمت کو سمجھتی زہر ہے
مفلسوں کی ہے تو ہی پشت وپناہ
گو تہی دستی سے ہو جائیں نزار
ہے ترے نزدیک مرجانا پسند
اس قدر تجھ کو نہیں پروائے ناں
آبرو کھوتی نہیں از بہرِ قوت
اغنیا کے دل کو گرماتی ہے تو
تو ہی سکھلاتی ہے اُن کو بذلِ مال

تاب رسوائی کی تو لاتی نہیں
اور ملامت تیرے حق میں قہر ہے
تو سمجھاتی ہے عرق ریزی کی راہ
ہے مگر تجھ کو گدائی ننگ وعار
پر نہیں ہے ہاتھ پھیلانا پسند
جس قدر تو آن پڑتی ہے جاں
لب پہ بن جاتی ہے تو مہرِ سکوت
بخل اور خست سے شرماتی ہے تو
زخمِ خنجر ہے تجھے ردِ سوال (للاعلم)

عزت

آکثر لوگ دولت کو عزت کا زیور سمجھتے ہیں مگر ایسا سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ دولت بلاشبہ اس بات کا ذریعہ ہے کہ چند خوشامدی اور اور کمینہ خصلت خوشامد کے لیئے اور جھوٹی تعریف کرنے اور جھوٹی عزت دینے اور جھوٹی دوستی جتانے کو موجود ہو جاتے ہیں اور

حمایت کرنے والی۔ محنت۔ جانفشانی۔ مفلسی۔ شرم کی بات۔ مانگنا۔ روٹی۔ معاش کی ضرورت۔ عزت۔ آبرو۔ وضع داری۔ عزت۔ وقار۔ روزی کے لیئے۔ یعنی منہ سے بات نہیں نکلنے دیتی۔ خاموشی۔ امیروں۔ خوش حال لوگوں۔ بخیلی۔ کنجوسی۔ مال کا خرچ کرنا۔ اگر کوئی تیرے سوال کو پورا نہ کرے تو تجھے ایسی چوٹ لگتی ہے کہ گویا کسی نے خنجر بھونپ دیا۔ ۱۲

جب تک وہ ہے یہ بھی حاضر ہے اور جب وہ نہیں تو پھر یہ بھی حاضر نہیں
عزت خود ایک صفت ہے جو مثل اور صفتوں کے خود انسان کی ذات
میں ہوتی ہے۔ سب سے پہلے خود انسان اپنے کو خود معزز سمجھتا ہے اس
عزت کی بدولت اس کا دل نہایت قوی اور نہایت خوش رہتا ہے۔
وہ مطلق اس بات کی خواہش نہیں رکھتا کہ کوئی دوسرا اُس کی عزت
کرے بلکہ اُس کی خوشی اس میں ہوتی ہے کہ وہ خود ایسا ہو کہ آپ اپنی
عزت پر یقین کرے۔ جب انسان ایسا ہو جاتا ہے تو تمام دنیا از خود
اُس کی عزت کرتی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ لوگ میری عزت کریں مگر
بے اختیار دوست دشمن اس کے آگے جھکتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہمارے زمانے
کے لوگ قبل اس کے کہ وہ خود اپنی عزت پر آپ یقین کریں دوسروں سے
اور خصوصاً اس معزز تربیت یافتہ قوم سے جس کو خدا نے اپنی بڑی
حکمت سے ہمارے ساتھ ہندوستان میں بسایا ہے (یعنی انگریز) اپنی عزت
کے خواہاں ہوتے ہیں اور چوں کہ غلطی پر ہوتے ہیں اس لیے مقصد کو
نہیں پہنچتے۔ اس کے ساتھ ایک بڑا افسوس یہ ہے کہ ہمارے زمانے
کے لوگوں نے عزت کے معنی سمجھنے میں بھی بڑی غلطی کی ہے۔ اُنھوں نے
عزت کے مفہوم[1] کو چند ظاہری باتوں پر منحصر[2] سمجھ رکھا ہے۔ خانگی امور
میں تو اپنی عزت اُنھوں نے اس میں سمجھ رکھی ہے کہ دو چار خدمت گار
دست بستہ[3] اُن کے سامنے کھڑے ہیں۔ حضور و جناب عالی کہہ کر اور

---

[1] مطلب۔ [2] موقوف۔ [3] ہاتھ باندھے ہوئے۔ ۱۲

ہاتھ جوڑ کر کچھ بات عرض کرتے ہیں۔ سواری کے جلو[1] میں دو چار عصا بردار دوڑتے ہیں۔ دو تین خواص پان کا ڈبّہ ایک پیک تھوکنے کا پیک دان لیئے حاضر ہیں۔ برادری میں اور اپنی قوم میں اپنی عزت اس میں سمجھ رکھی ہے کہ بیٹے کی بسم اللہ اور ختنے کی شادی میں وہ کچھ کیا کہ آج تک کسی نے ویسا نہیں کیا تھا۔ کوئی دوست نہیں رہا جو نہ بلایا ہو۔ کوئی رقاصہ[2] نہیں رہی جو مجرے کو نہ آئی ہو۔ بھانڈوں نے ایسا سماں باندھا کہ کسی کے ہاں نہ بندھا ہو۔ حاکموں کے دربار کی عزت اس پہ منحصر ہے کہ صاحب آج ہم سے ہنس کر بولے۔ یہ عزت حقیقی عزت نہیں ہے بلکہ نیک افعال اور پسندیدہ اطوار سے لوگوں کے دلوں میں خودبخود جو وقعت اور عظمت بیٹھتی ہے وہی حقیقی عزت ہے۔ جھوٹی عزت چوں کہ دل سے نہیں کی جاتی اس لیئے اُس کو قیام[3] نہیں ہوتا۔ جن اسباب سے ایسی عزت حاصل ہوتی ہے ان کے زائل ہوتے ہی وہ بھی جاتی رہتی ہے۔ حقیقی عزت کی جگہ دل میں ہوتی ہے اور چوں کہ اس کے اسباب قوی ہوتے ہیں اس لیئے اس کا قیام زندگی بھر کیا دوام[4] کے لیئے ہوتا ہے۔ نیک اور اچھے لوگ مر بھی جاتے ہیں تو خاص و عام اُن کے نام کی عزت کرتے ہیں۔

(سر سید احمد خاں)

لباس

انسان کی ظاہری زینت و زیبائش لباس سے ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ لباس زرق برق ہو گوٹا کناری لگا ہو کارچوبی کام ہو رنگینی حد سے زیادہ اور ناموزوں ہو۔ لباس کی

[1] ساتھ - اردلی میں۔ [2] ناچنے والی یعنی طوائف۔ [3] ثبات - دیرپائی - جائے ہی۔ [4] ہمیشہ۔ ۱۲

بڑی خوبی اُس کی ثقاہت[1] اور سادگی اور موزونیت[2] میں ہے۔ ہر طبقے[3] ہر ملک اور ہر قوم کے لباس میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ مردوں اور عورتوں کے لباس میں بھی بڑا فرق ہے۔ دہلی اور لکھنؤ کی مستورات کے غرارے دار پاجاموں کے پائینچے ضرورت سے زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ لکھنؤ میں اتنے لمبے پائینچوں کے پاجامے ہوتے ہیں کہ لونڈیاں باندیاں اُن کو اُٹھا کر چلتی ہیں[4] لیکن اب یہ رواج کم ہوتا جاتا ہے کیوں کہ اتنے بڑے پائینچے بہت تکلیف دے ہوتے ہیں پنجاب میں عورتوں کے پاجامے جن میں گلبدن کا ایک ایک تھان خرچ ہوتا ہے عام طور سے معزز گھرانوں میں استعمال کیئے جاتے ہیں۔ مختلف مذاہب کے لوگوں کا لباس بھی جداگانہ ہے ہنود کی مستورات عموماً لہنگا اور ساڑی پہنتی ہیں مسلمانوں کی عورتیں تنگ موری کا اور ڈھیلا پاجامہ اور اب ساڑیوں کا رواج بھی ہو چلا ہے پورب اور مدراس میں زیادہ بالائی[5] ہندوستان میں کم۔ انگریزی لباس جڑ[6] پکڑ جاتا ہے اور عورتوں میں بھی چپکے چپکے[7] غیر محسوس[8] طور پر سرایت[9] کرتا چلا جاتا ہے۔ سلیم شاہی۔ کفِ پائی

[1] بھاری بھر کم پنا۔ جس میں چھچھوراپن نہ ہو۔ [2] مناسبت۔ بے جوڑ نہ ہو۔ [3] فرقے۔ گروہ۔ [4] یورپ میں اب بھی دربار ی لباس میں نہ صرف عورتوں کے گون بلکہ مردوں کے چغے بھی کبھی کبھی لڑکے لڑکیاں اُٹھاتے رہتے ہیں لباس کا فرش پر لٹکتا ہوا حصّہ ٹرین کہلاتا ہے اور جو اُٹھاتے ہیں وہ پیج کہلاتے ہیں۔ دلہنوں کا لباس بھی اسی قسم کا ہوتا ہے کہ کئی کئی لڑکیاں اسے سہارا دیتی اور سنبھالتی ہیں۔ یہ سب امیری کی شان ہے [5] ہندوستان کا اوپر والا حصہ یعنی شمالی ٹکڑا [6] مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ [7] نامعلوم طور پر۔ [8] نامعلوم اثر۔ [9] داخل ہوتا جاتا ہے

اور کا مدار [1]چھڈی جتیوں کے عوض گرگابی اور بوٹ چل پڑے ہیں۔ سایہ نما [2]اٹھے پاجامے نے کثرت سے رواج پالیا ہے۔ ملبوس جاکٹ طرح طرح کی فرل دار قمیصوں واسکٹوں نے پرانی وضع کی محرم کرتی کی جگہ لے لی ہے۔ انگریزی لباس بلحاظ چلت [3]پھرت اور موسم کے اسی ملک کے موزوں ہے مگر ہندوستان جیسے گرم ملک میں جہاں تن پہ کپڑا [4]بار ہے یہ لباس بہت تکلیف [5]دہ ہے۔ قیمتی بھی زیادہ ہے دیسی لباس سے چوگنی پچگنی قیمت خرچ ہوتی ہے اور اس کے لیئے میز کرسی کی [6]نشست کی ضرورت ہے فرش پر بیٹھنے والی عورات کے لیئے یہ لباس مناسب نہیں۔ البتہ تھوڑے سے تغیر تبدل سے یہ لباس ہماری ضرورتوں کے موافق اور طرزِ معاشرت کے لحاظ سے موزوں ہو سکتا ہے۔ زمانے کی وہ حالت اب نہیں رہی جو پہلے تھی۔ پہلے جو کوئی لباس تو لباس صرف بوٹ پہن لیتا تھا تو کرستان کہلاتا تھا لوگ [7]انگلیاں اٹھاتے تھے مگر جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے اس قسم کے خیالات رفع [8]ہوتے جاتے ہیں اور اب کوئی [9]کان تک بھی نہیں ہلاتا۔ لباس کی وضع قطع ہر شخص کی طرزِ معاشرت اور مقدور پر منحصر ہے اگر کوئی شخص صاحبِ مقدور ہے اور اس کی طرزِ معاشرت اس امر کی مقتضی ہے کہ وہ انگریزی لباس پہنے تو مضائقہ بھی نہیں ہے۔ (محمد عبد الاحد خاں بہ ترمیم مناسب)

---

[1] اٹھی ہوئی ایڑیوں کی جوتی۔ [2] چلنے پھرنے۔ [3] اٹھنے بیٹھنے [4] بوجھ۔ [5] تکلیف دینے والا۔ [6] بیٹھنے۔ [7] اعتراض کرتے تھے۔ عیب چینی کرتے تھے۔ [8] بدلی۔ عیسائی۔ [8] اٹھتے چلے جاتے ہیں۔ [9] کچھ اعتراض نہیں کرتا۔ ۱۲

اندرونی بیماریاں

ایک ماں بچے کو نصیحت کر رہی ہے

یہ جو ظاہری بیماریاں ہیں ان میں تو جان کا ڈر ہے اور دل کی بیماریوں میں ایمان کا خوف ہے۔ بچہ پوچھتا ہے اچھی اماں ہاں! وہ کیا بیماریاں ہیں؟ کہا بیٹا وہ بیماریاں ہیں کہ انسان اپنے تئیں سب سے اچھا جانے اور اپنے سامنے کسی کو کچھ نہ سمجھے۔ کسی کو اچھے حال میں دیکھے تو جل جائے۔ دل میں کپٹ[1] رکھے اور ظاہر میں دوست بنا رہے۔ لوگوں کو بیٹھ پیچھے برا کہے اور سامنے خوشامد کرے۔ جس سے ملے اپنی غرض کے لیئے ملے اپنے فائدے کے لیئے دوسرے کے نقصان کا روادار[2] ہو۔ نیک کام لوگوں کے دکھانے کو کرے۔ کسی پہ ذرا احسان کرے تو ایک ایک سے کہتا پھرے اور دل میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیب نکالے اور اپنے عیبوں سے آنکھیں بند کرے۔ کسی میں ایک عیب دیکھے تو اس کی ساری خوبیوں پر پانی پھیر دے[3]۔ اسی طرح لالچ۔ دھوکہ۔ لُترا پن[4]۔ جھوٹ۔ مکر۔ دغا۔ یہ سب بیماریاں ہیں خدا دشمن سے دشمن کو یہ آزار[5] نہ لگائے۔ چوری۔ جوا۔ بدکاری یہ عیب بلا سے ایسے تو ہیں کہ ان کا کرنے والا ان کو عیب تو جانتا ہے اور یہ جو عیب ہیں جو میں نے بتائے ان کا تو حال ہی نہیں کھلتا۔ غرور کرنے والا کبھی اپنے آپ کو مغرور نہیں جانتا۔ غیبت کرنے والا کبھی کسی کی برائی کرنے سے شرمندہ

---

۱ کینہ۔ بغض۔ ۲ جائز رکھتا ہو۔ ۳ غارت کر دے۔ ۴ چغل خوری۔ لگائی بجھائی۔ ۵ روگ۔ ۱۲

نہیں ہوتا۔ فریبی ہمیشہ فریب دینے کو ہنر جانتا ہے۔ بچے نے کہا اماں جان پھر یہ عیب آدمی سے کیوں کر چھوٹیں؟ کہا بیٹا! ان کا علاج اُسی سے ہو سکتا ہے جو علم رکھتا ہے اور ہر وقت اخلاق کی کتابیں دیکھتا رہتا ہے اور ہر ایک عیب کو اس طرح جانتا ہے جیسے طبیب ہر ایک بیماری کی جڑ کو پہچانتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری قیصرہ مرحومہ **ملکہ وکٹوریہ** ایسی رحم دل اور خلق والی تھیں کہ ایسا ہونا مشکل ہے۔ غرور اور گھمنڈ کہیں اُن کے پاس سے ہو کر نہ گزرا تھا۔ سُنا ہے کہ ایک دن کہیں گاڑی میں بیٹھی ہوئی سڑک پر چلی جا رہی تھیں اور آبادی وہاں سے بہت دور تھی۔ ایک بوڑھا آدمی گھاس کا گٹھا سر پر رکھے چلا جاتا تھا۔ ملکہ نے اُس کا گٹھا گاڑی میں رکھوا لیا اور اُس کو گاڑی کے پیچھے بٹھا لیا۔ جب وہ جگہ آئی جہاں اُس کو پہنچنا تھا۔ ملکہ نے فرمایا جاؤ تمھاری جگہ آگئی وہ اُتر کر آداب بجا لایا اور عرض کیا کہ آج میری ماں جیتی ہوتی تو وہ بھی میرے ساتھ اس سے زیادہ نہ کرتی جو حضور نے کیا۔ اسی طرح ایک دن رستے میں کچھ ہجوم[1] سا تھا۔ ملکہ کی گاڑی جو اُدھر آئی تو نوکر چاکر لوگوں کو ہٹانے لگے۔ ملکہ نے دیکھا کہ انبوہ[2] بہت ہی فوراً گاڑی سے اُتر لیں اور جب تک اس ہجوم سے نہ نکل لیں سوار نہ ہوئیں۔ اسی طرح ایک دن شہزادہ کھیلتا کھیلتا دریا کی طرف جا نکلا۔ وہاں کسی غریب کا لڑکا مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ شہزادے نے اُس سے مچھلیاں مانگیں اُس نے ایک

---

[1] بھیڑ۔ [2] کثرت۔ مجمع۔ ۱۲

مچھلی تو دے دی۔ پھر جو مانگی نہ دی۔ شہزادے نے کچھ سختی کی۔ وہ ان سے عمر میں بڑا تھا۔ اُس نے اُنھیں خوب مارا۔ کسی طرح یہ خبر ملکہ کے حضور میں بھی پہونچ گئی۔ ملکہ نے اُس لڑکے کو بلا کر بہت آفریں کی اور کہا شاباش! تم بڑے غیرت دار اور بہادر ہو کہ بادشاہ کی اولاد سے نہ ڈرے۔ پھر اس کو شہزادوں کے ساتھ تعلیم و تربیت کرایا اور تجارت کے لیئے روپیہ دیا۔ اُسی ملک میں ایک جزیرہ ہے وہاں اُس کے برابر کوئی سوداگر نہیں۔ دیکھو علم والوں کا ایسا خلق ہوتا ہے۔ آج ایک ادنیٰ ماما کا ایک روپیے سے دو روپیے مہینہ ہوتا جاتا ہے تو سیدھے منہ بات نہیں کرتی اور جو دو ولایتوں کی مالک تھی اس کا یہ حال ہے۔

اچھے اور بُرے کی پہچان

(حالی)

آئینے خانے میں عالم کے سمجھ لے یہ مثال
تا تجھے جانیں کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا

ہے بُرا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو بُرا + تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم گر اچھا ہوا

(ذوق)

نیک آدمی اپنے دشمنوں کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں جو چندن کلھاڑی کے ساتھ کرتا ہے۔ کلھاڑی اُسے کاٹتی ہے وہ اُس کی دھار کو خوش بودار کرتا ہے۔ اس لیئے چندن کو یہ عزت حاصل ہوئی ہے کہ دیوتاؤں کی

شاباش دیتا۔ اور اگر ہمارے کسی بادشاہ کے لڑکے کے ساتھ ایسی بے ادبی کی جاتی تو کچھ شک نہیں کہ اُس کا جن بچہ کو ملعو پلہ اد یا جاتا اور خدا جانے کیا کیا مصیبت ٹوٹتی۔ بڑا تاؤ۔ ایک خوش بودار لکڑی صندل کی طرح کی ہوتی ہے

ہے اور کلھاڑی کی دُرگت شاید ہوتی کہ اُس کا منہ آگ میں تپا ہتھوڑوں سے کوٹا پیٹا جاتا ہے۔ بھلے آدمی سیدھا سادہ مزاج رکھتے ہیں۔ جو خدا نے دیا ہے اُس پر راضی رہتے ہیں۔ دنیا کی خواہشوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ ہر حال میں خوش مزاج رہتے ہیں فیاضی کے کان ہوتے ہیں۔ پرائے دُکھ دیکھ دُکھی ہوتے ہیں اور دوسرے کے سُکھ جان کر سُکھی ہوتے ہیں۔ تن من دھن سے وہ پرایا بھلا کرتے ہیں۔ ان کا خود کوئی دوست ہو یا دشمن یا دونوں میں سے ایک بھی نہ ہو وہ اُن سب پر ساتھ محبت و الفت و شفقت سے پیش آتے ہیں۔ وہ کسی سے دشمنی نہیں رکھتے۔ انھیں غرور اور گھمنڈ نہیں ہوتا۔ وہ دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔ حرص و ہوا کی ہوا نہیں لگتی۔ بغض و کینے کا سایہ اُن پر نہیں پڑتا۔ وہ غریبوں پر مہربانی کرتے ہیں۔ اپنی تعظیم کی پروا نہیں کرتے مگر اور سب کی تعظیم خود کرتے ہیں۔ عاجزی اور تواضع سے پیش آتے ہیں کسی سے ایسی بات نہیں کہتے جو اُس کو کڑوی معلوم ہو۔ اپنے قول و فعل میں سچے ہوتے ہیں۔ کوئی اُن کی بُرائی کرے یا تعریف۔ کوئی اُن کی عزت کرے یا حقارت۔ اُن کے نزدیک سب برابر ہیں۔ اُن کو تو خدا پرستی کی اور انسان کے ساتھ بھلائی کرنے کی لَو[1] لگی ہوتی ہے۔ ایسے ہی آدمیوں کو خدا رسیدہ کہتے ہیں۔ اب تم بُرے آدمیوں کی باتیں سنو کبھی اُن کے ساتھ بھول کر بھی صحبت میں نہ بیٹھو۔

[1] لگن بنی۔ حالت ہوئی ہے۔ ۱۲

اُن سے ہمیشہ تم کو تکلیف ہی حاصل ہو گی۔ اُن کے دل میں وہ
حسد کی آگ ہوتی ہے کہ جہاں اُنھوں نے دوسرے کا بھلا دیکھا وہ
جل مرے۔ جب کسی کی غیبت اور بُرائی سُنتے ہیں تو ایسے خوش
ہوتے ہیں کہ اُن کے ہاتھ رستے میں پڑا خزانہ لگ گیا۔ غضبناک
حریص۔ مغرور۔ بے رحم۔ شریر ہوتے ہیں۔ اُن کے دل میں سب
گناہوں کا گھر ہوتا ہے۔ جو اُن کا بھلا کرے اُس کے ساتھ بُرا کرتے
ہیں۔ جھوٹ ہی اُن کا لینا اور جھوٹ ہی اُن کا دینا۔ جھوٹ ہی اُن کا
کھانا جھوٹ ہی اُن کا پہننا ہے غرض کہ سب چھوٹی بڑی باتوں میں
جھوٹ ہی بولتے ہیں۔ موروں کی طرح بولتے ہیں میٹھے مگر دل ایسے
سخت کہ بڑے موٹے سانپ کو نگل جائیں اور ڈکار تک نہ لیں۔
وہ اوروں کو تکلیف دیتے ہیں۔ ہمسائے کا مال اور دولت چھیننے
کی فکر میں رہتے ہیں اور اوروں کی غیبت کرتے ہیں۔ لالچ اُن کا
اوڑھنا بچھونا ہے۔ کھانے پینے میں جانوروں سے کم نہیں ہوتے۔
موت سے بھی نہیں ڈرتے۔ جب کسی کی بڑائی اور ترقی سنتے
ہیں۔ ایسے ٹھنڈے لمبے لمبے سانس بھرتے ہیں کہ
جیسے اُن کو بخار ہی چڑھ آیا ہے۔ جب اوروں کی مصیبت سنتے
ہیں تو ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے اُن کے ہاتھ کہیں کی سلطنت لگ
گئی۔ اُن کو سوائے اپنے مطلب کے کسی دوسرے سے کام نہیں ہوتا
جب چاہیں گے اوروں کی بُرائی چاہیں گے۔ ماں۔ باپ۔ مُرشد۔

اُستاد سب کو خجتاتے ہیں۔ کسی کا کہا نہیں مانتے۔ جیسے آپ بڑے ہیں ایسا ہی اوروں کو بُرا بنانا چاہتے ہیں۔ وہ اوروں کے ساتھ بُرائی کرنے میں بڑے گرم جوش ہوتے ہیں۔ نیک صحبتوں سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ گو ظاہر میں وہ اچھے بھی معلوم ہوتے ہیں مگر باطن میں خراب ہوتے ہیں خدا کے ذکر سے نفرت کرتے ہیں اپنی [illegible] دولت سمجھتے ہیں۔ ظاہر میں روپ اچھا بنائے رہتے ہیں مگر دل میں بڑے دھوکے باز اور مکار۔ ایسے بڑے آدمی دنیا میں ہزاروں ہیں۔ جو آدمی دوسرے کو دکھ دیتا ہے وہ آخر بڑی مصیبت بھگتتا ہے۔ آدمی اپنی خود غرضی اور نفس پروری میں ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ اُس کو عاقبت کا کچھ خیال نہیں رہتا۔ یہ سارے کام غفلت اور جہالت سے ہوتے ہیں۔ اچھے آدمیوں کا حال کپاس اور بھوج کے درخت کا سا ہوتا ہے۔ کہ وہ پرائے واسطے اپنے اوپر سینکڑوں مصیبتیں لیتے ہیں اور آخر کو اُسی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ بُرے آدمی کا حال سن کے درخت کا سا ہوتا ہے کہ وہ رسّی بن کر اوروں کے باندھنے کے واسطے کھال کھچواتا ہے۔ وہ چوہوں اور سانپ کی طرح پر نقصان ہی کیا کرتا ہے۔ گو کوئی اپنا مطلب اس سے نہ نکلے اوروں کا ناس کرکے آپ بھی ناس ہو جائے۔ جیسے پالا اور اولا کھیت کو مٹا کر خود مٹ جاتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ثواب اس سے زیادہ

[1] دھتکارتے ہیں۔ منہ نہیں لگاتے۔ بخرابا برباد ی ۔ ۱۲

نہیں کہ آدمی اوروں کو سکھ دے۔ کوئی گناہ و عذاب اس سے
برا نہیں کہ اوروں کو دکھ پہنچائے۔ نیک آدمی پرائے دکھ سے ایسے
گھلتے ہیں جیسے کہ مکھن اپنی گرمی سے آپ گھلتا ہے۔ (شمس العلما مولوی ذکاءاللہ)

قطعہ

کرتے ہیں سو طرح سے جلوہ گر — ایک ہوتا ہے اگر ہم میں ہنر
جانتے ہیں آپ کو پرہیز گار — عیب گوئی کر نہیں سکتے اگر
دوست اس کے ہیں نہ اس کے آشنا — گو بظاہر سب سے ہیں شیر و شکر
خصلتیں روباہ کی رکھتے ہیں ہم — گو دکھاتے آپ کو ہیں شیر نر
اپنی نیکی کا دلاتے ہیں یقیں — کرتے ہیں نفرت بدی سے جس قدر
کرنی پڑتی ہے کسی کی مدح جب — کرتے ہیں تقریر اکثر مختصر
گر کسی کا عیب سن پاتے ہیں ہم — کرتے ہیں رسوا اسے دل کھول کر
کی نہیں جس سے کبھی کوئی بدی — شکر کے ہیں اس سے خواہاں عمر بھر
ایک رنجش میں بھلا دیتے ہیں سب — ہوں کسی کے ہم پہ لاکھ احسان گر
خیر کا ہوتا ہے ظن غالب جہاں — کھینچ کر لاتے ہیں اس کو سوئے شر

آشنا ۔ جان پہچان ۔ شیر و شکر ۔ گھل مل جاتے ہیں ۔ روباہ ۔ لومڑی ۔ جو بڑی مکار ہوتی
ہے ۔ مدح ۔ تعریف ۔ مختصر ۔ تھوڑی ۔ رسوا ۔ بدنام ۔ خواہاں ۔ چاہتے ہیں کہ ساری عمر ہمارا شکریہ ادا کیئے
جائیے ۔ ظن غالب ۔ جہاں بہتری کا گمان زیادہ ہوتا ہے ۔ تو زبردستی اس کو برائی کی طرف
گھسیٹ کرلے جاتے ہیں ۔ ۱۲

بنتے ہیں یاروں کے ناصح تاکہ ہو
دوست اک عالم کے پر مطلب کے دوست
عیب حالی اپنے یوں کہتا ہے کون

عیب اُن کا ظاہر اور اپنا ہنر
ایسے یاروں سے حذر! یارو حذر!
خواہشِ تحسین ہے حضرت کو مگر

خیرات

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پُل بنا چاہ بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا
سرمۂ چشم عزیزاں نہ بنا ہیں اے چرخ + کیا بنا خاک! غبارِ دلِ احباب بنا

دُنیا میں اگر انسان نے اچھے اچھے کام نہ کیے اور اپنی نیکی کی یادگار نہ چھوڑی تو ایسا آدمی دنیا میں آیا نہ آیا برابر۔ خیرات سے بڑھکر دنیا میں کوئی مفید کام نہیں۔ کام وہ کرنا چاہیے جس سے دوسروں کو فائدہ پہونچے۔ اُن کو مدد ملے۔ اُن کے بگڑے ہوئے کام بنیں اور وہ نہیں ہے مگر خیرات۔ خدا کے بندے بندے سب برابر۔ اللہ تعالیٰ جتنا ایک امیر کو چاہتا ہے اُتنا ہی اپنے غریب بندے پر بھی اُسکا پیار ہے۔ ایک کو اُس نے اتنا دے رکھا ہے کہ وہ مالا مال ہے دوسرا نانِ شبینہ کو محتاج اور کنگال ہے۔ آخر اس تفاوت کا سبب کیا ہے۔ سمجھ دار لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ دولت اور مال خدا کی بخشش اور امانت ہے۔ ہم اس کے امین ہیں جس کو وہ دلوانا ہے ہم دیتے ہیں پس امیر دراصل

پناہ مانگنا۔ خدا بچائے۔ آپ کو اپنی تعریف سننے کی آرزو ہے۔ فائدے کا کام۔ دولت مند رات کے ٹکڑوں۔ غریب مفلس۔ فرق۔ دینی۔ امانت رکھنے والے۔ ۱۲

وہ ہے جو دل کا بھی غنی[1] اور امیر ہو اور اس کی دولت سے غریبوں کو
فائدہ پہونچے اگر کوئی امیر مخیر[2] نہ ہو تو وہ ہمارے حساب ایک کنجوس[3]
سے بدرجہا بدتر ہے۔ خیرات کا مصرف[4] بھی خیر کا ہونا چاہیئے۔
نام و نمود[5] کے واسطے دینا اور غیر مستحقوں[6] کو دینا یا جہاں ضرورت ہے
وہاں نہ دینا اور بھروں[7] کو بھرنا سچی خیرات نہیں۔ انگریزی میں ایک
مثل ہے کہ "خیرات گھر سے شروع ہوتی ہے" جس کا مطلب یہ ہے کہ اوّل[8]
خویش بعد درویش۔ سب سے پہلے حق دار تمھارے رشتے دار ہیں
تمھاری دولت میں ان کا استحقاق[9] ان کا حصہ ہے۔ پھر حق ہمسائے پھر
مسکین اور مسافر۔ ہٹے کٹے[10] مفت خورے مشٹنڈوں[11] کو دینے کی
بجائے اگر ایسے لوگوں کو خیرات دی جائے جو شرم کے مارے دستِ[12]
سوال نہیں پھیلا سکتے یا وہ عورتیں جو گھر کے باہر نہیں نکل سکتیں
فاقے پر فاقہ کرتی ہیں نہ ان کو پیٹ بھر روٹی ملتی ہے نہ تن پر ثابت
کپڑا ہے تو زیادہ کارِ ثواب ہے۔ قرآن شریف میں ایسے ہی حاجت مندوں
کے واسطے خاص طور پر ارشاد ہے۔ لِلْفُقَرَاءِ[13] الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ

---

[1] سیر چشم۔ [2] خیرات دینے والا۔ [3] ممسک۔ [4] خرچ کرنے کا طریقہ۔ [5] شہرت۔ ناموری۔ [6] جن کا حق نہیں۔ [7] جن کے پاس ہے ان کو دینا۔ [8] پہلے آپ پھر فقیر یعنی پہلے آپ پھر اور۔ [9] حق دار ہونے کے سبب سے۔ [10] مضبوط۔ توانا۔ [11] موٹے تازے۔ [12] سوال کا ہاتھ۔ [13] (خیرات تو) ان حاجت مندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھر بیٹھے ہیں۔ ملک میں کسی طرف کو جانا چاہیں تو جا نہیں سکتے (جو شخص ان کے حال سے) بے خبر (ہے وہ) ان کی خودداری (کی وجہ) سے ان کو غنی سمجھتا ہے (لیکن اے مخاطب) تو (ان کو دیکھے تو) ان کی صورت سے ان کو صاف پہچان جائے گا (کہ محتاج ہیں مگر یہ) لگ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے اور جو کچھ بھی تم لوگ (اپنے) مال میں سے (خیرات کے طور پر) خرچ کرو گے تو (خوب یقین رکھو کہ) اللہ اس کو جانتا ہے۔ جو لوگ رات اور دن چھپے اور ظاہر اپنے مال
(اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں تو ان (کے دینے) کا ثواب ان کے پروردگار کے ہاں ان کو ملے گا اور
[illegible] (کسی طرح) آخر

سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ - یہ جو صبح سے شام تک فقیروں کا تانتا[1] دروازے پر لگا رہتا ہے کہ ایک گیا نہیں کہ دوسرا پہنچا جنھوں نے باوجود توانا اور تن درست ہونے کے بھیک مانگنے کا پیشہ اختیار کر لیا ہے یہ لوگ ہرگز امداد کے مستحق نہیں۔ ان کی پرورش مفت کے ٹکڑوں پر ہوتی ہے۔ ہماری بے جا خیرات[2] نے اس گروہ کو ایسا بڑھا دیا ہے کہ ایک ایک فقیر دس دس بارہ بارہ آنے روز سمیٹ لیتا ہے اور جھولیاں بھر بھر کے ہر قسم کا کھانا اور اناج اس کے سوا۔ ایسے لوگوں کو دینا مفت خوری کو ترقی دینا ہے۔ کام کے آدمیوں کو احدی آرام طلب اور بے کار بنانا۔ اپاہجوں اور محتاجوں کا پیٹ مارنا ہے۔ اب سوال[3] یہ ہے کہ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ سچ مچ[4] کا ضرورت مند کون ہے اور مکار[5] کون تو غریب حاجت مندوں کا دریافت کر لینا کچھ مشکل نہیں۔ تمھارے ہی اڑوس[6] پڑوس میں بیسیوں عورتیں بیوہ ایسی ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں سوا خدا اور پنچے وہ یا ایسی بڑھیاں اپاہج[7] اور

[1] سلسلہ ۔ [2] واقعی ۔ [3] مکر کرنے والے ۔ [4] دھوکے باز ۔ [5] ہم سائے ۔ [6] محتاج ۔ ۱۲

لاچار[1] ہیں جو چل پھر بھی نہیں سکتیں۔ سچ بتاؤ کہ خیرات کے مستحق ایسے لوگ ہیں یا مداری فقیر؟ جو "مست قلندر دودھ ملیدا" کہتے جاتے ہیں اور ایسا کودتے اُچھلتے ہیں کہ زمین ہل جاتی ہے۔ خیرات جو دی جاتی ہے تو محض[2] ثواب آخرت کے لیئے۔ خفیہ[3] خیرات دینا اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہو بہت اچھی بات ہے اور کھلم[4] کھلا دینا بشرطیکہ اُس میں ریا یعنی دکھاوا نہ ہو یہ بھی بُرا نہیں کہ ایک کے دیکھا دیکھی دوسروں کو ترغیب ہوتی ہے۔ خیرات دے کر احسان مندی کی اُمید رکھنا یا کسی کو دے کر احسان جتانا بہت بُری بات ہے۔ ایسی دکھاوے کی خیرات کا رتی[5] برابر ثواب نہیں۔ جب تم خدا کے نام پر کسی کو دیتی ہو تو پھر احسان کیسا

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

[1] بے بس۔ صحیح لفظ ناچار ہے مگر زبان پر یوں نہیں چڑھا ہوا ہے [2] بالکل۔ [3] پوشیدہ۔ مخفی۔ [4] علانیہ۔ ظاہر طور پر [5] تھوڑا سا بھی۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کیئے پیچھے (کسی طرح کا) احسان نہیں جتاتے اور نہ (لینے والے کو کسی طرح کی) ایذا دیتے ہیں اُن کو اُن (کے دیئے) کا ثواب اُن کے پروردگار کے ہاں ملے گا اور (روز آخرت میں) نہ تو اُن پر (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہوں گے۔ نرمی سے جواب دے دینا اور (سائل کے اصرار سے) درگزر کرنا اُس خیرات سے بہت بہتر ہے جس کے (دیئے) پیچھے (سائل کو کسی طرح کی) ایذا ہو اور اللہ بے نیاز اور بڑا بردبار ہے مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور (سائل کو) ایذا دینے سے اُس شخص کی طرح اکارت مت کرو جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیئے خرچ کرتا ہے۔ اور اللہ اور روز آخرت کا یقین نہیں رکھتا۔ ۱۲

ایک خیرات کے دو بدلے بھلا کہیں ہو سکتے ہیں کہ عاقبت کا ثواب بھی لو اور دنیا میں بھی ادب تعظیم اور غلامی کی خواہاں رہو۔ پس خیرات دے کر یہ اُمید پیدا کرنا کہ یہ ہمارا ادب کرے توقع بے جا ہے اور ہرگز ایسے خیال کو دل میں جگہ نہ دو اور اس حکم الٰہی پر پورا پورا عمل کرو۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۔ (از مؤلف)

آناں کہ غنی تراند محتاج تراند محمودہ۔ محتاج کے سر پر کیا سینگ ہوتے ہیں اس سے بڑھ کر اور محتاجی کیا ہوگی کہ آپ کا ایک دن بھی بے نوکروں کے نہیں کٹ سکتا۔ بھلا میں پوچھتی ہوں۔ ماما نہ ہو تو کھانا کون پکائے لونڈیاں نہ ہوں تو پانی کون پلائے۔ پنکھا کون جھلے۔ چیز کون اُٹھا کر دے بچھونے کون بچھائے گھر میں جھاڑو بہارو کون دے۔ یہ تو روزمرّہ کے کام ہیں۔ کھانا۔ کپڑا۔ برتن۔ زیور اور ضرورت کی کُل چیزیں چھوٹی یا بڑی یہاں تک کہ پانی پینے تک کا مٹی کا آبخورہ کنگھی سوئی سلائی۔ کیا آپ نے اپنے ہاتھوں بنا کر دی ہیں۔ اس پر بھی آپ کہتی ہیں کہ خدا نہ کرے ہم کسی کے محتاج کیوں ہونے لگے۔ **حسن آرا**۔ بے شک

طلبگار۔ اور خدا کا حُب کر کے محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں (اور اُن کو جتا بھی دیتے ہیں کہ) ہم تو تم کو صرف خدا کا مُنہ کر کے کھلاتے ہیں ہم کو تم سے نہ (کچھ) بدلہ درکار ہے اور نہ شکرگزاری۔ جو لوگ زیادہ مال دار ہیں وہی زیادہ محتاج بھی ہیں۔ یعنی محتاج ہیں اور کون سی عجیب بات ہوتی ہے۔ یعنی نہیں گزر سکتا۔ ۱۲

ضرورت کی سب چیزیں اور لوگ بناتے اور ٹہل خدمت بھی اور لوگ کرتے ہیں مگر کیا کوئی چیز ہم کو مفت دے جاتا ہے اور کیا بے لیئے کوئی ٹہل خدمت کرتا ہے۔ ہر چیز اور ہر کام کے لیئے ہم روپیہ خرچ کرتے ہیں روپیے کے لالچ سے لوگ خود بخود چیزیں لیئے دوڑے چلے آتے ہیں بے بلائے ٹہل خدمت کرنے کو حاضر ہوتے ہیں۔ روپیہ ہو تو گھر بیٹھے دنیا بھر کا سامان لے لو۔ اور نوکر تو ایک صبح رکھو ایک شام۔ میں تو یہ جانتی ہوں کہ دولت بڑی چیز ہے۔ جس کے پاس دولت ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اور تمام دنیا اُس کی محتاج ہے۔ ؎

ای زر[1] تو خدانۂ ولیکن بخدا + ستار عیوبی وقاضی الحاجاتی

م۔ آہا آپ بڑی غلطی کرتی ہیں۔ بھلا اگر لوگ آپ کی دولت کی قدر نہ کریں اور کوئی روپیئے کا خواہاں نہ ہو تب آپ کیا کیجیے گا۔ یہ سُن کر تو حسن آرا چپ ہوئی اور سوچ کر کہا تو یہ کہ ایسی صورت میں سوائے مر رہنے کے اور کیا تدبیر ہے۔ کام کاج ہم سے کچھ ہو نہیں سکتا اور فرض کیا کہ اپنے اوپر جبر بیہا اور آپ اُٹھ کر پانی پی لیا بچھونا اپنے ہاتھوں ہی کر لیا تب بھی کھانا پکانا تو ممکن نہیں اور مانا کہ کوئی آسان سا کھانا مر گر کر پکا بھی لیا کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ آماجان سوئیاں اور خشکہ اُبال لینا جانتی ہیں گر ضرورت کی اور ہزارہا چیزیں ہیں کپڑا کون بُنے گا زیور کون گھڑے گا۔ لیکن کیا ایسا ممکن ہے کہ دولت کی قدر روپیے کی

[1] ای روپیئے پیسے ہم جانتے ہیں کہ تو خدا تو نہیں لیکن قسم خدا کی کہ عیبوں کا چھپانے والا اور حاجتوں کا برلانے والا (ضرور) ہے۔ ۱۲

خواہش نہ ہو - م - بے شک ممکن ہے - بہت دن ہوئے میں نے
ایک کتاب پڑھی تھی اُس میں لکھا تھا کہ ابتداءً[۱] دنیا میں بہت مدت تک
اشرفی روپئے پیسے کا چلن کچھ بھی نہ تھا - اُس زمانے میں لوگ کھیتی
کے کام سے بھی پوری طرح واقف نہ تھے - سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے
جانور مار لاتے اور انھیں کے گوشت سے اپنا پیٹ بھر لیتے تھے یا جنگل میں
جو ساگ پات از خود اُگ آتا تھا جانوروں کی طرح اُس کو کھا لیتے - یہ
زرق برق[۲] اور تکلف کے کپڑے اب اس زمانے میں ایسے سستے
ہیں کہ ہر ایک غریب آدمی کو بھی میسّر آجاتے ہیں پہلے ان کا نام بھی
کسی نے نہیں سنا تھا - جانوروں کی کھالیں اور ڈھاک وغیرہ کے
پتوں سے تن بدن کو ڈھک لیتے اور عالی شان[۳] محلوں کی جگہ درختوں
کی چھاؤں اور پہاڑوں کی کھوؤں[۴] میں پانی اور سردی گرمی سے پناہ
لیتے - جوں جوں دنیا کی عمر زیادہ ہوتی گئی[۵] اپنے آرام کے
لئے نئے نئے پیشے اور نئی نئی چیزیں ایجاد کرتے گئے - یہ تو ممکن
نہ تھا کہ ایک آدمی ہر طرح کا کام اکیلا کر لیتا اور ہر طرح کی چیز آپ لیتا
اس سبب سے کسی نے ایک کام لیا اور کسی نے دوسرا - کوئی کھیتی
کرنے لگا کوئی لوہار بنا کوئی سنار کوئی جولاہا کوئی موچی - اس کا مطلب
یہ تھا کہ کھیتی والا سب کے لئے کھانے کا غلہ پیدا کرے - لوہار چاقو
قینچی وغیرہ لوہے کی چیزیں بنائے - بڑھئی ہل - چارپائی - چوکی -

---

[۱] شروع شروع - [۲] چمک دمک - [۳] اونچے اونچے - نشان دار - [۴] غاروں [۵] یعنی نکالتے گئے - ۱۲

کرسی وغیرہ لکڑی کی چیزیں ہیں - سنار زیور گھڑا کرے - جولاہا ہر قسم کے کپڑے بُنے اور آپس میں ضرورتوں اور چیزوں کا مبادلہ[1] کر لیا کریں - چندے[2] اسی طرح بے روپیے - بے سکّے دنیا کا کام چلا مگر آخر کار مشکلیں پیش آنے لگیں کہ تبادلۂ[3] اشیا میں ضرورت بمقدم بھی کسی کو ضرورت ہوئی کسی کو نہ ہوئی - کام اٹک[4] رہنے لگے تب سب نے مل کر یہ تجویز نکالی کہ چیز کا مبادلہ چیز سے ٹھیک نہیں ایک ایسی چیز ٹھیراؤ کہ ہر کوئی ہر ایک چیز کے بدلے اُس کو لے لیا کرے پہلے لوہے کا سکّہ چلا جو ایسا بھاری تھا کہ سو روپئے کی مالیت کے لیے چھکڑا بھر بوجھ ہوتا تھا پھر تانبے اور چاندی اور سونے کے سکّے چلے - کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں چمڑے کا روپیہ چلا تھا - اس میں بھی سونے کی کیل تھی اب انگریزوں نے وہ انتظام بٹھایا ہے کہ کاغذ کا سکّہ چلاتے ہیں ایک روپئے سے لے کر دس ہزار تک کے نوٹ چل پڑے ہیں - جتنا روپیہ کاغذ میں لکھا ہے جہاں چاہو بھنا لو نہ بٹّہ ہے نہ دستوری پس روپیہ اپنی ذات سے کسی کام کا بھی نہیں نہ اس کو نان خطائی کی طرح کھاتے نہ اس کا ہار بنا کر گلے میں پہنتے ہیں مگر جو چیز چاہو روپئے کے بدلے البتّہ لے سکتے ہو - پس حقیقت میں درکار ہوتی ہے وہ چیز اور روپیہ اُس کے حاصل کرنے اور بہم پہنچانے کا ایک ذریعہ ہو گیا ہے - یہ حقیقت ہے اس روپئے کی جس پر امیروں اور دولت مندوں

---

[1] بدلہ - [2] چند روز - [3] چیزوں کے پھیر بدل میں - [4] رُکنے - ۱۲

اس قدر ناز ہے۔ ح۔ کیا ہی اچھی بات آپ نے مجھ کو بتائی۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ جب روپیہ ہر ایک چیز کا عوض[1] ہو سکتا ہے تو جس کے پاس روپیہ ہے گویا وہ ہر ایک چیز کا مالک ہے اور ہر ایک چیز اُس کے اختیار میں ہے تو ضرور روپیہ بڑی قدر و منزلت کی چیز ہے اور روپئے والوں کا جتنا ناز اور گھمنڈ ہو سب بجا اور درست ہے م۔ گھمنڈ کی تو کوئی وجہ نہیں روپیہ بے شک چیز کا بدل ہے مگر خود اُس چیز کا کام نہیں دے سکتا مثلاً فرض کرو کہ ہم کو ایک جوتی کی ضرورت ہے تو دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جوتی درکار تھی اور جوتی موجود ہے اور دوسری یہ کہ جوتی تو موجود نہیں مگر روپیہ ہے جس کے بدلے ہم جوتی مول لے سکتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں غور کیجئے ہرگز یکساں نہیں۔ پھر بھی روپئے والے کو اتنی حاجت باقی ہے کہ روپیہ لے کر بازار جائے اور جوتی مول لائے۔ فرض کیجئے کہ جوتی نہ ملی یا ملی اور قیمت نہ ٹھیری تو آخر روپئے والا مجبور رہے گا یا نہیں اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جب روپئے والا جوتی لینے جاتا ہے یہ جوتی کا محتاج ہے مگر جوتی والا درحقیقت جوتی کا محتاج نہیں بلکہ وہ اُس چیز کا محتاج ہے جس کے بدلے جوتی کی قیمت خرچ کرے گا۔ غرض کہ روپئے والا زیادہ محتاج ہے اور اگر زیادہ نہیں تو جوتی والے کے برابر سہی۔ پھر اس کو گھمنڈ کس بات کا ہے۔ ایک چیز کا یہ خواہش مند ہے یعنی جوتی کا اور دوسری چیز یعنی روپئے کا دوسرا۔ ح۔ لیکن روپئے کے بدلے ہر وقت چیز میسر آ سکتی ہے۔

---

[1] بدل ۱۲

ہم - یہ غلطی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پیسے کی جگہ ودو پینے کو موجود ہیں اور چیز نہیں ملتی - میری اماں جان کبھی غدر کے حالات بیان کیا کرتی ہیں کہ سب لوگ بھاگ کر سلطان جی[1] میں جا رہے تھے - روپیے کا سیر بھر آٹا تلاش کرتے تھے اور نہیں ملتا تھا - دن بھر مردوے روپئے لئے پھرتے تھے اور شام کو ہار کر خالی ہاتھ چلے آتے تھے - غدر کے سبب رسد[2] کا باہر سے آنا بالکل بند تھا - گاؤں والوں کے پاس جو رسد تھی وہ کہتے تھے کہ روپیہ لے کر ہم کیا کریں گے - گھر میں تھوڑا بہت اناج رکھا ہے تو بال بچوں کا سہارا تو ہے - البتہ اگر ایسا اتفاق پیش آ جائے تو روپیہ بالکل نکما[3] ہے مگر کیا روز غدر ہوتا پڑا ہے یہ بھی خدا جانے کیا بات تھی - اب تو جس کے پاس دولت ہے وہ آسودہ[4] ہے - (از بنات النعش - بہ تبدیل مناسب)

ہم دردی

ہستی گویا ہے ایک مسافر خانہ | ہر روز ہے قافلوں کا آنا جانا
رنجیدہ کسی کو یاں نہ رکھ اپنے سے | پھر جا کے نہیں ہے اس میں آنا

(جرأت)

ہم دردی کا لفظ ہم اور درد دو فارسی کلموں سے مرکب[5] ہے - درد کے معنے دکھ اور تکلیف کے ہیں اور ہم کا لفظ اشتراک کے معنے دیتا ہے پس ہم درد کے لفظ سے دو یا کئی شخصوں کا دکھ اور تکلیف میں شریک ہونا

[1] دہلی سے کوئی چار میل حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف ہے اُسے عوام بستی سلطان جی کہتے ہیں - اصل میں وہ بستی غیاث پور تھی مگر اب تو آبادی ہی کا نام نظام الدین ہے اور دلی سے آگے جی آئی پی ریلوے کا پہلا اسٹیشن ہے [2] یہاں مراد کھانے پینے کی چیزیں - [3] بیکار - [4] خوش حال [5] مفرد کا الٹا مرکب - ملا ہوا - جڑا ہوا - ۱۲

ظاہر ہوتا ہو، خواہ ارادے سے ہو، خواہ بے ارادہ مگر آج کل کے استعمال میں، ہمدردی سے وہ شراکت مراد لی جاتی ہو جو ارادے سے کی جائے مثلاً ایک شخص بیمار ہو اور دوسرا رحم یا محبت سے اُس کی دوا دارو کرتا ہو تو دوسرے کو پہلے کا ہمدرد کہیں گے۔ اگر یہ بات سچ ہو کہ تمام انسان اصل میں ایک ہی درخت کی مختلف شاخیں اور ایک ہی دریا کے مختلف شعبے ہیں، تو یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ تمام انسان ایک دوسرے کی ہمدردی کے ذمہ دار ہیں اور ہر شخص مصیبت کی حالت میں ہم جنسوں سے مدد لینے کا استحقاق رکھتا ہو۔ کون ہو جو اُس بات سے انکار کرے گا کہ بھائی کو بھائی سے ایک تعلق ہو جو ایک دوسرے کی ہمدردی پر مجبور کرتا ہو۔ پھر کیا وجہ ہو کہ ان بھائیوں کی اولاد میں اُس ہمدردی کا کوئی حصہ باقی نہ رہے بے شک جب تک کہ باپ کے خون کا قطرہ اولاد کی رگ و پے میں باقی ہو ہمدردی کا رشتہ کبھی منقطع نہیں ہو سکتا۔ ہمدردی اور حیوانات میں بھی پائی جاتی ہو۔ بچوں کو مدت تک پرورش کرنا۔ اُن کے لیے غذا بہم پہونچانا نا بہ مقدور اُن کو دشمن کے حملے سے بچانا سب جانوروں کی عام خصلت ہو۔ اس کے سوا عام ہمدردی بھی ان میں دیکھی گئی ہو۔ جنگلی بطخوں کا غول جب کسی کھیت میں اُترتا ہو اور وہاں کسی طرح کا کھٹکا نہیں پاتا، تو سب کے سب ایک صف

۱ علاج معالجہ ۲ شاخیں ۳ رگ پٹھے ۴ ٹوٹ نہیں سکتا۔ ۱۲

باندھ کر دانہ چگتے ہیں مگر ان میں سے ایک ایک بطرح نوبت بہ نوبت اپنے ہم جنسوں کی چوکسی کرتی ہے اور جب تک پہرہ دیتی رہتی ہے۔ ایک دانہ نہیں کھاتی۔ چیونٹا جب کہیں اناج کا ذخیرہ پاتا ہے تو کبھی تن پروری نہیں کرتا بلکہ اسی وقت اپنے ہم جنسوں کو خبر کر دیتا ہے اور تھوڑی سی دیر میں لاکھوں چیونٹوں کو وہاں جمع کر دیتا ہے۔ اسی طرح اور مثالیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہمدردی انسان کی طبیعت میں ضرور رکھی گئی ہے کیوں کہ جو خیال قدرت نے اور حیوانات کو عنایت کی ہیں انسان اُن کا زیادہ مستحق ہے دوسرے یہ کہ ہمدردی ایک قدرتی خاصیت ہے جو بغیر تعلیم اور اکتساب کے انسان کی طبیعت میں خود بخود جوش مارتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اور حیوانات میں جو عقلی تعلیم سے بالکل محروم ہیں اس کا وجود ہرگز نہ پایا جاتا۔ ہمدردی انسان میں اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ کارخانۂ دنیا کا انتظام برہم نہ ہونے پائے۔ کیوں کہ انسان اپنی ضروریات میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ایک کی گاڑی دوسرے کی مدد بغیر نہیں چل سکتی۔ سب سے زیادہ حقیر حلال خور کی قوم سمجھی گئی ہے۔ مگر وہ بھی ایسی ضروری جماعت ہے جس کے بغیر دنیا کا کام نہیں چل سکتا۔ پس اگر انسانوں میں ہمدردی نہ ہو تو یہ تمام کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔ شاید یہاں یہ شبہ پیدا ہو کہ دنیا میں جو کام اپنے ذاتی اغراض کے لیے کیے جاتے ہیں وہ ہمدردی میں

[1] نگہبانی۔ حفاظت۔ [2] اپنی خیر منانا۔ [3] حاصل کرنا۔ ۱۲

کہہ کر داخل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کسان زمین کے جوتنے بونے میں
کوشش کرتا ہے اور بیوپاری جو مال بھر کر سیکڑوں کوس سے جاتا
ہے اس سے اگرچہ اوروں کو بھی فائدہ پہونچتا ہے مگر اس کا اصل مقصود اپنا
ذاتی فائدہ ہے۔ مگر اس کو ہمدردی کیوں کر کہہ سکتے ہیں۔ اس کا جواب
یہ ہے کہ جو خصلتیں انسان کو قدرت نے تعلیم کی ہیں وہ کبھی اُس کے فائدے
سے خالی نہیں ہوتیں۔ پس ہمدردی جو کہ آدمی کی قدرتی خاصیت ہے اُس
کے فائدے سے خالی نہیں ہو سکتی۔ جو شخص کسی اپنے ہم جنس کو نفع پونہچاتا
ہے وہ حقیقت میں اپنی آسایش کے کسی وسیلے کو تروتازہ کرتا ہے اور ایک
یا چند واسطوں[1] سے اپنی ذات کو فائدہ پہونچاتا ہے۔ ہمارے ہم وطن
بھی ہمدردی کی اصل سے بے خبر نہیں ہیں۔ کنوئیں منوانے۔ پیاؤ
بٹھانی۔ سبیل لگانی۔ محتاجوں کی خبر لینی بیواؤں کی مدد کرنی۔ بیاہ
شادیوں میں شریک ہو کر ایک دوسرے کا کام بنوانے۔ بیمار کی
عیادت میت کی تعزیت اور اسی طرح بہت سی باتیں ہمارے ملک میں
بھی پائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات یہ قدرتی خصلت جس کا نام ہمدردی
ہے۔ مشق اور تعلیم سے تمام قوم میں پھیل جاتی ہے اور اس کا اثر کسی قدر
تیز ہو جاتا ہے۔ ہم کو بھی ہماری گورمنٹ طرح طرح سے ہمدردی کی تعلیم دے
رہی ہے۔ قومی ہمدردی کا بڑا سرچشمہ سررشتۂ تعلیم ہے کیوں کہ اس کے
سبب سے بے شمار لڑکوں کو ایک معقول مدت تک باہم میل جول رکھنا پڑتا ہے

[1] ذریعوں۔ ۱۲

اور رشتہ رشتہ اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت کا بیج بویا جاتا ہے۔
پس ضرور ہے کہ جب وہ مدرسہ چھوڑ کر ملکوں میں منتفرق ہوں اُن کا تعلق
اور رابطہ ہمیشہ برقرار رہے۔ اس کے سوا گورمنٹ کا یہ اصول (کہ جو
چندہ علم یا فن کی تعلیم کے لیئے رعایا کی طرف سے فراہم ہو اُس کے برابر
گورمنٹ کی جانب سے امداد کی جائے) ہم کو زبردستی اس بات کی
طرف کھینچتا ہے کہ تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں ہلا کر گرینٹ[۲] ان ایڈ کا
استحقاق حاصل کریں اور اپنے مُلک میں علم کی روشنی پھیلائیں۔
میونسپل کمیٹیاں جو سرکار نے جابجا شہروں اور قصبوں میں قائم کی
ہیں اگر پورا پورا اپنا فرض ادا کیئے جائیں اور جس غرض کے لیئے مقرر
ہوئی ہیں اُسی کو مدنظر رکھیں تو یہ بھی ہمدردی کے اچھے نمونے ہیں۔
علمی یا قومی سوسائٹیاں جن کی بنیاد صرف انگلش گورمنٹ کے پرتو
سے ہندوستان میں پڑی ہے اگر اُن میں کچھ جان ہو اور فقط دکھاوے
کی ٹٹیاں نہ ہوں تو وہ سرچیون چشمے ہیں جن سے تمام مُلک سیراب
ہو سکتا ہے۔ زمانہ بھی طرح طرح سے ہم کو ہمدردی کی طرف مائل کر رہا ہے۔
ایک اعلیٰ درجے کی شائستہ قوم جو ہماری خوش قسمتی سے ہم پر حکمراں
ہے اُس کا چال چلن۔ اُس کا اخلاق۔ اُس کا طریق معاشرت۔ اُس کے
علوم و فنون۔ اُس کی دانش مندی۔ اُس کی تہذیب۔ اُس کے
نئے نئے ایجادات جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔

[۲] گرانٹ - (انگریزی) جو عطیہ سرکار بطور امداد کے دے ۔ زندہ ۔ ۱۲

جب ان باتوں کو اپنے ملک کی موجودہ صورت کے ساتھ مقابلہ کریں تو
ضرور ہے کہ ہم کو اپنی اور اپنے ہم وطنوں کی نہایت وحشیانہ حالت پر افسوس
آئے اور ہمدردی کا جوش ہمارے دلوں میں موج زن ہو۔ مذہب بھی
ہم کو بہت زور سے ہمدردی کی طرف کھینچتا ہے۔ ہندو و مسلمان اگر اپنی مذہبی
کتابیں دیکھیں گے تو اُن کو ہمدردی کی ترغیب سے مالا مال پائیں گے
یہ تمام تقریر جو اب تک کی گئی اس سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک
یہ کہ قادرِ مطلق نے اپنے ہم جنسوں کی ہمدردی انسان کی سرشت[1] میں
پیدا کی ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمدردی کا عمل درآمد قدیم سے کسی نہ کسی
قدر ہمارے ملک میں پایا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ بہت سے اسباب
ہمارے دائیں بائیں ایسے موجود ہیں جو ہر وقت ہم کو ہمدردی کی
ترغیب دلاتے ہیں۔ پس ضرور ہے کہ ہمارے ہم وطنوں میں اعلیٰ درجے
کی ہمدردی پائی جائے۔ لیکن انصاف سے دیکھیے تو وہ بے سمجھ
چیونٹا جو اپنی فتوحات سے ساری قوم کی پرورش کرتا ہے اور وہ
نادان بطخ جو اپنے ساتھیوں کی نگہبانیوں میں گھڑیوں ایک ٹانگ سے
کھڑی رہتی ہے ہم سے بہت زیادہ اس فخر کے مستحق ہیں۔ ہمارے
ملک میں تین قسم کے آدمی ہیں۔ ایک دولت مند۔ دوسرے تعلیم یافتہ
تیسرے وہ جو نہ دولت مند نہ تعلیم یافتہ۔ پچھلے گروہ سے ملک کو
کوئی عام فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ مگر پہلے دو گروہوں کو ملک کی ترقی
اور بہبودی میں اُسی قدر دخل ہے جیسے گورنمنٹ کو۔ بہت سے فائدے

[1] خصلت۔ خمیر ۱۲

ایسے ہیں جو مُلک کو بغیر اُن کی کوشش کے ہرگز نہیں پہونچ سکتے
ہمارے وطن کے یہ دونوں معزز گروہ آج تک مُلک کے حقوق سے کچھ بھی
سُبک[1] دوش نہیں ہوئے۔ دولت منداُن میں اکثر بے پروائی سے
اور بعضے اس خیال سے کہ ہماری کوشش سے تمام مُلک کی حالت کیونکر
بدل سکتی ہی ہم وطنوں کی بھلائی کا خیال نہیں کرتے اور جو لوگ
بے پروائی سے ادھر متوجہ نہیں ہوتے اُن سے ہم یہ پوچھتے
ہیں کہ اگر اُن کو اپنے ہم وطن بھائیوں کی پروا نہیں ہی تو کیا اس بات
کی بھی پروا نہیں ہی کہ اُن کی دولت کی ترقی ہو۔ اُن کی عزت گورنمنٹ
میں زیادہ ہو۔ اُن کی اولاد علم اور لیاقت حاصل کرے۔ اُن کے
خاندان کی عزت وآبرو ہمیشہ بنی رہے۔ اگر اُن کو یہ تمام خواہشیں
ہیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ بغیر قومی ترقی کے وہ ہرگز کامیاب نہیں
ہوسکتے۔ جب تک کہ تمام قوم کسی نہ کسی قدر عزت کا استحقاق حاصل
نہیں کرتی اُس قوم کے چند آدمی اصلی عزت کے مستحق نہیں ہوسکتے
جب تک تمام قوم میں علم کی روشنی نہیں پھیلتی علم کا سلسلہ کسی خاندان
میں قایم نہیں رہ سکتا۔ جب تک تمام قوم کے اخلاق درست نہیں
ہوتے کوئی شخص خاندان کے اخلاق کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ جب تک
تمام قوم مرفہ[2] الحال نہیں ہوتی کوئی شخص دولت وحشمت سے اصلی
خوشی حاصل نہیں کرسکتا۔ (حالی مختصر کرکے)

[1] ہلکے۔ عہدہ برآ۔ [2] خوش حال۔ ۱۲

وفاداری

میں نے کہا کیوں لاش پہ آقا کی ہو مرتا
ہوٹل کی طرف جا کہ غذا بھی ہو کوئی چیز
کُتّے نے کہا ہمدم یہ جہالت کہ تعصّب + لیکن مرے نزدیک وفا بھی ہو کوئی چیز

وفاداری کا لفظ ایسا عام ہی کہ اس کا مفہوم[1] ہر ایک شخص سمجھتا ہی۔ جو شخص (اکبر) اچھے اور بُرے وقت میں اپنے آقا کا ساتھ دینے کے لیئے موجود ہی اُسے ہم وفادار کہتے ہیں اور جس شخص میں یہ خوبو نہ ہو اُسے بے وفا کہتے ہیں ہر زمانے میں ایسے لوگ گزرے ہیں جنھوں نے آقاؤں پہ اپنی عزیز جانیں قربان کیں اور حقِ نمک ادا کیا اور اس کے برخلاف ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو وقت پر بے وفا ثابت ہوئے اور اپنے نام پر نمک حرامی کا دھبّہ لگا گئے....

وفاداری صرف اسی کا نام نہیں کہ کوئی شخص اپنے آقا یا ولیِ نعمت کا حقِ نمک یا کسی دوست کا حقِ دوستی ادا کرے بلکہ سب سے اعلیٰ درجے کی وفاداری یہ ہی کہ انسان اپنے ملک کے آئین و قوانین کا پابند رہے اور اس سے کوئی بات ایسی ظہور میں نہ آئے جو ملک کے امن میں خلل پیدا کرے بلکہ جو لوگ امنِ عامّہ میں خلل[2] انداز ہوں اُن کی سرکوبی[3] اور گوشمالی[4] کے لیئے گورمنٹ[5] کا ممد[6] و معاون بنے۔ قانون[8] رائج الوقت کا خود پابند[9] رہنا اور دوسروں سے اس کی پابندی کرانے میں ساعی و کوشاں[10] رہنا عین وفاداری ہی۔ جو قانون کسی ملک میں

---

[1] مطلب ۔ [2] غرض ۔ رخنہ ڈالیں ۔ [3] سرزنش ۔ دبانا ۔ [4] کان مروڑنا ۔ تنبیہ ۔ تادیب ۔ [5] سرکار حکومت [6] مدد کرنے والا ۔ [8] جو قانون اس وقت جاری ہو ۔ [9] عمل کرنا ۔ اُس پر چلنا ۔ [10] کوشش کرنا ۔ ۱۲

نافذ[1] اور رائج[2] ہوتے ہیں اور اُن کا نفوذ[3] اور رواج بادشاہِ وقت کی جانب[4] سے ہوتا ہے پس جو شخص اُس کی عزت کرتا ہے وہ بادشاہ کی عزت کرتا ہے اور جو اُن کی توہین کرتا ہے وہ اپنے بادشاہ کی توہین کرتا ہے۔ اولاد کے لیئے والدین۔ بی بی کے لیئے میاں۔ رعیت کے لیئے بادشاہ سایۂ خدا ہیں۔ جو شخص اس سائے میں بیٹھ کر مستفیض[5] ہونا چاہتے ہیں اُنھیں چاہیئے کہ اُس[6] توقیر[7] و منزلت[8] میں کوتاہی نہ کریں ورنہ خدا کی بارگاہ میں جواب[9] دِہ ہوں گے۔ (محمد عبداللہ خاں)

اوسان

خدا تعالیٰ نے انسان کو بہت سی صفتیں عطا کی ہیں جو اس کے لیئے نہایت کار آمد ہیں۔ بہادری۔ حلم۔ ہمدردی سخاوت اور اسی طرح کی بہت سی صفتیں ہیں جو انسان کو اوروں کی نگاہ میں معزز بنا دیتی ہیں اور خود اس کی ذات کو بھی فائدہ بخشتی ہیں۔ ایک صفت ایسی ہے جس کی ضرورت کبھی کبھی آپڑتی ہے لیکن ہے نہایت کار آمد۔ یہ صفت مصیبت کے وقت آدمی کے اوسان بجا رہنے کی ہے۔ دنیا میں بعض موقعے ایسے پیش آتے ہیں کہ آدمی کی عقل چکّر میں آجاتی ہے اور اُس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ ایسے موقعوں پر اوسان بجا رہنے سے مشکل آسان ہو جاتی ہے اور ذرا بھی اوسان خطا ہونے سے کام بگڑ جاتا ہے۔ امیر تیمور دنیا میں بہت بڑا بادشاہ ہوا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ مُلکِ ترکستان میں ایک قلعے کو فتح کرنے چلا۔ جب موقع پر پہنچا تو معلوم ہوا

---

1 جاری۔ 2 رواج پائے ہوئے۔ 3 جاری رہنا۔ 4 طرف۔ 5 فائدہ اُٹھانا۔ 6 عزت۔ 7 قدر۔ 8 کمی۔ 9 اُن کو جواب دینا ہوگا۔ ۱۲

کہ قلعے کے چاروں طرف بہت گہری خندق کھُدی ہوئی ہو اور جو لوگ قلعے میں محصور ہیں اُن کی تعداد بھی کئی ہزار ہو۔ اگر باقاعدہ طور پر ان سے فوج لڑائی جائے تو خدا جانے کب فتح نصیب ہو۔ امیر رات کے وقت ایک تختے پر سے خندق کے پار ہو گیا اور قلعہ کی دیوار پر سیڑھی لگا کر دو تین سو ہمراہیوں سمیت قلعے میں داخل ہو گیا۔ دشمن بے خبر پڑے سو رہے تھے کہ امیر نے بگل بجا کر سوتوں ہی کو مارنا شروع کر دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر قلعے والوں کے اوسان جاتے رہے اور سمجھے کہ خدا معلوم کس قدر فوج ہم پر آ پڑی ہو۔ سب کے سب قلعہ چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ امیر کو آسانی سے قلعہ ہاتھ آگیا۔ اگر قلعے والوں کے اوسان بجا رہتے تو وہ امیر تیمور کے تھوڑے سے آدمیوں کو جو قلعے میں داخل ہوئے تھے[۲] پل کی پل میں قتل کر ڈالتے یا زندہ پکڑ لیتے۔ مگر بگل کی آواز سنتے ہی اُن لوگوں کے ایسے[۱] ہوش و حواس باختہ[۳] ہوئے کہ کچھ تو وہیں مارے گئے اور کچھ بھاگ نکلے اکبر بادشاہ نے اپنے ایک سردار سے پوچھا کہ مصیبت کے وقت کون سی چیز کام آتی ہو؟ عرض کی۔ جہاں پناہ! اوسان۔ بادشاہ نے تجربہ کرنے کے لیئے ایک دن اُس سردار پر ایک مست ہاتھی چھُڑوا دیا۔ سردار بے خبر بیٹھا تھا اور کچھ ہتیار بھی پاس نہ تھا مگر بالکل نہ گھبرایا دیکھا پاس ہی ایک کتا بیٹھا ہو۔ جھٹ اُس کی ٹانگ پکڑ کر ایسا پھرا کر ہاتھی کے مستک[۴] پر مارا

[۱] بند۔ گھرے ہوئے۔ [۲] ذرا سی دیر میں۔ [۳] پریشان۔ گم۔ [۴] پیشانی۔ ۱۲

کہ ہاتھی ڈر کر اُلٹا بھاگ گیا۔ بادشاہ کو سردار کی بات کا یقین ہو گیا اور اُس کو بہت سا انعام دے کر خوش کر دیا۔ بعض طالب علموں کا یہ حال ہوتا ہے کہ جہاں اُستاد نے اُن سے کوئی سوال پوچھا نہیں اور اُن کے ہوش حواس باختہ ہوئے نہیں۔ سوال کچھ ہوتا ہے جواب کچھ دیتے ہیں۔ اس قدر گھبرا جاتے ہیں کہ اُن کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ اُستاد کیا پوچھتا ہے اور ہم کیا کہتے ہیں جو بات آتی ہے وہ بھی زبان سے نہیں نکلتی۔ ایسے طالب علم اگر اپنی طبیعت پر تھوڑا سا قابو بھی پیدا کریں تو بہت معقول جواب دے سکیں۔　(عبدالحمید خاں)

مجھے بھی ایک واقعہ استقلال ہمت اور اُسان بچا رہنے کا یاد ہے۔ مسٹر آرنلڈ پروفیسر علی گڈھ کالج اور مولانا شبلی نعمانی جہاز میں ہم سفر تھے۔ رستے میں ایک سخت طوفان آیا۔ جہاز ہوا کے تھپیڑوں سے ڈگمگانے لگا۔ سب لوگ سراسیمہ[1] ہو گئے۔ اسی عالت اضطراب میں مولانا گھبرائے ہوئے اپنے کمرے سے نکل کر آرنلڈ صاحب کے کمرے میں گئے کہ دیکھیں اُن کی کیا حالت ہے۔ وہاں جا کر دیکھا تو ایک کتاب کے مطالعے میں ایسے منہمک ہیں کہ اُن کو ذرا بھی انتشار نہیں۔ مولانا نے متعجب ہو کر پوچھا یہ وقت آپ کے کتاب دیکھنے کا ہے۔ پروفیسر صاحب نے نظر کے سامنے سے کتاب ہٹائی اور کہا یہی وقت تو کتاب دیکھنے کا ہے کیوں کہ جتنا کچھ تھوڑا بہت وقت حیات مستعار[2] کا باقی ہے وہ بے کار اور رائگاں نہ جانا چاہئیے۔ یہ لوگ ہیں جو وقت کی پوری پوری

[1] گھبرا گئے۔ پریشان۔ [2] چند روزہ زندگی۔ ۱۲

قدر کرتے ہیں بھلا ہم ان کی کیا ریس کریں گے جو برسوں بے کار گھلا دیتے ہیں اور کبھی بھول کر بھی افسوس نہیں کرتے اور افسوس کرتے جب کہ ہم کو وقت کی قدر ہوتی۔

کاہلی یہ ایک لفظ ہے جس کے معنی میں لوگ غلطی کرتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ ہاتھ پاؤں سے محنت نہ کرنا کام کاج۔ محنت مزدوری میں جستی نہ کرنا۔ اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں سستی کرنا کاہلی ہے۔ مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ دلی قوی کو بے کار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے۔ ہاتھ پاؤں کی محنت اوقات بسر کرنے اور روٹی کما کر کھانے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ روٹی پیدا کرکے اپنا پیٹ پالنا ایک ایسی چیز ہے کہ بہ مجبوری اس کے لیے محنت کی جاتی ہے اور ہاتھ پاؤں کی کاہلی چھوڑنی جاتی ہے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ محنت مزدوری کرنے والے بہت کم کاہل ہوتے ہیں محنت کرنا اور محنت کے کاموں میں ہر روز لگے رہنا گویا اُن کی طبیعت ثانیہ ہو جاتی ہے مگر جن لوگوں کو ان باتوں کی نہیں ہے وہ اپنے دلی قوی کو چھوڑ کر کاہل اور حیوان صفت بن جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ لوگ پڑھنے میں ترقی بھی کرتے ہیں اور ہزار پڑھے لکھوں میں شاید ایک کو ایسا موقع ملتا ہوگا کہ اپنی تعلیم کو اور اپنی عقل کو ضرورتاً کام میں لائے۔ لیکن اگر انسان اُن عارضی ضرورتوں کا منتظر رہے اور اپنے دلی قوی کو بے کار ڈال رکھے تو وہ نہایت کاہل اوحشی ہو جاتا ہے۔ انسان بھی مثل اور حیوانوں کے ایک حیوان ہے۔

اور جب اُس کے دلی قویٰ کی تحریک سست ہو جاتی ہے اور کام میں نہیں لائی جاتی تو وہ اپنی حیوانی خصلت میں پڑ جاتا ہے اور جسمانی باتوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور انسانی صفت کو کھو کر پورا حیوان بن جاتا ہے۔ پس ہر ایک انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اندرونی قویٰ کو زندہ رکھنے کی کوشش میں رہے اور اُن کو بے کار نہ چھوڑے۔ ایک شخص کی کسی حالت کو خیال کرو جس کی آمدنی اُس کے اخراجات کے مناسب ہے اور اُس کے حاصل کرنے میں اُس کو چنداں محنت و مشقت کرنی نہ پڑے جیسے کہ ہمارے ہندوستان میں ملکیوں اور اُن لوگوں کا حال تھا جو کسی قسم کا خراج نہ دیتے تھے۔ اگر ایسا شخص اپنے دلی قویٰ کو بھی بے کار ڈال دے تو اُس کا کیا حال ہوگا۔ یہی ہوگا کہ اس کا میلان وحشیانہ باتوں کی طرف بڑھتا جائے گا۔ شراب پینا اور مزے دار غذائیں کھانا اُس کا رات دن کا شغل ہوگا۔ قمار بازی اور تماش بینی کا عادی ہو جائے گا۔ یہی باتیں اس کے وحشی بھائیوں میں بھی ہوتی ہیں۔ البتہ اتنا فرق ہوتا ہے کہ وہ بدسلیقہ ہوتے ہیں اور یہ ایک وضع دار وحشی ہوتا ہے۔ شراب پی کر پلنگ پر پڑے رہنا اور پیچوان کے دھوئیں اُڑانا اُس کو پسند ہوتا ہے۔ پس پیچوان اور ناریل اور بچھونے اور ریت کے فرق سے کچھ مشابہت میں جو اُن دونوں میں ہے کمی نہیں آتی۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوستانیوں کے لیے ایسے کام بہت کم ہیں جن میں اُن کو قوائے دلی اور قوت عقلی کو کام میں لانے کا موقع ملے اور برخلاف اس کے اور ولایتوں میں

خصوصاً انگلستان میں وہاں کے لوگوں کے لیئے ایسے موقع بہت ہیں اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ انگریزوں کو بھی کوشش اور محنت کی ضرورت اور اس کا شوق نہ رہے جیسا کہ اب ہے تو وہ بھی بہت جلد اپنی وحشت پنے کی حالت کو پہونچ جاویں گے۔ مگر ہم اپنے ہم وطنوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں جو ہم کو اپنے قوائے قلبی اور قوت عقلی کو کام میں لانے کا موقع نہیں رہا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ ہم نے کاہلی اختیار کی ہے یعنی اپنے دلی قوٰی کو بے کار چھوڑ دیا ہے اور ہم کو قوائے قلبی اور قوت عقلی کام میں لانے کا موقع نہیں ہے تو ہم کو اس کی فکر و کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ موقع کیوں کر حاصل ہو۔ اگر اس کے حاصل کرنے میں ہمارا کچھ قصور ہے تو اس کی فکر اور کوشش چاہیئے کہ وہ قصور کیوں کر رفع ہو۔ غرض کہ کسی شخص کے دل کو بے کار پڑا نہ رہنا چاہیئے کسی نہ کسی بات کی فکر و کوشش میں مصروف رہنا لازم ہے تاکہ ہم کو اپنی تمام ضروریات کے انجام کرنے کی فکر اور مستعدی رہے اور جب تک کہ ہماری قوم سے کاہلی یعنی دل کو بے کار پڑا رکھنا نہ چھوٹے گا اُس وقت تک ہم کو اپنی قوم کی بہتری کی توقع کچھ نہیں ہے نہایت حکیمانہ قول ہے کہ۔

بے کار[1] مباش کچھ کیا کر + گر کر نہ سکے تو کچھ کہا کر (سر سید احمد خاں)

حلم اگر کوئی شخص تمہارے سامنے گستاخی سے پیش آئے اور ایسے سخت سست لفظ زبان پر لائے جو طبیعت کو

[1] خالی نہ رہو۔ ۱۲

بھڑکانے والے ہوں تو ظاہر ہے کہ تم غصیلی ہو تو اُس کو ویسے ہی سخت لفظوں میں جواب دوگی جیسے اُس نے استعمال کیے تھے اور اگر نرم طبیعت رکھتی ہو تو بجائے سختی کے نرمی کے ساتھ جواب دوگی اور اپنے غصے کو پی جاؤگی اسی صفت کو علم یا بردباری کہتے ہیں خداوند تعالیٰ کی صفتوں میں سے ایک صفت حلم کی بھی ہے۔ نبیوں۔ ولیوں بڑے بڑے بزرگوں اور مہاتماؤں میں یہ صفت کمال درجے پر موجود ہوتی ہے۔ عام لوگوں میں کسی میں کم کسی میں زیادہ جس شخص میں یہ صفت نہ ہو وہ آدمی کہلائے جانے کے لائق نہیں۔ جو شخص غصے کی حالت میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھتا ہے اور دوسرے کا دل نہیں دُکھاتا وہ خدا کا نیک بندہ ہے۔ بغیر حلم اور بردباری کے دنیا کے کام آسانی سے نہیں چلتے اور طرح طرح کی تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ جو شخص حلیم ہوتا ہے سب لوگ اُس کے فرماں بردار بن جاتے ہیں۔ غصیلے اور جوشیلے آدمی کو ہر ایک شخص نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بغیر سخت ضرورت کے اس کے پاس نہیں پھٹکتا۔ یہ ایسی صفت ہے جو بغیر کچھ خرچ کرنے کے دوسرے کو اپنا غلام بنا لیتی ہے۔ اپنی طبیعت بھی خوش رہتی ہے اور دوسرا بھی خوش ہو جاتا ہے۔ اب ہم تمھیں خلیفہ مامون رشید کی ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تمھیں معلوم ہوگا کہ باوجود بادشاہ ہونے کے اُس میں کس قدر حلم اور بردباری تھی۔ کہتے ہیں کہ مامون رشید کے پاس ایک سُرخ یاقوت تھا جو رنگ اور آب داری میں بے مثل تھا۔ بیش بہا

---

[1] کوئی نزدیک نہیں آتا تھا۔ ۱۲

جوہر اُس کے خزانے کی زیب و زینت تھا۔ مامون اُس کو بہت عزیز رکھتا تھا اور خاص خاص موقعوں پر توشے خانے سے نکلوا کر اور اُس کی آب و تاب دیکھ کر نہایت خوش ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اُسے خیال ہوا کہ انگوٹھی میں جڑوا کر پہنا کرے۔ چنانچہ ایک کاریگر سنار کو بلا کر یہ لعل بے بہا حوالے کیا اور تاکید کی کہ نہایت احتیاط سے انگوٹھی میں جڑ دے۔ سنار نگینے کو لے کر رخصت ہوا اور دو چار دن بعد پھر حاضر ہوا۔ مگر اُس کی عجیب حالت تھی۔ تمام بدن بید کے مانند رعشے سے کانپتا تھا اور ڈر کے مارے بے حواس ہو رہا تھا۔ مامون نے اُس کی جب یہ حالت دیکھی تو سمجھ گیا کہ نگینے کی خیر نہیں۔ لیکن نہایت بردباری اور حلم سے دریافت کیا کہ تیری یہ حالت کیوں ہے؟ سنار نے جواب دیا کہ جان کی امان پاؤں تو سارا حال کہہ سناؤں۔ مامون نے کہا میں نے امان دی کہہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ سنار نے جیب سے نگینہ نکال کر پیش کیا چار ٹکڑے ہو گیا تھا۔ عرض کی کہ جہاں پناہ! جس وقت میں اس نگینے کو جڑنے لگا ہاتھ سے چھوٹ کر نہائی پر جا پڑا اور ٹوٹ گیا قصوروار ہوں جو سزا چاہیے دیجیے۔ کاریگر تو میں ایسا ہوں کہ اگر چاہتا تو ایسا بے لاگ جوڑ کر جڑ دیتا کہ کوئی نہ پرکھتا مگر میرے دل نے یہ بات گوارا نہ کی کہ اپنا قصور حضور کے سامنے چھپا کر دھوکا دوں۔ مامون سنار کی یہ تقریر سن بہت خوش ہوا اور مسکرا کر فرمایا میں نے تیرا قصور معاف کیا۔ جا ان چار ٹکڑوں کو چار انگوٹھیوں پر جڑ کر لے آ۔ اس کہانی سے تم کو معلوم ہوگا کہ

ماموں نے اپنی طبیعت پر کس قدر جبر کیا اور کس قدر حلم اور بردباری کو
کام میں لایا۔ ایسا لعل[1] بے بہا جسے وہ اس قدر عزیز رکھتا تھا لوٹ گیا
مگر وہ اپنے دل پر ذرا ملال[2] نہ لایا۔ بس تمھیں بھی چاہیئے کہ غصّے کو
ضبط[3] کرنے کی عادت اختیار کرو اور حلم اور بردباری اپنا شیوہ بناؤ۔
(محمد عبداللہ خاں)

غصّہ غصّہ ایک قسم کا جنون ہے۔ جس وقت آتا ہے تو انسان کی عقل
زایل ہو جاتی ہے اور غصّے کی حالت میں نیک[4] و بد کچھ نہیں سوجھتا غصّے کا
انجام ہمیشہ پشیمانی ہے اور اس پشیمانی سے روح کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔
پس جب تم کو غصّہ آئے تو ضبط کرو۔ بات کو ٹال دو جس شخص پر غصّہ آیا ہو
اُس کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ دل تو نہیں مانے گا لیکن زبردستی دوسرے کام
میں دھیان لگاؤ۔ کوئی بات اور کرنے لگو۔ کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ پیاس
بھی نہ ہو تاہم تھوڑا سا پانی لو جس سے غصّہ فرو[5] ہو جائے۔ غصّے کی حالت
میں گالی دینی یا کوئی سخت کلمہ کہنا یا دست درازی[6] کرنی بہت بُری
بات ہے۔ خبردار! منہ اور ہاتھ دونوں روکے رکھو۔ اگر تم نے کسی کو
غصّے میں گالی دی اور اُس نے اُلٹ کر جواب دیا یا تم نے کسی پر ہاتھ
چلایا اور وہ لپٹ پڑا تو عزت گئی گزری ہوئی۔ اس واسطے غصّے کا
پی جانا عین مصلحت ہے۔ (والدہ مرحوم)

---

[1] ایسا لعل جس کی قیمت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ [2] رنج۔ [3] روکنے۔ [4] اچھا برا۔ [5] کم ہونا۔ اُتر جانا
[6] ہاتھ چھوڑنا یعنی اد بیٹھنا۔ ۱۲

بد مزاجی

ظاہر ہی تواضع کے اثر ہوتے ہیں
ہر نخل میں لاکھوں ہی ثمر ہوتے ہیں

دنیا میں تکبر سے کبھی کام نہ لے + جھکتے ہی نہال بار ور ہوتے ہیں

آدمی میں طرح طرح کی خصلتیں ہوتی ہیں بعض پسندیدہ بعض ناپسندیدہ - حلم - عجز و انکسار - رحم - ہمدردی - محبت - خوش خلقی - زندہ دلی راست بازی - دیانتداری - سخاوت - فیاضی وغیرہ وغیرہ پسندیدہ خصلتیں ہیں - بدمزاجی - غرور تکبر - بے رحمی - عداوت و دشمنی - بداخلاقی - کج ادائی - ترش روئی - دروغ گوئی - بددیانتی - دغابازی بخل وغیرہ وغیرہ نہایت مذموم اور ناپسندیدہ عادتیں ہیں - بُری خصلتوں کے ضمن میں جتنی ناپسندیدہ خصلتیں ہم نے بیان کی ہیں اُن میں سے صرف بدمزاجی کی نسبت ہم تمھیں کچھ بتانا چاہتے ہیں - بدمزاجی سے ہماری مراد وہ خصلت ہے جو آدمی کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیتی ہے کہ میں سب سے اچھا ہوں اور اور آدمی میرے سامنے کوئی قیمت نہیں رکھتے - بدمزاج شخص جب کسی سے بات کرتا ہے تو اکڑ اکڑ کر بولتا ہے تو تیز ہو کر - نرم الفاظ زبان پر لانا گناہ خیال کرتا ہے سخت اور درشت الفاظ بے سمجھے بوجھے زبان سے نکال بیٹھتا ہے اور یہ خیال کبھی دل میں نہیں لاتا کہ اس سے دوسروں کا دل دُکھے گا اور میری زبان خراب ہوگی - طرزِ گفتگو ایسا اختیار کرتا ہے جس سے اپنی مشیخت اور دوسروں کی ذلّت ہو علم

---

۱ درخت - ۲ پھل - ۳ جھکنے والے درختوں ہی میں پھل لگتے ہیں - ۴ بُری - ۵ مذمت کے قابل - ۶ سخت - ۷ شیخی - دوسروں کی لینا - ۱۲

وانکسار کو خیرباد کہتا ہے اور بات بات پر تیزی دکھا کر لوگوں کے دلوں پر اپنا سکہ بٹھانا چاہتا ہے۔ بدمزاج شخص لوگوں کی نگاہ میں بہت جلد ذلیل اور خوار ہو جاتا ہے اور اُس سے بات کرنے کو کسی کا دل نہیں چاہتا۔ لوگ اُس کی صحبت سے گریز[1] کرتے ہیں۔ رستے میں نظر پڑ جاتا ہے تو اُس سے کترا[2] کر نکل جاتے ہیں۔ کوئی شخص بدمزاج آدمی سے محبت نہیں رکھتا البتہ جو لوگ اُس کے دستنگر[3] ہوتے ہیں اُن کو بہ مجبوری اُس کی تعظیم[4] وتکریم کرنی پڑتی ہے۔ ہم چشم[5] اور برابر والے اُس کے سفلہ پن[6] پر قہقہے لگاتے ہیں اور اُسے خللِ دماغ[7] کا روگی بتاتے ہیں۔ بدمزاج اپنی بدمزاجی کی وجہ سے خود بھی کبھی خوش نہیں رہتا۔ لوگوں کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آتا ہے اور لوگ بھی اُس کے ساتھ ویسی ہی درشتی سے پیش آتے ہیں۔ اسے برداشت نہیں ہوتی اور غصّہ[8] کے سے گھونٹ پی پی کر دل ہی دل میں جلتا بھُنتا رہتا ہے۔ نوکر چاکر بھی ایسے آدمیوں سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ ہر روز نئے نوکر تلاش کرنے پڑتے ہیں اور چونکہ وہ مزاج سے واقف نہیں ہوتے اس لئے اُن کو سخت مصیبت اٹھانی پڑتی ہے۔ گھر والوں کا دم[9] بھی ناک میں آجاتا ہے۔ کوئی شخص جلدی سامنے نہیں آتا۔ اگر کوئی کام بھی آن پڑے تو ادھر اُدھر ٹل

---

[1] دور بھاگتے ہیں۔ بچتے ہیں۔ [2] رستہ کاٹ کر۔ [3] محتاج۔ ضرورت مند۔ [4] عزت کرنا۔ [5] ساتھی۔ برابری کے لوگ۔ [6] کمینہ پن۔ [7] پاگل پنا۔ [8] غصّے میں۔ [9] جی اُکتا جاتا ہے۔ بیزار ہو جاتے ہیں۔ ۱۲

جاتے ہیں غرض[۱] اپنے دل[۲] پر ہر وقت غم و غصّے کی تکلیف برداشت کرنے کے علاوہ دنیاوی کاروبار میں بھی طرح طرح کے حرج واقع ہوتے ہیں اور زندگی وبال[۳] جان ہو جاتی ہے۔ بدمزاجی کا مرض انسان اپنی طبیعت میں خود پیدا کر لیتا ہے جس کا دُور کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ مذہبی اور اخلاقی کتابیں۔ بزرگانِ دین اور بزرگانِ قوم کے حالات طبیعت میں یقیناً اصلاح پیدا کر دیتے ہیں۔ بعض لوگ بھی اس قسم کے ہوتے ہیں جو دوسروں کی طبیعت کو اصلاح پر لے آتے ہیں اور اُس کا اثر اس قدر جلد اور[۲] پائدار ہوتا ہے جو کتابوں کے پڑھنے سے ایک مدت میں حاصل ہوتا ہے۔ تمثیل[۳] کے طور پر ہم تمھیں ایک بادشاہ کا قصہ سناتے ہیں جس نے اپنے ایک فوجی افسر کی بدمزاجی کو ایک[۴] آن کی آن میں مدت[۵] العمر کے لیئے درست کر دیا۔ کہتے ہیں کہ روس کا بادشاہ الگزینڈر نہایت حلیم[۶] الطبع اور منکسر[۷] المزاج تھا اور اُس کی فوج کا ایک افسر سخت بدمزاج اور تُند[۸] خو تھا۔ ایک روز وزیر اعظم نے بادشاہ کے آگے شکایت کی اور کہا کہ وہ ایسا بدمزاج ہے کہ اُس کے ماتحت[۹] جس قدر فوج ہے سب اُس کے ہاتھ[۱۰] سے تنگ آ گئی ہے۔ مناسب ہے کہ کہ اُسے فوراً برخاست[۱۱] کر دیا جائے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ دو چار دن ٹھیرو

[۱] دو تھہر ناگوار خاطر شخص[۲] جو دیر تک قایم و برقرار رہے [۳] مثال۔ [۴] ایک لمحے میں۔ [۵] ساری عمر۔ [۶] طبیعت کا ٹھنڈا متحمل۔ [۷] مزاج میں عاجزی۔ غربت۔ [۸] تیز خصلت۔ [۹] ہاتھ کے نیچے والے [۱۰] سلوک۔ برتاؤ۔ [۱۱] موقوف۔ ۱۲

ممکن ہے کہ اس کی عادت بدل جائے۔ دوسرے دن بادشاہ بھیس بدل کر چل کھڑا ہوا اور اپنے بدمزاج افسر کی فوج میں جا پہنچا۔ افسر کو دیکھا کہ اپنی کوٹھی کے صحن میں ٹہل رہا ہے۔ بادشاہ نے نہایت ادب کے ساتھ سلام کیا۔ افسر نے جواب تو دیا مگر نہایت بدمزاجی اور بے پروائی کے ساتھ۔ بادشاہ نے پوچھا کہ سوءِ ادبی[1] نہ ہو تو میں جناب سے دو چار باتیں پوچھوں۔ افسر نے نہایت تکبّر سے کہا۔ پوچھ کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ بادشاہ نے کہا حضور کا عہدہ کیا ہے؟ افسر نے کہا تو کیا خیال کرتا ہے؟ بادشاہ۔ کیا جناب لفٹنٹ کے عہدے پر مامور[2] ہیں؟ افسر تیوری[3] چڑھا کر۔ ہیں؟ تو میری ہتک[4] کرتا ہے؟ بادشاہ معاف فرمائیے کیا جناب کپتان ہیں؟ افسر اکڑ کر۔ اس سے بھی زیادہ۔ بادشاہ۔ میجر؟ افسر پائپ کا ایک لمبا دم لگا کر اور سینہ اُبھار کر ہاں یہی معزز عہدہ ہے جس پر میں مامور ہوں جب بادشاہ کے سوال ختم ہو گئے تو افسر نے پوچھا تو کون ہے؟ بادشاہ نے کہا حضور کا قیافہ[5] کیا کہتا ہے؟ افسر۔ لفٹنٹ؟ بادشاہ۔ اس سے بڑھ کر۔ افسر۔ کپتان؟ بادشاہ کچھ اور زیادہ۔ افسر۔ میجر؟ بادشاہ ابھی اور بڑھتے جائیے۔ افسر۔ کرنل؟ بادشاہ۔ اور بڑھیئے۔ یہ سُن کر افسر نے پائپ مُنہ سے نکال لیا اور نہایت ادب سے پوچھا کیا آپ جرنیل ہیں؟ بادشاہ۔ اب تم

---

[1] بے ادبی [2] مقرر۔ [3] پیشانی پر بل ڈال کر۔ [4] ذلت۔ بے عزتی۔ [5] کسی کی صورت دیکھ کر تاڑ لینا کہ وہ کیسا آدمی ہے۔ ۱۲

قریب پہنچ گئے ہو۔ اب تو افسر کے ہوش و حواس باختہ ہوئے اور گھبرا کر کہا کیا حضور کمانڈرانِ چیف ہیں ؟ بادشاہ۔ ذرا اور آگے بڑھیئے۔ یہ سُنتے ہی افسر بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا معلوم ہوا کہ حضور بادشاہ ہیں۔ میں معافی کا طالب ہوں اور صدقِ دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ پھر کبھی آپ کے کانوں تک میری بدمزاجی کی خبر نہ پہنچے گی۔ بادشاہ نے اُس کی پیٹھ ٹھونکی اور کہا شاباش۔ میں تمھارے وعدے پر اعتماد کرتا ہوں اور تمھارا پچھلا قصور معاف کرتا ہوں۔

(مولوی عبیداللہ خاں)

معافی اور انتقام

"در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست"

خطا سے پاک جرم سے بری عام آدمیوں میں تو کوئی نظر نہیں آتا۔ نہایت غنیمت ہیں وہ لوگ جن میں خوبیاں زیادہ اور بُرائیاں کم ہیں اور بہت ہی نیک ہیں وہ لوگ جو اوروں کی تاک میں نہیں رہتے بلکہ اپنے ہی کاموں کو جانچتے ہیں۔ اُن میں جو خطا قصور پاتے ہیں عین وقت پر اُن کا علاج کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے تمام فعلوں کو انصاف کی نظر سے دیکھیں تو معلوم ہو کہ ہم ہی سے بہت سی خطائیں روزمرہ سرزد ہوتی ہیں۔ ہمارے اکثر کاموں سے دوسروں کو تکلیف پہونچتی ہے لیکن ہم اپنے کرتوت کی جانچ میں بہت غفلت کرتے ہیں۔ اسی سبب سے

۱ بدحواس ہو گیا۔ گھبرا گیا۔ ۲ سپہ سالار۔ فوج کا سب سے بڑا افسر۔ ۳ میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ ۴ سچے دل سے۔ ۵ آپ کبھی نہ سنیں گے۔ ۶ شاباش دی۔ ۷ بھروسہ۔

۸ معافی میں جو مزہ ہے وہ بدلہ لینے میں تھوڑا ہی ہے۔ ۹ ہر روز۔ ۱۰ ہو جاتی ہیں۔ ۱۱ افعال بد۔ بُرے کام۔ ۱۲

نہ اپنی خطاؤں کو پہچانتے اور نہ اُن کو بُرا جانتے ہیں۔ جب کہ ہم اپنے آپ کو بے قصور۔ بے خطا۔ بے جرم۔ بے گناہ نہیں پاتے تو نہایت نا انصافی کی بات ہے کہ اوروں کی خطا کو سخت نگاہ سے دیکھیں۔ کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو تو معذور سمجھیں اور دوسروں کی ادنیٰ بھول چوک کو بھی معاف نہ کریں۔ افسوس ہے کہ ہم اپنے قصوروں کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں اسی واسطے دوسروں کے خفیف قصور کا بھی بدلہ چاہتے ہیں نیک آدمی سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ لوگوں کی پوشیدہ خطاؤں کی ٹوہ میں نہیں رہتے۔ ادنیٰ قصوروں پر گرفت نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو ایسا بنا لیتے ہیں کہ گویا اُنھوں نے کوئی قصور دیکھا ہی نہیں۔ اسی کو چشم پوشی کہتے ہیں۔ جو چشم پوشی کرتا ہے اُس کا رعب اوروں پر قائم رہتا ہے۔ جو شخص ذرا ذرا سی باتوں پر بگڑتا اور خفا ہوتا ہے وہ اپنا وقر اور بھرم کھوتا ہے۔ البتہ جو قصور تمھارے مقابلے میں علانیہ اور قصداً کیا گیا ہو۔ اُس پر ضرور باز پرس کرو۔ اگر قصوروار اپنے قصور کا اقرار کرے اور اپنے کام سے نادم ہو کر اپنی خطا کی معافی چاہے تو فیاضی اور جواں مردی یہ ہے کہ فوراً معاف کر دو۔ معافی سے تم کو ایسی خوشی حاصل ہو گی جو انتقام لینے سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔

نادموں کی خطا معاف کرو ہے معافی میں لذت اور سرور
اپنے دل میں ذرا کرو انصاف کون ہے جو ہے بے خطا و قصور

۱ ٹٹول۔ پرچول۔ کرید۔ ۲ چھوٹے چھوٹے۔ ۳ پکڑ۔ ۴ آن جان ہو جانا۔ ۵ کھلے خزانے۔ ۶ عمداً۔ ۷ پوچھ گچھ۔ ۸ شرمندہ ۱۲۔

بدلے کے قابل صرف وہ خطائیں ہوتی ہیں جن کا کرنے والا اطلاع پانے کے بعد بھی پشیمان نہ ہو اور اپنی خطاؤں کو خطا نہ جانے بلکہ اُس پر اصرار کرے اس صورت میں انتقام لینا واجب ہے۔ نہیں تو وہ قصور یہ عادت بن جائے گا خود قصور کرنے کو بلا میں پھنسائے گا اور دوسروں کو اذیت پہونچائے گا ۔ س

جو انتقام نہ لینے سے ہو خطا افزوں وہ کام جس سے کہ اوروں کو فائدہ پہونچے	تو یہ تمھاری خطا ہے جو انتقام نہ لو تم اُس کے کرنے سے زنہار انتقام نہ لو

نیک اور شریف آدمی اول تو کسی کے آزار کے روادار نہیں ہوتے اور اگر ناوانستہ کسی کے حق میں کوئی ادنیٰ خطا بھی اُن سے ہو جاتی ہے تو اُن کو بہت افسوس اور بڑی ندامت ہوتی ہے اور وہ بے تامل اپنی خطا کا اقرار کرتے اور بہت منت سے اُس کی معافی چاہتے ہیں۔ کیوں کہ خطا پر اصرار کرنا اور اُس کو بُرا نہ جاننا یہ دوسری خطا ہے۔ خطا کرنے سے آدمی کے دل میں اس قدر بُرائی پیدا نہیں ہوتی جس قدر اپنی خطا کو خفیف سمجھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ س

ہے بیمار تو لیک بچنے کے قابل مگر ایسے نادان کا کیا ٹھکانا بُرا مانتا ہے جو سمجھائے کوئی وہ انجام کو روئے گا سر پکڑ کر	جو اپنی خطا کو خطا جانتا ہے کہ جو درد ہی کو دوا جانتا ہے بُرائی کو اپنی بھلا جانتا ہے نہیں اس میں صحت کا خدا جانتا ہے (مولوی محمد اسمعیل مرحوم)

لہ پچھتائے۔ ۲ ضد۔ ۳ بدلہ۔ ۴ تکلیف۔ ۵ بڑھے۔ ۶ ہرگز۔ ۷ تکلیف۔ ۸ اَن جان پنے سے۔ ۹ ہلکی۔ کم۔ ۱۰ لیکن۔ ۱۲

اتنی ہی دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے
دیکھ اے بلبل ذرا گلبن کو آنکھیں کھول کر
عقل بھیلی پہ نہ سمٹی حرص و آزِ انسان کی
چینٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق
دل میں حالیؔ کے رہے باقی نہ بس ارمان کچھ
نہ سنو گر برا کہے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی
موسیٰ نے کی عرض کہ اے بارِ خدا
ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے

جس قدر کرنی ملامت اور کو آسان ہے
پھول ہیں گر آن ہے کانٹے میں بھی اک شان ہے
بے نہ نام اب آدمیت کا اگر انسان ہے
آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے
جی میں ہے کچھ اب اگر باقی تو یہ ارمان ہے
نہ کہو گر برا کرے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی
مقبول ترا کون ہے بندوں میں سوا
جو بے سکے اور نہ لے بدی کا بدلا

تعصّب

(حالیؔ)

انسان کی بدترین خصلتوں میں سے تعصّب بھی ایک بہت ہی بڑی خصلت ہے کہ انسان کی نیکیوں اور اُس کی تمام خوبیوں کو غارت اور برباد کر دیتی ہے متعصّب گو اپنی زبان سے نہ کہے مگر اس کا طریقہ یہ بات جتلاتا ہے کہ عدل و انصاف کی خصلت جو عمدہ ترین خصائل انسان سے ہے۔ اس میں نہیں ہے متعصب اگر کسی غلطی میں پڑتا ہے تو اپنے تعصّب کے سبب اس غلطی سے نکل نہیں سکتا کیونکہ اس کا تعصب اس کے برخلاف بات کے سننے اور سمجھنے اور اس پر غور کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اگر وہ کسی غلطی میں نہیں ہے بلکہ سیدھی اور سچی راہ پر ہے

حرص۔ لالچ۔ سب سے بری۔ سب سے بہتر۔ ۱۲

تو اس کے فائدے اور اس کی نیکی کے پھیلنے اور عام ہونے نہیں دیتا کیوں کہ اس کے مخالفوں کو اپنی غلطی پر متنبہ[1] ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ تعصب انسان کو ہر طرح کی نیکیوں کے حاصل کرنے سے باز[2] رکھتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی کام کو نہایت عمدہ اور مفید[3] سمجھتا ہے مگر صرف تعصب سے اسکو اختیار نہیں کرتا اور دیدہ و دانستہ[4] برائی میں گرفتار اور بھلائی سے بے زار رہتا ہے۔ انسان قواعد قدرت کے مطابق مدنی الطبع[5] پیدا ہوا ہے۔ وہ تنہا اپنی حوائج ضروری[6] کو مہیا[7] نہیں کرسکتا۔ اس کو ہمیشہ مددگاروں و معاونوں[8] کی جو دوستی اور محبت سے ہاتھ آتے ہیں ضرورت ہوتی ہے۔ مگر متعصب اپنے تعصب کے سبب تمام لوگوں سے منحرف[9] اور بیزار رہتا ہے اور کسی کی دوستی اور محبت کی طرف بجز[10] ان چند لوگوں کے جو اس کے ہم رائے[11] ہیں مائل[12] نہیں ہوتا۔ عقل اور قواعد قدرت کا مقتضا[13] یہ معلوم ہوتا ہے کہ امور[14] متعلق تمدن و معاشرت میں جو باتیں زیادہ منفعت[15] اور زیادہ آرام اور زیادہ لیاقت اور زیادہ عزت کی ہیں انہی کو انسان اختیار کرے مگر متعصب ان نعمتوں سے محروم[16] رہتا ہے۔ ہنر اور فن اور علم ایسی عمدہ چیزیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک چیز کو نہایت اعلیٰ درجے تک پہنچنے سے محروم رہتا ہے وہ ان تمام دلچسپ[17] اور مفید[18] باتوں سے جو نئی تحقیقات سے اور

---

[1] واقف۔ آگاہ۔ مطلع۔ [2] روکتا۔ [3] فائدہ مند۔ [4] جان بوجھ کر۔ [5] ملنسار۔ [6] ضروری حاجتیں۔ [7] اکھٹی۔ جمع۔ [8] مدد کرنے والوں۔ [9] بدل جانا۔ [10] سوائے۔ [11] رائے سے موافقت کرنے والے ہیں۔ [12] متوجہ۔ [13] منشا۔ [14] جو باتیں زندگانی سے تعلق رکھتی ہیں۔ [15] فائدہ۔ [16] بے بہرہ۔ [17] جن میں دل لگے۔ [18] فائدہ مند۔

نئے علوم سے حاصل ہوتی ہیں محض جاہل اور ناواقف رہتا ہے اُس کی عقل اور اُس کے دماغ کی قوت محض بے کار ہو جاتی ہے۔ جو کچھ اُس میں سمائی ہوئی ہے اُس کے سوا اور کسی بات کے سمجھنے کی اُس میں طاقت اور قوت نہیں رہتی۔ وہ ایک ایسے جانور کے مانند ہو جاتا ہے کہ اُس کو جو کچھ بالطبع آتا ہے اُس کے سوا اور کسی چیز کی تعلیم و تربیت کے قابل نہیں ہوتا۔ بہت سی قومیں ہیں جو اپنے تعصب کے باعث سے تمام باتوں میں کیا اخلاق میں اور کیا علم و ہنر میں اور کیا فضل و دانش میں اور کیا تہذیب و شائستگی میں اور کیا جاہ و حشمت اور مال و دولت میں اعلیٰ درجے سے نہایت پست درجہ ذلت اور خواری کو پہنچ گئی ہیں اور بہت سی قومیں ہیں جنھوں نے اپنی بے تعصبی سے ہر جگہ اور ہر قوم سے اچھی اچھی باتیں حاصل کیں اور ادنیٰ درجے سے ترقی کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے تک پہنچ گئیں۔ غیر متعصب مگر اپنے مذہب میں پختہ ہمیشہ سچا دانا دوست اپنے مذہب کا ہوتا ہے اُس کی خوبیوں اور نیکیوں کو پھیلاتا ہے اُس کے اصول کو دلائل و براہین سے ثابت کرتا ہے۔ برخلاف اس کے متعصب نادان دوست اپنے مذہب کو رسوا کرتا ہے اور سراسر اپنی نادانی سے اپنے مذہب کو نقصان پہنچاتا ہے۔ غرض کہ تعصب خواہ دینی باتوں میں ہو یا دنیاوی باتوں میں نہایت برا

---

۱ بالکل۔ ۲ گنجائش۔ ۳ اپنی طبیعت سے۔ ۴ سبب۔ ۵ بزرگی۔ ۶ عقل مندی۔ ۷ مرتبہ۔ ۸ شان و شوکت۔ ۹ گرے ہوئے۔ ۱۰ ذلت۔ ۱۱ پکے۔ ۱۲ عقل مند، سمجھ دار۔ ۱۳ قواعد مسلمہ۔ ۱۴ دلیل کی جمع۔ ۱۵ برہان کی جمع اس کے معنے بھی دلیل کے ہیں۔ ۱۶ بدنام۔ ۱۷ بالکل۔ ۱۲

اور بہت سی خرابیوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ مغرور و متکبر ہو جانا اور اپنے ہم جنسوں کو سوائے چند کے نہایت حقیر و ذلیل سمجھنا متعصب کا خاصّہ[1] ہوتا ہے۔ اس کے اصول کا مقتضا یہ ہوتا ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں سے سوائے چند کے کنارہ گزیں ہو۔[2] مگر ایسا کر نہیں سکتا اور مجبوری ہر ایک سے ملتا ہے اور اوپری دل سے اُن کا ادب اور اپنی جھوٹی نیازمندی بھی ظاہر کرتا ہے اور ایسا کرنے سے ایک اور بدخصلت نفاق اور کذب اور دغابازی اور فریب و مکّاری کی اپنے میں پیدا کرتا ہے۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس نے خود ہی تمام کمالات اور تمام خوبیاں اور خوشیاں حاصل کی ہوں بلکہ ہمیشہ ایک قوم نے دوسری قوم سے فائدہ اُٹھایا ہے اِلّا[5] متعصب شخص ان نعمتوں سے بدنصیب رہتا ہے۔ علم میں اُس کو ترقی نہیں ہوتی ہنر و فن میں اُس کو دستگاہ نہیں ہوتی۔ دنیا کے حالات سے وہ ناواقف رہتا ہے۔ عجائبات قدرت کے دیکھنے سے وہ محروم ہوتا ہے حصولِ معاش اور دنیاوی عزت اور تموّل[6] اور تجارت[7] وغیرہ کے وسیلے[8] اس کے ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں اور رفتہ رفتہ[9]

تمام دنیا کے انسانوں میں روز بروز ذلیل اور خوار اور حقیر و ناچیز ہوتا جاتا ہے۔ اُس کی مثال ایسے جانور کی ہوتی ہے جو اپنے ریوڑ میں ملا رہتا ہے

---

[1] عادت ہوتی ہے۔ [2] الگ ہو جائے۔ [3] دو دلی۔ [4] جھوٹا۔ [5] مگر۔ سوائے۔ [6] امیری۔ دولتمندی [7] سوداگری۔ بیوپار۔ [8] ذریعے۔ [9] بتدریج ۱۲

اور نہیں جانتا کہ اُس کے اور ہم جنس کیا کر رہے ہیں۔ بلبل کیا چہچہاتی ہے
اور قمری کیا غل مچاتی ہے۔ بیا کیا بُن رہا ہے اور مکھی کیا چُن رہی ہے۔ وہ بجز
کوڑے پر کی گھانس چرنے کے اور کچھ نہیں جانتا کہ باغ کیوں بنا ہے
اور پھول کیوں کھلا ہے۔ نرگس کیا کہتی ہے اور انگور کی تاک[1] کیا تاکتی ہے۔
تعصب میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ جب تک وہ نہیں جاتا کوئی ہنر
اور کمال اُس میں نہیں آتا تربیت و شائستگی تہذیب و انسانیت کا
مطلق نشان نہیں پایا جاتا اور جب کہ وہ مذہبی غلط نمائی کے پردے
میں ظہور کرتا ہے تو اور بھی سم قاتل ہوتا ہے کیوں کہ مذہب اور تعصب
سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ انسان کے خراب و برباد کرنے کے لیے شیطان کا
سب سے بڑا داؤں تعصب کو مذہبی رنگت سے دل میں ڈالنا اور اُس کی تاریکی
کے فرشتے کو روشنی کا فرشتہ کرکے دکھلانا ہے۔ پس میری التجا اپنے
بھائیوں سے یہ ہے کہ ہمارا خدا نہایت مہربان اور بڑا منصف اور سچا (بہنوں)
سچائی کا پسند کرنے والا وہ ہمارے داؤں پیچ سب جانتا ہے وہ ہماری نیتوں کو
پہچانتا ہے۔ پس ہم کو اپنے مذہب میں نہایت سچائی سے پختہ رہنا مگر
تعصب کو جو ایک بُری خصلت ہے چھوڑنا چاہیئے۔ تمام بنی نوع انسان
ہمارے بھائی ہیں۔ ہم کو سب سے محبت اور سچا معاملہ رکھنا اور سب سے
سچی دوستی اور سب کی سچی خیر خواہی کرنا ہمارا قدرتی فرض ہے۔ پس

[1] انگور کا درخت۔ [2] ہر ہلاہل۔ ہر قسم کے انسان۔ ۱۲

اس کی ہم کو پیروی کرنی چاہیئے۔ (سر سید احمد خاں)

دلیری

ہمّت[1] بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدرِ ہمتِ تو اعتبارِ تو

جس وقت کوئی خطرہ یا دشواری[2] پیش آئے یا آفت و مصیبت کا سامنا ہو اگر اُس وقت انسان اپنی ذات پر بھروسہ کرے اور اپنی رائے اور تدبیر سے اُن خطروں اور آفتوں کے رفع کرنے پر آمادہ ہو تو اس خصلت کو دلیری کہتے ہیں۔ دلیری سے ثابت قدمی اور استقلال پیدا ہوتا ہے۔ استقلال کے وسیلے سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں جس کام کو آدمی شروع کرتا ہے اس کو تمام کر کے چھوڑتا ہے۔ دلیری انسان کو بڑے بڑے کاموں کا حوصلہ دلاتی اور کامیابی کی راہیں سجھاتی ہے۔ دلیری ہی وہ چیز ہے جو آدمی کو ادنیٰ درجے سے اعلیٰ رتبے پر پہنچاتی ہے۔ دلیری دشمنوں کے حملے۔ ظالموں کے ظلم اور شریروں کی شرارت سے بچاتی ہے۔ دلیری ہی سے انسان اپنے نفع سے اپنے حق اور اپنی عزت و حرمت کی حفاظت کرتا ہے۔ دلیری سے صبر و تحمل پیدا ہوتا ہے۔ جو آدمی کو مصیبتوں پر غالب اور فتح مند بنا دیتا ہے۔ شاید تم نے دیکھا ہو کہ انجن چلاتے ہیں جس سے بھاپ بنتی ہے۔ بھاپ کی روک تھام سے باقاعدہ حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اس

---

[1] ہمت بلند رکھو تاکہ خدا اور بندگانِ خدا کے سامنے تمھارا اعتبار اُتنا ہی قائم ہو جتنی کہ تمھاری ہمت ہے۔ [2] مشکل۔

حرکت سے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں۔ اسی طرح غصہ آدمی کے دل میں ایک طاقت پیدا کرتا ہے۔ جب عقل اس طاقت کو اپنے قابو میں رکھتی ہے تو آدمی سے دلیری کی خصلت ظاہر ہوتی ہے۔ جب غصہ حد سے زیادہ بڑھتا ہے تو عقل سلامت نہیں رہتی۔ انجام کار فکر اور نیک و بد کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ اس جوش میں وہ ایسی نامعقول حرکتیں کر بیٹھتا ہے کہ غصہ فرو ہونے کے بعد اُس کو خود ندامت ہوتی ہے۔ بدلا اور انتقام کا خوف دل پر چھا جاتا ہے۔ ایسے سے دوست آشنا نفرت کرنے لگتے ہیں۔ دشمن اُس کی بیہودگی پر ہنستے اور خوش ہوتے ہیں۔ غصّے کی حرارت کا بالکل مرجانا بھی بُرا ہے۔ جب یہ حرارت آدمی کے دل کو نہیں اُبھارتی تو وہ بودا۔ ڈرپوک۔ کم ہمّت سُست اور بے غیرت بن جاتا ہے۔ اگر دشمن اُس کی حق تلفی یا ہتک کرے تو وہ لذت کے ساتھ گوارا کرتا ہے۔ کوئی آفت یا خطرہ سامنے آئے تو اُس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ ایسا آدمی کسی دشوار کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ اس لیئے وہ انسانیت کی تمام خوبیوں سے محروم رہتا ہے۔

نہ حلوا بن کہ چٹ کر جائیں بھوکے + نہ کڑوا بن کہ جو چکھے سو تھوکے

(مولوی محمد اسمٰعیل)

آخر کار[1] ۔ ۱۲

جھوٹ کسے کہتے ہیں

راستی موجب رضائے خدا ست
کس نہ دیدم کہ گم شد از راہ راست

بزدل آدمی جھوٹ کی آڑ میں پناہ لیتا ہے۔ الفاظ سے یا افعال سے تحریر سے یا تقریر یا کسی بات کے جواب میں سکوت اختیار کرنے سے دوسرے آدمی کو دھوکا دینا جھوٹ کہلاتا ہے۔ اگر کسی سچ بات کو اپنا عیب چھپانے کے لیئے اور دوسروں کو دھوکا دینے کے لیئے بیان کریں تو وہ بھی جھوٹ ہے اور جب ظاہر ہو جاتا ہے تو بڑی ندامت ہوتی ہے۔ پس اے لڑکیو! یہ بات خوب یاد رکھو خواہ تم کچھ ہی الفاظ کیوں نہ استعمال کرو اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ دوسروں کو دھوکا دیں یا اپنا قصور چھپائیں تو اسی کا نام جھوٹ ہے۔ (مولوی عبد اللہ خاں)

عورتوں کو جھوٹ بولنے کا بڑا لپکا پڑ جاتا ہے۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے جھوٹی بات دیر سویر کھلتی ضرور ہے۔ جھوٹ بولنے والے کو ہمیشہ سخت ندامت اور شرمندگی ہوتی ہے۔ جھوٹ بولنا گناہ ہے اور آدمی کا وقر اعتبار کھو دیتا ہے۔ جھوٹا اگر سچ بھی بولے تو لوگ اسے جھوٹ ہی سمجھتے ہیں۔ کچھ بھی ہو جائے مگر بھول کر بھی کبھی جھوٹ نہ بولو کہ سچائی کا بول بالا اور جھوٹ کا مُنہ کالا ہوتا ہے۔ اور یہ جو تم نے سنا ہوگا کہ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز تو اس کے خاص خاص مواقع ہیں کہ مصلحت وقت کے تقاضے سے جھوٹ بولا جائے اور اُس سچائی سے جو فساد ڈلوائے ایسا حکمت عملی کا جھوٹ یقیناً بہتر ہے۔

باتیں گھڑنی

باتیں۔ بڑے آدمیوں کے دل بہلانے کے لیئے ایسے ہی اوزار ہیں جیسے بچوں کے دل بہلانے کے لیئے کھلونے۔ مگر آج کل ہم میں بُری باتوں سے دل بہلانے کی عادت ہو گئی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ مرض ایسا لگ گیا ہے

۱؎ سچائی سے خدا راضی رہتا ہے ہم نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ جو سیدھی راہ چلا جا رہا ہو اور وہ بھٹک جائے۔
۲؎ عادت بد ۳؎ جھوٹ بولنے والے میں جرأت نہیں ہوتی اُس کا دل بودا ہوتا ہے۔ ۴؎ وہ جھوٹ جو مصلحت سے بولا جائے اُس سچائی سے بہتر ہے جو فساد بپا کر دے۔ ۱۲

کہ خواہ ہم اپنا حال بیان کریں یا کسی دوسرے کا جس میں ہماری کوئی غرض بھی نہ ہو تو
کوئی اُس کا اعتبار نہیں کرتا۔ شاید تھوڑے ہی آدمی ہوں گے کہ جن کی باتوں پر لوگوں کو
یقین ہوتا ہو اور وہ یقین کے قابل بھی ہوں۔ ساری بداخلاقیوں کی جڑ یہ ہو کہ ہمارے
کلام سے سچائی رخصت ہو گئی۔ ہر نیکی کی ابتدا سچ ہی سے ہوتی ہے۔ اب سچ بولنا اس کا نام رہ گیا
ہے کہ ہم باتیں بنا بنا کر دوسرے آدمی کو اپنے سچ بولنے کا یقین کرا دیں۔ جھوٹے سکے چالاکی سے
چلا کر کھرے سکوں میں گنوا دیں۔ جھوٹ بولنا قسم کھانا کوئی بُرا نہیں جانتا بلکہ حسن کلام میں داخل ہیں۔ بات
بیان کرنے میں نفس الامری واقعات پر خیال نہیں کرتے بلکہ جس طرح اپنے تئیں اُس کا بیان
اچھا معلوم ہو یا سمجھیں کہ اس طرح بیان کرنا اوروں کو اچھا معلوم ہوگا اُسی طرح بیان
کرتے ہیں اور اس کا نام حسنِ بیان رکھتے ہیں۔ غرض ریا[۲] کاری اور مکاری کے ساتھ
باتیں بنانا ہماری عادت میں داخل ہے اور وہ عیب کی جگہ ہنر سمجھا جاتا ہے۔ کوئی گالی اور
دشنام اور بُرا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ کوئی تم کو جھوٹا کہے۔ ہر مذہب کسی
بُرائی پر ایسی لعنت ملامت نہیں کرتا جیسے کہ جھوٹ بولنے پر۔ مگر رواج نے ان دونوں
باتوں کا اثر دل پر اتنا بھی باقی نہیں رکھا جتنی اُڑد پر سفیدی۔ ایک حکیم خوب کہتا ہے
کہ جھوٹ بولنا اور آدمیوں سے ڈرنا۔ خدا کی تحقیر کرنا ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ جھوٹ مت بول۔ جب
بے حکم ہوا تو اُس کے حکم کی تذلیل ہوئی۔ پس اس سے زیادہ کون سی انسان کی ذلیل اور
خوار کرنے والی بُرائی ہوگی کہ جس سبب سے وہ آدمیوں سے تو ڈرے اور خدائے تعالیٰ سے
بہادری کرے۔ ہماری باتیں ہی ہمارے دل کی ترجمان ہیں۔ صرف انہیں کے ذریعے سے ہم
خیالات کو دوسرے تک پہونچا سکتے ہیں۔ اپنے ارادوں اور نیتوں کو ظاہر کر سکتے ہیں لیکن جب
وہی جھوٹے ہوئے تو گویا ہم اپنے بنی نوع کو فریب دیتے ہیں اور ان سے اپنے تعلقات کے رشتوں کو

۱ راست ماست سیدھے سچے ۲ دکھاوا ۱۲

توڑتے ہیں۔ اپنے تمام خط و کتابت کا، گورمنٹ کے کاموں کی ذمہ داری کا اعتبار رکھتے ہیں۔
ہم سے تو وہ وحشی قومیں اچھی ہیں کہ جب جھوٹ بولتے ہیں یا جھوٹی بات سنتے ہیں تو اپنی زبان اور
کان کا خون کفارے میں بتوں پر چڑھاتے ہیں اور جھوٹ سے توبہ کرتے ہیں مگر یہاں تو جیسے آہن گر
لوہے کو زرگر سونے کو گھٹا بڑھا کر کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے اسی طرح ہم باتونی باتوں کا بتنگڑ بنا کے کچھ
سے کچھ کر دیتے ہیں۔ (شمس العلماء منشی ذکاء اللہ خاں مرحوم)

غیبت

اگرچہ مرد بھی اس عیب سے خالی نہیں مگر عورتیں کثرت سے اس بلا میں
گرفتار ہیں۔ جہاں دو مل کر بیٹھیں کہ بس بُرائیاں شروع ہوئیں۔
قرآن شریف میں غیبت کی بڑی سخت مذمت ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ
الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ
لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ۔ اس آیت میں غیبت کو مردہ
بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے اور وجہ تشبیہ یہ ہے اول بے خبری کہ جیسے مردے کو
اپنی بوٹیوں کے نوچے جانے کی خبر نہیں ہوتی اسی طرح اُس شخص کو جس کے پیٹھ پیچھے بُرا کہا جاتا ہے
غیبت کی خبر نہیں ہوتی۔ دوسرے جس طرح گوشت خوار نے لاش کی بوٹیاں نوچ نوچ کر
کھائیں اسی طرح غیبت کرنے والے نے اپنے بھائی کی عزت کا خون کر دیا یوں کہو کہ اُس کی
عزت کا خون پی لیا۔ فارسی میں غیبت کو "پوستین مردم افتادن" کہتے ہیں یہ محاورہ اس تشبیہ سے

بہت باتیں کرنیوالے۔ زبانی جمع خرچ کرنے والے ۔ چھوٹی بات کو بڑا کر دینا یا کسی بات کی نذر لگ جانا۔

مسلمانو! (لوگوں کی نسبت) بہت شک کرنے سے بچتے رہو کیوں کہ بعض شک (داخلِ) گناہ ہیں اور
ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو اور نہ تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے بُرا کہے بھلا تم میں سے
کوئی (اس بات کو) گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یہ تو (یقیناً) تم کو
گوارا نہیں (تو غیبت کیوں گوارا ہو کہ یہ بھی ایک قسم کا مُردار کھانا ہے) اور اللہ (کے غضب) سے
ڈرتے رہو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ ۱۲

بہت ہی ملتا ہوا ہے۔ حدیث شریف میں بھی کئی جگہ بڑی بُرائی آئی ہے
اور اس کو زنا سے بھی بڑھ کر فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی زنا کرکے
توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول کرلیتا ہے کہ زنا حق اللہ کا ہے لیکن غیبت
کرنے والے کی بخشش نہیں ہوتی کیوں کہ یہ حق اُسی کا ہے اور حضرت
انس سے روایت ہے کہ پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا کہ زانی توبہ کرتا ہے اور
غیبت کرنے والے کے لیئے توبہ نہیں۔ اس کے یا تو وہی معنے ہیں جو پہلی
روایت میں مذکور ہوئے یا یہ کہ زانی حد سے ڈرتا اور کانپ کانپ اُٹھتا ہے
اور عہد کرتا ہے کہ بارِ دیگر اس فعل کا مرتکب نہ ہوں گا اور غیبت کرنے والا
ذرا نہیں ڈرتا اور غیبت کو ایک سہل سی بات جانتا ہے حتّٰی کہ رفتہ رفتہ
غیبت کو حلال جاننے لگتا اور ورطۂ کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ غصّہ۔ انتقام
نفاق۔ بزدلی اتنی بدخصلتوں کا نچوڑ ہے غیبت اور اسی لیئے خدا نے اپنے
کلام میں غیبت کنندہ کو مُردار خوار فرمایا ہے۔ غیبت کے معنے ہیں کسی کو
اس کے پسِ پُشت بُرا کہنا۔ عام اس سے کہ وہ بُرائی اُس میں ہو
یا نہ ہو۔ ہے تو نری غیبت ہے اور نہیں تو غیبت کے ساتھ بہتان بھی۔ اگر
کسی کو اس کے مُنہ پر بُرا کہو تو اس کو اتنا بُرا نہیں لگے گا جتنا کہ پیٹھ پیچھے۔
اس لیئے کہ رو در رو کہنے سے اس کو جواب دینے کا موقع ہے غفلت میں ایک
آدمی پیچھے سے پتھر کھینچ مارے تو کیا روکا جائے۔ غیبت ہی کی قسم کی

نتیجہ حاصل۔ پیٹھ پیچھے۔ طوفان لینا۔ اتہام لگانا۔ رو در رو۔ منہ پر ۔۔ ۱۲

مگر سب میں بدتر چغلی ہو کہ چغل خور امانتِ راز میں خیانت کرنے کے علاوہ دو شخصوں میں پھوٹ ڈلواتا ہو۔ ۵

میانِ دو کس جنگ چوں آتش است + سخن چین بدبخت ہیزم کش است

جس کی چغلی کھائی جاتی ہو اُس کو تو شاید نقصان نہ بھی پونہچیں مگر چغل خور تو ضرور ہی وہ فاش ہونے پر بے اعتماد ٹھہرتا اور رسوا ہوتا ہو۔ اصل میں چغل خور کو اپنے کسی واقعی یا ادعائی رنج کا انتقام لینا منظور ہوتا ہو مگر قدرت نہیں پاتا تو وہ اپنے کرنے کا کام دوسرے سے کراتا ہو اور اگر کہیں اُس شخص کو جس سے چغلی لگائی ہو اس کا علم ہو گیا تو وہ اُلٹا اُسی پر پلٹ پڑتا ہو۔

(از الحقوق والفرائض ملخص ش۔ ۵)

خوشامد

دل کی جس قدر بیماریاں ہیں ان میں سب سے مہلک خوشامد پسندی ہو۔ جب انسان کے جسم میں ایسا مادّہ پیدا ہو جاتا ہو جو وبائی ہوا کے اثر کو جلد قبول کر لیتا ہو تو انسان مہلک امراض میں گرفتار ہو جاتا ہو۔ اسی طرح جب آدمی کے مزاج میں خوشامد پسندی آجاتی ہو تو اُس میں ایک ایسا مادّہ پیدا ہو جاتا ہو جو زہریلی باتوں کے زہر کو چوس لینے کی خواہش رکھتا ہو۔ جس طرح کہ خوش گلو گانے والے کا راگ اور خوش آیندہ باجے کی آواز انسان کے دل کو نرم کر دیتی ہو اُسی طرح خوشامد بھی ایسا پگھلا دیتی ہو کہ ہر ایک کانٹے کے چبھنے کی جگہ اُس میں ہو جاتی ہو۔

تفرقہ۔ بگاڑ۔ دو آدمیوں کی لڑائی کیا ہو گویا دھڑکتی آگ ہو اور کم بخت چغل خور کی مثال لکڑہارے کی سی ہو یعنی وہ آگ کے بھڑکانے میں مدد کرتا ہو۔ بھید کھل جانا۔ طاقت۔ اختیار۔ ہلاک کر دینے والا۔ سخت۔ اچھے گلے والے۔ اچھے معلوم دینے والا۔ ۱۲

اوّل اوّل یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنی آپ خوشامد کرتے ہیں اور اپنی ہر ایک چیز کو اچھا سمجھتے ہیں اور اپنی خوشامد کر کے اپنے دل کو خوش کرتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ اوروں کی خوشامد ہم میں اثر کرنے لگتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اوّل تو خود ہم کو اپنی محبت پیدا ہوتی ہے پھر یہی محبت ہم سے باعث ہو جاتی ہے اور ہمارے بیرونی دشمنوں سے جا ملتی ہے اور جو محبت اور مہربانی ہم خود اپنے ساتھ کرتے تھے وہ ہم خوشامدیوں کے ساتھ کرنے لگتے ہیں اور وہی ہماری محبت ہم کو یہ بتلاتی ہے کہ ان خوشامدیوں پر مہربانی کرنا حق اور انصاف ہے جو ہماری باتوں کو ایسا سمجھتے ہیں[1] اُن کی اتنی قدر کرتے ہیں ہملسا اول ایسا نرم ہو جاتا ہے تو ہماری عقل خوشامدیوں کے مکر و فریب سے اندھی ہو جاتی ہے اور وہ مکر و فریب ہماری بیمار طبیعت پر بالکل غالب آجاتا ہے۔ لیکن اگر ہر شخص کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ خوشامد کا شوق کیسے نالائق اور کمینہ سببوں سے پیدا ہوتا ہے تو یقینی خوشامد کی خواہش کرنے والا شخص ویسا ہی نالائق اور کمینہ متصوّر[1] ہونے لگے گا جب کہ ہم کو کسی ایسے وصف کا شوق پیدا ہوتا ہے جو ہم میں نہیں ہے یا ہم ایسے بننا چاہتے ہیں جیسے کہ در حقیقت ہم نہیں ہیں تب ہم اپنے تئیں خوشامدیوں کے حوالے کرتے ہیں جو اوروں کے اوصاف اور اوروں کی خوبیاں ہم میں لگانے لگتے ہیں۔ گو بسبب اس کمینہ شوق کے خوشامدیوں کی باتیں ہم کو اچھی لگتی ہوں مگر در حقیقت وہ ہم کو ایسی ہی بدزیب[2] ہیں جیسے کہ دوسرے کے کپڑے جو ہمارے بدن پر کسی طرح ٹھیک نہیں۔ اس بات سے ہم کو اپنی حقیقت کو چھوڑ کر دوسرے کے اوصاف اپنے میں

---

[1] خیال کیا جانے لگے گا [2] نامناسب ۱۲

سمجھنے لگیں یہ بات نہایت عمدہ ہے کہ ہم خود اپنی حقیقت کو درست کریں
سچ مچ وہ اوصاف اپنے میں پیدا کریں اور بعوض جھوٹی نقل بننے کے
خود ایک اچھی اصل ہو جائیں کیوں کہ ہر قسم کی طبیعتیں جو انسان رکھتے
ہیں اپنے اپنے موقع پر مفید ہو سکتی ہیں۔ ایک تیز مزاج اور چست چالاک
آدمی اپنے موقع پر ایسا ہی مفید ہے جیسے کہ ایک روتی صورت کا چپ چاپ
آدمی اپنے موقع پر۔ خوشامد انسان کو برباد کرنے والی چیز ہے جب چپ چاپ
سوئی ہوئی ہوتی ہے تو خوشامد اس کو جگاتی اور ابھارتی ہے اور جس کی خوشامد
کی جاتی ہے اس میں چھچھورے پن کی کافی لیاقت پیدا کر دیتی ہے۔ مگر یہ بات
بخوبی یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طرح خوشامد ایک بدتر چیز ہے اسی طرح مناسب
اور سچی تعریف کرنا نہایت عمدہ اور بہت ہی خوب چیز ہے۔ مثلاً جب
لائق شاعر دوسروں کی تعریف کرتے ہیں تا کہ ان کے کلام سے ان لوگوں
نام باقی رہے جن کی کہ وہ تعریف کرتے ہیں تو شاعری کی خوبی سے
خود اس شاعر کا نام بھی دنیا میں باقی رہتا ہے۔ اس طرح دونوں شخص
خوش ہوتے ہیں۔ ایک اپنی لیاقت کے سبب سے اور دوسرا اس لیاقت
کے تمیز کرنے کے سبب پس لیاقت شاعری کی یہ ہے کہ وہ نہایت بڑے
استاد مصور کے مانند ہو کہ وہ اصل صورت اور رنگ اور خط و خال کو
بھی قائم رکھتا ہے اور پھر بھی تصویر ایسی بناتا ہے کہ خوش نما معلوم ہو۔ ایشیا کے
شاعروں میں ایک بڑا نقص یہی ہے کہ اس بات کا خیال نہیں رکھتے بلکہ جس

خفیف الحرکاتی۔ رنگ روپ۔ بھلا - ۱۲

تعریف کرتے ہیں اُس کے اوصاف ایسے جھوٹے اور ناممکن بیان کرتے ہیں جن کے سبب سے وہ تعریف تعریف نہیں رہتی بلکہ فرضی خیالات ہوجاتے ہیں۔ نام وری کی مثال نہایت عمدہ خوش بو کی ہے۔ جب ہوشیاری اور سچائی سے ہماری تعریف ہوتی ہے تو اس کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے جیسے عمدہ خوش بو کا مگر جب کسی کم زور دماغ میں زبردستی وہ خوش بو ٹھونس دی جاتی ہے تو ایک تیز بو کی مانند دماغ کو پریشان کر دیتی ہے۔ فیاض آدمی کو بدنامی اور نیک نامی کا زیادہ خیال ہوتا ہے اور عالی ہمت طبیعت کو مناسب عزت اور تعریف سے ایسی ہی تقویت ہوتی ہے جیسی کہ غفلت اور حقارت سے پست ہمتی ہوتی ہے۔ جو لوگ کہ عوام کے درجے سے اوپر ہیں انہی لوگوں پر اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے جیسا کہ تھرمامیٹر میں وہی حصہ موسم کا زیادہ اثر قبول کرتا ہے جو صاف اور سب سے اوپر ہوتا ہے۔ (سر سید احمد خاں)

لالچ دیکھو کوئی آدمی بھی اس مرض سے خالی ہے جس کو دیکھتے ہیں اسی فکر میں ہے کہ پگڑی تک ملے تو لے بھاگیں لیکن سچ یہ ہے کہ یوں اپنی نیت کو ڈانواڈول کیوں کرے۔ ملے گا تو وہی جو تقدیر میں ہے پس بہتر ہے کہ آدمی تقدیر پر قناعت کرے۔ لڑکوں کے لالچ اور طرح کے ہیں جس سے ندیدہ پن ظاہر ہوا کرتا ہے وہ یہ کہ کوئی کھاتا ہے اور آپ کھڑے دیکھتے ہیں بلکہ کھانے والے کی طرح آپ بھی منہ چلاتے جاتے ہیں۔ یا مزے کا کھانا کوئی

جو اصلی نہ ہوں۔ عزت۔ دل شکنی ہمت ہارجانا۔ مختلف الحرارت۔ ڈگمگانا۔ صبر۔ ۱۲

لذیذ چیز یا اچھا کپڑا دیکھا اور ٹوٹ ہو گئے ارادہ یہ کہ سب ہمیں ملے۔ یا باہر سے کوئی چیز کھانے کی آئی تو دروازے تک دوڑے گئے۔

اہا جی پلاؤ! اہا جی مٹھائی! اور لانے والے نے سر سے نہیں اُتاری اور اُنھوں نے مانگنا شروع کیا۔ ایسا لالچ گھر کو خراب کرتا ہو۔ لوگ کہیں گے فلانے کے بچّے کیسے بدنیت اور بھوکے ہیں۔ کھانے کو ترستے ہیں۔ بہت احتیاط کرو۔ جب باہر سے کوئی چیز آئے تو بے پروائی کے ساتھ خبر نہ ہو۔ مانگنا بڑی شرم کی بات ہو اگر مانگنا منظور رہو تو چپکے سے تنہائی میں اپنی ماں سے مانگو اس کا عیب نہیں۔ پھر ایسی نیت بھی ٹھیک نہیں کہ جو چیز ہو سب کی سب ہم کو ملے آخر دوسرے بچّے بھی تو ہیں اور پھر بچّے کھائیں تو بڑوں نے کیا قصور کیا ہو اُن کا بھی تو پیٹ ہو اُن کو بھی میٹھی چیز مزے کی معلوم ہوتی ہو۔ گھر میں جو چیز ہو گی سب کو حصہ رسد ملے گی کیا وجہ ہو کہ ہم کو سب حوالے کر دی جائے؟ جب دیکھتے ہیں کہ غیروں کے روبرو لڑکے بدنیتی ظاہر کرتے ہیں اور چیز آتی دیکھ کر دوڑتے اور گرے پڑتے ہیں تو ہم کو بہت رنج ہوتا ہو کہ خدایا رنگ رنگ کی نعمتیں تو آئے دن ان کو کھلاتے ہیں اور پھر یہ بھوکے کے بھوکے۔ اُس وقت جی چاہتا ہو کہ آخر لوگوں میں نام تو بد ہوتا ہو آیندہ سے ان کو کچھ مٹھائی وغیرہ نہ دی جائے اس کے قطع نظر بچّوں کے مزاج میں لالچ کا جڑ پکڑنا نہایت مذموم[1] ہو۔ لالچ ایسا مرض ہو کہ افیون کے نشے کی عادت کی طرح اس کو ترقی ہوتی جاتی ہو اور بیمار کو خبر نہیں ہوتی۔ لالچ کی چاٹ بچّوں کو چوری سکھاتی ہو۔

---

[1] فریفتہ۔ برا ۱۲

کیوں کہ جب اُن کی طمع کو جائز طریقے سے سیری نہیں ہوتی تو اُن کو ناجائز طور سے چیزوں کے حاصل کرنے پر آخر کار دلیری پیدا ہو جاتی ہے۔ لالچ تخم حسد ہے جس کا بیان علیحدہ کیا گیا ہے۔

حسد

(والد مرحوم)

کفر است در طریقۂ ما کینہ داشتن[1]
آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن

حسد کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کو اچھا کھاتے اور اچھا پہنتے دیکھ کر ناخوش ہونا جس کو کہتے ہیں کہ وہ تم کو دیکھ کر جلا مرتا ہے۔ یہ مرض عالم گیر ہے کنبے اور رشتے کے لوگوں میں اکثر دیکھتے ہیں کہ جہاں کسی کو خدا نے زیادہ فراغت[2] دی یا کسی نے نام و نمود پیدا کیا۔ رشتے داروں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ہیں! اب ان کے گھر میں چین ہے۔ اچھے سے اچھا کھاتے اور پہنتے اور سونے چاندی سے لدے پھرتے ہیں۔ ان کا مکان اتنا بڑا ہے ان چیزوں سے بڑھ کر اولاد پر حسد ہوتا ہے۔ دو حقیقی بھائی۔ ایک کے اولاد کم۔ ایک کے زیادہ۔ ایک کے لڑکیاں اور دوسرے کے لڑکے۔ یا ایک کے ہے اور دوسرے کے نہیں۔ اب بھائی کو بھائی دیکھ نہیں سکتا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ خدا کا انتظام سب ان کی رائے کے موافق ہو۔ دو بھائی ہوں تو جیسے ورثے اور ترکے میں برابر ہیں رزق بھی برابر ہو یا چاہیے اولاد بھی برابر ہو۔ بلکہ دونوں کے گھر ایک دن پیدا ہوا کرے ورنہ اولاد کی عمر پر حسد ہوگا۔ وہ کہے گا کہ بھائی کا بیٹا جوان ہوا اور میرا بیٹا

---

[1] واحدی۔ ہمارے نزدیک کینہ رکھنا کفر ہے۔ ہمارا طریقہ یہ ہے کہ سینہ آئینے کی طرح صاف رہے۔

[2] خوش حالی۔ نام آوری۔ عزت۔ شہرت۔ ۱۲

ابھی تک دود پیتا ہے ابھی اس کے دانت نکلے ہیں۔ چیچک نکلنی ہے۔
کس نے دیکھا ہے کہ ان آفتوں سے بچے یا نہ بچے۔ غرض دونوں بھائیوں
کی تمام حالت یکساں ہے۔ ایسے لوگ خدا کی حکمت میں دخل دیتے اور اس کے
انتظام کو ناپسند کرتے ہیں۔ بیوقوفی کے علاوہ ایسے لوگ درپردہ بے ایمانی بھی رکھتے
ہیں۔ اگر ان کا ایمان درست ہوتا تو وہ جانتے کہ رزق ہو یا اولاد رنج ہو
یا خوشی۔ سب تقدیری بات ہے اور خدا کی مرضی اور اس کے حکم سے ہے
اور جو اس کا حکم ہے عین انصاف ہے۔ لڑکوں میں حسد اس طرح شروع ہوتا ہے کہ
اگر ایک بھائی کو ایک مٹھی چنے یا دو سنگھاڑے یا مٹھائی کی ایک ڈلی بھی
زیادہ دی جائے تو دوسرا ہے کہ لڑ مرتا ہے کہ ہیں! ہم برابر لوں گا کم و بیش
کیوں ہے؟۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ جب یہ بڑے ہوں گے تب بھی
برابری کا دعوی رکھیں گے۔ آج ماں باپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے
ہیں کل کو بڑے ہو کر خدا کی تقسیم پر اعتراض کریں گے۔ انسان کو
چاہیئے کہ اپنی حالت پر قانع رہے۔ جس حالت میں خدا نے رکھنا
پسند کیا ہے وہی مصلحت ہے اگرچہ ہم اپنی بدعقلی سے اس مصلحت کو نہیں
سمجھ سکتے۔ لڑکیو! ماں باپ کو اپنا مالک جانو۔ جو انھوں نے دیا خوشی
سے لیا۔ شکوہ شکایت مت کرو۔ کوئی تو وجہ ہے کہ ماں باپ نے تم کو
کم دیا ہے۔ شاید وہ چیز زیادہ تم کو نقصان کرتی یا تم کو کسی اور چیز میں
حصہ مل چکا ہے یا نہ دینا منظور رہے حسد کی بنیاد ہمیشہ عداوت ہوتی ہے یعنی

ط پردے میں یعنی اصل میں۔ پوشیدہ طور پر۔ ملے صبر کرے۔ ۱۲

جس شخص کو تم سے پہلے سے دشمنی ہو اُس کے نفع سے تم کو ناخوشی ہو۔
اب تم ذرا اپنی اور اپنے دشمن کے حالت پر غور کرو۔ اُس کو کامیابی کی
مسرت ہو اور تم کو حسد کی تکلیف۔ پس دشمن جیت میں ہو اور تم ہار میں۔ یہ
کیسا بُرا پہلو تم نے اختیار کیا۔ حسد کی تکلیف تم کو دشمن نے تو ہرگز نہیں
پونہچائی کیوں کہ یہ تو ایک خیالی تکلیف ہو اور خیال خود تمھارے دل سے
پیدا ہوا۔ پس تم آپ اپنے دشمن ہو کہ اپنے تئیں تکلیف دیتے ہو۔

دوستی

ہو ملاقات تو صفائی سے　　اور صفائی نہیں تو پھر کیا ہو
گلہ ہوتا ہو آشنائی میں　　آشنائی نہیں تو پھر کیا ہو
موت آئی تو ٹل نہیں سکتی　　اور آئی نہیں تو پھر کیا ہو
لگس قاب اغنیا ہو نا　　بے حیائی نہیں تو پھر کیا ہو
نہیں رونے میں گر ظفر تاثیر　　جگ ہنسائی نہیں تو پھر کیا ہو
(حالی)

دنیاوی تعلقات دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ تعلقات جن پر ہمارا
کوئی قابو نہ ہو اور خداوند کریم نے ہماری بہتری اور فلاح کے لیئے پہلے
ہی سے تجویز کر دیئے ہوں۔ مثلاً باپ کا تعلق بیٹے سے۔ بھائی کا بہن سے
چچا کا بھتیجے سے۔ دوسرے قسم کے وہ تعلقات ہیں جو ہماری مرضی اور
پسند پر منحصر ہیں۔ ان تعلقات کو ہم بغیر کسی مجبوری کے خود پیدا کرتے
ہیں اور اُن کا قائم رکھنا یا نہ رکھنا محض ہماری رائے پر ہوتا ہو۔ ایک دوسرے
کے ساتھ شناسائی اور ملاقات۔ دوستی اور اتحاد میں سب سے اعلیٰ مرتبہ
اُس تعلق کا ہو جسے ہم دوستی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ دوست سے

دوستی کے امیروں کی رکابی کی مکھی بننا۔ جس پر دنیا ہنسے کے اختیار سے موقوف۔ جان پہچان۔

میل ملاپ۔ نام رکھنا پکارنا ۱۲۔

مراد وہ شخص ہے جس کے ساتھ دلی اتحاد ہو۔ جس کی صحبت میں بیٹھنے کی ہر وقت آرزو[1] ہو۔ ہم اس کو اسکو دیکھنے سے خوش ہوں وہ ہمارے دیکھنے سے نہ ہمارے راز[2] اس سے پوشیدہ ہوں نہ اس کے راز ہم سے۔ ہمارے صلاح و مشورے کا وہ محتاج ہو اور ہم اس کے صلاح و مشورے کے ...... اگر کسی گھر میں ایک شخص نمازی ہو تو دوسرا بھی اسے دیکھ کر نمازی بن جاتا ہے اگر کسی گھر میں ایک شرابی ہو تو دوسرا بھی اس کی تقلید[3] پر آمادہ[4] ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ نیک بختی اور بد بختی عموماً اچھی اور بری صحبت میں رہنے کا نتیجہ ہے۔ پس اگر تمہاری دوستی ایسے شخص کے ساتھ ہے جس میں اخلاق حمیدہ[5] اور اوصاف پسندیدہ موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ تمہاری طبیعت نیکی کی طرف مائل ہو گی اور اگر تمہارے دوست میں اخلاق ذمیمہ[6] اور خصائل[7] ناپسندیدہ پائے جاتے ہیں تو تمہاری طبیعت کا میلان[10] بھی بدی کی طرف ہو گا۔ دوستوں کے انتخاب[11] میں بڑی احتیاط چاہیئے کیوں کہ ان کی طبیعت کا اثر تمہاری طبیعت پر یقیناً ہو گا اور یہ اثر یا تو اچھا ہو گا یا برا پس یہ ضروری امر ہے کہ تم ایسے لوگوں کو دوستی کے لیے منتخب کرو جن کا اثر تم پر اچھا پڑے۔ وہ اشخاص کسی طرح دوستی کے لائق نہیں جن کا چال چلن اچھا نہ ہو یہ لوگ خواہ کیسے ہی ذی رتبہ[12] اور ذی علم[13] ہوں ان سے علیحدہ ہی رہنا مناسب ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے لوگوں کی

---

[1] تمنا۔ خواہش۔ [2] بھید۔ مخفی۔ [3] چھپے ہوئے۔ پیروی۔ [4] مستعد۔ طیار۔ بدنصیبی۔ [5] قابل تعریف۔ [6] برے۔ خراب۔ [7] عادتیں۔ خصلتیں۔ [8] رغبت۔ جھکاؤ۔ رجحان۔ [11] چھانٹنے۔ [12] صاحب مرتبت۔ عزت دار۔ [13] صاحب علم۔ ۱۲

صحبت اچھوں کو بھی برا بنا دیتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ذی رتبہ شخص کا دباؤ چھوٹے درجے کے آدمی پر زیادہ پڑتا ہے اور وہ چار و ناچار[1] اسے خوش کرنے کے لیئے اس کی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بھی گریز[2] کرنا چاہیئے جو اپنا عزیز وقت ہنسی دل لگی میں گذارتے ہوں نہ تو خود کوئی کام کرنا چاہیں اور نہ دوسرے کو کوئی کام کرنے دیں۔ ہر وقت بے کار کاموں میں مصروف رہیں۔ کبھی تاش ہے کبھی گنجفہ کبھی شطرنج کبھی چوسر نہ اپنے وقت کی قدر ہے نہ دوسرے کے وقت ضائع کرنے کا افسوس۔ ایسے لوگ خود بھی برباد[3] ہوتے ہیں۔ اور اپنے دوستوں اور ہم جنسوں کو بھی ساتھ لے ڈوبتے ہیں۔

دوستی کے لائق ہمیشہ وہی شخص ہوتے ہیں جو اپنی عزت کا بھی خیال رکھتے ہوں اور دوسرے کی عزت کو بھی عزیز جانتے ہوں۔ ایماندار ہوں راست باز[4] ہوں خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوں۔ جن لوگوں میں یہ خوبی ہے بے شک وہ دوستی کے لائق ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی ہندو ہوں یا سکھ۔ دوستوں کی تعداد کا محدود[6] رکھنا بھی ضروری امر ہے۔ جن لوگوں کے دوستوں کا دائرہ[7] وسیع نہیں ہوتا اُن لوگوں کی قدر و منزلت بھی کم ہوتی ہے۔ مگر یہ بھی ہے جس قدر دوست تھوڑے ہوتے ہیں اُسی قدر اُن کے ساتھ ارتباط[8] بڑھانے کا موقع ملتا ہے اور جس قدر اُن کی تعداد[9] زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر خصوصیت کم ہو جاتی ہے۔ لوگوں کو دوست بنانا تو نہایت آسان ہے مگر نبھانا[10]

---

[1] مجبوراً۔ [2] بھاگنا۔ بچنا۔ [3] تلف۔ تباہ۔ رائگاں۔ [4] معاملے کے سیدھے۔ کھرے۔ سچے۔ [6] حد میں رکھنا۔ [7] حلقہ۔ میل جول۔ [8] گنتی۔ [10] چلانا۔ جاری رکھنا۔ ۱۲

بہت مشکل ہے جو شخص اس بات کا طلب گار[1] ہے کہ لوگ اُس کے دوست بنیں اس کا برتاؤ لوگوں کے ساتھ دوستانہ ہونا چاہیئے۔ جس شخص کو اس بات کا گھمنڈ ہے کہ مجھے کسی کی پروا نہیں اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کی بھی کسی کو پروا نہ ہوگی۔ جب تم لوگوں کا خیال کروگے تو وہ لوگ خود[2] بخود تمھارا خیال کریں گے۔ اگر تمھارا کوئی دوست نہ بنے تو سمجھ لو کہ تم میں کوئی نہ کوئی ایسا نقص ضرور ہے کہ لوگ تم سے متنفر[3] ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کی نسبت گمان نیک دوستی کا پہلا اصول ہے۔ اگر دوست تمھارے سامنے موجود نہ ہو تو اُس کی غیبت[4] میں کوئی ایسا لفظ زبان پر نہ لاؤ جو اس کی دل شکنی[5] کا باعث ہو۔ یوں تو ایک دوسرے کی امداد[6] ہر وقت ضرور ہے مگر جب کسی دوست پر مشکل آبنے تو ایسے موقع پر ہرگز پہلو تہی[7] کرو یہ وطیرہ[8] مردانگی کے خلاف ہے۔ اگر تمھارا دوست بیمار ہو تو اُس کی خدمت تمھارا عین فرض ہے۔ اُس کی دوا دارو اور علاج معالجے کا حق عزیز اقربا سے زیادہ تم پر واجب ہے۔ اسی طرح اور موقعوں پر بھی جب دیکھو کہ تمھارا دوست مصیبت میں ہے تو اُس کی امداد کرو۔ مگر یاد رکھو کہ بُرے کاموں میں دوست کا ساتھ ہرگز نہ دو کیوں کہ اس قسم کا برتاؤ اُسے بدی پر جرأت[9] دے گا۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمھارا دوست تمھیں ایسے کام کے لیے مجبور کرتا ہے جو انصاف سے بعید[10] ہے یا قانون و شریعت کے برخلاف تو اُس کی

---

[1] خواہش مند۔ [2] آپ سے آپ۔ [3] نفرت کرتے ہیں۔ [4] پیٹھ پیچھے جب کہ وہ نہ ہوں۔ [5] آزردگی رنجیدگی۔ [6] مدد کرنا۔ [7] بچنے کی کوشش کرو۔ نہ ٹالو۔ [8] طریقہ۔ طرز۔ [9] ہمت۔ آمادہ کرے گا۔ [10] دور۔

پابندی تم پر واجب نہیں۔ دوست کے فائدے کے لیے جھوٹ بولنا یا دوست کے کہنے سے دوسرے شخص کو نقصان پہونچانا دوستی کے فرائض میں داخل نہیں بلکہ تمھاری دوستی کا یہ اصول ہونا چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے دوست کو بُرے کاموں سے روکو اور نیک کاموں کی طرف مائل کرو۔ دوسروں کو ایک دوسرے کی برداشت بھی ضرور ہونی چاہیئے۔ اگر دوست سے کوئی زیادتی ہوجائے تو اُس کی برداشت کرو۔ دنیا کے کاروبار اسی طرح چلتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے کی برداشت کرے خصوصًا اُس حالت میں جب کہ دوستی اور اتحاد کا واسطہ درمیان ہو۔ جب ایک مرتبہ دوستی ہوجائے تو جہاں تک بن پڑے ترک نہ کرو کیوں کہ دوستی کا نباہ دوستی کے لوازمات میں داخل ہے۔ (مولوی محمد عبد اللہ خاں)

اُوپر والے مضمون کے مخاطب اگرچہ لڑکے ہیں مگر اُس سے لڑکیاں بھی یکساں مستفید ہوسکتی ہیں دوست کی جگہ سہیلی۔ بہنیلی یا دوپٹہ بدل بہن قائم کرنے سے مطلب حاصل ہوسکتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ شناسائی اور دوستی بالکل دو جدا گانہ امر ہیں۔ جو دونوں کا مفہوم ایک سمجھتے ہیں غلطی کرتے ہیں معمولی جان پہچان کا نام شناسائی ہے لیکن ہر جان پہچان والا دوست نہیں ہوسکتا۔ دوستی کا مرتبہ اور اُس کی ذمہ داریاں بہت بڑھی ہوئی ہیں۔ جان پہچان سب سے ہوتی ہے مگر وہ جو دوستی کہلاتی ہے اُس کو سوچ سمجھ کر جانچ تول کر کرنا چاہیئے۔ جلدی گھُل مل جانا جلدی

عمل کرنا۔ تمہارے بیچ میں ہو۔ پہچانت۔ الگ الگ۔ مطلب۔ ۱۲

قطع تعلق کی بنیاد ہے۔ جس کسی کو بھی اپنی سہیلی بناؤ چند روز دیکھ بھال کر
جو لڑکی تمھارے ہم خیال ہوگی اُسی کا سہیل پناہ نبھے گا۔ غرض بہناپے
کے لیے مناسبت اور ہم جنسی اور یگانگت اور توافقِ عادات
و اطوار لازم و ملزوم ہے۔ بھاری بھر کم غیور لڑکی کا بہناپا ایک کم ظرف
چھچھوری خفیف الحرکات لڑکی سے کب نبھ سکتا ہے۔ لہٰذا سہیلی
بنانے سے اول ہی ان سب باتوں پر غور کر لو اور جب کسی سے
بہناپا کرو تو اُسے خوش اسلوبی سے نبھاؤ یہ نہیں کہ آج بڑے زور شور
سے بہن بنیں اور کل کٹی۔ اس میں جگ ہنسائی ہوتی ہے۔ اگر خدانخواستہ
کسی ناگزیر سبب سے آگے چل کر میزان نہ پٹے تو بھی کھلم کھلا لڑنا
شریفوں کا کام نہیں نہ دوستی کی جگہ دشمنی کوئی اچھی بات ہے۔ جب تک
دوستی چلے بھلی طرح چلے اور خدانخواستہ بگاڑ ہو جائے تو وہ بھی ایک
خوب صورتی سے ہو۔ مانا کہ وہ خلوص نہ رہے تو یہ بھی ضرور نہیں کہ تو تو
میں میں ہو اور ایک دوسرے کی صورت سے بیزار اور معمولی علیک
تک کے بھی روادار نہ ہوں۔

موافقت گھر میں اپنے بھائی بہنوں سے کبھی مت لڑو۔ آپس میں
لڑنا بہت بڑی بات ہے بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر مہربانی شفقت
یہ دو باتیں جو شخص کرے گا اُس کو کبھی کسی سے لڑنے بھڑنے کا اتفاق

---

۱ عادتوں کا یکساں ہونا۔ ۲ ضرور۔ ۳ صاحبِ وقار۔ ۴ غیرت مند۔ باحیا۔ ۵ دوستی القطع۔ ۶ مجبوراً۔ ۷ ایکا مَت نہ ہو۔ مرضی نہ ملے۔ ۸ علانیہ۔ ۹ نفرت کرنے لگے۔ ۱۰ سلام۔ ۱۲

نہ ہوگا۔ چھوٹے بھائی بہنوں میں لڑائی اکثر کھانے کپڑے۔ روپئے
پیسے کی تقسیم پر ہوا کرتی ہے۔ دیکھو نہایت شرم اور پست ہمتی (کم حوصلگی) کی بات ہے
کھانے کے واسطے لڑنا۔ جو تم کو دیا جائے سب مل کر کھاؤ۔ بلکہ کیسی اچھی بات
ہے کہ اپنے بھائی بہن کھائیں۔ اپنے حصے میں سے بھی بہنوں کو بانٹ دیا
کرو۔ جو لڑکیاں سیر چشم بلند حوصلہ۔ عالی ہمت۔ ہونہار ہیں اُن کا
دل اپنے کھانے سے اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا کہ اپنے بھائی بہنوں کے
کھانے سے۔ تم سب بھائی بہن اس طرح ملے جلے رہو کہ گویا ایک جان
ہیں۔ اگر کسی وقت چھوٹا بھائی ضد بھی کرے اور تمھارے خلاف
مزاج کچھ بات اُس سے سرزد ہو۔ درگزر کرو۔ تم سے چھوٹا ہے اس میں
عقل نہیں ہے۔ بات خوب نہیں سمجھتا (بوجھتا) آخر سب میں بڑی بہن تم ہو
اور آدمی بڑا نہیں ہوتا اس واسطے کہ سب سے زیادہ کھائے سب سے زیادہ
حصہ لے۔ بلکہ وہی بڑا ہے جو اوروں کو دیتا اور کھلاتا ہے۔

(شمس العلما مولوی نذیر احمد مغفور)

مصیبت

درعالم وفا[1] کسے خرم نیست
شادی ونشاط در بنی آدم نیست

ای کسِ کہ دریں زمانہ اوراغم نیست ✚ یا آدم نیست یا دریں عالم نیست

مصیبت میں اس قدر رنج کرنا شان عبودیت کے خلاف ہے۔ رنج سے

[1] اس بے وفا دنیا میں کوئی بھی خوش نہیں ہے۔ خوشی اور چین کی جو کہو تو وہ انسان کی تقدیر
میں ہے ہی نہیں اور اگر کوئی ایسا نظر آئے جسے غم نہیں تو یوں جانو کہ یا تو وہ سرے سے انسان
ہی نہیں ہے یا اس دنیا میں نہیں ہے (وہ اور کسی عالم میں ہوگا) شنیدہ ہونے کی حقیقت۔ ۱۲

نہ مصیبت ٹلتی ہے نہ کم ہوتی ہے بلکہ اُلٹی بڑھتی ہے۔ یہ تو تم جانتی ہو گی کہ
جیسی محبت ماں باپ کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے اُس سے ہزارہا گنا
زائد اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ہے۔ امیر ہو یا غریب بادشاہ ہو یا
فقیر کسے[1] باشند سب بندے اُس کے محتاج اور اُس کے آگے عاجز
اور درماندہ[2] ہیں۔ اپنے اختیار سے کوئی ایک تنکا بھی نہیں ہلا سکتا کسی
انسان کا نفع و ضرر اُس کے اختیار میں نہیں ہے۔ نہ بدون[3] حکم خدا کے
کوئی دوسرا اُسے کسی قسم کا نقصان یا فائدہ پہنچا سکتا ہے دنیا کی ساری
محبتیں نمائشی ہیں جن کا دارومدار[4] تعلقات پر ہے اصلی اور سچی محبت صرف
اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ساری برکتیں اور دنیا بھر کی نعمتیں حتیٰ[5] کہ ہماری جان
بھی اُسی کی دی ہوئی ہے وہ مالک و مختار ہے دُنیا میں جو آیا ہے اُسے خوشی
اور راحت رنج و مصیبت دونوں ہی صورتیں پیش آتی ہیں۔ ؎

رنج و راحت جہاں میں توام[6] ہے — کہیں شادی ہے اور کہیں غم ہے

جو مصیبت انسان پر پڑتی ہے گو وہ بظاہر کیسی ہی کٹھن[7] ہو اور تم اُس کی
لِم[8] کو نہ سمجھ سکو اور اپنی غلط فہمی سے اُسے بلا وجہ ہی سمجھو مگر یاد رکھو کہ
اُس میں در پردہ کوئی نہ کوئی فائدہ انسان کا ضرور ہوتا ہے۔ جس طرح کہ ڈاکٹر
بیمار کو کڑوی دوا پلاتا ہے۔ کبھی پھوڑے پھنسی کو چیرتا پھاڑتا بھی ہے بلکہ
ضرورت ہو تو عضوِ ماؤف[9] کو کاٹ بھی ڈالتا ہے مگر کوئی سمجھدار آدمی
کہہ سکتا ہے کہ یہ فعل اُس نے مریض کو نقصان پہنچانے یا خدانخواستہ کسی

---

[1] کوئی بھی ہو۔ [2] ناچار۔ مجبور۔ [3] سوائے۔ [4] انحصار۔ [5] یہاں تک کہ۔ [6] ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے۔ [7] سخت۔ مشکل۔ [8] اصلی وجہ۔ [9] دکھتے ہوئے جوڑ۔ ۱۲

عداوت سے کیا بلکہ جو کچھ کیا تمھارے ہی فائدے کے واسطے کیا۔ اسی طرح جو تکلیفیں ہم کو دُنیا میں پونہچتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے پونہچتی ہیں۔ بندے کا اُس میں رتّی برابر بھی دخل نہیں مصیبت ہمیشہ راحت کا پیش[۱] خیمہ ہوتی ہے مصیبت اس وجہ سے زیادہ تر ناگوار اور گراں[۲] گزرتی ہے کہ ہم اُس کے اندازہ کرنے میں غلطی کرتے ہیں صبر و تحمل کو بالائے[۳] طاق رکھ دیتے ہیں۔ صبر اور استقلال سے اُسے برداشت نہیں کرتے۔ فرض کرو کہ کسی عورت کا میاں مر جائے ظاہر میں تو اُس پر غم و الم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ سُہاگن سے رانڈ ہو گئی اور اُس کے خیال میں دُنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت ہو ہی نہیں سکتی لیکن کیا یہ ممکن نہ تھا کہ شوہر زندہ رہتا اور سوکن لا بٹھاتا یا لڑ بھڑ کر بیوی کو طلاق دے دیتا اور جیتے جی چھوٹ جاتا یا ایسا بیمار پڑتا کہ کمائی کے قابل نہ رہتا محتاج اور اپاہج[۴] ہو کر بیوی کے لیئے عذاب جان ہو جاتا اور ایسے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے بیوگی سہاگ سے بہتر سمجھی جا سکتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو علم غیب نہ ہو جس کا ہونا ناممکن ہے تو وہ کسی حالت کو یقینی طور پر بُرا کہہ نہیں سکتا۔ ہم نے مانا کہ جو تکلیف ہم کو پونہچتی ہے وہ حقیقت میں تکلیف ہی ہے تو کیا شفیق باپ اپنے پیارے بیٹے کو یا رحم دل اور منصف بادشاہ اپنی عزیز رعایا کو تادیب[۵] یا تنبیہہ[۶] یا کسی مصلحت سے اُس کے خلاف مرضی کوئی کام

---

۱ پہلے سے جو چیز آ جائے۔ ۲ بوجھل۔ بار۔ ۳ یعنی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ ۴ معذور۔ ۵ ادب دینا۔ ۶ جتلانا۔ ۱۲

نہیں کرتا۔ ایسی تکلیفیں تو انسان سے انسان کو آئے دن پونہچتی رہتی ہیں لیکن کوئی نہ کوئی فریاد کرتا ہو نہ شکایت۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کے ہزارہا احسان اور بے شمار نعمتیں ہم پر ہیں اگر ایک فرضی ایذا ہم کو پونہچ جائے تو شرطِ عبودیت نہیں کہ اُس پر اظہار ناخوشی کیا جائے۔ [1]وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا۔ اگرچہ بظاہر مصیبت سے یقینًا تکلیف ہوتی ہے لیکن ایک بڑا فائدہ بھی اس کے ساتھ لگا ہوا ہے کہ مصیبت سے عمومًا عجز و انکسار، حلم و بُردباری، ہمدردی کی صفتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اکثر بد اگر سچّے دل سے بندہ خدا کی طرف رجوع[2] کرتا ہے۔ پس ایسی مصیبت فی الحقیقت مصیبت نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی راحت ہے۔ انسان کو چاہیے کہ مصیبت میں بے صبر ہو کر گلہ اور شکایت ہرگز نہ کرے بلکہ رضا[4] اور تسلیم کا درجہ اختیار کرے اور اور اپنے دل میں خوب سمجھے کہ جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے اس میں کچھ نہ کچھ بہتری ضرور ہوگی۔ دنیا جس طرح چند روزہ ہے اُسی طرح اُس کی خوشی اور غم بھی عارضی ہیں۔ پس خوشی میں بھول جانا اور خدا کو بھول جانا اور مصیبت میں اُس کی ناشکری کرنا اور رونا پیٹنا بالکل شیوہ[5] انسانیت سے بعید ہے۔

---

[1] اور جب ہم آدمی پر اپنا فضل و کرم کرتے ہیں تو وہ (ہماری طرف سے) مونہ پھیر لیتا ہے اور (ہم سے) کنارہ کش ہو جاتا ہے اور جب اُس کو تکلیف پونہچتی ہے آس توڑ بیٹھتا ہے۔ [2] بے اختیار [3] متوجہ ہوتا ہے۔ [4] رضامندی اور مان لینا۔ [5] آدمیت کے طریقے۔ ۱۲

زِ رنج و راحتِ گیتی مرنجاں دل شو خرم + کہ آئینِ جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

کیا کوئی فانی ایک فانی حالت کے لیئے اتنا واویلا کرتا اور روتا پیٹتا ہے؟ - مصیبت پڑنے سے انسان کی حالت کی اصلاح ہو جاتی ہے کاہل چست و چالاک - آرام طلب جفاکش - بھولا سیانا - فضول خرچ محتاط و کفایت شعار جلد باز دھیما - بدروش نیک رو - سنگ دل رقیق القلب ہو جاتا ہے جس آدمی کو کبھی مصیبت کی ٹھوکر نہ لگی ہو وہ کبھی پختہ کار ہو نہیں سکتا قدرِ عافیت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید - تندرستی کی قدر بیماری سے - وطن کی پردیس سے - تونگری کی مفلسی سے آرام کی دکھ سے راحت کی مصیبت سے ہوتی ہے - جو شخص حقیقی راحت کا طلب گار ہے ضرور ہے کہ وہ مصیبت کا مزہ بھی چکھے - انسان کو ہمیشہ اپنی حالت کا مقابلہ اپنے دوسرے ہم جنسوں سے کرنا چاہیئے مثلاً اگر کوئی عورت بیوہ ہے تو اس کو اپنے سے بدتر ہزاروں بیوہ عورتیں ملیں گی - یہ تو شاید کچھ دن گھر کر کے بیوہ ہوئی ہے مگر سینکڑوں اللہ کی بندیاں ایسی بھی ہیں جنھوں نے میاں کی صورت تک نہیں دیکھی اور ان کے اولاد بھی نہیں کہ جس سے دل بہلا سکیں اور شاید ان کو روٹی کا سہارا بھی نہ ہو اور شاید وہ خود دکھیا اور بیمار بھی ہوں - ہم کو اگر ایک معمولی سی

---

۱ دنیا کے رنج و آرام پر نہ رنج کرنا چاہیئے نہ خوشی یہ تو دنیا کا دستور ہی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے اور کبھی ویسا - ۲ مٹنے والا - ۳ سست - ۴ ہوشیار مستعد - ۵ محنتی - ۶ احتیاط کرنے والا - ۷ جز رس - ۸ بُرے چال چلن والا - ۹ نرم دل - ۱۰ کام میں پکا - تجربہ کار - ۱۱ امن چین کی کیفیت تو وہی کچھ خوب جانتا ہے جو مصیبت میں آن پھنستا ہے - ۱۲ امیری - ۱۳ غریبی - ۱۴ آسرا - ۱۵ مصیبت زدہ - ۱۲

شکایت ہو تو ہم جیسے سیکڑوں آدمی اندھے اور لنگڑے اور لولے اور کوڑھی ہیں۔ پس کیا اُن کی حالت دیکھ کر تم کو تسلی نہیں ہو سکتی اور تم کو اپنی حالت پر خدا کا شکر نہیں کرنا چاہیئے۔ الغرض دنیا کا یہی حال ہے ایک سے ایک بہتر اور ایک سے ایک بدتر ہے۔ بہتری پر مغرور ہونا اور بدتری پر رنجور[1] ہونا عبث[2] ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم پر مصیبت نہیں پڑی۔ بےشک پڑی لیکن کیا یہ مصیبت تم ہی انوکھی ہو کہ دنیا میں آج تک کسی پر نہیں پڑی ہے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے سیکڑوں عورتوں پر سوکنیں آئیں۔ خدا کا شکر ہے کہ تمھاری حالت اب بھی سیکڑوں سے بہتر ہے خاوند سر پر سلامت ہے۔ عزت آبرو سے اپنے گھر میں بیٹھی ہو۔ مامائیں اصلیں تمھاری ٹہل خدمت کو موجود ہیں۔ پکا پکایا کھانا دو وقتہ تمھارے سامنے آجاتا ہے اچھے سے اچھا پہنتی اوڑھتی ہو۔ کیا تمھاری ہی طرح کی عورتیں دربدر بھیک مانگتی نہیں پھرتیں اور کیا تم نہیں جانتیں کہ اُن کے پاس نہ پیٹ کو روٹی ہے نہ تن پر کپڑا اور نہ بیٹھنے کو گھر۔ خاوند اُن کا مدتیں ہوئیں کہ مر گیا اس پہ مصیبت ہے کہ تین چار چھوٹے چھوٹے بچے بھی ساتھ ہیں جن کے ریتھڑے[3] لگے ہوئے ہیں۔ پس یہ کیا خدا کی بندیاں نہیں ہیں؟ دور کیوں جاؤ خود تمھارے ہی محلے میں جتنی عورتیں کہو میں تم کو بتلا سکتا ہوں جن کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور جو یقیناً تم سے بہت زیادہ

[1] رنجیدہ [2] بے فائدہ۔ لاحاصل۔ [3] چیتھڑے۔ پھٹے ہوئے کپڑے جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہوں پہننے کے قابل نہیں ۔ ۱۲

مصیبت زدہ ہیں اور جن پر تم کو ضرور ترس آئے گا۔ کسی حکیم کا یہ قول سچ ہے کہ "دنیا میں ہر شخص اپنی حالت میں خوش ہے اور وہ اپنی حالت کو کسی دوسرے کی حالت کے ساتھ بدلنا پسند نہ کرے گا"۔ بادی النظر[2] میں یہ بات کچھ انوکھی[3] سی معلوم ہوتی ہے لیکن تم اپنی جگہ غور کروگی تو تم بھی اس بات کو مان لوگی۔ میں نے خود غور کیا اور اپنے ملاقاتیوں میں سے چند آدمی چھانٹے[4] جن کی حالت بظاہر مجھ سے بہتر تھی لیکن جب دریافت کیا تو ایک لاولد[5] تھے دوسرے دائم المرض[6] تیسرے اپنی بیوی کی بدمزاجی بدزبانی اور پھوہڑپن[7] سے نالاں[8] تھے چوتھے صاحب اولاد تو تھے لیکن بیٹیاں ہی بیٹیاں تھیں بیٹا ایک بھی نہ تھا پانچویں صاحب کے بیٹا تو تھا مگر آوارہ اور بدچلن جس نے باپ کا ناک[10] میں دم کر رکھا تھا اور ان کی ساری دولت خاک[11] میں لگا دی تھی رحمٰن جوڑے پلی پلی شیطان لڑھائے کپا۔ غرض کوئی بھی بے داغ[13] نہ تھا۔ تب مجھے اس مقولے[14] کی تصدیق ہوئی۔ غم کیسا ہی سخت اور صدمہ کیسا ہی بڑا کیوں نہ ہو بتدریج[15] اس کا اثر گھٹتے گھٹتے مساوات[16] ہو جاتی ہے چار و ناچار انسان کو صبر کرنا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود صبر دے دیتا ہے

---

[1] رحم۔ [2] بظاہر ظہور۔ [3] عجیب غیر معمولی۔ [4] چھانٹے۔ [5] بے اولادے۔ [6] ہمیشہ کے روگی۔ [7] بدسلیقہ۔ [8] عاجز۔ شاکی۔ لغوی معنی رونے کے ہیں۔ [9] بد روبیہ۔ [10] عاجز کر رکھا تھا۔ [11] لٹادی۔ برباد کر دی۔ [12] جمع کرنے والا تھوڑا تھوڑا جمع کرتا ہے اور شیطان ایک دم بے دریغ سارے کا سارا برباد کر دیتا ہے۔ [13] بے عیب۔ [14] یہ بات سچ معلوم دی۔ [15] رفتہ رفتہ۔ [16] سہارنا۔ برداشت [17] مجبور ہوگا۔ ۱۲

خیال کرو کہ جب اپنا عزیز و قریب کوئی مر جاتا ہے تو اُس وقت کیا حال ہوتا ہے اُس وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی اس کے ساتھ مر جائیں گے یا کم سے ہماری آئندہ کی ساری خوشیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن آج کی بات کل نہیں رہتی اور کل کی پرسوں تک۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد دنیا کا کارخانہ اپنی معمولی رفتار[1] سے چلنے لگتا ہے۔ مصیبت امتحان اور آزمائش کی چیز ہے۔ اگر بے صبری میں خداوند تعالیٰ کی شان میں کوئی کلمہ شکایت کا نکل گیا یا خدانخواستہ[2] دل میں خدا کی بے رحمی یا بے انصافی کا ذرا بھی خیال آگیا تو دین و دنیا دونوں غارت[3] ہوئے۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ[5] ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ۔ (ماخوذ از محصنات۔ بہ ترمیم مناسب)

کفایت شعاری

کفایت شعاری کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے روپئے پیسے کو احتیاط اور عقلمندی سے خرچ کرے۔ یوں تو کوئی شخص ایسا نہیں جو اس کے فائدوں سے واقف نہ ہو لیکن پھر بھی ایسے لوگ بہت نکلیں گے جو کسی نہ کسی وجہ کے سبب[5] حدِ اعتدال[4] سے گزر جاتے ہیں اور فضول خرچ کہلاتے ہیں۔ ان وجوہ میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں میں خود نمائی[6] کی عادت پڑ جاتی ہے اور وہ اوروں کی نگاہ میں اپنی عظمت و شان

---

[1] چال۔ روش۔ طریقے۔ [2] خدا نہ کرے کہ۔ [3] برباد۔ [4] میانہ روی کے طریقے۔ [5] اسباب۔ [6] شیخی۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے۔ بڑائی۔ ۱۲

[5] اس نے دنیا (بھی) کھوئی اور آخرت (بھی)، صریح گھاٹا یہی (کہلاتا) ہے۔ ۱۲

دکھانے کے لیے حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں۔ دوسری وجہ زبان کا چٹخارا قیمتی لباس کا شوق۔ آرائش و آسائش کے پُر تکلف سامانوں کی خریداری کا خیال ہے۔ اس کے علاوہ بعض لوگ دل کے ایسے نرم اور کمزور ہوتے ہیں کہ خواہ مخواہ حدِ اعتدال سے گزر جاتے ہیں مثلاً جب کوئی شخص اپنی احتیاج ان کے روبرو پیش کرتا ہے اور مدد کا طالب ہوتا ہے تو خواہ قرض ہی لینا کیوں نہ پڑے وہ اس کی حاجت پوری کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب کوئی مہمان ان کے گھر میں آ جائے تو اس کی خاطر مدارات میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں۔

ہم رسومات میں کرتے ہیں وہ بے جا اسراف — کہ کسی قوم میں ہوتا نہیں ایسا اسراف
اپنی ہر بات نرالی ہے انوکھا ہے ڈھنگ — کام ادھورا ہی رہا اس میں بھی پورا اسراف
صرف بے جا نہ ہوئے موت کی تقریبوں میں — بیاہ شادی میں کیے ہم نے نہ کیا کیا اسراف
پاس اب کچھ نہ رہا جس سے بسر اوقات — ایسی حالت میں بھی پر ہم سے نہ چھوٹا اسراف
تجمل کے وقت تھا وقت تھا تجمل مدام — اپنا اسراف بھی ہے سب سے نرالا اسراف
عیش و عشرت میں تو اسراف کی حد کوئی نہیں — پر کبھی قوم کے کاموں میں نہ دیکھا اسراف

(مولوی عبدالمجید پلیڈر سیالکوٹ)

فضول خرچی کے چند اسباب جو ہم نے اوپر بیان کیے ان سے بڑھ کر تباہی میں ڈالنے والی ایک اور چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب نہ رکھے اور جو ہاتھ آئے اناپ شناپ خرچ کرتا رہے۔ یہ عادت

---

۱ مزہ - ۲ بنانا سنوارنا - ۳ آرام طلبی - ۴ سامنے - ۵ مانگتا ہے - ۶ ضرورت - ۷ آؤ بھگت - ۸ اندھا دھند ۱۲

کفایت شعاری کے اصولوں کے بالکل برخلاف ہے اور تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھنے اور اس کو جانچنے اور پرتالنے سے آدمی کو فوراً معلوم ہو جاتا ہو کہ میں اعتدال سے کس قدر بڑھ رہا ہوں۔ اس بات کے معلوم ہوتے ہی وہ اخراجات میں کمی کرنی شروع کر دیتا ہو اور ہر روز تھوڑا بہت پس انداز کرتا ہو۔ یہ تھوڑی تھوڑی بچت سال کے آخر میں ایک معقول رقم بن جاتی ہو اور اگر کسی موقع پر اخراجات میں زیادتی بھی ہو جائے تو یہ سالانہ بچت اس کی تلافی کر دیتی ہو۔ اگر اخراجات کی تمام مدیں ہر وقت ہمارے پیش نظر ہوں گی تو یہ دریافت کرنا کہ کس مد میں کمی کی گنجائش ہو نہایت دشوار ہو گا۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک مہینے میں تمھارے ہاں دس روپئے کی لکڑی خرچ ہوئی اور دوسرے مہینے میں بارہ کی اور ان دونوں میں لکڑی کا نرخ بھی ایک ہی رہا اور کوئی غیر معمولی خرچ بھی نہیں پڑا تو ظاہر ہو کہ یا تو تمھاری ماما نے تغلب کیا یا جلانے میں بے احتیاطی کی یا جس کے ہاں سے لکڑی آئی اس نے کم دی۔ پس تم دونوں مہینے کے اخراجات کا موازنہ کرکے فوراً دریافت کر لو گی کہ زیادتی کی وجہ کیا ہوئی اور آئندہ مہینے میں معمول سے زیادہ خرچ نہ ہونے کی ترکیب نکالو گی حساب کتاب رکھنے سے تمھیں وقتاً فوقتاً معلوم ہوتا رہے گا کہ کہیں آمدنی سے خرچ بڑھ تو نہیں رہا۔ اگر بڑھ رہا ہو تو تمھیں اس میں کمی کرنے کی فکر پیدا ہو گی اور جس طرح ممکن ہو گا اُسے حدِ اعتدال پر لے آؤ گی۔

پرتالنے۔ دیکھ بھال۔ تب ہی۔ جلد۔ بچانا۔ معاوضہ۔ بدل۔ باتیں۔ مشکل۔ دھوکا دے کر ہضم کر جانا خیانت کرنا۔ اندازہ۔ ۱۲

کفایت شعاری کے اور بھی بہت سے اصول ہیں جو بجائے خود نہایت کار آمد اور مفید ہیں مثلاً کوئی چیز خواہ وہ کیسی ہی بے کار کیوں نہ ہو معلوم ہو ضائع نہ کرو۔ داشتہ آید بکار اگرچہ باشد سیر مار۔ اسی طرح کسی چیز کو صرف اس خیال سے کہ یہ سستی ہے ہرگز نہ خریدو اگر تمھیں اس چیز کی ضرورت نہیں تو اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مہنگی چیز نہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ اخراجات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کیونکہ یہی مل جل کر بڑی رقم بن جاتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ جو اخراجات ضروری اور ناگزیر ہیں ان میں بھی کوتاہی نہ آئے۔ تم نے سنا ہوگا کہ بعض دفعہ جہاز کے تباہ ہو جانے سے سوداگروں کا لکھوکھا روپیے کا مال تلف ہو جاتا ہے۔ جو سوداگر عقل مند ہوتے ہیں وہ تو مال لادنے کے وقت اپنے اسباب کا بیمہ کرا دیتے ہیں اور اس خفیف سی رقم کے عوض جو بیمے پر خرچ کرتے ہیں ان کا مال تلف ہونے کی صورت میں مال کی کل قیمت مل جاتی ہے اور اس طرح وہ تباہی سے بچ جاتے ہیں لیکن جو لوگ بیمہ نہیں کراتے اور اس تھوڑے خرچ سے جو بیمہ کرانے میں پڑتا ہے بچنا چاہتے ہیں وہ اپنی بے وقوفی کا خمیازہ بھگتتے ہیں اور اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بالکل برباد ہو جاتے ہیں اور اسی طرح وہ کاریگر جو عمدہ اوزار اور

کام کے۔ رکھی ہوئی چیز ایک نہ ایک دن کام آہی جاتی ہے خواہ وہ سانپ کا پھن ہی کیوں نہ ہو۔ جن کے بدون کام نہیں چل سکتا تھی۔ برباد۔ بیمہ کے معنی ذمہ داری یعنی نقصان ہو جائے تو بیمہ کرنے والا رقم بھر دیتا ہے۔ تھوڑی۔ ہلکی۔ بدلے۔ بدلہ نتیجہ۔ اٹھاتے۔ برداشت کرتے۔ ۱۲

ہتھیار خریدنے سے گریز کرتا ہے اور ٹوٹے ہوئے سامان پر قناعت کرتا ہے وہ کبھی اپنے پیشے میں کامیاب نہیں ہوتا بعض لوگوں کا خاصہ یہ بھی ہے کہ سستی سے سستی چیز کی تلاش میں رہتے ہیں اور اس کی پائداری اور مضبوطی کا خیال نہیں کرتے۔ جوتی پہنتے ہیں تو ایسی کہ چار ہی دن میں لیتڑے لگ جائیں کپڑا بناتے ہیں تو ایسا جھر جھرا کہ پہلی ہی دُھلائی میں تار تار ہو جائے۔ غرض یہ کہ جو چیز خریدتے یا بناتے ہیں گھٹیا اُنھوں نے شاید نہیں سنا کہ ارزاں بعلت گران بحکمت۔ کفایت شعاری کے اصولوں کو دیدہ و دانستہ توڑتے ہیں اور بے فائدہ اپنا روپیہ ضائع کرتے ہیں۔ (مولوی محمد عبد اللہ خاں بہ ترمیم لفظی)

قرض اگر تم چاہتے ہو کہ دولت مند ہو تو جس طرح تمھاری توجہ دولت جمع کرنے پر مائل ہے۔ اسی طرح کفایت شعاری پر بھی اپنی توجہ مبذول کرو۔ سب آدمی دولت جمع کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں مگر جو آدمی دانش مند اور عاقبت اندیش ہیں وہ اس بات کی قابلیت رکھتے ہیں کہ اول دولت جمع کریں پھر اُس کو محفوظ رکھیں بعض لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں مگر خود اُس پر عمل نہیں کرتے ایک حکیم کا قول تھا کہ کام کرنا اور محنت سے بھی عمدہ یہ ہے کہ کفایت شعاری کا خیال ہر دم پیش نظر رہے

بچنا چاہتا ہے۔ عادت۔ طرز۔ پھٹ جائے۔ بے کار ہو جائے۔ پتلا۔ کم قیمت۔ ادنیٰ درجے کا۔ سستی چیز میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوگی اور رہی مہنگی چیز اُس کی مہنگائی میں کچھ بھید ہوگا یعنی سستی چیز میں دھوکا ہے اور مہنگی میں کچھ بہتری مثل پائداری وغیرہ کے ہوتی ہے جان بوجھ کر ۱۲

ہر آدمی دولت کمانی جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس کو کیونکر محفوظ رکھے وہ زندگی بھر تھکا دینے والی محنت میں مشغول رہتا ہے اور مرتے وقت کچھ باقی نہیں چھوڑتا۔ بلکہ خوش نصیب اور تونگر وہ آدمی ہے جو دنیا میں دولت کما کر چھوڑ جاتا ہے۔ خدا نے عادت میں یہ طاقت رکھی ہے کہ انسان ہر قسم کے کام اس کی مدد سے بغیر کسی تکلیف اور مشقت کے انجام دے سکتا ہے۔

جس طرح ہر ایک انسان آسانی سے فضول خرچی کی عادت ڈال لیتا ہے اسی طرح اگر وہ چاہے تو کفایت شعاری کا عادی بھی بن سکتا ہے۔ ایک حکیم کے اقوال کفایت شعاری کے متعلق ایسے مفید اور کار آمد ہیں کہ ان پر ہر شخص کو غور کی نظر ڈالنی چاہیئے۔ ہم ان میں سے بعض اقوال اس مقام پر درج کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے[1] "اگر تم دولت کی قدر و قیمت معلوم کرنی چاہتے ہو تو اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ تم کسی سے قرض لو۔ اس سے تم یہ بات جان جاؤ گے کہ جو شخص لیتا ہے وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ اگر تم اپنے سوا اوروں کے مقروض ہو تو یقین کرو کہ تم اس کے غلام ہو۔ ہر ایک روپیہ جو تم اپنے ہمسایہ سے قرض لیتے ہو وہ تمہاری ذاتی شرافت اور آزادی کی قیمت ہے جس کے عوض میں تم نے اس شرافت اور آزادی کو دوسرے کے ہاتھ گروی کر دیا ہے۔ افلاس انسان کی دلیری اور آزادی کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ غور کرو کہ خالی تھیلی جس میں روپیہ نہیں ہے فرش پر سیدھی کھڑی نہیں ہو سکتی۔" اگر تم جانتے ہو کہ جو شخص کسی سے قرض لیتا ہے وہ اس قرض دینے والے کا

---

[1] امیر بننے کے ہیں سو ریستیانا میں ۱۲۰

غلام ہوجاتا ہے تو میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس لعنت کے طوق سے اپنی گردن بچاؤ اور اپنی آزادی پر داغ نہ آنے دو اور دنیا کا ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ کام جو تم سے ہو سکے اختیار کرلو پھر کفایت شعاری کا خیال رکھو اس سے تمھاری آزادی برقرار رہے گی اور تم کسی کے غلام نہیں ہوگے۔ اگر تم اپنا خرچ اپنی آمدنی سے کم رکھ سکتے ہو تو سمجھ لو کہ پارس کا پتھر[1] تم نے حاصل کرلیا۔ عرب کی مشہور مثل ہے کہ قرض محبت کی قینچی ہے۔ اس کے سچ ہونے میں کیا شک ہے۔ میرے عزیز نوجوانو! اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا کے لوگ تم سے محبت کریں اور تم اُن سے محبت کرو تو خبردار اس قینچی کو ہاتھ میں نہ لینا کیونکہ اس سے محبت کا رشتہ بہت آسانی سے کٹ جاتا ہے چینیوں کی کہاوت ہے کہ قرض عزت کی درانتی ہے۔ اس کے سچ ہونے میں ذرا شبہ نہیں۔ میرے عزیزو! اگر تم جانتے ہو کہ دنیا کے آدمی تم کو عزت کی نظر سے دیکھیں اور تم اُن کے ساتھ عزت سے پیش آؤ تو بھولے سے بھی اس درانتی کو نہ پکڑنا۔ کیونکہ اس سے عزت کی کھیتی کٹ کر صفر ہوجاتی ہے۔ (مولوی وحیدالدین سلیم)

نظم

دامِ بلا ہے قرض کا پھندا[2] اگر کبھی — ہو پاس آبرو[3] تو رہو ہوشیار تم
شرمائے ہی رہوگے سدا قرض خواہ سے[4] — اس ننگ و عار[5] کو نہ کرو اختیار تم
دیکھو یہ قرض وعدہ خلافی نہ دے سکھا — ہوجاؤ گے جہان میں بے اعتبار تم

---

۱ ایک قسم کا فرضی پتھر ہے جس چیز کو چھو جائے وہ سونا ہوجاتی ہے۔ ۲ جال۔
۳ عزت کا کچھ خیال ہو تو۔ ۴ کتراتے، بچتے۔ ۵ باعث شرم۔ ۱۲

حیبِ تنگ و بالِ جان نہ جانوگے قرض کو
گردِ گِرِیۂ[1] شا ہوا رسلے کوڑیوں کے مول
مقروض ہو گئے تو پیادے سے ہو بتر
غالب ہو ریل پر بھی نہ ہو قطعِ[4] سفر محال
کشتیِ نوح پر بھی چڑھے گر بطورِ قرض
مقروض کی نہیں ہے زمانے میں آبرو
تم جانتے ہو گرچہ بُرا سُود خوار[5] کو
وہ بندۂ[7] درم ہے اُسکا غلام کون؟
پھر ہو سکے گا کوئی بھی افسوں[8] کارگر

ہرگز نہ بن سکوگے کفایت شعار تم
زِنہار[2] بھول کر بھی نہ لینا اُدھار تم
مانا کہ رکھتے ہو فرسِ[3] راہوار تم
جو قرض کے ٹکٹ سے ہوئے ہو سوار تم
مجھکو یہ خوف ہے کہ نہ پہونچوگے پار تم
یوں اپنے دل میں بات بناؤ ہزار تم
ہے اصل یہ کہ بن گئے بے سود[6] خوار تم
اپنے ہی دل میں سوچ لو اپنا وقار تم
لُقمے کو قرض کے نہ کرو زہرِ مار[9] تم

زیور زیور کے متعلق متعدد مضامین اخباروں میں نکل چکے ہیں۔ کوئی بیوی زیور کو بُرا کہتی ہیں اور کوئی پسند کرتی ہیں۔ ایک بیوی زیور کی سخت مخالف ہیں اور زیور پہننے کو وحشت خیال کرتی ہیں۔ نہیں معلوم کہ اُن کو زیور سے اس قدر نفرت کیوں ہے۔ خیر اپنی اپنی طبیعت ہے۔ کسی کو پسند ہے اور کسی کو ناپسند مگر یہ کیا ضرور ہے کہ جو چیز ہماری پسند نہ ہو ہم اُس کو لغو ٹھیرائیں۔ زیور کا شوق عورتوں میں آج کل سے نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے ہے۔ دنیا میں سب جگہ کی عورتیں کم و بیش زیور اپنے اپنے مذاق کا پہنتی ہیں اور تموّل[10] کے ساتھ ساتھ

[1] گراں قدر موتی۔ [2] ہرگز۔ [3] چلنے والا گھوڑا۔ [4] سفر طے کرنا۔ [5] سود کھانے والا۔ [6] بے فائدہ ذلیل۔ برباد۔ [7] روپیے کا غلام۔ [8] شوئی جادو نہ چلے گا۔ [9] نگل جانا۔ [10] امیری۔ ۱۲

یہ شوق بھی بڑھتا جاتا ہے۔ اور یہ وحشت ایسی ہے کہ کُل بادشاہ اور شہنشاہ اور کُل معززین نے اس کو جائز رکھا ہے آج تک نہ کسی قومی لیڈر نے اس کی مخالفت کی اور نہ کسی مذہبی پیشوا نے یہاں تک کہ ہمارے ہادیٔ برحق محمد مصطفیٰ صلعم نے بھی اس کو حلال و جائز قرار دیا ہے۔

خداوند کریم کی کتنی بڑی عنایت ہے کہ ہیرے جواہرات۔ سونا چاندی اور رنگین ریشمی پارچات وغیرہ زیب و زینت کی چیزیں عورتوں پر حلال کر دیں اور نیک لوگوں کے لیے خوش خبری دی گئی ہے کہ آخرت میں ریشمی لباس اور جواہرات زیور پہننے کو ملیں گے۔ غرض خداوند بے نیاز کی طرف سے یہ خاص عطیہ ہے جو عورتوں کے لیے مخصوص ہے۔ اگر ہم اپنی نالائقی سے اس بیش بہا عطیہ کی قدر نہ کریں اور اس کو ایک شانِ بے نیازی کے ساتھ پرے پھینک دیں اور اُس سے نفرت ظاہر کرنے لگیں اور اس پر پھبتیاں کہیں تو کتنی بڑی غضب کی بات ہے۔ اس سے بڑھ کر کفرانِ نعمت اور کیا ہو گا؟ اگر اس کے خلاف ہوتا مردوں کو اس کے پہننے کی اجازت ہوتی اور ہم اُس سے محروم رکھے جاتے تو اس وقت قدر ہوتی بے شک انسان بہت بڑا ناشکرا ہے۔ خیر اس بحث کو بھی ہم چھوڑ دیں۔ جب بھی ہیں نہیں سمجھی کہ زیور پہننے میں ہمارے لیے کیا برائی ہے۔ کوئی قرض لے کر یا گھر بیچ کر تو زیور نہیں بناتا۔ اپنے ضروری مصارف کی تکمیل کے بعد جو روپیہ بچ رہا اس کا زیور بنوا لیا گیا تو کیا برا ہوا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زیورات بے جا استعمال ہوتا ہے کانوں اور ناکوں

میں سوراخ کرکے زیور پہنے جاتے ہیں جس سے تکلیف ہوتی ہے بے شک میں اس کو مانتی ہوں۔ کان اور ناک میں سوراخ کرنا ایک لغو حرکت ہے اس کو بُرا کہیے تو بجا ہے مگر اتنی بات کے لیے سب زیور پہننے کا دستور اٹھا دینے کی کوشش کرنا کیا ضرور ہے؟ بے جا استعمال کس چیز کا بُرا نہیں ہوتا۔ کپڑے ہی کو لیجیے کس قدر آرام اور خوبصورتی کی چیز ہے اگر اس کو سلیقے سے پہنے تو آدمی کس قدر خوب صورت اور خوش وضع بن سکتا ہے مگر بجائے اس کے کوئی ایک تھان لے کر جسم پہ اور ایک تھان سر پر لپیٹ لے تو اس کی شکل کیسی معلوم ہوگی۔ اب اگر کوئی کہے کہ کپڑا کیا واہیات چیز ہے۔ اس سے آدمی بالکل بہروپیا معلوم ہوتا ہے تو اس میں کپڑے کی کیا خطا ہے؟ سارا قصور تو پہننے والے کا ہے۔ اب کیا اس بدسلیقگی کے خوف سے کپڑا پہننا چھوڑ دیں؟ بس یہی حال زیور کا ہے محض یہ خیال کہ چوں کہ اگلے زمانے میں نہ بنک تھے اور نہ ڈاک خانے اس لیے لوگوں نے روپیہ پیسہ انداز کرنے اور محفوظ رکھنے کا یہ طریقہ نکالا گو ایک حد تک یہ خیال درست ہو مگر میری عقل اس کو نہیں مانتی بلکہ میرا خیال ہے کہ اگلے زمانے میں بادشاہوں کی بیگمات اور امیرزادیاں بہت کثرت سے زیور پہنا کرتی تھیں ان کی دیکھا دیکھی اور متمول لوگوں کی بیبیاں پہننے لگیں۔ اس طرح ہوتے ہوتے یہ رواج عوام تک پھیل گیا۔ چوں کہ سستا زمانہ تھا خوش حالی برس رہی تھی اس لیے تکلیف نہ ہوئی اور یہ رواج آسانی سے نبھتا چلا گیا۔ اگلے زمانے میں یہاں کے کھانے پینے کا

خرچ بہت کم پڑتا تھا۔ اتنا کم کہ سن کر حیرت ہوتی ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں ایک آدمی کا ماہانہ اوسط خرچ سات یا آٹھ آنے ہوتے تھے۔ جتنا روپیہ بچتا اُس کے زیورات بنتے یا مکانات خریدے جاتے۔ بے شک یہ طریقہ روپیہ محفوظ رکھنے کا بہت عمدہ تھا نقد روپیہ کسی نہ کسی وقت خرچ ہو ہی جاتا ہے۔ زیور چھوٹی موٹی ضرورتوں کے لیئے نکالنا معیوب خیال کیا جاتا ہے جب ویسی ہی ضرورت آپڑتی ہو تو زیور نکلنے کی نوبت ہی آتی ہے میں نہیں کہتی کہ کوئی بنک میں روپیہ رکھے ہی نہیں جن کو خدا نے دیا ہے وہ شوق رکھیں مگر یہ کیا ضرور ہے کہ بنک میں روپیہ رکھنے کے لیئے ہم زیور پہنیں آخر ہم کو اس بات کا بھی خیال چاہیئے کہ ہم عورت ہیں آرائش و زیبائش عورتوں کا خاصہ ہے۔ ہم کو کبھی عورت ذات کے اوصاف سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے کہا جاتا ہے کہ مہذب قومیں کتنا سخت اعتراض کرتی ہیں اور اُنھیں نیم شائستہ کہتی ہیں مجھے ایسے خیالات پر تعجب ہوتا ہے زیور پہننا کوئی چوری کرنا نہیں۔ گناہ نہیں اور کسی کا گھر لوٹنا نہیں پھر نہیں ڈر کس بات کا ہے ہر جگہ کا رواج جدا ہے۔ وہ بڑی بڑی ٹوکریوں کی ٹوپیاں۔ جوتے موزے۔ دستانے اور موٹے موٹے کملوں کے کپڑے اپنے ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے پہنتے ہیں اگر کوئی اُن پر ہنسے اور اعتراض کرے کہ یہ لوگ سر پر ٹوکریاں پہن لیتے ہیں اور جانوروں کے پروں سے اپنی ٹوپیاں سجاتے ہیں اور کملوں کو کاٹ کر کپڑے بناتے ہیں

تو کیا وہ اعتراض کے ڈر سے اس کو چھوڑ دیں گے بلکہ وہ سمجھیں گے
کہ یہ سب بے وقوف ہیں۔ اسی طرح یہاں کے لوگ بھی یہاں کی آب وہوا کے
لحاظ سے باریک اور مختصر کپڑے پہنتے ہیں اور موزوں جوتوں دستانوں
کی جگہ زیور پہن لیتے ہیں تو کیا برا کرتے ہیں؟ دوسروں کو کیا حق ہے کہ
ان پر ہنسیں اور اعتراض کریں۔ ان کا طریقہ ان کے ساتھ اور ان کا
طریقہ ان کے ساتھ۔ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْن مہذب ملک جو کہلاتے ہیں
کیا وہاں زیور مطلق نہیں پہنا جاتا۔ توبہ۔ یہ ساری کہنے کی باتیں ہیں
وہاں زیور کی نہایت قدر و قیمت ہے اور نہایت وقعت کی نگاہ سے
دیکھا جاتا ہے سوائے شہزادیوں اور امیر زادیوں کے میسّر کس کو آتا ہے
عوام کی ساری کمائی کھانے اور پہننے میں خرچ ہو جاتی ہے زیور آئے تو
کہاں سے؟ پھر بھی امیر زادیاں۔ شہزادیاں گلے اور ہاتھوں میں
زیور پہنتی ہیں۔ کان تک چھدوانے میں تامل نہیں کرتیں البتہ پاؤں
میں زیور نہیں پہنا جاتا۔ اس لئے کہ موزے اور جوتے سے پاؤں ڈھکا
رہتا ہے۔ خیر یہ تو عورتیں ہیں وہاں کے مرد بھی اس معاملے میں نہیں
چوکتے۔ وہ برابر ہاتھ گلے میں جڑاؤ ہی اور طلائی بٹن لگاتے ہیں اور طلائی
گھڑیاں اور توڑے استعمال کرتے ہیں۔ انگوٹھیاں پہنتے ہیں۔ بعض
لوگ طلائی تمغوں سے اپنے سینوں کو مزین کرتے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں
کہ کسی کے کہنے سننے کی پروا نہیں کرتے برابر اپنی کئے جاتے ہیں اور
ایک یہاں کے لوگ ہیں کہ بے علمی اور جہالت کی وجہ سے اپنی مراد اسے

آپ ہی فرمائے جاتے ہیں کوئی بُرا کہنے کو نہ کہے خود ہی اپنے آپ کو ذلیل و خوار سمجھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس قوم پر فلاکت چھا جاتی ہے اس کو اپنا ہر کام بُرا نظر آتا ہے غیر اقوام تو اپنے عیب کو بھی ہُنر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ اپنے ہنروں میں بھی سو سو کیڑے ڈالتے ہیں۔ معلوم نہیں ہماری قوم کو کیا ہو گیا ہے۔ ان میں اخلاقی جرأت نام کو نہیں رہی۔ دولت اور حکومت کے ساتھ ساتھ آن بان وضع داری بھی رخصت ہو گئی۔ زیور مانع علم نہیں ہے زیور پہن کر بھی بہنیں کمال حاصل کر سکتی ہیں۔ بہنوں تم حقیقت میں ایسی گئی گزری نہیں ہو جیسا خیال کرتی ہو۔ تم اپنی عزت آپ کرو۔ تو دوسرے بھی تمھاری عزت کریں گی۔ اتنا خیال رکھو۔ کہ تمھارے بزرگ کسی زمانے میں سارے عالم میں ممتاز ہو چکے ہیں۔ خودداری کا مادہ پیدا کرو۔ بہنوں زیور ہماری وحشت اور ناشائستگی کی علامت نہیں ہے بلکہ ہماری گزشتہ شان و شوکت مال و دولت کی یادگار ہے جس کو زمانہ مٹا دینے کی کوشش کر رہا ہے اگر تم زیور پہننا ترک کرو اور میموں کی تقلید کرکے سایہ پھن لو تو بھی میم بننے سے رہیں اور نہ بال میں شریک ہونے کا حوصلہ ہے پھر کیا ہو گا نہ وہاں عزت ہو گی نہ یہاں۔ ع

گئے دونوں جہان کے کام سے ہم + نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

کسی زمانے میں یہاں لوگوں کو تبدیل لباس کا بھی خبط ہو گیا تھا۔ جسے دیکھو اپنے لباس سے متنفر سب انگریزی اور پارسی لباسوں کے شیدا۔

یہاں کے رنگین۔ زرین مسالے دار بیش بہا کپڑوں کو پہننا ایک دم ترک کردیا قیمتی قیمتی لباسوں کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھنے لگیں اور اس سے بر داشتہ خاطر ہوگئیں۔ جیسے پہلے کبھی پہنا ہی نہیں۔ اگر اتفاق سے کسی کو پہنے بھی دیکھ لیا تو اس کی وہ دل لگی اور ہنسی اڑائی کہ کبھی اس کو ہنتھنی کے لقب سے یاد کیا اور کبھی بھتنی کے۔ غرض پیٹ بھر کے اس کو ذلیل کیا۔ یہاں تک کہ یہ وبا اخباروں تک پھیل گئی ہر اخبار میں یہی رونا تھا اور اسی طرح بہنوں نے اپنے آپ کو اور اپنے لباس کو خوب اچھی طرح ذلیل و بدنام کیا۔ ع

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے + جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

اس طرح ہوتے ہوتے سب لوگ اپنا لباس چھوڑ بیٹھے۔ گوٹے کنارے کی جگہ باہر کی نقلی بیلیں اور لیسیں استعمال ہونے لگیں۔ چند روز میں یہ حالت ہوگئی کہ اب پہچاننا بھی مشکل ہوگیا کہ بیبیاں کس قوم کی ہیں اور کس ملک کی۔ اس انتظام سے سارے کاریگر بے کار ہوگئے سارے کارخانے تباہ و برباد ہوگئے۔ روپیہ تمام باہر چلا گیا۔ اغیار[۱] نہال ہوگئے اپنا ملک قلاش[۲] ہوگیا۔ جب اچھی طرح مفلسی چھا گئی تب جا کے ہماری قوم کی آنکھیں کھلیں۔ چنانچہ اب پھر اخباروں میں تحریک ہو رہی ہے کہ ہر شہر میں ایک ایک کمیٹی بنائی جائے۔ اس کی کوشش یہ ہو کہ نقلی بیلوں اور لیسوں کی جگہ اپنے ملک کا گوٹا کناری استعمال کریں کیوں کہ ایسا نہ کرنے سے ملک مفلس ہوا جا رہا ہے

[۱] غیر۔ [۲] خوش [۳] مفلس۔ ۱۲

اور صنعت اور کاریگری مفقود۔ آنکھیں وہ بھی دیکھ چکیں یہ بھی دیکھ رہی ہیں۔ میں کہتی ہوں اب وہ ذوق وشوق کہاں گیا۔ چہ[1] کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ خدائے تعالیٰ ہماری قوم سے اندھی تقلید دور کرے۔ ہماری تعلیم یافتہ تو ہیں اپنی قوم کے نقائص دور کرنے کی کوشش کریں مگر یہ کوشش نہ ہو کہ اپنی قوم کو دوسرے قالب میں لے جائیں۔ (از خیر النسا بیگم حیدرآباد دکن۔ منقول از اخبار تہذیب نسواں ۱۶ اگست ۱۹۱۲ء)

سفر

سفر عربی لفظ ہے اس کے معنے رستہ چلنے کے ہیں۔ اگر تم اپنے گھر سے مدرسے جاؤ یا کسی دوست سے ملنے جاؤ یا شام کو ہوا خوری کرنے نکلو تو اسے سفر نہیں کہتے۔ سفر سے مراد ایک سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک کو جانا ہے۔ پہلے پہل لوگ پیدل سفر کرتے تھے کیوں کہ اس زمانے میں اور کوئی طریقہ نہ تھا۔ ایسے سفروں میں تکلیفیں بھی زیادہ ہوتی تھیں اور راستہ دیر میں کٹتا تھا۔ اس کے بعد جانوروں کو سواری کے لیے سدھایا اور ان پر سفر کرنا شروع کیا۔ کہیں گھوڑے سواری میں آنے لگے کہیں اونٹ۔ کہیں گدھے کہیں خچر۔ جنوبی افریقہ میں بیل پر زین کس کر سوار ہوتے ہیں۔ ریگستانوں میں اونٹ پر سفر کرتے ہیں۔ عرب کے ملک میں لوگ گدھوں پر سوار ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں راجہ۔ مہاراجہ۔ نواب اور بعضے امیر آدمی ہاتھی کو سواری کے کام میں لاتے ہیں۔ ایک اور عجیب بات سنو۔ بعض جگہ شتر مرغ پر بھی سوار ہوتے ہیں ہندوستان

[1] عقلمند آدمی ایسا کام ہی کیوں کرے جس سے بعد میں پچھتانا پڑے۔ ۲۔ عیوب ۱۲

ہیں پالکی اور سُکھ پال کا بہت رواج تھا۔ اب کم ہوتا جاتا ہے۔ پالکی کی صورت کی ایک اور چیز بھی ہوتی تھی جسے تام جھام کہتے تھے اس کی شکل کُرسی سے بہت ملتی جلتی تھی۔ پالکی اور سُکھ پال میں چاہیں تو لیٹ بھی سکتے تھے۔ مگر تام جھام میں بیٹھے رہنا پڑتا تھا۔ اس کا چین میں بہت رواج ہے۔ اب سے دو سال پہلے لندن میں بھی امیر آدمی اس پر اکثر سوار ہوا کرتے تھے۔ یورپ میں پالکی اُٹھانے کے لیئے کہاروں کی جگہ گھوڑے لگاتے تھے۔ اب اس قسم کی پالکیوں کا رواج صرف منگولیا میں رہ گیا ہے۔ چین اور جاپان میں جن رِکشا گاڑیاں اکثر استعمال کی جاتی ہیں جنھیں قلی کھینچتے ہیں۔ ہندوستان میں بعض جگہ اس میں سوار ہوتی ہیں۔ یہ سواریاں جن کا بیان اوپر ہوا ہے۔ تنگ اور اونچے[1] راستوں میں بھی چل سکتی ہیں لیکن گاڑیوں کے لیئے کشادہ اور ہموار[2] رستوں کی ضرورت ہے۔ پہلے جب سڑکیں کچی ہوتی تھیں تو گاڑیاں ایک گھنٹے میں تین چار میل چل سکتی تھیں۔ اس زمانے میں لوگ بہلیوں اور رتھوں میں سوار ہوتے تھے لیکن جب سے سرکار انگریزی کی حکومت ہوئی اور پکی سڑکیں بن گئیں تو سفر میں آسانی ہوگئی اور بگھیاں دوڑنے لگیں۔ آج کل دنیا کے تمام

---

[1] پالکی نکھوا نالکی۔ مونڈھا۔ لیجا۔ یہ سواریاں بھی مروّج تھیں پہاڑوں پر رکشا اور ڈانڈی کا رواج کثرت سے ہے۔ [2] کھلی ہوئی۔ [3] برابر مسطح۔ ۱۲

شہروں میں بائیسکلیں اور موٹر گاڑیاں اور موٹر سیکلیں کثرت سے دیکھنے میں آتی ہیں۔ یہ ایسی تیز ہوتی ہیں کہ گھوڑا ان کے برابر نہیں چل سکتا۔ الکٹرک ٹریموے کا بھی بہت رواج ہو چلا ہے۔ بڑے بڑے شہروں کے ہر کوچے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جس زمانے میں پکّی سڑکیں نہ تھیں۔ ندی نالوں پر پُل نہ تھے۔ جنگل جھاڑی کثرت سے تھی مسافروں کو چور چکار لٹیروں۔ ڈاکوؤں۔ ٹھگوں کا بڑا ڈر رہتا تھا اور لوگ قافلے بنا بنا کر چلتے تھے۔ ایک قافلے میں سو سو ڈیڑھ ڈیڑھ سو آدمی ہوا کرتے تھے۔ ہندوستان میں اب قافلے چلنے موقوف ہو گئے ہیں لیکن جن مُلکوں میں سڑکیں نہیں ہیں وہاں اب بھی یہی دستور ہے۔ سنہ ۱۸۲۱ء میں ریل ایجاد ہوئی اور اس کے جاری ہوتے ہی سفر کی صعوبتیں جاتی رہیں۔ اب تو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہم گھر میں بیٹھے ہیں یا سفر کر رہے ہیں ؎

مہینوں کے رستے ہیں ہستے پلوں میں + گھروں سے سوا چین ہے منزلوں میں

ہندوستان میں پہلے پہل سنہ ۱۸۵۳ء میں ریل جاری ہوئی اور (حالی)
بمبئی سے تھانے تک اکیس میل کا ٹکڑا تیار ہوا اس کے بعد رفتہ رفتہ اس کی توسیع ہوتی گئی یہاں تک کہ اب تمام ملک میں اس کا جال[1] سا پھیل گیا ہے۔ بعض ملکوں میں زمین پر اکثر برف جمی رہتی ہے۔ ان ملکوں کے لوگ ایک قسم کی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں جنھیں

---

[1] سنہ ۱۹۱۸ء میں تمام ہندوستان میں (۳۶۶۱۶) میل ریلوے دوڑی ہوئی ہے۔ ۱۲

رسلیج کہتے ہیں ان میں پہیے نہیں ہوتے۔ شمالی امریکہ اور روس میں انھیں ہرن یا کتے کھینچتے ہیں اور بہت تیزی سے برف پر سے جاتے ہیں۔ یہ سب تو خشکی پر سفر کرنے کے ذریعے ہیں۔ دریاؤں اور جھیلوں اور سمندروں میں سفر کرنے کے لیئے انسان نے کشتیاں اور جہاز بنائے ہیں کشتی کا خیال انسان کو غالباً درخت کی کسی ٹہنی کو بہتا ہوا دیکھ کر پیدا ہوا ہوگا۔ چنانچہ انسان نے اول اول جو چھوٹی اور بھدی کشتیاں بنائی تھیں ایسی کشتیاں بنگال کے بعض مقاموں پر اب بھی دیکھنے میں آتی ہیں۔ اگلے زمانے میں برطانیہ کے باشندے ایک ٹوکری سی بن کر اُس پر چمڑا چڑھا لیتے تھے اور اس میں تیرتے تھے۔ بعض جگہ ایک بڑی سی مشک لے کر اسی میں ہوا بھر لیتے ہیں۔ اور اس پر بیٹھ کر دریا کے پار اُتر جاتے ہیں۔ اُسے سرنا کہتے ہیں دریائے سندھ میں اس کا رواج بہت ہی۔ کشتیوں کے بعد بادبانی جہاز ایجاد ہوئے۔ ان میں بڑی دقت یہ تھی کہ جب ہوا تیز یا مخالف ہوتی تھی تو ان کا چلنا مشکل تھا۔ اور جب زیادہ تیز ہوتی تو ڈوبنے کا ڈر رہتا تھا۔ اس کے بعد دُخانی

دکن میں اب تک بھی لوہے کے پتر کی بڑی بڑی کڑاہیوں کا رواج ہی لیکن چوں کہ ان کے ڈوبنے کا بہت خدشہ ہی ممانعت کر دی گئی۔ اب جھاؤ کے بڑے بڑے ٹوکرے بناتے اور اس پر چمڑا منڈھتے ہیں۔ یہ ٹوکرے اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ پچاس پچاس آدمی بافراغت اس میں بیٹھتے ہیں۔ گاڑیاں بھی اسی میں لاد لیتے ہیں پھر بھی بہ نسبت کشتی کے یہ بھروسے کی چیز نہیں ہی مگر کشتی میں لاگت بیٹھتی ہی بہت اور ٹوکرے میں کم اس سبب سے بالعموم ٹوکروں ہی کا رواج ہی۔ ۱۲

جہاز نکلے ان سے زیادہ سہولت پیدا ہوگئی۔ تیز رو[1] بھی ہیں اور محفوظ بھی بعض باتوں میں ریل سے بھی زیادہ آرام ملتا ہے۔ انگلستان اور امریکہ کے درمیان جو جہاز چلتے ہیں ان پر مسافر فٹ بال۔ کرکٹ۔ ٹینس بھی کھیلتے جاتے ہیں۔ ہندوستان انگلستان کے درمیان جو جہاز چلتے ہیں انھیں اگر کسی شاہی محل سے تشبیہ دیں تو بے جا نہیں۔ سجے سجائے کمرے۔ سنگ مرمر کے نفیس حمام۔ ہر قسم کے آرام و آسایش کے سامان ان میں مہیا ہیں۔ رات کو بجلی کی روشنی سے تمام جہاز جگمگ جگمگ کرنے لگتا ہے یہ تیز رو بھی ہیں بیس پچیس میل فی گھنٹے کی رفتار سے چلتے ہیں۔ یہ تو خشکی اور تری کے سفر کے وسائل ہوئے ان کے علاوہ سفر کا ایک طریق اور بھی ہے اور وہ ہوائی جہاز ہیں جو حال ہی میں نکلے ہیں۔ جو ریل کا دن بھر کا سفر چند گھنٹے میں طے کر لیتے ہیں۔ چنانچہ لندن سے کراچی کو اور کراچی سے مسافر اور ڈاک بمبئی میں ہوائی جہاز سے امتحاناً آچکی ہے اور وہ زمانہ قریب ہے کہ تیز سے تیز ریل بھی ہوائی جہاز کی گرد کو نہ پہنچے گی اور یہ شعر غلط ہو جائے گا کہ

تو کار زمیں را نکو ساختی ... کہ با آسماں نیز پرداختی

(مولوی مقتدیٰ خاں۔ کچھ گھٹاؤ بڑھاؤ کے بعد)

ریل کا سفر جس طرح ریل کے سفر کی ابتدا انتہا ہے اسی طرح دنیا کا آغاز و انجام ہے۔ جس طرح ریل کے سٹیشنوں پر لوگ چڑھتے اترتے ہیں اسی طرح دنیا میں لوگ پیدا ہوتے اور مرتے ہیں

[1] تیز چلنے والے۔ مثال۔ تم نے دنیا کا کام خوب کیا دھر اب آسمان کی سوجھی۔ ۱۲

جس طرح ریل کی گاڑیوں کے درجے ہیں اسی طرح کیا دنیا کیا دین کل باتوں میں لوگوں کے مدارج ہیں کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے کوئی بد ہے کوئی نیک۔ جس طرح سٹیشنوں پر روانگی سے پہلے لوگوں کو ٹکٹ دیئے جاتے ہیں جن میں ایک مقام خاص تک اُن کو سفر کرنے کی اجازت ہوتی ہے[1] اسی طرح لوگوں کی تقدیریں ہیں۔ عمر کے اعتبار سے۔ رزق کے اعتبار سے۔ اولاد کے اعتبار سے۔ اور سب چیزوں کے اعتبار سے جیسی نسبت سٹیم[2] کو ریل کے انجن سے ہے ویسی ہی یا اُسی کے قریب قریب انسان کی روح کو اُس کے جسم سے ہے۔ جس طرح کوئی مسافر بیچ میں ریل سے اُترنے اور اپنی حد سے بڑھنے نہیں پاتا اسی طرح ہم سے جبراً اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ[3] کی تعمیل کرائی جاتی ہے۔ (از رویائے صادقہ)

ریل کے کچھ ضروری قواعد

ریل کا سفر پابندیٔ وقت سکھلاتا ہے اور ہندوستانی وقت کی جیسی مٹی پلید کرتے ہیں ظاہر اور بہر عورتیں۔ پناہ بخدا! ان کی گٹھڑی مٹھڑی ہی بندھتے بندھتے ریل یہ جا وہ جا کیونکہ ریل اپنے وقت پر چلی جاتی ہے وہاں نہ کسی کا انتظار کیا جاتا ہے نہ خاطر مروت ہے۔ پھر اگر مردوں کی زبردستی ریل پر جا بھی پہنچیں تو کہاں کی سیر اور کدھر کا تماشہ بر دفعہ ہے کہ ہوا سے اُڑا جاتا ہے۔ بچہ گود میں سے

---

[1] لحاظ۔ [2] بھاپ۔ [3] جب موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ وقت ایک گھڑی بھی ٹلتا نہیں نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ ۱۲

پھسلا جاتا ہی سو الگ۔ جوتی ہی کہ قدم قدم پہ پاؤں سے نکلی پڑتی
ہی۔ سٹیشن کیا ہی حشر کا میدان ہی ان کے ہوش حواس ایسے پرّاں
ہیں کہ ریل سے بھی دو قدم آگے۔ ٹانگوں نے جواب دے دیا۔ قدم مَن مَن
بھر کا ہو گیا۔ میاں گھسیٹ رہے ہیں بیوی ہیں کہ پیٹ میں اُن کا
سانس نہیں سماتا۔ مردوں کی کشمکش دیکھ کر بے چاری کا کلیجہ بانسوں
اُچھل رہا ہی۔ جان عجب غضب میں ہی پردے کا خیال رکھیں تو ریل
نہیں ملتی ہی اور ریل ملتی ہی تو پردے کا خاتمہ ہی۔ ان بے چاری کو
ایسا کب اتفاق ہوا۔ ان کی دوڑ بس دالان سے اُٹھیں صحن میں
آگئیں۔ ذرا اور ہمت کی آگے بڑھیں تو اناج کی کوٹھڑی میں جا گھسیں
اور بلند پروازی کی تو ڈولی میں چاروں طرف سے پردے میں منڈھی
ہوئی اس محلّے سے اُس محلّے میں جا اُتریں یا اپنے گھر کی انگنائی کا
آسمان دیکھا تھا یا وہاں کا دیکھ لیا۔ جیسے کنتھا گھر رہے ویسے رہے بدیس
پلیٹ فارم جانے ان کی بلا۔ لیکن اب ریل کا سفر بالکل شرطِ زندگی ہو گیا
ہی۔ چار و نا چار جانا ہی پڑتا ہی۔ ان پر جو مصیبت گزرتی ہی وہ ان کا
دل ہی جانتا ہو گا مگر مرد بھی جو ان کے ساتھ ہوتے ہیں خوب مزہ
چکھتے ہیں جس طرح اسباب کو چھپا چھپ قلیوں سے لدواتے ہیں سمجھو کہ
بیگم صاحب بھی ایک گراں بہا پوٹلی ہیں فرق صرف اتنا ہی کہ سامان کو لاد دیا ہے

تو جھل۔ یعنی گھر ہو یا پردیس دونوں حالتیں یکساں ہیں نہ گھر پر کچھ کام کے نہ پردیس
ہی میں جا کر کچھ کیا دھرا۔ ۱۲

قلی اور ان کو لادنا ہو ان کا وہ عزیز قریب جس پر ان کے لے جانے کی مصیبت پڑی ہو۔ مردوں کی وہ تاکید ہو کہ بس نہیں چلتا کہ ڈولی سموچی[1] اٹھا کر ریل کے کمپارٹمنٹ میں دھر دیں پہلے کھڑکیاں بند کریں گے جب کہیں ریل میں قدم دھرنے دیں گے۔ یہ بے چاری سہی سہمائی برقعے میں لپٹی لپٹائی سمٹی سمٹائی ایک کونے میں جا بیٹھیں نہ ہاتھ ہلا سکتی ہیں نہ پیر جس طرح بیٹھیں بس گم سم[2] بیٹھی ہیں نہ منہ سے بولتی ہیں نہ سر سے کھیلتی ہیں۔ گرمی کے مارے دم بوکھلایا[3] جاتا ہے۔ کیا مجال کہ زانو[4] بھی بدل لیں۔ غرض بیٹھے بیٹھے شل ہو گئیں۔ کمر تختہ ہو گئی۔ بچے کا وہ حال ہو کہ گھٹا جاتا ہے۔ تالو[5] سے زبان نہیں لگاتا گھڑی ماں کے پاس ہو تو گھڑی گھبرا کر باوا کے پاس جاتا ہے۔ غرض اسی خرابی سے سفر ختم ہوا تب کہیں جان میں جان آئی۔ بھلا یہ سفر ہے یا عذاب جان۔ ایسی عورتوں کو تو سوائے پردے کے قاعدے کی پابندی کے اور کسی قاعدے قانون کے جاننے کی ضرورت نہیں مگر ہاں جن کے پردے میں ذرا ڈھیل ہو اور جن کے مرد اس قسم کی ڈھیل کو روا رکھتے ہیں وہ سن لیں۔

اگر تمھارے ساتھ سامان بہت ہو تو ریل کی روانگی کے وقت سے کم سے کم آدھ گھنٹے پہلے پہنچنے سے کسی قسم کی بھاگڑ[6] نہیں مچتی سب کام اطمینان سے ہو جاتا ہو اور جگہ بھی اچھی مل جاتی ہو۔ کبھی ریل کی

---

[1] ساری کی ساری ثمرے۔ [2] خاموش۔ [3] گھبرایا۔ [4] نشست نہ بدل سکیں۔ [5] ایک دم رونے جاتا ہو۔ [6] گھبراہٹ۔ دوڑ۔ ۱۲

سڑک کو نہ پھلانگو ہمیشہ بالائی پُل پر سے آؤ جاؤ۔ چلتی ریل میں کبھی جھپٹ کر چڑھ جانے کا قصد نہ کرو نہ چلتی ریل میں سے اترو۔ کھڑکی کے باہر بہت گردن نہ نکالو کہ ٹکر لگنے کا خدشہ ہی۔ دروازے سے مل کر نہ بیٹھو کہ ہر وقت کھلنے بند ہونے میں انگلی دب جانے کا اندیشہ ہی۔ دروازہ اگر اندر وار کھلتا ہی تو خیر اور جو دروازہ باہر کھلتا ہی اچھی طرح دیکھ لو کہ بند ہی اور علاوہ بند ہونے کے چٹخنی بھی لگی ہوئی ہی یا نہیں۔ سامان بنچ کے نیچے رکھو۔ سامان کی فہرست ضرور لکھ لو۔ اترتے وقت اس سے ملا لو۔ بھاری بھاری صندوقوں یا گٹھڑوں کا جھمیلا ساتھ نہ رکھو بریک[1] میں ڈلوا دو کہ بہت سامان کے اتارنے چڑھانے میں بہت دقت ہوتی ہی اور گاڑی کے اندر زیادہ سامان ہونے سے دوسرے مسافروں کے علاوہ تم کو بھی تکلیف ہوتی ہی۔ ٹکٹ کو حفاظت سے رکھو اور جب ٹکٹ کلکٹر دیکھنے آئے تو فوراً دکھا دو یہ نہیں کہ گرہ کھولتے ہی کھولتے ریل چل دے۔ کرایہ کم ہونے سے عموماً لوگ تھرڈ کلاس میں (تیسرے درجے) میں سوار ہوتے ہیں اور اس وجہ سے اس میں چپقلش زیادہ ہوتی ہی۔ بعض لوگ تیسرے درجے میں سفر کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اُن کو خیال کرنا چاہیے

---

[1] تختہ بٹری۔ جو شخص ریل سے سب سے پچھلی گاڑی میں بیٹھتا ہی اور وہ ریل کا محافظ ہوتا ہی وہ گارڈ کہلاتا ہی اور بریک وہی پچھلی یا سب سے اگلی گاڑی ہوتی ہی جس میں مسافروں کا سامان لادا جاتا ہی۔ بھیرٹ۔ ۱۲

کہ وہ سفر کرنے جا رہے ہیں یا شان دکھانے ریلوے سٹیشن شان دکھانے کی جگہ نہیں ہے۔ شان دکھانے کے اور بہت سے مواقع ہیں۔ کسی درجے میں تم سوار ہو پہنچیں گے سب برابر ہی پھر خواہ مخواہ پیسہ برباد کرنے سے سوائے جھوٹی شیخی کے فائدہ ؟ سفر تو خیر ختم ہی ہو جائے گا مگر جو پیسہ تمہارا بچ رہے گا وہ بیسیوں کام آئے گا۔ انگلینڈ کا بڑا نامور وزیر اعظم مسٹر گلیڈسٹون ہمیشہ تھرڈ کلاس میں سفر کیا کرتا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ "آپ اتنے بڑے وزیر ہو کر ایسے گھٹیا درجے یعنی تھرڈ کلاس میں سفر کرتے ہیں ؟" مسٹر گلیڈسٹون نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ "میں تھرڈ کلاس میں اس مجبوری سے سفر کرتا ہوں کہ ریلوے والوں نے کوئی چوتھا درجہ نہیں رکھا ہے"۔

متوسط الحال لوگ انٹر میڈیٹ یعنی مجھولے درجے میں سفر کرتے ہیں جس کا کرایہ تیسرے درجے سے ڈیوڑھا ہے۔ اس میں بہ نسبت تھرڈ کلاس کے ذرا چھٹے چھٹائے سفید پوش لوگ ہوتے ہیں اور تھرڈ کلاس کا سا طوفان بے تمیزی بپا نہیں ہوتا اور اس گیت میں کیا خوب کہا ہے

ایسا فرنگیا پیسے کا لوبھی دھوئیں کی گاڑی اڑائے لیے جائے
ذات نہیں پوچھے ذمات نہیں پوچھے سب کو برابر بٹھائے لیے جائے

اب اوپر بڑھو۔ متمول لوگ سکنڈ کلاس یعنی دوسرے درجے میں سفر کرتے ہیں۔ اس میں ہر طرح کا آرام ہے۔ عمدہ عمدہ نرم گدے گرمی میں پنکھا اور

---

۱ بیچ کی کلاس کے لوگ یعنی نہ غریب نہ امیر۔ ۲ متمتع۔ لالچی۔ ۳ اصل میں جماعت ہے یعنی فرقہ۔ گروہ۔ برادری۔ ۱۲

خس کی ٹٹیاں مگر اس میں انگریزوں کی بھرمار ہو اُن میں سے اکثر ہندوستانیوں سے ایسا چھوت کرتے ہیں جیسے ہم چمار سے - حالاں کہ کرایہ دینے میں ہم وہ برابر اور سامان اسباب میں اُن سے زیادہ ستھرے اور صاف نہیں تو برابر سرابر ضرور - مگر فرق صرف فاتح اور مفتوح کا ہو سو اس فرق کو کون مٹا سکتا ہو - چار و ناچار برداشت کرنا پڑتا ہو - انٹر کلاس سے اس کا کرایہ دُگنا ہو - اس سے اوپر فرسٹ کلاس یعنی اول درجہ ہو جس کا کرایہ درجۂ دوم سے دُگنا ہو - آرام و آسایش کے لحاظ سے درجۂ دوم اور درجۂ اوّل میں زیادہ فرق نہیں فرق صرف اتنا ہو کہ اس میں وہی سوار ہوتے ہیں جن کے پاس روپیہ اُبل رہا ہو اور جو تنہائی پسند ہوں کیوں کہ اس میں اِکّا دکّا ہی مسافر ہوتے ہیں اور وہ بھی انگریز - مسلمان بہت اُڑے تو سکنڈ کلاس میں ڈٹ گئے فرسٹ میں بہت کم اور روٗ ساکی کہی نہیں جاتی اُن کا بس چلے تو شاید چھت پر جا بیٹھیں - بہر حال سارا کھیل پیسے کا اور امیری چونچلے ہیں - فرسٹ کلاس والے ڈیڑھ من سکنڈ والے تیس سیر انٹر والے بیس اور تھرڈ والے چار سے پندرہ سیر اسباب لے جا سکتے ہیں اس سے زیادہ وزن میں جو سامان ہوگا اُس کا محصول فاصلے کے لحاظ سے مقرر ہو - ہر کلاس میں زنانے درجے الگ ہیں جن میں مرد نہیں آ سکتے لیکن میموں کے دماغ مردوں سے بھی زیادہ ہیں وہ کسی ہندوستانی عورت کے ساتھ خواہ وہ کیسی ہی صاف ستھری اور قبول صورت کیوں نہ ہو ہم سفر ہونا اپنی کسر شان

ریل پیل - افراط - چھو جانے سے بھی پرہیز کرتے ہیں - فتح کرنے والے اور جن کو فتح کر لیا گیا - اُٹھانا - بہت کم - ایک دو ہی - ۱۲

سمجھتی ہیں - اور بات بھی ٹھیک ہے بیگم صاحب کے کلّے میں ٹھسی ہوگی پان کی گلوری وہ پیک تھوک تھوک کر گاڑی کے سفید سفید چمکاتے ہوئے تختوں کو گھڑی بھر میں چینٹری بنا دیں گی پھر تیٹھے کیسے - بہر حال طوعاً کرہاً دو ناجنسوں کو ایک قفس میں رہنا پڑتا ہے - میں اپنی بیتی کہوں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں فرسٹ کلاس میں سفر کر رہا تھا میرے ساتھ ایک اور مسلمان تھے اور دو ہی نشستیں تھیں - ایک میم صاحب تشریف لائیں ساری گاڑی کے سامنے سے انھوں نے کئی چکّر کاٹے ادھر سے ادھر کئی دفعہ پھریں - میں سمجھ گیا کہ یہ آئیں گی ضرور - مگر انھوں نے ہم دونوں نیٹوؤں کو ایسی نفرت کی نگاہ سے کن انکھیوں سے دیکھا کہ گویا ہم انسان نہ تھے حیوان تھے اور وہ انسانیت میں ہم سے کچھ زیادہ تھیں - حالاں کہ ہماری طرح دو ہاتھ اور دو پاؤں دو آنکھیں دو کان اور صرف ایک ہی ناک جو اُن کے تھی وہ ہمارے بھی تھی - ہاں اگر اُن کے چار ہاتھ اور چار پاؤں ہوتے تو اَور بات تھی ہم خود دب جاتے مجھ پر اُن کی نظرِ غضب زیادہ اس وجہ سے تھی کہ ایک تو کریلا کڑوا اوپر سے چڑھا نیم میں حقّہ پینے کا بھی سخت مجرم تھا - غرض ہم کو تو اُنھوں نے ناقابلِ خطاب سمجھا دوڑی دوڑ جا سٹیشن ماسٹر کو بلا لائیں اور چاہتی تھیں کہ ہم دونوں کو گردن پکڑ کر نکال دیں - لیکن سٹیشن ماسٹر آیا اور اُس نے مجھے دیکھا تو دم بخود رہ گیا

صحبت برآری کیسے ہو - بیٹھنے کی بنچیں - ہندوستانیوں - اس طرح دیکھنا کہ دوسرے کو معلوم نہ ہو کہ دیکھ رہے ہیں - ۱۲

کیوں کہ وہ مجھے جانتا تھا کہ میں اُسی ضلع کا کلکٹر تھا وہ بے چارہ کیا کہہ سکتا تھا
اُس نے میم صاحب سے کہا میں مجبور ہوں آپ کو اسی کمپارٹمنٹ میں
بیٹھنا ہوگا۔ میم صاحب عجز بز[1] ہوگئیں کہا کہ "حُقّا نکالو" میں نے کہا کہ حُقّہ
نہیں نکلے گا ہاں میں نے پینا چھوڑ دیا۔ میں نے سٹیشن ماسٹر سے کہا
"حُقّہ پینا منع ہے مگر حُقّہ رکھنا منع نہیں" بات واجبی تھی۔ میم صاحب کی
تیزی حُقّے کی چلم کی آگ کی طرح بُجھ گئی۔ وہ تشریف لائیں مگر مُنہ پھولا[2] ہوا
اب بیٹھیں کہاں۔ دو ہی بنچیں تھیں۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ گورے چمڑے
والی کالے مُنہ کے ہندوستانی کی بغل میں بیٹھ جائے۔ ریل چل پڑی
اور وہ کھڑی رہیں۔ پھر ارشاد ہوا "تم اُدھر جائے گا" مجھے انگریزی
آتی تھی مگر حُقّے کی طرح میں نے اُن کو جلانے کو کہا "ہم نہیں جائے گا
تم بیٹھ جائے گا" اور اپنے پاؤں سمیٹ لیئے۔ خدا خدا کرکے وہ ٹِک
گئیں۔ ایک دو سٹیشن تو وہ تنی رہیں اور میں بھی اکڑا رہا۔ ادھر حُقّہ ٹھنڈا
ہوا اُدھر میم صاحب سرد پڑیں۔ میں نے تقدیم کی۔ اب اُن کو معلوم
ہوا کہ او ہو علاوہ ہاتھ پاؤں اور ناک کان کے یہ ہمارا ہم زبان بھی ہے۔
میں نے پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟" میم صاحب۔ "میں فلاں پادری
کی میم ہوں" میں۔ آپ کو پادری کی میم ہو کر اتنا غصہ ہے۔ تو آپ
ہندوستانیوں کو اخلاق کا کوئی عمدہ نمونہ نہیں دکھا سکتیں۔ آپ تو
ایک مذہبی عورت ہیں آپکے اخلاق بہت اچھے ہونے چاہئیں۔ آپکے
مذہب کی تو یہ تعلیم ہے کہ کوئی تیرے ایک گال پر تھپڑ مارے تو اپنا

[1] عاجز۔ مجبور۔ [2] خفا ناراض۔

دوسرا گال بھی اُس کے سامنے کر دے۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے مجھ سے جو زیادہ نہیں تو ایک فرسٹ کلاس کا پسنجر[1] اور جنٹلمین ضرور ہی کیا آپ نے شریفانہ برتاؤ کیا؟" میم صاحب پر میرے چبھتے[2] ہوئے فقروں نے بڑا اثر کیا اور اُن پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ معذرت کرنے لگیں کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں معاف کیجیے۔ میں۔ مجھے شخصی اور ذاتی بحث نہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں مگر خدا کا ایک بندہ ضرور ہوں آپ پادری کی جورو ہیں آپ کا مزاج بہت نرم ہونا چاہیے تاکہ جن لوگوں کو آپ اپنے مذہب کی طرف کھینچنا چاہتی ہیں جو آپ کا اصلی مقصد ہے اُن کے سامنے آپ بہترین نمونہ پیش کر سکیں" پھر تو میم صاحب بالکل نرم پڑ گئیں اور ایسی شیر و شکر ہو گئیں کہ سفر ختم ہونے تک اُنھوں نے اپنا اور میرا اوبار غ خالی کر دیا۔ میم صاحب چلی گئیں مگر اُن کی کج ادائی آج تک میرے دل میں جمی ہوئی ہے۔ میرے ساتھ والے صاحب خموشی[3] معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔ تماشہ دیکھ رہے تھے نہ ادھر کو نہ اُدھر۔ غرض یہ حال ہے اُس برتاؤ کا جو ایک پادری کی عورت جسے کسی قسم کی حکومت نہیں ہے ایک ہندوستانی مرد سے عورت ہو کر نخوت[4] کے بھرے اسلئے پر کرتی ہے۔ اگر خدا نخواستہ کوئی انگریز اور کسی

---

[1] مسافر۔ [2] طعن آمیز۔ [3] چپ رہنے میں بھی کچھ ایسے معنے ہیں کہ جو کہنے میں نہیں آتے۔ [4] گھمنڈ۔ غرور۔ ۱۲

کلکٹر یا جنٹ[1] ہوتا تو خدا جانے کیا نوبت آتی۔ سہ

مسٹر گرانٹ کہتے تھے کل خیر دین سے | آتا نہیں سلام کو تم صبح و شام اب
کہتا نہیں کمیٹی میں موافق ہماری بات | دیتا نہیں زبان کو اپنا لگام اب
دیتا نہیں رپورٹ کبھی لاگے شہر کا | کرتا ہے گورمنٹ کا گفلت (غفلت) سے کام اب
اچھا سزا گرور (غرور) کا جرمن کو مل گیا | لیتا ہے کالا لوگ کا بھی کھبر (خبر) ہام (ہم) اب
دیکھو بلیگ لسٹ[2] پڑا ہے ہمارا پاس | لکھتا ہے باگیوں (باغیوں) میں تمھارا بھی نام اب
سن کر دیا جواب میاں خیر دین نے | بس ترک کیجئے گا یہ طرزِ کلام اب
عجز و نیاز کا وہ زمانہ گزر گیا | رکھیئے نہ ہر کسی سے امیدِ سلام اب
سی۔ آئی۔ ڈی[3] کی طرح کریں ہم رپورٹیں | دل سے نکالیے یہ خیالاتِ خام اب
ترویج[4] پاتا ہے نیا آئینِ[5] سلطنت | یعنی بدل گیا ہے پرانا نظام اب
آگاہ ہو گئے ہیں سب اپنے حقوق سے | کوئی رہا نہیں جہاں میں کسی کا غلام اب
عزت سے پیش آنا پڑے گا ہمارے ساتھ | منظور ہے کچھ اپنا اگر احترام اب
واجب ہے پاس ان کی تمناؤں کا ضرور | ہونا ہے جن کا ہم کو کر قائم مقام اب
ہندوستان میں ہے نئی زندگی کا دور | چاروں طرف ہے داعیۂ[6] اذنِ عام[7] اب

وہ دن گئے کہ وردِ زباں "جی حضور" تھا

(پنڈت میلا رام۔ وفا)

---

[1] اصل میں جائنٹ ہے یعنی شریکِ مجسٹریٹ ضلع۔ [2] وہ فہرست جس میں بدمعاشوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ [3] خفیہ پولیس مخفف ہے کریمنل انوسٹیگیشن ڈپارٹمنٹ کا۔ [4] جاری ہوتا ہے رواج پاتا ہے۔ [5] قانون۔ [6] سلسلہ طریقہ۔ [7] حکم عام کا دعویٰ۔ ۱۲

خیر یہ تو جملۂ معترضہ[1] تھا اب اصل مطلب سیکنڈ اور فرسٹ کلاس کی مسافر عورتیں ایک ماما کو بھی اس سے ایک درجہ کم کرائے پر جس میں کہ وہ خود سفر کر رہی ہیں اپنے ساتھ بٹھلا سکتی ہیں اور لیڈیز کمپارٹمنٹ میں اگر تنہا ہوں تو رات کے لیئے کسی مرد نوکر کو بھی ساتھ رکھ سکتی ہیں۔ یہ رعایت اس واسطے کی گئی ہے کہ اکیلی عورتوں پر کئی وارداتیں چلتی گاڑی میں ہو چکی ہیں۔ فرسٹ اور سکنڈ کلاس کے مسافروں کے اسباب میں بچھونا۔ ٹفن[2] بیسکٹ۔ ہینڈ بیگ۔ چھتری ایسی چھوٹی موٹی چیزیں معاف ہیں وزن نہیں کی جاتیں۔ انٹر کلاس والے بھی ایک رزائی فالتو لے جا سکتے ہیں۔ ریل کے ہر درجے کی گاڑی میں بلکہ ہر کمرے میں اوپر وار کو دروازے کی بالائی چوکھٹ پر ایک چھوٹی سی زنجیر لگی رہتی ہے یہ بڑے کام کی چیز ہے۔ ریل میں کوئی واقعہ پیش آجائے۔ کوئی چور گھس آئے یا اور کوئی ایسی بات ہو جائے اور چلتی ریل کے رکوانے کی ضرورت آن پڑے تو اس زنجیر کو زور سے پکڑ کر کھینچنے سے ریل رک جائے گی مگر وجہ معقول ہو ورنہ پچاس روپیہ جرمانہ دینا آئے گا۔ جہاں تک کا ہمارا ٹکٹ ہے اگر کسی ضرورت سے آگے جانا ہو تو گارڈ سے کہہ دینا چاہیئے جہاں ریل زیادہ ٹھیرے گی وہ ٹکٹ دلوا دے گا۔ اسی طرح اگر بھیڑ یا کسی اور وجہ سے ہم چاہیں تو رستے میں ہم اپنا ٹکٹ اونچے درجے کا بڑھتی

---

[1] کسی بات کا بیچ میں آجانا۔ [2] ناشتہ رکھنے کا صندوق۔ [3] ہاتھ کا بٹوا۔ ۱۲

محصول دے کر دلوا سکتے ہیں۔ تین برس تک کے بچے کا کرایہ معاف ہے تین برس سے اوپر بارہ برس تک کا آدھا۔ مناسب یہ ہے کہ اسباب کو وزن کرا دیا جائے اگر اثنائے سفر میں کہیں شبہ ہوا اور سامان تولا گیا تو بڑی خرابی ہے کہ وہ جو ٹکٹ پیچھے وزن معاف ہے وہ بھی مجری نہ ملے گا اور کل سامان کا محصول لیا جائے گا۔ ٹکٹ کھو جائے تو جہاں پچھلی دفعہ ٹکٹ دیکھا گیا ہے وہاں سے کرایہ لے لیا جائے گا اور اسی طرح جو لوگ بے ٹکٹ سوار ہو جائیں اُن سے کرایہ اور جرمانہ دونوں لیئے جائیں گے۔ بڑے بڑے سٹیشنوں پر ریفرشمنٹ روم ہوتے ہیں جن میں کھانا اور چائے وغیرہ نرخ مقررہ پر ملتی ہے بلکہ کھانا طیار رکھنے کو گارڈ سے کہہ کر تار بھی دے سکتے ہیں جس کا کچھ محصول نہیں بعض بعض چلتی گاڑیوں میں رستراں کار یعنی کھانے کی گاڑی لگی رہتی ہے خواہ اُس میں جا کر کھاؤ یا اپنی گاڑی میں منگوا لو۔ اسی طرح برف سوڈا لیمنیڈ وغیرہ گرمیوں میں ملتا ہے۔ بڑے بڑے سٹیشنوں پر ہر درجے کے مسافروں کے لیئے زنانے اور مردانے ویٹنگ روم ہیں جن میں مسافر ریل کے آنے کے انتظار میں ٹھیر سکتے ہیں۔ بڑے سٹیشنوں پر بک سٹال بھی ہوتے ہیں جن میں چنندہ ناول اور تازہ ترین اخبار اور رسالے بکتے ہیں۔ اسباب جو بریک میں دیا جائے اُس پر اپنے نام اور مقام کی چٹھی ضرور لگاؤ۔ مضبوطی سے بند کرو عمدہ قفل لگاؤ کہ کسی اور کنجی سے کھُل نہ سکے زیور یا قیمتی چیز ہرگز بریک میں

نہ دو کہ سامان کثرت سے نکل جاتا ہے اور پھر ملتا ملاتا نہیں۔ رات کو
اپنا سارا متفرق چھوٹا موٹا سامان سمیٹ کر اپنی سیٹ کے نیچے رکھو
روپیہ پیسہ جیب میں رکھنا مناسب ہے۔ بڑا صندوق ہو تو اس کے کنڈے
میں ایک پتلی زنجیر ڈال کر وہ زنجیر بیچ کے پائے میں سے نکال کر قفل
ڈال دو کیوں کہ رات بے رات ٹرنک کبھی مغالطے سے کہ ایک ہی شکل
کے ہوتے ہیں اور کبھی عمداً اُتار لیے جاتے ہیں کہ سویا اور مرا برابر۔ پان۔
مٹھائی۔ کھانا ہرگز کسی اجنبی کے ساتھ نہ کھاؤ کہ بدمعاش لوگ دھتورا
ملا کر کھلا دیتے ہیں جس سے آدمی تھوڑی سی دیر میں بے ہوش ہو جاتا ہے
اور بعض دفعہ مر بھی جاتا ہے۔ مارواڑی عورتوں کی طرح ریل میں زیور پہن کر نہ بیٹھو
اس میں اول تو گر گرا جانے کا اندیشہ ہے اور سب سے بڑھ کر خطرہ یہ ہو کہ بدمعاشوں کا
دل للچاتا ہے اور ان کو ترغیب ہوتی ہے کہ اکیلی دکیلی عورت کو لوٹ لیتے ہیں
بڑے پائنچوں کا غرارے دار پائجامہ یا ساڑی پہن کر ریل میں نہ بیٹھو
تم اپنے آپ اور اسباب کو سنبھالو۔ یا ان بڑے پائنچوں کو تنگ
موری کا پاجامہ سب سے بہتر ہے۔ کپڑے بہت اجلے نہ ہوں میل خورے ہوں
کہ سفر میں جلد میلے نہ ہو جائیں۔ انجن کے پاس کی گاڑی میں حتی المقدور
نہ بیٹھو کہ جب کبھی کوئی حادثہ ہو جاتا ہے تو پہلے وہی گاڑیاں برباد ہوتی
ہیں انجن کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھو کہ اکثر آنکھوں میں کوئلہ پڑ جانے سے
تکلیف اٹھانی پڑتی ہے بلکہ بریک یعنی پچھلی گارڈ کی طرف منہ رکھو۔ اسٹیشن
کے سودے والے بڑے گراں فروش اور ٹھگ ہوتے ہیں دیکھ بھال

اور چُپکا کے سودا لو۔ بے ضرورت محض کسی چیز کو بھڑکیلی دیکھ کر نہ خریدو۔ سقّہ ریل کا ملازم ہے پانی پلانے کے لیئے اُسے پیسہ دینا سقّوں کو لالچی بنانا ہے۔ پان کھاؤ تو گاڑی کے اندر ہر گز پیک نہ تھوکو نہ اس طرح تھوکو کہ گاڑی کے پڑے خراب ہوں یا چھینٹ کسی پر جا پڑے۔ ہوا تیز ہوتی ہے۔ ہاتھ روک کر جدھر سے ریل آرہی ہے اُدھر تھوکو۔ سامنے وار تھوکو گی تو آسمان تھوکا مُنہ پر ساری پیک تمھارے ہی مُنہ پر آئے گی۔ ریل کی عورتوں سے بلے ضرورت بات چیت نہ کرو۔ نہ کھود کھود کر اُن کا حال پوچھو نہ اپنی رام کہانی سُناؤ۔ غرض بہت احتیاط چاہیئے کہ بہت سی عورتیں جرائم پیشہ بھولی بھالی عورتوں کو طرح طرح سے دام تزویر میں لانے کی کوشش کرتی ہیں اور آئے دن ایسی وارداتیں سننے میں آتی ہیں۔ بڑے روپیہ کے علاوہ کچھ ریزگاری اور پیسے ضرور اپنے ساتھ رکھو۔ بجائے نقد روپیہ ساتھ رکھنے کے ملکی قیمت دس دس یا پانچ پانچ بلکہ روپئے روپئے کے نوٹ رکھنا اچھا ہے۔ پانچ۔ دس۔ پچاس اور سو روپئے کے نوٹ یونیورسل کہلاتے ہیں بلا بٹّہ ریل میں لیئے جاتے ہیں۔ پانسو اور اوپر کے نوٹ صرف مقامی حلقے میں لیئے جاتے ہیں دوسری جگہ نوٹ بھی بے بٹّہ لیئے نہیں بُھنا تا دور کا سفر ہو تو ایک دو وقت کا کھانا ضرور ساتھ رکھو۔ گو سٹیشنوں پر کھانا ملتا ہے مگر گھر کے کھانے کو کب پہنچتا ہے گھر کا باسی نہ باہر کا تازہ۔ بچوں کا ساتھ ہے تو بسکٹ وغیرہ

مگر کا جال ۱۲

ضرور رکھنا کہ ریل میں بھوک بہت لگتی ہے۔ ٹیم ٹیبل وہ کتاب جس میں ریل کے اوقات درج ہوتے ہیں انگریزی میں ہوتی ہے۔ بڑے بڑے سٹیشنوں پر دو آنے کو ملتی ہے اور سارے ہندوستان کی ریلوں کی ٹیم ٹیبل ایک روپیہ کو۔ پڑھی لکھی عورتوں کو اس کا ساتھ رکھنا ضرور ہے کہ ہر سٹیشن کا نام۔ پونچھنے اور روانگی اور ٹھیرنے کے وقت کرایہ کی تعداد کے علاوہ ریل کے متعلق کل ضروری باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ تھوڑی سی انگریزی جاننے والا بھی اس سے بڑا کام نکال سکتا ہے۔ دن بارہ گھنٹے کا ہوتا ہے اور رات بھی بارہ گھنٹے کی اس طرح دن رات ملا کر چوبیس گھنٹے ہوئے۔ دن کو بھی دو بجتے ہیں اور رات کو بھی۔ اس کا فرق بتلانے کو دن کے گھنٹوں کے ساتھ اے ایم۔ اور رات کے گھنٹوں کے ساتھ پی۔ ایم۔ جو بڑا بکھیڑا تھا۔ اب یہ سب اڑا کر ایک سے لے کر چوبیس تک مسلسل گھنٹے گنے جاتے ہیں۔ اگر کوئی ہندوستانی کہتا کہ تیرہ بجے ہیں یا اٹھارہ بجے ہیں تو لوگ اُسے پاگل ٹھیراتے لیکن اب تو ع۔ ہر عیب[1] کہ سلطاں بہ پسندد ہنر است۔ صرف آٹھ بجے کہنے سے سمجھ لو کہ دن کے آٹھ بجے ہیں اور بیس بجے کہیں تو رات کے آٹھ بجے سمجھو۔ میں سمجھتا ہوں کہ ریل کے متعلق جتنی ضروری باتیں ہیں اور جن کا جاننا معمولاً ایک مسافر کو ضرور ہے۔ تم کو بتلادی ہیں جو کافی ہے۔ (از مؤلف)

---

[1] جس عیب کو بادشاہ پسند کرے وہ ہنر ہو جاتا ہے۔ ۱۲

پھوہڑ نامہ

(۱) گھر۔ اسباب۔ لباس۔ برتن وغیرہ میلے رکھنا۔ مکان کے جالے نہ لینا۔ دیواروں کو تھوک اور پیک سے بھرنا۔
(۲) شیشیاں بوتلیں وغیرہ پہلے سے صاف نہ رکھنا اور وقتِ ضرورت وقت کی تضیع اور پریشانی۔
(۳) دسترخوان اور تولیئے صاف اور ستھرے نہ رکھنا۔
(۴) کھانا کھاکر کلی نہ کرنا یا ہاتھ بیسن یا صابن سے دھوکر چکنائی نہ چھڑانا۔
(۵) جھاڑو دی جانے کے وقت چھڑکاؤ نہ کرالینا اور تمام چیزوں کو گردوغبار میں بھرنے دینا۔
(۶) بچھونوں کو جھاڑ جھٹک کر تہ نہ کرنا اور ٹھکانے سے نہ سنگوانا۔
(۷) پلنگ اور چارپائیوں کو بچھونا کرنے سے پہلے نہ جھٹکوانا۔
(۸) پانی کے مٹکے صاف نہ رکھنا اور بن ڈھکے چھوڑ دینا۔
(۹) ایک ہی لوٹے کو جائے ضرورے جانا اور بن مانجھے کھانے پینے کے کام میں لانا سخت غچلاپن[1] ہے۔
(۱۰) لالٹین اور لیمپ کی چمنیوں کو صاف نہ کرانا بتی نہ کترنا تیل نہ بھرنا۔
(۱۱) گرم کپڑوں کو جاڑے برسات میں دھوپ نہ دینا۔ کافور یا فنیل کی گولیاں نہ رکھنا۔
(۱۲) کپڑوں کو تہ کرنا یا کرنا تو شکن کا لحاظ نہ رکھنا۔

[1] گندہ پن۔ ۱۲

(۱۳) جاڑا ختم ہو جانے کے بعد لحاف۔ رضائیوں کو احتیاط سے تہہ کر کے نہ رکھنا۔
(۱۴) پھٹے اُدھڑے کو جیب کا تب نہ سینا۔
(۱۵) بے جوڑ پیوند لگانا۔
(۱۶) کُرتے کی آستین یا دوپٹے کے پلّے یا کسی میلے کپڑے سے مُنہ پونچھنا یا بچوں کو پونچھنے دینا۔
(۱۷) میلے کپڑے باندھ کر ایک جگہ نہ رکھنا۔ سارے گھر میں اُن کا رُلا رُلا پھرنا۔ دھوبن کے آنے کے وقت جامہ تلاشی لینا۔
(۱۸) چولھے کے آگے بیٹھنے۔ کھانا نکالنے۔ کھانا کھانے۔ لکھنے وغیرہ میں کپڑوں پر چکنائی کے چھلکے یا سیاہی کے داغ دھبّے لگا لینا یا دوپٹے کا آنچل کیچڑ میں بھر لینا۔ یا بے احتیاطی سے جلا لینا۔
(۱۹) دھوبن کو بن لکھے کپڑے دینا۔ جب وہ لے کر آئے کتاب سے نہ ملانا اور روز کی تُو تُو مَیں مَیں کرنا۔
(۲۰) کسی تقریب سے واپس آکر بھاری بھرکم کپڑوں کو سنبھال کر نہ رکھنا بلکہ ایک آدھ دن تک ادھر اُدھر یوں ہی ڈالے رکھنا۔
(۲۱) بے جوڑ کپڑے پہننا۔ مثلاً سیاہ پائجامے پر سُرخ دوپٹہ گرمی کے کپڑوں کے ساتھ جاڑے کے کپڑوں کا جوڑ ملانا یا اس کے برعکس۔
(۲۲) شوہر کے آرام اور صحت اور تن درستی کے لیئے جن باتوں کی ضرورت ہے اُن کا خیال نہ رکھنا۔
(۲۳) کھانے پینے میں اُن چیزوں کا خیال نہ رکھنا جو شوہر کو پسند ہوں۔

(۲۴) کھانے کی طرف سے بے پروائی - ہنڈیا کی دیکھ بھال نہ کرنا۔ بدمزہ بدرو کھانا پکنا جس سے آئی اوائی بھوک بھاگ جائے۔
(۲۵) کھانا اوروں سے نکلوانا اور کھانا کھلاتے وقت گھروالی کا پاس نہ بیٹھنا
(۲۶) کھانا خراب پکنے پر اس کا معاوضہ نہ کرنا یعنی پروا نہ کرنا۔
(۲۷) ہاتھ دھلانے کا سامان ٹھیک ٹھاک نہ ہونا۔ سلابچی ہے تو لوٹا نہیں لوٹا ہے تو سلابچی ندارد۔ پانی ہے تو بن ہموا بجائے گرم کے ٹھنڈا یا ایسا گرم کہ ہاتھ جھلس جائے۔ صابن کی ٹکیہ کوّا لے گیا۔ تولیہ ڈھونڈھے نہیں ملتا۔
(۲۸) شوہر کے کپڑوں کی خبر نہ رکھنا۔ پہلے سے پھٹا اُدھڑا درست نہ کرنا۔ پلنگ کی چادر۔ تکیے کے غلافوں کو وقت پر نہ بدلوانا۔
(۲۹) شوہر بیمار یا کسل مند ہو تو اس کی خبر نہ لینا۔ دوا ئی ٹھنڈائی یا کسی بات کی خبر نہ رکھنا۔
(۳۰) ضروری دواؤں کا جن کی وقت بے وقت ضرورت پڑتی ہے گھر میں موجود نہ رکھنا یا اُن کی حفاظت نہ کرنا۔
(۳۱) چھالیہ کتر کر پہلے سے طیار نہ رکھنا۔ پانوں کا موجود نہ ہونا۔ آدمی کا بازار دوڑے جانا۔ کتھا پکا ہوا چونا چھنا ہوا موجود نہ ہونا۔ الائچیوں کا قحط۔ زردے کا توڑا چھالیہ میں کنکر۔ گلمبیاں لتھڑی ہوئی۔ پٹاری میلی کچیلی۔ گردی گتھا باوا آدم سے بھی پہلے کا۔ غرض پان دان کا بدتمیزی کی دکان ہونا عورت کی بدسلیقگی کی کھلی دلیل ہے۔ ان باتوں کی تعلیم کسی مدرسے میں نہیں ہوتی بلکہ سلیقہ خود سکھلاتا ہے

لے بھری ہوئی ۔ ۱۲

(۳۲) فاضل جوتی کے جوڑے ایک آدھ نہ لگا رکھنا۔
(۳۳) پھٹے پرانے اُدھڑے اُدھڑائے موزوں کو درست نہ رکھنا۔
(۳۴) رومال۔ تولیئے۔ نہانے کی لنگیاں۔ صابن کی ٹکیاں۔ منجھن وغیرہ ضروری چیزوں کی دیکھ بھال اور موجود رکھنے سے تغافل۔
(۳۵) چھتری۔ چھڑی۔ جوتی یا بوٹ۔ تولیہ قینچی۔ چاقو۔ بکس یا سلائی۔ لوٹا گلاس۔ کٹورا۔ صراحی۔ قلم۔ دوات پنسل۔ کاغذ۔ لفافے۔ جاذب ٹکٹ کارڈ اپنے اپنے ٹھکانے سے نہ رکھنا۔ جب ضرورت پڑے تو یا تو یہ کہہ دینا کہ نہیں ہے یا یہ کہ ہے اور اپنے ٹھکانے پر چیز نہیں۔ ڈھونڈے سے چیز ملتی نہیں۔
(۳۶) کنجیاں رکھ کر بھول جانا۔ کنجیوں کے لیئے کوئی جگہ مقرر نہ کرنا جہاں پایا ڈال دیں اور گھنٹوں اُن کی ڈھونڈ یا ہی میں گنوا دینا۔
(۳۷) صندوقوں میں اندھا دھند کپڑے رکھنا۔ گھر والی کو خبر نہیں کہ کس صندوق میں کیا ہے۔ ایک چیز کے لیئے سارے گھر کو چھان مارنا۔
(۳۸) بازار کا سودا جس وقت آئے اُسی وقت اُس کی دیکھ بھال یا وزن نہ کرنا
(۳۹) کھانے کا سامان اکھٹا نہ خریدنا۔ ہر چیز کے لیئے نوکروں کو بازار کا کوڑی پھیرا کروانا۔
(۴۰) اناج کی کوٹھڑی کو قفل نہ لگوانا۔ خود جنس نہ دینا۔ ماماؤں کے بھروسے پر گھر کو چھوڑ دینا۔
(۴۱) سودا خراب آنے اور کھانا خراب پکنے پر نوکروں کو الا اللہ نہ کہنا۔

نہ خود اصلاح کی طرف توجہ کرنا۔

(۴۲) گھر کا حساب باقاعدہ روزانہ نہ لکھنا۔

(۴۳) مہمان کی خاطر تواضع اچھی طرح نہ کرنا۔

(۴۴) پھٹے پرانے کپڑوں کو چھوٹی ضرورتوں کے لیئے سنگوا کر نہ رکھنا۔ مثلاً چمنی یا گلاس یا چینی کے برتن صاف کرنے یا دوا ٹھنڈائی یا شربت چھاننے کے لیئے۔

(۴۵) گھر میں جو کپڑے بنتے ہیں اُن کی کترنیں سمیٹ کر نہ رکھنا کہ آیندہ ضرورت کے وقت کام آئیں۔

(۴۶) کھیل میں بچّوں کی نگرانی نہ کرنا کہ چوٹ پھینٹ نہ لگے۔

(۴۷) گہنے کی حفاظت نہ کرنا۔ جہاں پایا اُتار کر ڈال دیا جس سے نقصان ہو جاتا ہے۔

(۴۸) کام کو جب کہا جائے نہ کرنا۔ ٹال جانا اور جب جتلا دیا جائے تو بھول جانے کا ناقابلِ قبول عذر کرنا۔

(۴۹) ضروری کام کو چھوڑ کر معمولی کام میں لگ جانا۔

(۵۰) ضروریات خانہ داری کا فکر قبل از وقت نہ کرنا۔ مثلاً موسم کے کپڑوں کا بیاہ شادی کے سامان کا۔ تہیۂ[1] سفر یا کسی اور تقریب کی طیّاری کا۔

(۵۱) چیز ختم ہو جانے کے پہلے سے خبر نہ رکھنا۔ جب کام پڑ جائے تب عین وقت پر کہنا کہ فلاں چیز نہیں رہی۔

---

[1] سفر کی طیاری کرنا۔ ۱۲

(۵۲) گھر میں اچار چٹنی - مربّا - مٹھاس - چائے - بسکٹ شکر وغیرہ کا بروقت موجود نہ ہونا -

(۵۳) برسات سے پہلے چھتوں وغیرہ کی مرمّت نہ کرا لینا -

(۵۴) فرش فروش کا درست نہ رکھنا -

(۵۵) تانبے کے برتنوں کو قلعی نہ کروانا - ٹپکتے ہوئے لوٹوں کو مٹی جوش نہ کروانا تام چینی یا چینی کے برتنوں کو آگ پر رکھ رکھ کر چٹیں اُڑا کر برباد کر ڈالنا - چمچوں کو جوتے سے منجھوا کر خراب کرنا کہ قلعی اُڑ کر نرا پیتل نکل آئے - سیلابچی اُگالدان کو نہ دھلوانا - تانبے کے برتنوں کو اچھی طرح نہ منجھوانا کہ اُن میں چکنائی لگی رہے - باورچی خانے کو غلیظ رکھنا کوڑے کرکٹ - ترکاری کی چھیلن کو نہ اُٹھوانا - گوشت کا دھوون اور برتنوں کے دھوون کے پانی کو باہر نہ پھکوانا -

(۵۶) گھر میں جھاڑو نہ دلوانا - کوڑا کرکٹ نہ سمٹوانا - پائخانے کو صاف نہ کروانا اور دُھلوا کر فنیل نہ ڈلوانا - موریوں کو صاف نہ کروانا - صفائی کی طرف توجہ نہ کرنا -

(۵۷) نواڑی پلنگوں کو نہ کھنچوانا اور جھولا پڑے رہنے دینا - نواڑ کا نہ دھلوانا اور میلا رکھنا چارپائیوں کی ادوانیں نہ کسوانا - چارپائیوں کے جھلنگے پڑے رہنے دینا اور نہ بنوانا -

(۵۸) مونڈھے کرسیوں کو دھوپ اور مینہ میں پڑے رہنے دینا -

(۵۹) گرمی کے موسم میں پنکھے نہ رکھنا - فرّاشی پنکھے کے علاوہ ایک

دستی بڑا پنکھا نہ رکھنا۔
(۶۰) بلاضرورت لیمپ کو ساری رات جلانا جب کہ ایک مدھم روشنی سے کام چل سکتا ہو۔
(۶۱) پیسے اور ریزگاری کو پٹاری یا صندوقچی میں بن گنے گھلا ڈال دینا
(۶۲) گری پڑی چیز کو اپنے ٹھکانے سے اٹھا کر نہ رکھنا۔
(۶۳) کام کو ادھورا چھوڑ کر کسی ضرورت سے بے سنبھال کر رکھنے کے چلا جانا۔
(۶۴) جن چیزوں کو چھوٹے بچوں کے توڑنے پھوڑنے یا ضائع کرنے کا اندیشہ ہو ان کو بچا کر نہ رکھنا۔
(۶۵) کھانے پینے کے سامان کی جانچ نہ کرنا کہ کتنے دن چلنا چاہیئے تھا اور کتنے دنوں چلا۔
(۶۶) گھر کے سامان کی فہرست نہ رکھنا۔ پرانے سامان کو خارج اور نئے کو درج نہ کرنا۔
(۶۷) خط کا جواب بروقت نہ دینا۔
(۶۸) وعدہ کر کے وقت مقرر پر کسی تقریب میں نہ جانا اور لوگوں کو منتظر رکھنا یا اپنی عدم حضوری سے مایوس کرنا۔ وعدہ خلافی کی تلافی معذرت سے نہ کرنا۔
(۶۹) بیمار پرسی یا تعزیت کو نہ جانا اور جانا تو پر تکلف لباس میں جانا۔
(۷۰) کسی دوسرے گھر کے طریقۂ انتظام میں نکتہ چینی یا نام دھرنا۔

(۷۱) ریل کے سفر کے لیے وقت پر تیار نہ ہونا۔

(۷۲) سفر میں لوٹا وغیرہ ضروری چیزوں کا ساتھ نہ رکھنا۔

انمول نصیحتیں

(پچھوڑنا ہے ستے اعماقوں کے ساتھ)

(۱) خدا کو برحق جانو اور اس کے حکموں کو دل سے مانو

(۲) لوگوں کے عیبوں پر نظر نہ کرو۔ اپنی فکر کرو۔ شاید تم میں بھی عیب ہو۔

(۳) ہر ایک کا پردہ ڈھانکو عیب پوشی سے خدا خوش ہوتا ہے کیوں کہ اس کا نام ستار ہے اور ستار چھپانے والے اور پردہ پوشی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ ؎

کسی کی بدی تو نہ کر عیب جو
کہ اس کا خدا عالم الغیب ہو

(۴) اوروں کو اپنے سے بہتر دیکھ کر حسد کی آگ میں جلنے اور دوسروں کی راہ مارنے سے بہتر یہ ہے کہ تم خود بھی اچھے بن جاؤ خدا سے دعا کرو کہ ؎

محسود تو کیجیو ہمیشہ
پر دیجو نہ حاسدی کا پیشہ

(۵) کسی کی طرف سے دل میں بغض اور کینہ نہ رکھو۔ ؎

انسان کو انسان سے کینہ نہیں اچھا
جس سینے میں کینہ ہو وہ سینہ نہیں اچھا

(۶) دو آدمیوں کی لڑائی ہو تو ان میں صلح کرا دو یہ نہیں کہ لگا بجھا کر اور زیادہ بگاڑ ڈلواؤ۔

(۷) کسی کے مذہب کو برا نہ کہو جیسا تمہیں اپنا مذہب پیارا ہے ایسا ہی سب کو اپنا مذہب پیارا ہے۔

(۸) جو کام تمہارے اپنے کرنے کا ہو اس کے لیے دوسروں کا وسیلہ

نہ ڈھونڈو۔

(۹) بڑے بوڑھوں کی نصیحت پر عمل کرو۔

(۱۰) خرچ ہمیشہ آمدنی سے کم کرو۔ چاہے تمہیں لوگ کنجوس اور بخیل ہی کیوں نہ کہیں۔

(۱۱) کوئی رنج و غم تقدیر سے آئے تو صبر سے برداشت کرو کیونکہ دُنیا میں شاہ و گدا کوئی بھی اس سے خالی نہیں ۔

درین دنیا کسے بے غم نہ باشد　　اگر باشد بنی آدم نہ باشد

(۱۲) نصیحت کرنے والے سے کبھی رنجیدہ نہ ہو۔ چاہے وہ نصیحت کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نصیحت وہی کرتا ہے جسے تمہارے نقصان کا صدمہ ہو۔ نصیحت کے موتی جہاں سے ملیں دامن میں بھر لو۔

(۱۳) دنیا کی عزت دولت سے ہے اور آخرت کی نیک عمل سے۔ دونوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

(۱۴) ایک ایک پیسے پر نظر رکھو۔ جس نے پیسے کی قدر نہ کی وہ روپے کھو چکا۔

(۱۵) جو ضروری کام ہیں اُن کو پورا کرنے کا پختہ ارادہ کرو اور جو ارادہ کرو اُسے پورا کرو۔

(۱۶) دنیا کی چکی آہستہ آہستہ سب کو پیس ڈالے گی کچھ نیکی کر جاؤ تو تمہارے بعد رہ جائے۔

اِس دنیا میں کوئی بے غم نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا ہو تو یوں سمجھو کہ وہ سرے سے انسان ہی نہیں ۔ ۱۲

(۱۷) بڑی بہادری یہ ہے کہ جس سے تمھیں رنج پہنچے تم اُسے رنج نہ پہنچاؤ
(۱۸) بُروں سے اچھا سلوک کرو۔ اچھوں سے اچھا سلوک کرنا کوئی بڑی تعریف کی بات نہیں۔ اچھوں سے تو سب ہی اچھا سلوک کرتے ہیں۔ تعریف یہی کہ بروں سے اچھا سلوک کرو۔
(۱۹) رات کو پلنگ پر بیٹھ تو سوچو کہ دن میں کتنی باتیں اچھی کیں اور کتنی بُری۔ بُری باتوں سے توبہ کرو اور اگلے دن ان سے بچو۔
(۲۰) کسی سے مسخراپن نہ کرو۔ ہنسی میں پھنسی ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ ٹھٹا مذاق بعض وقت بگاڑ پیدا کرتا ہے اور مسخراپن کرنے والے کا وقار کھوتا ہے
(۲۱) کوئی علم حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو ہر وقت طالب العلم نہ بنائے رکھے۔
(۲۲) علم انسان کی آنکھیں ہیں اس کے بغیر آدمی اندھا ہے۔
(۲۳) جو وعدہ کرو اُسے یاد کر کے ضرور پورا کرو۔ وعدہ خلاف انسان دین و دنیا دونوں میں روسیاہ ہے۔ ع۔ وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے
(۲۴) کبھی کسی پر ظلم نہ کرو۔

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

(۲۵) جھوٹ کبھی نہ بولو۔
(۲۶) قسم کبھی نہ کھاؤ خواہ وہ سچی بات پر ہی کیوں نہ ہو۔ قسم کھانے والے کا اعتبار نہیں رہتا۔
(۲۷) کسی کی غیبت نہ کرو یعنی پیٹھ پیچھے کسی کو بُرا نہ کہو۔

(۲۸) کسی کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کرو۔

(۲۹) چغلی نہ کھاؤ۔

(۳۰) جس سے محبت کرو سچے دل سے اور وضع داری کا اقتضا یہ ہے کہ ساری عمر اُسے نبھا دو۔

تلسی ایسے متر سے بے کھٹکے سوتے ہیں آئے کا آدر کرے اور چلت نوائے سیس
تلسی وہاں نہ جائیو جہاں کپٹ کی ریت من ساگر گھری رہو تو نہی رہے وہ پریت
تلسی جگ میں تت چھاڑ لیئے جو کہ اپنی ریت اک بار ور سے کیجیئے جو بیر کرو یا پریت

(۳۱) بڑوں کا ادب۔ برابر والوں کا لحاظ اور چھوٹوں سے محبت کرو۔

(۳۲) دوسروں کے راز کو اپنے راز سے بھی زیادہ چھپاؤ۔ جو کوئی تم کو اپنا راز دار سمجھ کر کوئی بات کہے اُس کیلئے تمہارا سینہ ایسا صندوق ہونا چاہیئے جس کے قفل کی کنجی کھو گئی ہو۔

(۳۳) نوکروں سے اور جو تمہارے دست نگر ہیں مہربانی۔ نرمی اور خلق و مروت سے پیش آؤ۔

(۳۴) لوگوں کی خطاؤں سے چشم پوشی کرو خدا تمھاری خطاؤں سے درگزر کرے گا۔

(۳۵) تم لوگوں کا ادب کروگے تو لوگ تمہارا بھی ادب کریں گے۔

۱ دوست۔ ۲ بے دھڑک۔ ۳ عزت۔ ۴ چلتے وقت سر جھکائے۔ ۵ تمیز، بغض کی رسم ۶ ساری دُنیا کا جو طریقہ ہے وہ مت چھوڑنا۔ ۷ عداوت کرو یا دوستی۔ ۱۲

(۳۶) کسی کو دے کر احسان نہ جتاؤ۔

(۳۷) غرور تکبر نہ کرو۔

(۳۸) شیخی نہ بگھارو۔ بڑائی۔ نہ مارو۔

(۳۹) اچھے کپڑے زیور پہن کر اتراؤ نہیں بلکہ خدا کا شکر کرو اور دوسروں کو دیکھ کر جن کے پاس وہ نعمتیں نہیں ہیں اور زیادہ بچھے جاؤ۔

(۴۰) جو کام کرو صلاح مشورے سے کرو۔ ایک سر سے دو سر بھلے۔

(۴۱) کار امروز را بفردا مگذار۔ آج کے کام کو کل پر نہ اٹھا رکھو۔

(۴۲) کار دنیا کسے تمام نکرد۔ ہر چہ گیرید مختصر گیرید۔[1]

(۴۳) اپنے اور پرائے بچوں سے سختی سے پیش نہ آؤ۔ نرمی سے جو کام نکلتا ہے سختی سے نہیں نکلتا۔

(۴۴) معاملے کی سیدھی رہو۔ راست بازی بڑی عمدہ بات ہے۔ راستی موجب رضائے خداست　کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

(۴۵) عزیز قریب۔ حق ہمسائے کی تا بمقدور ہر طرح کی مدد کرو۔

(۴۶) خدا کی راہ میں دینا دلانا ہی تمہارے کام آئے گا۔

(۴۷) کوشش کرو کہ کسی کو تمہارے ہاتھ سے ذرا سی بھی تکلیف یا رنج نہ پہنچے۔

(۴۸) غصے کو پی جاؤ یعنی جب غصہ آئے خاموش ہو جاؤ۔

---

[1] دنیا کا کام کسی سے پورا نہیں ہوا۔ اس لیے جو کچھ کرو مختصر کرو۔ سچائی سے خدا راضی ہے۔ یہ راستہ چلنے والا کبھی بھٹکتا نہیں ۱۲

اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

(۳۹) کسی سے بیر بغض۔ کپٹ نہ رکھو نہ بدلہ لینے کی خواہش کرو۔

(۴۰) بُری صحبت سے بچو۔ بُری صحبت زہریلے جانور کے ڈنک اور آگ کے شُعلے سے زیادہ زہریلی اور تیز ہے۔

(۴۱) دن کام کے لیئے ہے اور رات آرام کے لیئے۔

(۴۲) سویرے سونا اور سویرے اُٹھنا ضامنِ صحت ہے۔

(۴۳) صبح ناشتہ کرو۔ یک لقمہ پگاہی بہ از مرغ و ماہی۔ دوپہر کا کھانا کھاکر ذرا کی ذرا جھپکی لے لو۔ رات کے کھانے کے بعد ذرا ٹہلو

(۴۴) کپڑے صاف ستھرے رکھو۔

(۴۵) دن کو ایسے کام کرو کہ رات کو چین سے سو سکو۔ رات اس طرح کاٹو کہ صبح دُنیا کو منہ دکھا سکو۔

(۴۶) بُرے کام کرتے وقت خدا کو حاضر ناظر جان کر ڈرو کہ ایک دن خدا کے سامنے اس کی باز پُرس ہونی ہے۔

(۴۷) سچ ایمان کی جڑ ہے۔

(۴۸) جو بات تم اپنے لیئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لیئے بھی ہرگز پسند کرو۔ ع آنچہ بر خود نپسندی بہ دیگرے مپسند۔

(۴۹) دوسروں کو جس بات کی نصیحت کرو پہلے خود اُس پر عمل کرو۔

غُصّے کو پی جانے والوں اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے اور احسان کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ جو بات تم کو[2] پسند نہ ہو وہ دوسروں کے لیئے پسند نہ کرو ۔ ۱۲

آپ[1] را فضیحت و دیگراں را نصیحت کی مصداق نہ ہو۔

(۵۰) دکھ بیماری کو تھوڑا نہ سمجھو۔ فوراً علاج کرو ورنہ جڑ پکڑ جانے کے بعد مشکل ہوگی ؎ سر چشمہ[2] شاید گرفتن زمیل۔ چو پر شد نہ شاید گزشتن بہ پیل۔

(۵۱) بچوں کو نہلا دھلا کر صاف ستھرا اور اچھے لباس میں رکھو۔ ننگے پاؤں نہ پھرنے دو۔

(۵۲) بچوں کو چیچک کا ٹیکہ لگواؤ۔

(۵۳) کھانا بن بھوک اور بے وقت نہ کھاؤ۔ ثقیل غذا سے پرہیز کرو۔ بھوک سے ذرا کم کھاؤ۔

(۵۴) دنیا کو سرائے سمجھو۔ موت کو ہر وقت یاد رکھو

(محمدی بیگم مرحومہ۔ باضافۂ مناسب)

حقوق الزوجین

جتنے قسم کے تعلقات آدمی کو اپنے ہم جنس کے ساتھ رکھنے پڑتے ہیں سب میں زیادہ قوی زناشوئی کا تعلق ہے۔ اول تو اتنا گہرا اور گاڑھا اختلاط اور کسی تعلق میں نہیں ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ[3] دوسرے کوئی اور تعلق اتنا ممتد اور دیرپا نہیں ہوتا۔ تیسرے اس تعلق کی بنیاد ہی دوستی اور باہمی محبت پر جس کو طرفین کی اغراض اور حاجتیں

---

[1] آپ تو کرو نہیں اور لوگوں دوسروں کو نصیحت کرتے
[2] چشمے کے شروع مقام کو ذرا سی کیل سے بند کر سکتے ہیں اور جب پھیل جاتا ہے تو اس میں سے ہاتھی بھی نہیں گزر سکتا۔ ۱۲
[3] عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو۔ ۱۲

آخر تک تازہ اور مستحکم کرتی رہتی ہیں - ہم کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تعلق کے بدون مرد اور عورت دونوں اپنی اپنی جگہ ناقص الخلقت ہیں اور یہی ایک تعلق ہے جو دونوں کو ملا کر پورا ایک آدمی بناتا ہے - خدا کو ایک وقت خاص تک بنی آدم کا آباد رکھنا منظور ہے اور اس تعلق کے بدون نہ اکیلا مرد نسل کو چلا سکتا ہے اور نہ اکیلی عورت یعنی خدا نے مرد اور عورت میں امتیاز اسی غرض سے رکھا ہے کہ دونوں مل کر خدا کے ارادے کی تکمیل کریں - زن و شو کی مثال شربت کی سی ہے کہ اس کے دو جز ہیں جُدا گانہ شکر اور پانی - دونوں گھل مل کر ایک ذات ہو جائیں تو شربت بنے - یہ بات اسی رشتے میں دیکھی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے مال متاع - اولاد رنج و راحت - آبرو - ہر چیز اور ہر حالت میں مرد اور عورت کی لازمی شرکت قائم ہو جاتی ہے - جیسا یہ تعلق ضروری اور با وقعت ہے ویسا ہی خدا اور خدا کے رسول نے شروع سے آخر تک اس کے ہر ہر پہلو پر نظر کر کے ایسے قاعدے ٹھیرا دیئے ہیں صاف صاف اور واضح کہ مرد اور عورت دونوں ان پر پورے پورے کاربند ہوں تو دنیا کی زندگی میں بہشت کا مزہ آ جائے مگر اول تو خدا رسول کا کہنا کوئی سنتا نہیں اور جو سنتا ہے وہ مانتا نہیں نتیجہ یہ ہے کہ جدھر جاؤ جھگڑے جہاں دیکھو فساد جس سے سنو شکایت - غریبوں کے ہاں تو نہ ہوتے جھگڑے ہیں مگر خوش حال گھروں میں اس سے بڑھ کر فسادات ہیں

بڑی بات جو اصل الاصول ہے وہ یہ ہے کہ خانہ داری کی ساری مزیداری محبت میں ہے۔ محبت ہی ایک چیز ہے جو تمام مشکلوں کو آسان اور تکلیفوں کو آرام کر دیتی ہے اور چوں کہ داعیۂ محبت ہمہ وقت موجود نہیں ہوتا۔ محبت کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے فرائض کو جانیں پہچانیں اور شرع سے تجاوز نہ کریں تاکہ تخمِ محبت حفظِ حقوق اور ادائے فرائض کی آبیاری سے نشو و نما پاتا رہے ہم مسلمانوں کی خانہ داریوں میں بڑا نقص یہ ہے کہ نہ محبت کی پروا کی جاتی ہے نہ حقوق و فرائض کا لحاظ۔ ہماری خانہ داریوں کی بسم اللہ ہی غلط ہوتی ہے معاہدہ کرے کوئی اور نباہ کرے کوئی جیسے قرض لے کوئی ادا کرے کوئی حق تو تھا اولاد کا ہی بیٹے ہوں یا بیٹیاں کہ اپنا جوڑا آپ انتخاب کریں۔ مگر والدین مغلوب رسم و راہ ہو کر اولاد کا یہ حق غصب کر لیا ہے اور یہی جڑ ہے تمام بے لطفیوں اور تمام فسادات اور تمام خرابیوں کی جو خانہ داری میں دیکھی ہو والدین نے اولاد کا یہ حق تو غصب کیا اور ایک حق زبردستی اپنے اوپر لازم کر لیا کہ پرورش کی طرح اولاد کا بیاہ دینا بھی ماں باپ کا فرض ہے اور یہی خیال انسانوں سے مل کر محرک ہوا کرتا ہے کہ ابھی اولاد بیاہ کی حقیقت اور اس کے نتائج کے سمجھنے کے قابل بھی نہیں ہوتی کہ ماں باپ کو بیاہ بارات کی جلدی پڑ جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اولاد کو

[1] محبت کا اقتضا۔ [2] ہر وقت۔ [3] بالکل۔ [4] بڑھتا۔ [5] چھین۔ [6] آمادہ کرتا ہے۔ ۱۲

بیاہ کی ضرورت نہیں تو آگے چل کر پیش آئے گی اور دنیا کے دستور نے بیاہ کے
معاملے کو شرم ناک بنا رکھا ہے اُسی دستور نے بیاہ کے ساتھ چند در چند
مصارف بھی لازم کر دیے ہیں بعض ضروری اور اکثر فضول جن کا سرانجام گنواروں
سے نہیں ہو سکتا یہی مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے اولاد کے بیاہ کا بار
ماں باپ کو اپنے اوپر اٹھانا پڑتا ہے۔ ہم ان مجبوریوں کو خوب سمجھتے ہیں
اور ماں باپ کو اس بار سے سبکدوش کرنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی
تاہم اتنی صلاح تو ضرور دیں گے کہ مجبوری کو مجبوری ہی سمجھیں۔ اتنے سے بھی
بہت کچھ اصلاح ہو جائے گی۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اولاد جب تک
عمر کے لحاظ سے بیاہ کے قابل نہ ہو بیاہ کا نام ہی نہ لیں۔ عمر کے علاوہ
پہلے ہی سے اس بات کا بھی خیال کر لینا چاہیے کہ بیاہ ہوئے پیچھے میاں
بیوی لطف سے ہوں یا بے لطفی سے ہوں اکثر تو بے لطفی ہی سے ہوتا ہے اور [illegible]
ضرور الگ گھر کریں گے۔ شہروں میں یوں ہی ہوتی آتی ہے ورنہ شہروں اور قصبوں
اور دیہات میں اتنے الگ الگ گھر کیسے بستے۔ بیٹی والے تو شروع ہی سے
بیٹی کو الگ گھر کرنے کی صلاح دیں گے۔ بیٹے والے چاہیں گے کہ بیٹا بہو جدا نہ ہوں۔
بیٹے کو اسی دن کے لیے پالا ہے پرورش کیا ہے کہ بڑھاپے میں کمائے اور ان کو
کھلائے غرض ساس بہو میں کشمکش ہو کر لڑائیاں پڑیں گی اور لوگوں کو معلوم نہیں
ہر ہونے والے پیچھے میں لکھا ہوتا ہے کہ بہو کی جیت ہوگی اور ہوتی ہے۔ بھلا کہیں لیچے
بھی چھوٹے ہوئے ہیں۔ آخر بہو میاں کو ساتھ لے بیٹھ لبو بے
تو اپنے میکے میں نہیں تو کسی اور گھر میں جا رہتی ہے۔

۱ سنت کر کے۔ اغلباً۔ ۱۲

اپنی چکّی اپنا چولھا، جو چاہا پکایا جو چاہا کھایا کوئی روکنے والا نہیں۔ تو جب معلوم ہوا کہ بیاہ ہوئے پیچھے میاں بیوی اوپر سو پر ضرور الگ گھر کریں گے تو ماں باپ کا فرض ہے اور اولاد کی خیر خواہی بھی اسی کی متقاضی ہے کہ بیاہ سے پہلے اولاد کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے یعنی الگ گھر کر بیٹھنے کے لائق بنا دیں۔ مرد ہو تو وہ اس جوگا ہو کہ اپنی کمائی سے بی بی بچوں کے خرچ بات کی کفالت[1] کر سکے۔ عمر کے ساتھ یہ بات بھی دیکھنے کی ہے اور لوگ دیکھتے بھی ہیں کہ دولھا عمر میں دُلھن سے سے بڑا ہونا چاہیئے جب ہم نے یہ کہہ دیا کہ جب تک اولاد عمر کے لحاظ سے بیاہنے قابل نہ ہو تو اولاد کے بیاہ کا نام ہی نہ لیں تو ہم تعیین[2] عمر کو والدین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔ اب فرض کرو کہ اولاد بیاہنے قابل ہوئی اور اس سے بھی اطمینان ہوا کہ لڑکا اپنی حیثیت کی قدر کماتا ہے اور لڑکی ہے تو ماں کے ہاتھ کے تلے رہ کر خانہ داری کا سلیقہ سیکھ چکی ہے تو شوق سے ان کے کارِ خیر[3] کا فکر کرو۔ مگر جہاں تک ہو سکے غیر جگہ۔ اپنایت میں نہیں۔ غیر جگہ ناطہ کرنے سے اول تو میل جول بڑھتا ہے دوسرے اکثر دیکھا گیا ہے کہ اپنایت میں جلد دلوں میں فرق پڑ جاتا ہے۔

تیسرے حکیم لوگ کہتے ہیں اور دلیل ہی سے کہتے ہوں گے۔ خدا جانے

---

[1] ذمہ داری۔ [2] مقرر کرنا۔ [3] اچھے کام۔ یعنی شادی بیاہ کا۔ ۱۲

کیا بات ہے کہ اپنایت کی نسل کم زور ہوتی ہے۔ سچ پوچھو تو یہ کام بڑا ہی مشکل کام ہے[۱] لگا تو تیر نہیں تو تکا۔ اچھا کیا تو خدا نے اور برا کیا تو بندے دو آدمیوں کی اگلی زندگی کا اور اُن کی نسل کا فیصلہ کرنا ہے اور آدمی کی طبیعت کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ۔ اچھا خاصہ دیکھ کر لیا ہے۔ تھان پر ہاتھ پڑنے کی دیر تھی کہ ننخ عیب شرعی نکال لایا بُرا ہے کوئی ہاتھ نہیں دھرتا۔ لینے کی ہامی نہیں بھرتا۔ دو بول کیا پڑھے گئے کہ ہماری بادی چھپٹ چھپٹا کر صاف ستھرا شائستہ۔ چوں کہ اس تعلق کی مزیداری موقوف ہے رغبت اور میلان پہ اور مرد ہو یا عورت ہر ایک کا مذاق مختلف۔ ایک دوسرے سے اجنبی۔ حیا مانع اظہار مانی الضمیر جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔ ۵

چہ داند مردم کہ در جامہ کیست نویسندہ داند کہ در نامہ چیست

غرض بڑی پیچی گانٹھ ہے۔ کسی کے کھولے کھل نہیں سکتی۔ ماں باپ ہی کا جگرا ہے کہ اولاد کے بیاہ کا بیڑا اٹھا بیٹھتے ہیں اور جگرا کیا ہے اُن کو اپنے ارمانوں کے آگے حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ ان باتوں پر نظر ہی نہیں اور ہے تو لین دین پر۔ چڑھاوے اور جہیز پر۔ مہر کے

---

[۱] کبھی کچھ کبھی کچھ۔ جو بات دل میں ہو۔[۲] کوئی کیا جان سکتا ہے کہ کون کیسا ہے۔ البتہ لکھنے والا جانتا ہے کہ خط میں کیا لکھا ہوا ہے۔[۳] کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔
۵ کامیابی ہوئی تو خیر ورنہ بُرائی تو بدھی بات ہے۔ ۱۲

پھر اُوپر دھوم دھڑکے پر حسن و صورت، شکل پر کہیں ذات اور نسب پر اور جو ضروری بات دیکھنے کی ہے بیاہ والوں کی دلی رغبت۔ لڑکے کی لیاقت لڑکی کا سلیقہ ان سے بحث نہیں۔ اچھوتا لی جیسی سوہے میں لڑکھن۔ یہ بات تو ابھی تمدن ہوتی دکھائی نہیں دیتی کہ بیاہ والے اپنے بیاہ کی باتوں میں کھلم کھلا دخل دے سکیں مگر پھر بھی اگر ماں باپ توجہ کریں تو بہتیری تدبیریں ہیں۔ مولویوں کے سمجھانے سے ناچ رنگ ڈھول ڈھمکے سہرے۔ کنگنے۔ منڈھے وغیرہ خلاف شرع رسموں میں کسی قدر کمی ہو چلی ہے۔ اس پر بھی شاید ہی کوئی نکاح ہوتا ہوگا جس میں فضول مراسم کی پابندی کی وجہ سے نامشروع بدعتوں کے علاوہ اسراف نہ ہوتا ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ[1]۔ جن کو اندرونی حالات کی خبر نہیں مسلمانوں کے طرزِ تمدن پر اور طرزِ تمدن پر ہو تو مضائقہ نہیں مذہب پر منہ پھاڑ پھاڑ کر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو بہت ہی مجبور کر رکھا ہے۔ اے کاش یہ لوگ کسی متوسط الحال کے گھر نکاح کی تقریب میں شریک ہوں تو دیکھیں کہ امورِ خانہ داری میں عورتوں کے آگے مردوں کی ایک نہیں چلتی۔ خیر جس طرح بھلی طرح جس طرح بھی ہو نکاح ہو جائے تو ماں باپ کی پہلی کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ بیٹا بہو الگ گھر کر کے رہیں۔ ۵

---

[1] اللہ تعالیٰ فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتا۔ دریدہ دہنی سے بے دھڑک۔ ۱۲

اہلِ تجارت کہ گہر سفتہ اند خانہ جدا گور جدا گفتہ اند

اور اگر اس بات کا انتظار ہے کہ جو تنبیوں میں دال بٹ کر الگ ہوں تو خیر ہر کسے مصلحتِ خویش نکو می داند (از الحقوق و الفرائض)

مردوں کے حقوق عورتوں پر

(۱) مرد عورتوں کے سر دھرے ہیں (اس کے دو) سبب (ہیں ایک) یہ کہ (آدمیوں میں) اللہ نے بعض (یعنی مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر (دل کی مضبوطی اور جسمانی توانائی میں) برتری دی ہے اور (دوسرا) سبب یہ کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنا مال خرچ کیا ہے۔

(۲) تو جو نیک (بیبیاں) ہیں (مردوں کا) کہا مانتی ہیں (اور) خدا کی عنایت سے (اُن کے) پیٹھ پیچھے (ہر ایک چیز کی) حفاظت رکھتی ہیں

(۳) اور تم بیبیوں کے سر چڑھنے کا اندیشہ ہو تو (پہلی دفعہ) اُن کو سمجھا دو پھر اُن کے ساتھ ہم بستری موقوف کرو اور (اس پر بھی نہ مانیں تو) اُن کے ساتھ مار پیٹ سے پیش آؤ۔

(۴) پھر اگر تمہاری بات ماننے لگیں تو تم بھی اُن پر (ناحق کے جھگڑے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈھتے پھرو اللہ (سب پر) غالب

تجربہ کار لوگ جو باتوں میں موتی پرو گئے ہیں وہ کہہ گئے ہیں کہ قبر اور گھر ہر شخص کا الگ الگ ہونا چاہیے[۲] رسوائی ہو کر[۳] فضیحت ہو کر اپنی اپنی مصلحت سب (خوب) جانتے ہیں۔[۴] مال سے مراد ہے مہر اور نان و نفقہ۔[۵] ہر چیز کی حفاظت سب سے زیادہ ضروری ہے اور اس آیت میں غالباً یہی مراد ہے وہ عصمت ہے اور اس کی تدبیر مطمئن و متعین ہے پردہ۔[۶] حدیث شریف میں

صرف ہوئے سے مارنے پیٹنے کی اجازت ہے اور ایسا مارنا پیٹنا تو بے تکلفی کی حالت میں یوں بھی ہو جاتا ہے۔

اور بڑا ازبردست) ہے (تو اس سے ڈرتے رہو) منگیتر[1] کا پہلے
سے دیکھنا شرطِ نکاح اور حکم واجب العمل نہیں رہی وجہ ہے کہ اس بارے میں
ائمہ کا اختلاف ہے امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے
ہیں کہ مخطوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھنا جائز نہیں اور امام مالکؒ
کہتے ہیں کہ عورت سے اجازت لے کر دیکھنا جائز ہے بلکہ مشفقانہ
اور بزرگانہ صلاح ہے کہ ممکن ہو تو پہلے سے دیکھ لینا چاہیئے اور اس
لیئے کہ لوگ عموماً عورتوں میں حسن صورت ڈھونڈتے ہیں مگر ہمارے
ہندوستان کے شرفا اس کو جائز نہیں رکھتے اور مصلحت وقت
بھی یہی چاہتی ہے اور دیکھنا نہ بھی ہو سکے تو متجسّس[2] کرنے والا بہت کچھ
دریافت کر سکتا ہے۔ حدیث سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جناب رسولِ خدا
صلعم کے عہد میں بھی پردے کا دستور تھا۔

حدیث۔ حضرت انس کہتے ہیں جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا
کہ عورت جب پنج وقتہ نماز ادا کی (جو اس پر فرض ہے) اور مہینے
بھر کے روزے رکھے اور پاک دامنی اختیار کی اور شوہر کی فرمانبرداری
بجالائی تو جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے گی
داخل ہو گی۔ حدیث طلق ابن علی کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا آدمی جب اپنی بی بی کو کسی ضرورت کے لیئے بلائے

---

[1] جس سے منگنی ہوئی ہو۔ [2] ڈھونڈنے والا ۱۲

تو اسے فوراً آنا چاہیے اگرچہ شغلِ ضروری (مثلاً روٹی پکانے) میں مشغول ہو اور مال کے ضائع ہو نیکا اندیشہ ہوا۔

حدیث۔ قیس ابن سعد کہتے ہیں کہ میں شہر حیرہ میں گیا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں اپنے دل میں کہا کہ جناب رسولِ خدا صلعم زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کہ اُن کو سجدہ کیا جائے چنانچہ جب میں رسول خدا صلعم کے پاس آیا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے حیرہ میں دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ فرمایا بھلا تبلا تو سہی اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا اُسے بھی سجدہ کرے۔ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا مجھے سجدہ نہ کرو اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدے کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیوں کہ خدا نے مردوں کا حق عورتوں پر بہت کچھ ٹھیرایا ہے۔

حدیث۔ عمرو ابن احوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ لوگو! عورتوں کے حق میں میری وصیت قبول کرو۔ میں اُن کے بارے میں تمھیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیوں کہ وہ تمھارے ہاتھوں میں قیدی کے منزلے میں ہیں۔ تم بجز اس کے کہ خدا نے اُن سے متمتع ہونا تمھارے واسطے حلال کر دیا ہے اور کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ مگر ہاں جب کھلی ہوئی بے حیائی کی

مُرتکب ہوں۔ پس اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو اُن کے ساتھ ہم بستری موقوف کر دو اور ناگوار اور نشان ڈالنے والی مار نہیں بلکہ ہوُلے سے مارو پھر اگر وہ تمہارا کہا ماننے لگیں تو تم بھی اُن پر (ناحق کے چھڑے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو۔ بے شک تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارا حق تو عورتوں پر یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو گھروں میں آنے اور تمہارے فرش پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیں جن کا تمھیں آنا اور عورتوں سے باتیں کرنا ناگوار گزرتا ہو اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ اُنھیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ۔

حدیث دوم۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کے لیئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اور اگر مرد عورت کو حکم دے کہ لال پہاڑ کے پتھر کالے اور کالے پہاڑ کے پتھر لال کی طرف ڈھو ڈھو کرے جائے تو ایسا کرنا اُسے لائق وسزاوار ہے" لال پہاڑ کے پتھر کالے اور کالے پہاڑ کے پتھر لال پہاڑ کی طرف ڈھونے سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ خاوند اپنی بی بی کو کسی ایسے مشکل اور محال کام کی فرمایش کرے جو اُس کی طاقت سے باہر ہو تاہم اُس کی تعمیل میں اُسے بے عذر کوشش کرنی چاہیئے۔

حدیث سوم۔ اُمّ المومنین بی بی اُمّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے

جناب رسولِ خدا صلعم کو فرماتے سنا کہ جو عورت اس حالت میں مری کہ اُس کا شوہر اُس سے خوش تھا تو وہ جنّت میں جائے گی۔

حدیث ۔ معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو اُس کی بی بی حورِ عین کہتی ہے کہ خدا تجھے غارت کرے۔ اسے تکلیف مت دے۔ یہ تو تیرے پاس مسافرانہ زندگی کرتا ہے۔ قریب ہے کہ تجھ سے مفارقت کر کے ہم میں آ ملے گا۔

حدیث ۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ایک عورت جناب رسولِ خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ہم پیغمبر صاحب کے پاس موجود تھے۔ عورت نے عرض کیا کہ میرا شوہر **صفوان ابن المعطّل** مجھے مارتا ہے جب میں نماز پڑھتی ہوں اور افطار کرا دیتا ہے جب میں روزہ رکھتی ہوں اور خود یہ کہ سورج نکلتے تک فجر کی نماز نہیں پڑھتا۔ راوی کا بیان ہے کہ صفوان اس وقت پیغمبر صاحب کے پاس موجود تھے۔ پیغمبر صاحب نے اُن سے دریافت کیا تو عرض کیا یا رسول اللہ اس کا یہ کہنا کہ مجھے مارتا ہے جب میں نماز پڑھتی ہوں تو اصل یہ ہے کہ عورت نماز میں دو دو سورتیں پڑھے چلی جاتی ہے (یعنی قرأت دراز کرتی ہے)، اور میں اسے تطویلِ قرأت سے منع کر چکا ہوں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا اگر نماز میں ایک سورت بھی پڑھی جائے گی تو وہ لوگوں کو کافی ہو جائے گی۔ پھر

صفوان نے کہا اور اس عورت کا یہ کہنا کہ وہ (یعنی میں) افطار کرا دیتا ہے جب میں روزہ رکھتی ہوں۔ تو بات یہ ہے کہ جب یہ روزہ رکھتی ہے تو برابر رکھے ہی چلی جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں زیادہ دنوں مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ اس پر جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی بے اجازت روزہ نہ رکھے" (اس سے نفلی روزے مراد ہیں) (اس کے بعد صفوان نے کہا) اور اس عورت کا یہ کہنا کہ میں صبح کی نماز سورج کے نکلنے تک نہیں پڑھتا تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم لوگوں کی عادت ہی اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ راتوں کو کھیتی اور باغ میں پانی دینے کی وجہ سے سوتے نہیں اور جب تک سورج نکل آئے جاگ سکتے نہیں پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ صفوان! تو جس وقت جاگے فوراً نماز پڑھ لے۔

حدیث۔ جابر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا تین شخص ہیں جن کی نہ تو نماز ہی قبول ہوتی ہے نہ ان کی کوئی نیکی ہی اوپر چڑھتی ہے۔ ایک بھگوڑا غلام۔ یہاں تک کہ اپنے آقاؤں کے پاس لوٹ نہیں آجائے اور اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھوں میں رکھے۔ دوسرے وہ عورت جس سے اُس کا شوہر ناخوش ہو تیسرے مست آدمی حتیٰ کہ ہوش میں آجائے۔

حدیث۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلعم سے

کسی نے عرض کیا کہ عورتوں میں بہتر عورت کون سی ہے۔ فرمایا وہ کہ جب مرد اُس کو دیکھے تو اُسے خوش اور شاداں کر دے۔ مرد حکم کرے تو اُس کا حکم بجا لائے اور اپنی جان و مال میں اُس کی کسی ایسی بات میں مخالفت نہ کرے جو اُسے ناگوار گزرے۔

حدیث - حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ جو شخص چار چیزیں دیا گیا وہ دنیا اور دین دونوں کی فلاح و خیر دیا گیا (۱) قلب شاکر۔ (۲) زبان ذاکر (۳) جسم صابر یعنی بلاؤں پر (۴) عورت جو نہ تو اپنی ذات ہی میں شوہر کی خیانت کرنی چاہے اور نہ خاوند کے مال ہی میں۔ احادیث مذکورہ بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت پر خاوند کا بہت بڑا حق ہے اور ہونا بھی چاہیئے کیونکہ عورت حقیقت میں خاوند کی خدمت گزار ہے جیسا کہ اوپر ایک حدیث میں گزر چکا ہے کہ اگر خدا کے سوا اور کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو عورتوں کو حکم دیا جاتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ جہاں خاوندوں کے عورتوں پر اور حقوق ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ عورت گھر میں بیٹھی رہے۔ خاوند کے بے حکم باہر نہ جائے۔ دریچے پر نہ آئے۔ چھت پر نہ چڑھے۔ پڑوسیوں سے زیادہ باتیں نہ کرے اور بلا ضرورت اُن کے گھروں میں بھی نہ جائے۔ اپنے شوہر کی خیر خواہی اور بھلائی پر ہمیشہ ہمت خرچ کر دے۔ خلوت میں جو اس میں اور شاہ عورت میں ہے کسی سے نہ کہے

کسی سے بیان نہ کرے۔ ہر کام میں خاوند کے مقصود اور خوشی کو
مدِ نظر رکھے۔ خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ خاوند پر مہربانی
رکھے۔ جب خاوند کا کوئی دوست دروازہ کھٹکھٹائے تو اس طرح
جواب دے کہ خود پہچان نہ پڑے اور یہ معلوم نہ ہو کہ صاحبِ خانہ کی
بی بی بول رہی ہے۔ خاوند کے دوستوں سے پردہ کرے تاکہ وہ اسے
پہچانیں نہیں جس قدر میسّر ہو اُسی پر خاوند کے ساتھ قناعت کرکے
زیادہ طلبی کا خیال نہ کرے۔ خاوند کا اقربا اپنے عزیزوں سے حتی کہ
اپنے والدین سے بھی زیادہ کرے۔ اپنے تئیں ہمیشہ صاف اور
ستھرا رکھنے کی کوشش کرے۔ جو کام اپنے ہاتھ سے کر سکتی ہے
اُس کو انجام پہونچانے میں دریغ نہ کرے۔ خاوند کے سامنے اپنی
خوب صورتی اور حُسن و جمال پر فخر نہ کرے۔ اُس کے احسان کی ناشکری
نہ کرے۔ یہ کبھی نہ کہے کہ تُو نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جناب
پیغمبر صلعم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ کو دیکھا تو اُس میں سب سے زیادہ
عورتیں پائیں۔ اس کا سبب پوچھا۔ معلوم ہوا کہ اپنے خاوندوں کے
لعن طعن اور اُن کی ناشکری اور ناحق شناسی کرنے کی وجہ سے ان کا
یہ حال ہے۔ خلاصہ یہ کہ میاں بی بی کی معاشرت کے بارے میں عام
قاعدوں کے ٹھیرانے کی ضرورت نہیں اور ممکن بھی نہیں لوگوں کے
مزاج اور مذاق اس قدر مختلف ہیں کہ ہر ایک کا طرزِ معاشرت

اپنے طور کا ہوتا ہے۔ عام صلاح جو عورتوں کو دی جا سکتی ہے یہ ہے کہ ہر ایک عورت اپنے شوہر کی رضا جوئی کو ہمہ وقت اپنا فرض مقدم سمجھے اور اُس کو ناخوش ہونے کا موقع نہ دے مگر اس کے لیۓ صبر و تحمل اور نفس کُشی اور مزاج شناسی کی ضرورت ہے تو ان صفتوں کو اپنے میں پیدا کرے یہاں تک کہ طبیعتِ ثانیہ ہو جائے اور خانہ داری میں امن و سکون اور عافیت اور سچی محبت کی حکومت ہو۔

(از الحقوق والفرائض۔ ملخص شدہ)

میاں بیوی کے تعلقات پر ایک تبصرہ

اس تعلق کا دارومدار رغبت اور محبت پر ہے بلکہ رغبت اور محبت کی جگہ لفظِ تعشّق استعمال کیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا اور رغبت اور محبت کی مثال میرے نزدیک درخت کی سی ہے کہ ایک دم سے سموچے کا سموچا زمین سے نہیں نکل کھڑا ہوتا بلکہ اس کا بیج بویا جاتا ہے پھر وہ جڑ پکڑتا ہے پھر پھوٹتا ہے۔ پھر اس میں کونپل نکلتی ہے پھر پتے لگتے ہیں پھر پھیلتا اور بڑھتا ہے پھر پھولتا اور پھلتا ہے بعینہ یہی حال ہے رغبت اور محبت کا۔ دو طبیعتوں میں ایک طرح کی خلقی مناسبت ہوتی ہے۔ پھر ساتھ رہنے سے اُنس پیدا ہوتا۔

ڈورے دل کو مارنا۔ میلان۔ توجہ۔ پورے کا پورا۔ بجنسہٖ۔ اصلی۔ تعلق۔ ۱۲

اُنس سے اُلفت۔ اُلفت سے رغبت اور آخر کار رغبت سے محبت۔ پھر آگے محبت کے مدارج[1] ہیں جن دو شخصوں نے ایک دوسرے کو دیکھا نہیں ایک دوسرے کے پاس نہیں بیٹھے۔ ساتھ نہیں رہے ایک دوسرے سے بات نہیں کی۔ ایک دوسرے کے شریک رنج[2] و راحت[3] نہیں ہوئے کیوں کر ایک کو ایک کی محبت ہو سکتی ہے۔ پس ہمارے یہاں کا تعلقِ زناشوئی[4] ایک طرح کا جُوا ہے۔ لوگ جیتتے بھی ہیں اور ہارتے بھی ہیں اور چوں کہ محبت ایک سے کرنے سے نہیں ہوتی۔ جیتنے کا احتمال[5] ایک ہے تو ہارنے کے دو اور یہی وجہ ہے کہ اکثر خانہ داریوں میں فساد سُنے جاتے ہیں۔ سب سے زیادہ مشکل اُن لوگوں کی ہے جنھوں نے انگریزی پڑھی ہو یا پڑھ رہے ہیں اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ انگریزی پڑھنے سے معلومات میں وُسعت[6] اور خیالات میں آزادی آجاتی ہے۔ اور ایک خاص طرح کا مذاق پیدا ہوتا ہے۔ پُرانے خیالات کے ہندوستانیوں سے بالکل جُدا[7] اور ممتاز بلکہ متباین[8]۔ اختلافِ رائے۔ اختلافِ وضع اختلافِ خیالات کے ہوتے دوسرے تعلقات تو خیر بُری طرح یا بھلی طرح نبھ بھی سکتے ہیں۔ لیکن یہ خاص تعلق یہ تمام تعلقات سے

1 درجے۔ 2 تکلیف۔ 3 آرام۔ 4 میاں بیوی۔ 5 شک۔ 6 پھیلاؤ۔ 7 الگ۔ 8 جو الگ پہچان لیا جائے۔ ایک سے دوسرے میں فرق۔ تحفۂ۔ ۱۲

قوی تر تعلق ہیں نہیں سمجھتا کہ ایک دن بھی خوش اسلوبی سے نبھ سکتا ہے
جو شخص اپنے برابر والوں کو بلکہ اپنے سے بڑوں کو صرف پُرانے خیالات کی وجہ سے مُنہ سے نہ بھی کہے تو دل سے ضرور حقیر سمجھے کیوں کر مانوس ہو جائے گا اُس عورت سے جس کو اس کے سے خیالات چھو بھی نہیں گئے۔ کیا وہ شخص خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ جب وہ عورتیں مل کر بیٹھیں اس کی بدی اُس کی غیبت کے علاوہ اُن میں کوئی مذکور نہ ہو۔ کیا وہ خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ جن باتوں میں اس کو دل چسپی ہے گھر میں کسی کو اُس سے لگاؤ نہیں۔ کیا یہ خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ جتنی دیر گھر میں رہے اکیلا پڑا ہوا کتاب دیکھا کرے یا اخبار پڑھا کرے اس لیئے کہ گھر والی کے ساتھ گفتگو کی سلسلہ جنبانی کرنے کو یہ کوئی مطلب نہیں پاتا۔ کیا یہ خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ خیالات کے اعتبار سے بی بی کو ایک انچ اُبھار نہیں سکتا اور اُس کے پست خیالات میں شریک ہونے کے لیئے اپنے تئیں گرا نہیں سکتا۔ کیا یہ خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ سارے گھر کی روزی پیدا کرنے کے لیئے یہ اکیلا دن بھر مصیبت جھیلے اور رات کو تھکا ماندہ گھر آئے تو کوئی آشنانہ

عمدگی۔ اچھی طرح۔ جس میں دل لگے۔ تعلق۔ بات کا شروع کرنا۔ تحریک کرنا۔ لحاظ۔ کم درجے کے۔ نیچے۔ ۱۲

کہ اس کو صلاح[1] بتائے باز بانی[2] سہار رالگائے۔ کیا یہ خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ پردیس میں ہو تو صرف اس وجہ سے کہ بی بی پڑھی لکھی نہیں نہ اپنی کہہ سکے اور نہ اُس کی سُن سکے۔ کیا یہ خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ ماں کی بے تدبیریوں سے اس کے بچے ہلاک ہوں وہ پڑیں بیمار اور دوا کے عوض[3] ان کو پلائے جائیں تعویذ۔ باندھے جائیں گنڈے اُتارے جائیں ٹونے ٹوٹکے۔ مانی جائیں منتیں۔ کیا یہ خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ اولاد کی ابتدائی[4] تربیت میں ایسی غلطیاں کی جائیں کہ ساری عمر اُن کی اصلاح نہ ہو سکے۔ یہ اعتراض ایک حد تک بظاہر درست معلوم معلوم دیتے ہیں لیکن ایسے لاجواب[5] اور مسکت[6] بھی نہیں ہیں کہ اُٹھائے نہ جا سکیں۔ گو یہ رائے مدلل[7] ہے مگر غلطی اور مبالغے[8] سے خالی نہیں۔ قرار دادہ اصول[9] میں بڑی بھاری[10] غلطی کی ہے کہ تعلق زناشوئی ہونا چاہیے نتیجہ محبت یعنی طرفین[11] میں پہلے رابطہ[12] محبت قائم ہولے اس کے بعد یہ تعلق ہو۔ ہم بالکل اس کے برخلاف[13] سمجھتے ہیں اور ہمارا خیال یہ ہے کہ محبت پیدا ہوتی ہے تعلق زناشوئی کے بعد۔ بے شک دو اجنبی جن میں مطلق سابقہ[14] معرفت[15] نہیں ایک دوسرے کی طرف رغبت کرنے کا مادّہ[16] ودیعت[17]

---

[1] مشورہ دے۔ [2] مدد دے۔ [3] بدلے۔ [4] شروع شروع کی۔ [5] جس کا جواب نہ ہو سکے۔ [6] بند کر دینے والی۔ ایسی بات جس کے جواب میں آدمی بند ہو جائے۔ [7] موجہ۔ با دلیل۔ [8] کسی بات کو اصلیت سے بڑھا چڑھا دینا۔ [9] قاعدوں کا مقرر کرنا۔ [10] ناپسندیدہ [11] دونوں طرف سے [12] سلسلہ تعلق۔ [13] برعکس۔ اُلٹا۔ [14] اور پہلے کچھ۔ [15] جان پہچان کا تعلق ہی نہیں۔ [16] خواہش۔ [17] امانت

رکھا ہے۔ نکاح سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ مرد اور عورت کو ایک
دوسرے کی طرف رغبت کرنے کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ موقع پاکر وہ
دونوں ایک دوسرے کی طرف رغبت کرتے ہیں جس کو تخمِ محبت[1]
کہنا چاہیئے اور آخر کار ان میں محبت پیدا ہو بھی جاتی ہے اور جتنی خانہ داریاں
ہیں سب مظاہر[2] ہیں اسی محبت کے۔ معترض[4] صاحب نے محبت[3]
کے پیچ کو بہت زور سے کس دیا ہے اور وہ اس موانست[5] کو جو تعشق[6]
سے کم ہو محبت نہیں کہنا چاہتے یہ بھی ان کی غلطی ہے۔ تعشق کیا چیز ہے؟
بے قراری کی محبت اور اس درجے کی محبت کو عقلا[7] اور حکما[8] اور اطبا[9]
اور صلحا ان میں سے کسی نے بھی جائز نہیں رکھا۔ ایسی ہی محبت
یعنی شیفتگی[10] ہے جس کو پیغمبر صاحب صلعم فرماتے ہیں۔ حُبُّ الدُّنیا رَأسُ
کُلِّ خَطِیئَۃٍ[11]۔ ایسی ہی محبت یعنی شیفتگی ہے جس کو اطبا نوعٌ[12] مِنَ الجنون
لکھتے ہیں۔ انتظامِ دنیا کے لیے ایسی گاڑھی محبت جو عشق اور شیفتگی کی
حد کو پہنچ گئی ہو درکار[13] بھی نہیں اور کیوں اس کو خانہ داریوں میں
ڈھونڈا جائے۔ جتنی معمولی طور کی محبت سے خانہ داریاں چلتی ہیں

[1] محبت کا بیج ہے۔ [2] جلوے۔ [3] کھلی باتیں۔ [4] اعتراض کرنے والا۔ [5] میل جول۔ لگا نگت۔
[6] عاشقی۔ [7] عقل مند لوگ۔ عاقل کی جمع ہے۔ [8] حکیم کی جمع ہے۔ لوگ غلطی سے حکیم اور طبیب میں
فرق نہیں کرتے۔ طبیب معالج بدن کو کہتے ہیں اور حکمت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حکیم وہ ہے جو
ہر فن میں کامل دستگاہ رکھتا ہو۔ ایسے ہی انگریزی لفظ ڈاکٹر کا ہے۔ معالج بدن کو فزیشن
کہتے ہیں اور ڈاکٹر مترادف ہے حکیم کے پس ڈاکٹر سید احمد خاں یا ڈاکٹر نذیر احمد کے معنے یہ نہیں
ہیں کہ وہ طبابت پڑھے ہوئے تھے بلکہ وہ عالم متبحر اور فاضل اجل کے ہم معنی ہے۔ [9] طبیب کی
جمع۔ [10] صالح کی جمع۔ لوگ۔ [10] گرویدگی۔ [11] دنیا کی محبت ہماری برائیوں کی جڑ ہے۔ [12] ایک قسم کا

اور چل سکتی ہیں عموماً[1] ہر گھر میں پائی جاتی ہو۔ اس سے کہ میاں بی بی کسی وقت کسی پر ردّ و کد[2] کر لیتے ہیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ ان میں محبت نہیں۔ وہ صبح کو روٹھے[3] اور شام کو منتے[4]۔ دن کو لڑتے اور رات کو پیار[5] اخلاص کرتے ہیں۔ (ملخص از رویائے صادقہ)

پردہ

مذہب کا تو دم وہ بھرتے ہیں بے پردہ بتوں کو کرتے ہیں

اسلام کا دعویٰ ایک طرف پاس کا قرار دائی ایک طرف
کیا کام چلے کیا رنگ جمے کیا بات بنے کون ان کی سنے
ہو اکبر بیکس ایک طرف اور ساری خدائی ایک طرف

معترض صاحب عجیب حکمت سے پردے کی بحث کو اڑا گئے ہیں لیکن جو ان کا اصل مطلب ہو وہ ان کی تمام تقریر سے ٹپک رہا ہو وہ حقیقت میں عورتوں کے پردے کے مخالف معلوم ہوتے ہیں کیوں کہ یہی پردہ ہو جو تعلقِ نکاح کے بدون مرد اور عورت میں اختلاط کا مانع ہو۔ لیکن بے پردگی سے جو شرمناک نتیجے یورپ اور امریکا میں پیدا ہوئے۔ ہمیشہ کے لیے ایک غیور[8] اور منصف مزاج آدمی کی آنکھیں نیچی رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ ۵

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا؟
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

[1] عام طور پر [2] بحث مباحثہ۔ حجت تکرار [3] ناراض ہوتے [4] ہموار ہو جاتے۔ مل جاتے [5] محبت۔ [6] سوائے [7] [illegible] گھل مل جائے [8] غیرت مند۔ ۱۲

شاید سو میں ننانوے ہوں گے جو بے پردگی کی رسم بد کو آج اٹھا دیں
اگر اُن کا بس چلے۔

چالیس سال ہو نئی روشنی کا دور کیوں کر اسے کہوں کہ سراسر فضول ہو
البتہ ایک عرض کروں گا دبی زبان گو خوش نما بہت ہو مگر بے اصول ہو

علاوہ بریں وہ محبت جس کو معترض صاحب نے اس تعلق کے لیے ضروری سمجھا ہو اور وہ ضروری ہو بھی پردہ داری کی صورت میں زیادہ محفوظ رہ سکتی ہو کیوں کہ عورت نہ اجنبی مرد کو دیکھتی اور نہ اُس کی نیت ڈانوا ڈول ہو سکتی۔ پردہ اس کو سکھاتا ہو کہ وہ صرف اپنے شوہر کے لیے ہو اور بس۔ پردے کی غرض و غایت کیا ہو عورت کی پاک دامنی اور ناموس کی حفاظت۔ لیکن جن لوگوں میں پردے کا دستور نہیں وہ بھی اپنی عورتوں کی پاک دامنی اور ناموس کی ویسی ہی حفاظت کرنی چاہتے ہیں جیسی ہم۔ ہم میں اُن میں اگر فرق ہو تو اتنا ہی کہ مثلاً ایک شخص نے خزانے کے صندوق پر قفل لگایا دوسرے نے قفل بھی لگایا اور صندوق کو ایسی جگہ رکھا کہ چور کی نظر نہ پڑے ہم پوچھتے ہیں اور معترض صاحب کے مُنہ سے سُننا چاہتے ہیں دونوں میں خزانے کی طرف سے مطمئن کون ہو۔ بے شک وہی

---

۱ بُرا طریقہ۔ ۲ اختیار ہو۔ قابو چلے۔ ۳ زمانہ۔ عہد۔ ۴ بالکل بے کار۔ ۵ اچھی۔ ۶ بے قاعدہ۔ ۷ حفاظت سے۔ ۸ بھٹکنا۔ ۹ منشا۔ مطلب۔ ۱۰ عزت۔ آبرو۔ ۱۲

جس نے قفل بھی لگایا اور صندوق کو ایسی جگہ رکھا کہ چور کی نظر نہ پڑے
گو کہ عصمت بھی سہی لیکن یہ پردہ ہندیا مسلموں کی جاہ و شان و تمکنت کی بات تھی
پردہ در[1] کہتا ہے اب اس کی ضرورت ہی نہیں میرزایانہ ادا تھی سلطنت کے ساتھ تھی
خون میں غیرت رہی باقی تو سمجھے گا کبھی خوب تھا پردہ نہایت مصلحت کی بات تھی

ہم اس کو مانتے ہیں کہ انگریزنیں ہماری عورتوں سے بہت (ڈاکٹر) زیادہ لایق ہیں۔ انتظام خانہ داری میں شوہروں کو خوش رکھنے میں۔ اولاد کی تربیت و تعلیم میں۔ بلکہ علمی لیاقت میں بھی۔ لیکن نہ بے پردگی کی وجہ سے بلکہ عام سوسائٹی کی شایستگی[2] اور تہذیب اور ترقی کی وجہ سے۔ ہم میں بھی لایق مردوں کی ماں بہنیں جورواں سے زیادہ لایق ہوتی ہیں۔ دین داروں کی دین دار۔ نیک کرداروں[4] کی نیک کردار۔ بھلوں کی بھلی۔ بروں کی بری۔ شریفوں کی شریف۔ پاجیوں کی پاجی۔ تو جیسی دو آنکھیں مردوں کی ویسی عورتوں کی۔ جیسے دو کان مردوں کے ویسے عورتوں کے جیسے قویٰ دماغی مردوں کے ویسے عورتوں کے۔ لیکن پھر بھی خدا نے مرد اور عورت میں بڑا فرق رکھا ہے اور عورتیں کتنے ہی ہاتھ پاؤں[5] ہلائیں۔ کتنا ہی

[1] پردے کا مخالف۔ لفظی معنے پردے کا پھاڑنے والا۔ [2] میل جول کا حلقہ۔ [3] عمدگی [4] اچھے کام کرنے والوں۔ [5] بہتیری کوشش کریں۔ ۱۲

غل[1] غپاڑا مچائیں وہ فرق مٹ نہیں سکتا۔ عورت کی حالت کہے
دیتی ہے کہ وہ گھر کے کام کاج کے دیکھنے بھالنے، بچوں کے پالنے
کے سوائے اور کچھ کر نہیں سکتی اور کرے گی تو کیا۔ کرنا چاہے اور
کرنے کا قصد[2] کرے تو ہم سمجھیں گے کہ مردوں کا منہ چڑاتی[3] ہے اور ہم
مردوں میں اس سے زیادہ اس کی قدر نہیں ہوگی جیسی عورتوں
میں ہیجڑے[4] کی۔ شور[5] و شغب تو بہت کچھ سنتے ہیں مگر یورپ
اور امریکا میں بھی عورتوں نے آزادی پاکر اس سے زیادہ کون
کمال حاصل کیا کہ میڈم[6] اینگ گاتی خوب ہے۔ میڈم ڈھمک[7] پیانو[8]
کے بجانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ میڈم فلاں تھیٹر[9] میں سوانگ[10]
ایسا بھرتی ہے کہ نقل کو اصل کر دکھاتی ہے۔ یا بڑی فضیلت پناہ
لیاقت دستگاہ ہوئیں تو ناول یعنی قصہ کہانی کے ڈھکوسلے[11]
ہانکنے لگیں اور قصے کہانی بھی گندے ناپاک۔ ع فی[12] ترا دو چہ کنم
آنچہ در آوندِ من ست۔ کسی نے وزارت کی ہے کوئی سپہ سالار[13] ہوئی ہے

---

[1] شور غل۔ [2] ارادہ۔ [3] نقل کرنا مگر بری طرح۔ [4] جو نہ مرد ہوں نہ عورت۔
[5] غل غپاڑا۔ [6] انگریزی لفظ ہے اسی کو بگاڑ کر بیگم کر لیا ہے۔ اصلی معنی بیگم یا خاتون
کے ہیں۔ [7] ایک ڈھمک = فلاں۔ [8] ایک قسم کے صندوق نما گھریلو باجے کا نام ہے۔
[9] تماشہ گاہ۔ ناٹک۔ [10] روپ۔ [11] بادہوائی باتیں۔ [12] یہ بات بڑی مشکل کی ہے کہ جو کچھ
برتن کے اندر ہو ٹپکے گا وہی یعنی جیسا کوئی دراصل ہوگا اس کے حرکات سکنات سے ویسا ہی
ظاہر ہو جائے گا۔ [13] فوج کا بڑا سردار کمانڈر انِ چیف۔

[1]منقش ہی اور یوں سینکڑوں برس ہیں دو چار نام و[2]نمود کی ہوگئیں تو ایسی اذان دینے والی مرغیاں کبھی ہمارے وڑبوں میں سے بھی نکل آتی ہیں۔ (از زندیا ئے صادقہ)

نند بھاوج کے تعلقات

ساس بہو کے اختلافات تو شاید تفاوت[3] عمر و حالت کے باعث ہوتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے وہ چنداں تعجب کی بات نہیں کیوں کہ جیسی جس کی حالت ویسی اُس کی رائے بھی ہوتی ہے۔ کسی بوڑھی عورت کو ساس کی زیادتیوں کا تذکرہ کرتے کم سنا جاتا ہے مگر بہو کی شکایت اگر وہ بہو رکھتی ہے تو اکثر اس کی زبانی سنی جائے گی۔ اسی طرح وہ عورت جو خود ابھی کسی کی ساس نہیں بنتی ہے بہو کی مذمت نہ کرے گی بلکہ ساس ہی کی شکایت اپنی ہمسنوں[4] میں بیان کرے مگر یہ زیادہ تعجب کی بات ہے کہ نند بھاوج جن کی عمر و حالت عموماً ایک ہوتی ہے آپس میں کیوں ایسا اختلاف رکھتی ہیں کہ بعض اوقات ساس بہو کے اختلافات سے بھی بڑھ جاتا ہے نند بھاوج میں اَن بن ہونے کا اصلی سبب رشک و حسد کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتا نند دیکھتی ہے کہ

---

[1] قانون داں۔ [2] نامور مشہور۔ [3] سربرآوردہ۔ [3] فرق۔ [4] ہم عمروں۔ [5] کھٹ پٹ۔ نا اتفاقی۔

جس گھر میں صرف ہمارا دور دورہ تھا اور گھر والوں کو ہماری ہی خاطرداری اور خوشامد مدِ نظر تھی اب بھاوج بھی آ کر اس میں شریک ہو گئی ہے اور شریک بھی شریکِ غالب[1] اور وہ روز بروز گھر میں زیادہ دخیل ہوتی جاتی ہے بس یہی باتیں ان کو سخت ناگوار گزرتی ہیں اور بھاوج سے ان کو جلن پیدا ہو جاتی ہے تب وہ اپنا دلی غبار نکالنے کے لیے مختلف ذریعے اختیار کرتی ہیں کبھی بھاوج کے کسی قصور و غلطی کی خبر اپنی ماں اور بھائی سے کر کے بے چاری کو باتیں سنواتی ہیں کبھی اس پر اپنا اختیار و حکومت جتا کر دل شکنی کرتی ہیں۔ گھر کے کام کاج جنھیں وہ بھاوج کے آنے سے قبل خود انجام دیا کرتی تھیں اب بالکل بھاوج کے سر ڈال کر الگ ہو جاتی ہیں۔ ان کا میل ملاپ غیر لڑکیوں سے بہنوں کے مثل پایا جاتا ہے مگر بھاوج سے انھیں معمولی اُنس بھی نہیں ہوتا۔ اگر وہ کئی بہنیں ہیں تو بس ایک جگہ سب کی سب سر جوڑ کر بیٹھیں گی مگر بھاوج سے وہ ایسی الگ الگ رہیں گی گویا وہ ان کی ہم جولی ہی نہیں ہے۔ اگر کوئی بھانجہ بھانجی گھر میں ہیں اور بھاوج کے بھی بچے ہیں تو بس بہن ہی کے بچوں کو چاہیں گی اور بھاوج کے بچوں سے کوئی غرض نہ رکھیں گی ان باتوں پر ان کو اگر کوئی ٹوکتا ہے تو وہ کہتی ہیں کہ ہماری بھاوج خود ہم سے نفرت

[1] زبردست حصہ دار ۱۲

کرتی اور جلتی ہے لہٰذا ہم بھی اس کی کچھ پروا نہیں کرتے حالاں کہ نند کو اپنی چند در چند مصلحتوں پر نظر رکھ کر بھاوج کی خاطر و خوشی کا خیال اپنے مقدور بھر رکھنا چاہیئے کیوں کہ بھاوج اور اس کے بال بچوں ہی کے دم سے والدین کے بعد ان کے پیارے میکے کے آباد رہنے کی امید ہے۔ بھاوج ماں کے بعد اس کی واقعی جانشین ہوتی ہے لہٰذا اس کی قدر و منزلت بھی ماں کے بعد ہی سمجھنی چاہیئے۔ سسرال کے مصائب اور تکالیف جھیلنے کے بعد اگر کسی جگہ آرام و سکون حاصل ہو سکتا ہے تو وہ میکہ ہے ماں باپ کے بعد اگر کوئی بھائی خدا نے دیا ہے تو بہنوں کے دل کو اس کی ذات سے بہت تقویت حاصل رہتی ہے اور اگر بھائی بہن سے محبت رکھتا ہے تو پھر بہن کی خوش نصیبی کا کیا پوچھنا ہے۔ بھائی کی ذات سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں وہ شمار میں آتے مشکل ہیں لیکن بھائی سے خواہ کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو اگر بھاوج سے دلی رنجش ہے اور اس کا دل صاف نہیں ہے تو پھر میکے جانے آنے کا مطلق لطف نہیں کیوں کہ بھائی تو گھر میں رہتے نہیں بھاوج ہی سے ہر وقت سابقہ رہتا ہے ایسی حالت میں بجائے غم غلط ہونے کے اور بھی رنج ہوتا ہے بھائی کو بھی بیوی کی بدمزگی کے خیال سے بہن کا آنا ایک بار ہی معلوم ہوتا ہوگا۔

کبھی ناموافقت زمانہ کے باعث بہن کو بھائی کی مدد کی ضرورت آن پڑتی ہے پھر اگر بھاوج سے بنتی ہے تو خیر ورنہ میاں اگر اس کے کہنے میں ہوئے تو وہ ضرور مدد سے باز رکھنے کی کوشش کرے گی غرض کہ بھاوج اگر مزاج کی تیز اور کینہ ور ہے تو ہر طرح نقصان ہی پہنچائے گی اور اگر نیک مزاج و بُردبار ہے اور نند کی پچھلی غلطیوں کو خیال میں نہ لاکر اچھا سلوک کرتی ہے تو اس سے بھی نند کی آنکھ خودبخود جھکے گی اور وہ اپنے دل میں ہمیشہ نادم ہی ہوتی رہے گی غرض کہ اس کو ہر طرح اپنی غلطیوں کا خمیازہ ہی اُٹھانا پڑے گا۔ خیر وہ تو اپنے کیئے کی وجہ سے کچھ نقصان اُٹھاتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ بعض اوقات اپنے ساتھ اپنی ماں کے ضرر کا باعث بھی ہو جاتی ہے کیوں کہ ماں سے شکایتیں کر کر کے ماں اور بھاوج کے درمیان بھی رنجش کرا دیتی ہے اور پھر وہ تو ماں کو تنہا چھوڑ کر اپنے گھر رخصت ہوتی ہے اور ماں بےچاری اپنی اور بیٹی دونوں کے قصوروں کی تنہا جواب دہ ہوتی ہے اور بہو کو بدلہ لینے کا خوب موقع ملتا ہے کیوں کہ ساس کے اختیارات اس کی عمر کے ساتھ روز بروز کم ہوتے جاتے ہیں اور وہ بہو کی خدمت کی محتاج ہو جاتی ہے لہٰذا ایسی بےبسی کی حالت میں بہو کی بےپروائیوں

سے جتنی تکلیف ہو کم ہے غرض کہ ہر انسان کو لازم ہے کہ اپنے انجام پر نظر کرکے ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تاکہ کل کلاں کو اس سے نیک بدلہ ملے اور راحت حاصل ہو۔ اہلیہ خواجہ حسین علی چنار منقول از تہذیب نسواں - ۱۴ر اگست ۱۹۳۰ء

ضمیمہ اوّل متعلق

مضامینِ نثر تمام ہوا

ضمیمہ دوم چمنستان نظم

نظم میں ہو نہ گلو سوز ہو بس شیریں ہی
گر نمک ہو نہ سخن میں تو مزا کچھ بھی نہیں

مناجات

ای جگت داتا سارے جگت کے
ای پرکھن ہارے رگ رگ کے

ای بن والی سب کے والی
سب ہیں تو سب تجھ سے خالی

ای سچے جھوٹے کے مالک
ای ٹوٹے پھوٹے کے مالک

سوکھے اور ہرے کے مالک
کھوٹے اور کھرے کے مالک

چھوٹے اور بڑے کے وارث
بیٹھے اور کھڑے کے وارث

ایسے کو تو ویسا کر دے
جس کو چاہے جیسا کر دے

ای بے پروا پروا والے
سب بے پر ہیں زور والے

کیوں کر کوئی تجھ سے بھاگے
تو موجود ہے آگے آگے

پھانسے جس جنجال میں رکھے
مالک ہے جس حال میں رکھے

بِرووں کے پھل دینے والے
بچھووں کے پھل دینے والے

ای بچہ نا گوکل والوں کے
پوچھن ہارے بُرے حالوں کے

ای والی ہم بے والن کے
ای راجا سگری گوالن کے

ای بن باپ کے ای بن ماں کے
مالک جل کے مالک جال کے

ای منجدھار میں سوکھن ہارے
ای بپتا کے ٹوکن ہارے

ای بے بن کے ہاتھ گہیّا
ای دکھین کے دکھ بچھوٹیا

ای بچھوٹیا ہم جیسوں کے
ای جگوٹیا رات اور دن کے

میرا حال ہے تجھ پر روشن | ہر جنجال ہے تجھ پر روشن
تو دانا ہے اور تو بینا | تیرے ہاتھ ہے مرنا جینا
آنسو ہوں ڈھلک جانے والا | پہلو ہوں جل جانے والا
دن ہوں لیکن رات سے بدتر | عاجز ہوں ہر بات سے بدتر
گھر ہوں لیکن کچھ اجڑا سا | کام ہوں لیکن کچھ بگڑا سا
محمل ہوں لیلیٰ سے خالی | ہوں وہ بات نہ بننے والی
بات نہ ہونے والی ہوں میں | گود بھری ہے خالی ہوں میں
مال وہ ہوں جو کام نہ آئے | دل جس کو آرام نہ آئے
اے فریاد کے سننے والے | کانٹے دل سے چننے والے
اے سجدہ کروانے والے | اے اللہ رلانے والے
آس مرے دل کی کر پوری | اٹھ جائے پردہ یہ دوری
اپنے پاس بلا لے داتا | چین نہیں فرقت میں آتا
تیرا ہوں تو اپنا کر لے | اپنے پاس بلا کر دھر لے
دنیا میں کیا خاک دھرا ہے | کوئی جیا ہے کوئی مرا ہے
تو باقی باقی سب فانی | کب ٹھیرا ہے بہتا پانی
کوئی نہیں دنیا میں میرا | یا معبود سہارا تیرا
جو بھی ملا مطلب کا گرجی | مورے بھاگ تمہاری مرجی
میری تقدیر تیری مرضی
کیسا باپ کہاں کا بھیّا | کیسی بہنیں کس کی میّا
کیسی جورو کس کا جاتا | سب سے سچا تیرا ناتا

اے میری سُدھ (خبر) لینے والے — اُو اَبِن مانگے دینے والے

بے کھٹکے مرنے جینے سے — بے پروا کھانے پینے سے

تیرا کوئی نہیں تو سب کا — سب تیرے تو سب کے ڈھب کا

اے بن گُن کے ناؤ کھویّا — اے بیڑے سے کے پار لگیّا

اے کرتار خدائی والے — او یکتا بن بھائی والے

اے ہر پھول میں کھلنے والے — اے ہر رنگ میں ملنے والے

ملنے والے ہر ہر شے میں — ہر ہر دُھن میں ہر ہر لے میں

ہر ہر تار کے اندر تو ہے — کل سنسار (دنیا) کے اندر تو ہے

بخشش کی کچھ آس نہیں ہے — اچھّی اونچی پاس نہیں ہے

پچھّن کوئی نیک نہیں ہے — پلّے نیکی ایک نہیں ہے

یار خفا ہے دشمن ٹیڑھا — ناچ نہ آوے آنگن ٹیڑھا

اے تصویر بنانے والے — اے تقدیر بنانے والے

ایک ہوں میں اور سو دُکھ گھیرے — اس سے دکھ سکے میرے تیرے

عیش کا میرے گھر ہے ٹوٹا — رنج بہت ہے دل ہے چھوٹا

بگڑی مت ہے بد قسمت کی — پھوٹی قسمت اپنی مت کی

جتنے چاہے صدمے جھیلے — خالی خولی پاپڑ بیلے

کوئی کسی کا ہوتا ہے کب — دنیا ہے اور اپنا مطلب

مل جا اور ملا دے یا رب — بگڑا کام بنا دے یا رب

تیری یاد میں سب کو بھولوں — بارہ ماس ہرا بھرا پھولوں

اپنوں کو بیگانہ نہ جانوں
نور اوصیان ہو تو ری دھن ہو

کوئی پاس نہ پھٹکے داتا
بھٹکے بھی تو تیرے مارے
ٹاٹ کا ٹکڑا بستر تیرے
میں ہوں اور استھان گرو کا
کمبل میں خوش حال رہوں میں
آس پاس بیٹھی مائی ہو
درشن دنیا توری آسا ہو
جو مانگوں سو تو سے پاؤں
اے سگری مایا کے مالک
لے مایا ہوں ما بہو دے سے
سایہ دوے دھوپ کے بدلے
موت اب آئی کوئی دم میں
اک دن تیری جان ہے جانی
اے آقا حاجت مندوں کے
اے سب کے ان دینے والے
اے رزاق نٹلے چنگوں کے
قادر ہو تو قدرت والا

غیروں کو دیوانہ جانوں
تو رہی گیان گانے کی دھن ہو
ہیں سب بے ٹھور نہ بھٹکے داتا
مر جاتے ہیں تیرے مارے
ہاتھ کے تکیے پر سر میرے
دونوں آنکھیں لال بھبوکا
ہر دم لالوں لال رہوں میں
چھوٹی سی ستیل بانٹی ہو
تورا ہاتھ مورا کاسا ہو
اور کہیں مانگن نا جاؤں
اے سگری کا پاسے مالک
دھوپ کے بدلے سایہ دو دے
روپ دکھا پھر پاپ کے بدلے
ہوں دن رات اسی غم میں
پھر کس بر تے تتا پانی
اے آقا اپنے بندوں کے
آپ وشنہ ادھن بنے والے
اے سائیں سب بھک منگوں کے
ناظر ہو تو ندرت والا

جو چاہے تو کر دے پل میں — چاہے آگ لگا دے جل میں
چاہے رات بنا دے دن کو — ممکن کر دے ناممکن کو
سر پھیرے سر پھیر کے گھیرے — گھیرے گھیر کے پھر سر پھیرے
منہ موڑے منہ موڑ کے چھوڑے — چھوڑے چھوڑ کے پھر منہ موڑے
دکھ ڈالے دکھ ڈال کے ٹالے — ٹالے ٹال کے پھر دکھ ڈالے
سمجھے کون تری باتوں کو — ان رمزوں کو ان گھاتوں کو
اپنی باتیں تو ہی جانے — اور کوئی کیوں کر پہچانے
اے مضطر کے دکھ کے ساتھی — اے مضطر کے سکھ کے ساتھی
دکھ کو سکھ کو کر دینے والے — سکھ کو دکھ کر دینے والے
دکھ کے مالک سکھ کے مالک — اے میرے دکھ سکھ کے مالک
بس مضطر کب روئے گا — ڈالے داغ وہی دھوئے گا

مناجات

بادۂ توحید سے دل کو مرے مخمور رکھ
اور بلائے شرک سے تا زیست مجھ کو دور رکھ

دل میں ہو تیری محبت لب پہ تیرا نام ہو — قلب میں ہو استواری (مضبوطی) اور طریقِ اسلام ہو
زندگانی میری ہو جائے اطاعت میں بسر — عمر بھر تیری رضا جوئی رہے مدِ نظر
راہِ طاعت میں مجھے آزاد رکھ بے باک رکھ — ہر طرح کے وسوسوں سے دل کو میرے پاک رکھ
غیر کے ہاتھوں میں میرے درد کا درماں (علاج) نہ ہو — میری خودداری کبھی منت کشِ احساں نہ ہو
غیر کے آگے سرِ تسلیم میرا خم نہ ہو — شانِ اسلامی کبھی ہاتھوں سے میرے کم نہ ہو
آرزو یہ ہے کہ جب تک میرے دم میں دم رہے — گوشہ گوشہ دل کا خودداری کا اک عالم رہے

میرا خدا ہے میرے ساتھ

کر دوں تیرے نام پہ جانِ عزیز اپنی خدا
تازیانہ ہو مجھے اللہ اکبر کی صدا
(تازیانہ: کوڑا - چابک)

(سید محمد ہادی ہادیؔ)

ہے ہمیشہ مری خدا پہ نظر
رات ہو دن ہو شام ہو کہ سحر
نہ اُجالے میں ہے کسی کا ڈر | نہ اندھیرے میں کوئی خوف و خطر
کیوں کہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

شام کا وقت یا سویرا ہو | چاندنی ہو کہ گھپ اندھیرا ہو
مینھ نے آندھی نے مجھ کو گھیرا ہو | لیک پُر ہول دل نہ میرا ہو
(پُر ہول: خوف زدہ)
کیوں کہ میرا خدا ہے میرے ساتھ ہے

جب کہ طوفان کا ہو سنّاٹا | سخت اندھیاؤں کا چلے جھونکا
جڑ سے پیڑوں کو دے اُکھیڑ ہوا | میرے دل میں نہ خوف ہو اصلاً
(اصلاً: ہرگز)
کیوں کہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ٹوٹ کر آسمان سے تارے | غضب کو گرتے ہیں جیسے انگارے
وہم کرتے ہیں لوگ بے چارے | میں نہ گھبراؤں خوف کے مارے
کیوں کہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب ستارہ طلوع ہو دُم دار | دُم ہو ایسی کہ چھوٹتا ہے انار
سب پہ طاری ہوں خوف کے آثار | میرے بھائیو مگر نہ ہو زنہار
کیوں کہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

میرے رستے میں ہو اگر میدان | یا پرانا کوئی کھنڈر سنسان

کوئی مرگھٹ ہو یا ہو قبرستان نہ خطا ہوں وہاں مرے اوسان
کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

ہو بیابان میں گزر میرا یا سمندر پہ ہو سفر میرا
دور رہ جائے مجھ سے گھر میرا رہے پھر بھی قوی جگر میرا
کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

جب کہ دریا میں آئے طغیانی اور ہاتھی ڈوباؤ ہو پانی
پار کھیوا نہ ہو بہ آسانی مجھ کو اندیشہ ہو نہ حیرانی
کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

لشکروں کی جہاں چڑھائی ہو شہسواروں نے باگ اٹھائی ہو
اور گھمسان کی لڑائی ہو واں بھی ہیبت نہ مجھ پہ چھائی ہو
کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

(مولوی محمد اسمٰعیل)

نعت

کہاں ہیں آکے دیکھیں باغبانِ گلشنِ مدحت
کہ ہم نخلِ مضامین جابجا کیوں کر لگاتے ہیں
غرور اب کیا رہے گا جھک گئے اس درجہ پری میں
ہم اپنے سر کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگاتے ہیں (رشید)

(۱) خلیلِ حق کی تھی جو اشارت اور ابن مریم کی جو بشارت

ظہورِ احمدؐ سے تھی عبارت — سمجھ گئے صاحبِ بصارت
کہ اب گری کفر کی عمارت — گھٹے گی فارس کی اب جلالت
مٹے گی روما کی اب شرارت — لٹے گی اب مصر کی امارت
خزانہ ہرقل کا ہوگا غارت — بڑھیگا تقویٰ بھی اور طہارت
ہی باغِ اسلام کو نضارت — نیا ہی سلطاں نئی وزارت
صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر — اور اُس کی سب آلِ باصفا پر
اور اُس کے اصحابِ باوفا پر — اور اُس کے احبابِ اتقیا پر

(۲) وہ اوجِ پیغمبری کا تارا — ہوا ہی مکے میں جلوہ آرا
کریگا جو ماہ کو دوپارہ — ہی جس کا قوسین تک گزارا
وہ امتوں کے لیئے سہارا — وہ جس نے اخلاق کو سنوارا
کرے جو صورت کوئی نظارا — مہابت اس پر ہو آشکارا
ہی زلزلے میں جہان سارا — محلِ کسریٰ و ملکِ دارا
نہیں اطاعت بجز اُس کے چارا — یہود ہو یا کوئی نصاریٰ

صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر الخ

(۳) وہ جلوۂ نورِ کبریائی — وہ صاحبِ دعوتِ خدائی
وہ عینِ تقویٰ و پارسائی — بنا سے بت خانہ اُسے ڈھائی
ہو قربِ حق میں جسے رسائی — بہ مجتبائی و مصطفائی

ہی دھوم توحید کی مچائی — کہ خود بتوں نے بھی دی دہائی
عرب کو انسانیت سکھائی — دلوں سے کینے کی کی صفائی
ہر اک برائی کی جڑ مٹائی — مری ہوئی قوم پھر جلائی

صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر الخ

(۴) وہ علم و حکمت سکھانے والا — پیامِ حق کا وہ لانے والا
کلامِ حق کا سنانے والا — عذابِ حق سے ڈرانے والا
وہ رسمِ بد کا چھڑانے والا — وہ جہل و بدعت مٹانے والا
وہ بت پرستی اٹھانے والا — وہ سیدھا رستہ چلانے والا
خدا پرستی بتانے والا — وہ عاصیوں کو بچانے والا
مقامِ محمود پانے والا — وہ بیتِ اقصیٰ کا جانے والا

صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر الخ

(۵) وہ نبیِ اُمّی لقب ہے اُس کا
نسب میں خورشید ہاشمی تھا
نہ کچھ کسی سے پڑھا نہ لکھا تھا
وہ ان پڑھوں میں ہوا تھا پیدا
نہ اُس کے سر پر پدر کا سایا
نہ اُس کو اُستاد نے پڑھایا

کہ اُس پہ رُوح الامین آیا | کلام ربی اُسے سکھایا
وہ بحرِ اعظم تھا علمِ حق کا | نہ تھا وہ محتاج علم اشیا
اُسے تھا کشوف رمزِ اولیٰ (کھلا ہوا پہلا اشارہ) | اُسے تھا معلوم سرِّ اُخریٰ (آخرت کا بھید)

صلوٰۃ اس پر سلام اُس پر الخ

(۶) وہ فخرِ آدم امانِ عالم | امینِ محکم رسول اکرم
محیطِ اعظم زغیب ملہم (جس پر غیب سے الہام ہوتا ہو) | بوحی محرم شہ مسلم
عرب کے اندر وہی معظم | عجم کے اندر وہی مکرم
لگا کے آدم سے تا بہ ایندم | ظہور اُس کا ہی بعدِ آدم
وجود اُس کا مگر مقدم | وہ نورِ حق تھا ولی مجسّم
کیا مدینے کو سبز و خرم | درود محمود بھیج پیہم (برابر)

صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر

(۹)

نعت

یہ جلوۂ حق سبحان اللہ! یہ نورِ ہدایت کیا کہنا | جبریل بھی ہیں شیدا اُن کے یہ شانِ نبوت کیا کہنا
وہ کفر کی ظلمت دور ہوئی وہ محفل دین پُر نور ہوئی | یہ مہرِ ہدیٰ سبحان اللہ یہ صبح سعادت کیا کہنا
جس دل میں ہو پرتو گر ہئی عرش اس دل کی بلندی صلِ علیٰ | جس سینے میں قرآن اترا ہو اُس سینے کی عظمت کیا کہنا
تسبیح سے دنیا گونج اُٹھی تکبیر کا غل تا عرش گیا | تاثیر ہدایت صل علیٰ یہ جوش عبادت کیا کہنا

نغمہ ہے ترا دلکش اکبرؔ مضمون ہے ترا پاکیزہ و تر۔
بلبل کے ترانے صلِ علیٰ ہونے کی لطافت کیا کہنا
(حضرت اکبر الہ آبادی)

عرب دیس کا راجکمار

ایک دیس عرب میں پیدا ہوا اُس ایری سکھی ایسو لڑکا
اُس مکھ کا اجالا پھیل گیو جوں نور کا پرگھٹ ہو تڑکا

احمدؐ جو خدا نے نام دھرو پرتھی پہ محمدؐ آکے رہیو
بچپن میں دہائی واکی مچی سب جان گیو لڑکا لڑکا

اس دھرتی پہ پگ وانے جو دھرے بت کعبے کے اوندھے گرے
دھرتی پہ کنگورے ٹوٹ پڑے کسریٰ کا محل ایسو مڑکا

مکھ سے جو بنے تھے آپ خدا اُس راج کمار کو رنج بھیو
میداں کے دھنی سب بھاگ پڑے تلوار اٹھا جب وہ کڑکا

کفار کا جب سے راج گیو اسلام کا ڈنکا باج رہیو
کفر کے اوپر پھیر دیا اُس رب کے پیارے نے رڑکا

جب روپ سہانا واکو دیو خود اُس کو خدا نے پیار کیو
جس دھرمی نے کلمہ واکا پڑھو محشر کا نہیں اُس کو کھٹکا

پرتھی پہ اکاش سے آن بھیو جو ریت بری تھی میٹ دیو
فارس کی اگن سب ٹھنڈی پڑی اسلام کا شعلہ جب بھڑکا

تھی پیت خدا کو اس سے بڑی وہ آئے یہاں واں کل نہ پڑی
جھٹ پاس بلا کے دیکھ لیو ملنے کی جو وا کے جی بھڑکا
کچھ سوچ سمجھ کر بات کہو ممتاز نہ یوں خاموش ہو
محبوب خدا کی ہے بیتا موقع یہ نہیں کچھ بڑ بڑ کا

(ممتاز)

مدینے کی جوگن

کوئی ایسی سکھی چاتر نہ ملی موہے پی کے دوارے بٹھا دیتی
میں نے راہ مدینہ کبھی دیکھی نہیں موری بیاں پکڑ کے بتا دیتی

پیا سات سمندر پار بسو مورے پگ میں چلنے کا زور رہا
نہیں جاتی مدینے میں کوئی ہوا موہے ملک عرب میں اڑا دیتی

میں تو سونی سیج پہ تڑپت ہوں پیا دیس عرب میں رہت ہیں
کبھی دیتے جو سپنے میں درس دکھا وہیں چرنوں پہ سیس نوا دیتی

مرے من میں سما ہے اب تو جوگنیا ہو کے اور مل کے بھبھوت مدینے چلوں
سکھی ہند کی نگری کاہے رہوں نہیں پیت تو چین فنا دیتی

موری میکے میں عمر تو سُکھ سے کٹی چلی پی کی نگریا تو سوچ پڑی
آرام — یعنی دنیا — عاقبت
کوئی گوئیاں بھی ساتھ نہ آئی مورے موہے ریت ہانکی بتا دیجی
سہیلی — دستور طریقہ — پیغمبر

(مسمات)

امدادِ نبی صلعم

سخت مشکل ہے کہ وقتِ جاں کنی ہوتی ہے شیطان کو فکرِ رہزنی
کشمکش میں یاں تو اپنی جان ہے واں وہ دشمن درپئے ایمان ہے
سخت طوفانِ بلا ہے نزعِ روح آپ اس طوفاں کی آفت سے ہیں نوح
ایسی مشکل میں خبر لیجے مری سیدِ عالم مدد کیجے مری
جب تباہی میں پڑے میرا جہاز مشکل آساں کیجیے بندہ نواز
اُس گھڑی رحم آپکا درکار ہے گر کرم کیجے تو بیڑا پار ہے
فکر رہتی ہے مجھے یہ روز و شب روزِ محشر ہونگے جب لوگ سب طلب
کون پوچھیگا مجھے سرکار میں ہاتھ خالی ہیں چلا دربار میں
ہاتھ خالی اُس طرف جاتا ہوں میں اور تہی دستی سے شرماتا ہوں میں
خالی ہاتھ رہنے
عابدوں کے ساتھ کیوں کر جاؤں میں روسیہ ہوں منہ کسے دکھلاؤں گا میں
باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا آسرا واں ہے تو بیشک آپ کا
دستگیرا دستگیری کیجیے آبرو میری وہاں رکھ لیجیے

(مولانا غلام احمد شہید)

ترغیبِ پیروی آں حضرت صلعم

کوئی کہتا ہے رکھو صاحب سے میل ۔۔۔ کہ آنر کی گھر میں رہے ریل پیل
کسی کی صدا ہے کہ ہندو بھلے ۔۔۔ مری انجمن بھی اُسی رخ چلے
کسی سمت کونسل کی ہے دل میں چوٹ ۔۔۔ غرض لٹھ کے چلتے ہیں آسیں (رائیں) ووٹ
کسی سر میں ہے لیڈری کی ہوس ۔۔۔ کوئی شہد پیچ کی ہے مگس (مکھی)
عمامہ کسی کا کہیں فرشِ راہ ۔۔۔ کہیں ورد ہیں مدح شام و پگاہ (صبح)
کوئی شوقِ تحقیق میں غرق ہے ۔۔۔ کوئی راہِ تقلید میں برق ہے
کسی کو ہے مضمون نگاری کی دھن ۔۔۔ کوئی چندہ دینے کو سمجھا ہے پُن (ثواب)
کسی کو عمارت بنانے کا شوق ۔۔۔ کسی کو نمود و نمائش کا ذوق
کسی کو کوئی ٹوک سکتا نہیں ۔۔۔ سڑک کو کوئی روک سکتا نہیں

جو ہر بحرِ ہستی بہائے بہیں ۔۔۔ خدا سے دعا ہے کہ سب خوش رہیں
مگر شیخ سعدی کی ہے ایک بات ۔۔۔ مسلمان رکھیں اُدھر التفات (توجہ)
خلافِ پیمبر[1] کسے رہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

(حضرت اکبر الہ آبادی)

[1] جس کسی نے پیغمبر صلعم کے خلاف رستہ لیا وہ ممکن نہیں کہ منزل پر پہونچ جائے ۱۲

انسان

خدا نے دی ہے اسے ایسی موہنی صورت
کہ جس نے اس کی طرف دیکھا پھر نہ منہ پھیرا

خدائے پاک نے اسکو دیا ہے خلقِ عظیم
یہی تو ہے جو ہے انسانیت کا اک تحفا

ہے اُنس مادہ اُس کا محبت اُسکا خمیر
یہی سبب ہے جو انسان نام اُس کا ہوا

کہاں ہے سرو میں ایسی لطیف رعنائی
اس آدمی کا ہے جیسا حسین قد بالا (اونچا)

شباب کی وہ خوش آیند دھوپ ہے مُنہ پر
کہ جس کی گرمی سے روشن ہے چاند سا چہرا

جوانی ہے کہ وہ آبِ حیات کا چشمہ
اسی سے معتدل اس جسم کی ہے آب و ہوا

اسی سے عقل میں جودت ہے فکر میں تیزی
اسی سے نور ہے آنکھوں میں گوش (کان) ہے شنوا (سننے والا)

جو تجھ کو کرنا ہے اے دل شباب میں کر لے
کہ جسم پر ابھی قابو ہے چشم عقل ہے وا (کھلی ہوئی)

شباب میں تھے بڑے زور دار ہاتھ مگر
اب ان میں ہیبتِ پیری سے پڑ گیا رعشا

کبھی یہ زور تھا گینڈے کی ڈھال چیرتے تھے
یہ حال ہو گیا اب ٹوٹتا نہیں دھاگا

وہ کان سنتے تھے جو پائے مور (چیونٹی کے پاؤں) کی آواز
اب اُن کے سر پہ چلے توپ تو نہ آئے صدا (آواز)

کشیدہ تھا کبھی مثلِ الف جو قدِ سہی
وہ منحنی (جھک گیا۔ کمزور ہو گیا) ہوا ایسا کہ بن گیا ہمزہ

سمجھ میں کچھ نہیں آتی حقیقت انساں کی
یہ کیا ہے آب ہے آتش ہے خاک ہے کہ ہوا

ابھی ابھی تو یہ سب کچھ ہے پھر یہ کچھ بھی نہیں
عجب طلسم کا سا حال ہے کہے کوئی کیا

(سید شاہ محمد اکبر)

مثالِ زندگی

تارا فلک سے جیسے گرے کوئی ٹوٹ کر
اور گرتے ہی نظر سے ہو غائب زمین پر

یا جیسے گرمِ سرعتِ پرواز ہو عقاب
یا موسمِ بہار کا اٹھتا ہوا شباب

یا جیسے گل پہ صبح کو شبنم ہو قطرہ ریز
یا جیسے بادِ تند ہو طوفان میں موج خیز

یا جیسے سطحِ آب پہ ابھرے کوئی حباب
یوں ہی بشر ہے دہر میں تصویرِ انقلاب

آیا ادھر نسیم کا جھونکا ادھر نہ تھا
پانی میں بلبلا ادھر ابھرا ادھر نہ تھا

شبنم اڑی نظر جو پڑی آفتاب کی
پرواز تھی نہ چشم زدن میں عقاب کی

آئی خزاں تو موسمِ گل کا نشاں نہ تھا
تارا گرا تو گر کے تجلی فشاں نہ تھا

آئی قضا نمودِ وجودِ بشر نہ تھی
تھی اک طلسمِ ہستیِ بود بشر نہ تھی

(منشی بالک رام شاد بجواڑیہ)

شمعِ زندگانی

اے شمعِ زندگانی کیوں جھلملا رہی ہے
شاید کہ بادِ صرصر تجھ کو بجھا رہی ہے

ہاں ہاں ذرا ٹھہر جا اس محفلِ فنا میں
بزمِ جہاں کی الفت مجھ کو ستا رہی ہے

مجھ زار و ناتواں پر للہ اب کرم کر
کیوں نخلِ آرزو پر بجلی گرا رہی ہے

دل کی بھڑاس کچھ تو مجھ کو نکال لینے دے
گزری ہوئی کہانی اب تک رلا رہی ہے

کیا نا امید ہو کر بزم جہاں سے جاؤں　　کیوں خاک میں ابھی سے مجھ کو ملا رہی ہے
دنیا کے یہ مناظر پیش نظر ابھی ہیں　　مجھ کو کسی کی چاہت اب تک ستا رہی ہے
برباد ہو رہی ہے کشت مراد میری　　مثل چنار ناحق اسکو جلا رہی ہے
ارمان و آرزو پر تجھ کو نہ رحم آیا　　کیوں میری حسرتوں کو دل سے مٹا رہی ہے
ای شمع کیوں ابھی سے آنکھیں سب کی پرنم　　کیا مرگ ناگہانی تشریف لا رہی ہے
رولیں گے بعد میرے جی بھر کے رونے والے　　کیوں تو ابھی سے سب کو اتنا رلا رہی ہے
تیری اگر خوشی ہو مرنے پہ میں ہوں راضی　　شمع حیات گل ہو کیوں جھلملا رہی ہے

(اوج گیاوی)

جذبۂ اسلامی

زندہ ہیں اگر زندہ دنیا کو ہلا دیں گے　　مشرق کا سر اُٹھ کر مغرب سے ملا دیں گے
دھارے میں نس ملنے کے بجلی کا خزانہ ہے　　بہتے ہوئے پانی میں ہم آگ لگا دیں گے
ہم سینۂ ہستی میں انگار ہیں انگارے　　شعلے بھڑک اُٹھیں گے جھونکے جو ہوا دیں گے
ہم کون ہیں؟ ہم کیا ہیں؟ ہم کچھ بھی نہیں لیکن　　وقت آنے دو، وقت آنے دو پھر ہم بتا دیں گے
فاران پہ گرج تھے ہیں جہاں بھر میں　　گر کر جو کہیں کڑکے پھر ہوش اڑا دیں گے
دنیا کے سمندر میں ہم جزر بھی ہیں مد بھی　　دیکھو! جو ہمیں روکا طوفان اٹھا دیں گے
مرجھائی ہوئی کھیتی اب ہم سے ہو قوم کیا ڈر ہے؟　　یہ چھینٹے ہمیں رحمت کے پھر نشو ونما دیں گے

ہے پہاڑ کا نام ہے۔ جوار بھاٹا۔ سمندر کی موجوں کا اتار چڑھاؤ ۱۲

جو ہم نے کیاری میں پیڑ نئے پھوٹیں گے
گر خاک میں بھی ہم کو اک بار ملا دیں گے

ایران ہو یا ٹرکی، دونوں کو مٹا دیکھیں
کیا صفحۂ ہستی سے اسلام مٹا دیں گے

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

گونجیں گی پہاڑوں میں تکبیر کی آوازیں
یہ صور جہاں پھونکا مردوں کو جلا دیں گے

اے جذبۂ اسلامی جس دل میں کہ تو ہو گا
یہ نظم صفی پڑھ کر ہم اس کو سنا دیں گے

(۱) حُبِّ وطن

اے دل او بندۂ وطن ہشیار
خواب غفلت سے ہو ذرا بیدار

او شراب خودی کے متوالے
گھر کی چوکھٹ کے چومنے والے

نام ہے کیا اسی کا حبِّ وطن
جس کی تجھ کو لگی ہوئی ہے لگن

کبھی بچوں کا دھیان آتا ہے
کبھی یاروں کا غم ستاتا ہے

یاد آتا ہے اپنا شہر کبھی
تو کبھی اہل شہر کی ہے لگی

نقش ہیں دل پہ کوچہ و بازار
پھرتے آنکھوں میں ہیں در و دیوار

کیا وطن کی یہی محبت ہے
یہ بھی الفت میں کوئی الفت ہے

۱ پودوں کا زمین سے پھوٹنا ۔ ۱۲

اس میں انسان سے کم نہیں ہیں[۱] درند
اس سے خالی نہیں چرند و پرند

جا کے کابل میں آم کا پودا
کبھی پروان[۲] چڑھ نہیں سکتا

آ کے کابل سے یاں بھی وا نار
ہو نہیں سکتے بار ور[۳] زنہار

مچھلی جب چھوٹتی ہے پانی سے
ہاتھ دھوتی ہے زندگانی سے

گھوڑے جب کھیت[۴] سے بچھڑتے ہیں
جان کے لالے ان کے پڑتے ہیں

گائے یا بھینس اونٹ یا بکری
اپنے اپنے ٹھکانے خوش ہیں سبھی

کہیے حُبِّ وطن اسی کو اگر
ہم سے حیوان نہیں ہیں کچھ کم تر

(حالی)

حبِّ وطن (۲)

حُبّ الوطن[۵] ز ملکِ سلیماں نکوتر ست
خارِ وطن ز سنبل و ریحاں نکوتر ست

سلطانِ دل کا گرچہ یہی حکمِ عام ہے
اور متفق اسی پہ زمانہ تمام ہے

پر ملک مصلحت کا کچھ انتظام اور
اس سلطنت کو چاہیے طرزِ نظام اور

حُبِّ وطن اسے نہیں کہتے کہ باغ سے
نکلے جو گُل تو خاک ہو فرقت کے داغ سے

حُبِّ وطن یہ ہے کہ پانی میں گر نہ ہو
ماہی کی زندگی کسی صورت بسر نہ ہو

حُبِّ وطن اسے بھی نہیں کہتے اہلِ دید
آرام جاں وطن کو سمجھیں گھروں میں عید

---

۱ چیرنے پھاڑنے والے جانور ۲ چرنے اور اُڑنے والے جانور۔ ۳ نشو و نما نہیں پاتا۔ پھلتا نہیں۔ ۴ پھل دار۔ کبھی۔ گھوڑوں کی نسل کو کھیت کہتے ہیں مثلاً عرب۔ کاٹھیاواڑی وغیرہ مراد اس مقام سے جہاں پیدا ہوئے ہوں۔ ۵ اُن کی زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔ وطن کی چاہت سلیمان کے ملک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ وطن کا کانٹا بھی سنبل اور ریحان سے اچھا ہے۔ یعنی وطن کی ہر تکلیف گوارہ ہے۔ ۱۲

آبِ خنک ہوں سامنے اور نانِ گرم ہو
اور وقتِ خواب فرش بھی سونے کو نرم ہو

حُبِ وطن اسی کو بھی ہیں کہتے اہلِ ہوش
یادِ وطن میں ہو کے گہے جوش گہ خروش

بچوں کی طرح روتے سدا زار زار ہوں
اور مادر و پدر کے لیے بے قرار ہوں

اہل و عیال کا نہ گوارا فراق ہو
اور یار کا فراق بہت دل پہ شاق ہو

حُبِ وطن اسے نہیں کہتے کہ گھر رہیں
بچوں کے منہ کو چومتے آٹھوں پہر رہیں

ہو کوئی گود میں کوئی گردن کا ہار
بی بی کہیں میاں کو بہت مجھ سے پیار ہے

اے دوست یہ تو دوستیِ سنگ و خشت ہے
یہ دوستی تو خوب نہیں بلکہ زشت ہے

اب میں تمھیں بتاؤں حبِ وطن ہے کیا
وہ کیا چمن ہے اور وہ ہوائے چمن ہے کیا

وہ رحمتِ خدا جو بندوں پہ عام ہے
وہ لطفِ عام جس سے جہاں شاد کام ہے

وہ نورِ مہر جس سے زمانے میں نور ہے
وہ نور ذرے ذرے پہ جس کا ظہور ہے

حبِ وطن ہے جلوہ اسی نورِ پاک کا
اور روشن اس کے نور سے عالم ہے خاک کا

ہو مہر میں یہ نور تو اس کو کرن کہیں
گر دل سے جلوہ گر ہو تو حبِ وطن کہیں

رکھتا جو سب پہ لطف و کرم کی نگاہ ہو
اور دل سے ہر بشر کے لیے خیر خواہ ہو

آوارۂ سفر ہو کہ موجود گھر میں ہو
ہاتھ اپنا جیبِ نفع میں ہو یا ضرر میں ہو

ہر حال میں رہیں اسے اہلِ وطن عزیز
اور ہوویں نیک و بد روش جان و تن عزیز

حب الوطن ہے نور میں ہم نورِ آفتاب
اور کرتا ہے ظہور بدستور آفتاب

اس کا بھی روز و شب کی طرح ہیر پھیر ہے
اک جا جو روشنی ہے تو اک جا اندھیر ہے

آج اس کا آفتاب ہے اوجِ فرنگ پر
اور رات ہند کی ہے رخِ تیرہ رنگ پر

ہی کچھ حساب اور وہاں کی کتاب کا
رکھتا ورق ورق ہی نشان آفتاب کا

جاں باز ہیں تو بہرِ وطن جاں نثار رہیں
اور تیغِ عزم رکھتے سدا آب دار ہیں

قایم ہو تا کہ دبدبہ اہلِ غرور پر
اور بیٹھے سکہ ملک کا نزدیک و دور پر

وہ مال کچھ سمجھتے نہیں نقدِ جان کو
دیتے ہیں شان اپنے وطن کے نشان کو

(آزاد)

ترانۂ اقبال

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

اے گلستانِ اندلس! وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا

اے موجِ دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

اے ارضِ پاک! تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم
ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

---

۱ ملک سپین - ہسپانیہ - ۲ ایشیائے روم میں ایک مشہور دریا ہی
۳ گھاٹیوں - ۴ گھنٹے کی آواز ۵ منزل طے کرنا - ۱۲

قصیدۂ تخت نشینی حضور پرنور نظام دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ فلک مرتبت میر عثمان علی خاں

مبارک تمھیں مسند شہریاری
مبارک اب وصدی تم کو خلافت　　مبارک دکن کی تمھیں تاج داری
مبارک تمھیں ملک کی گلہ بانی　　مبارک رعیت کی خدمت گزاری
مبارک ہو ہم کو وہ دشوار منزل　　جہاں چپے چپے پہ ہے ذمہ داری
مبارک وہ منزل کہ جن کو ملا وہ　　ہوا چین رخصت فراغت سدھاری
مبارک بزرگوں کی میراث تم کو　　جنھوں نے کہ جھیلی ہیں کڑیاں یہ ساری
ارادوں سے جرأت سے ہمت سے جن کی　　زمانے نے ہے بارہا شرط ہاری
مہموں سے ہے جن کی تاریخ رنگیں　　زبانوں پہ ہے ذکرِ خیر ان کا جاری
ادا کر گئے وہ تو اپنے فرائض　　ہے اب آپ کے عہدِ دولت کی باری
اب ان کی جگہ آپ کو ہے اٹھانا　　خدا کی امانت کا یہ بوجھ بھاری
جو بے بس ہیں دینا ہے ان کو سہارا　　جو بیمار ہیں ان کی کرنی ہے یاری
نکمّے ہیں جو ان کو کامی بنانا　　بڑھانا دل ان کے جو ہیں کار ہاری
جگانا انھیں نیند سے جو ہیں ماتے　　پڑھانا انھیں علم سے جو ہیں عاری
جو زردار ہیں ان کی ہے پاسبانی　　جو نادار ہیں ان کی حاجت براری
جو سرزور ہیں ان کی ہے گوشمالی　　جو مظلوم ہیں ان کی ہے غمگساری
بڑوں نے تھا عہدِ وفا جن سے باندھا　　سدا کرتی اس عہد کی پاسداری
سمجھنا ہر اک قوم و ملت کو یکساں　　کہ خصلت ہے یہ زیورِ شہریاری
مبارک یہ بارِ گراں تم کو شاہا　　اٹھانے سے ہیں جس کے افلاک عاری

بہت مشکلوں کا ہے گو سامنا یاں ‏ | ‏ کہ بہتوں نے یاں آ کے ہمت ہے ہاری
مگر مشکلیں ہیں سب ان کو آساں ‏ | ‏ پڑی جن کی گھٹی میں ہے ملک داری
پلے جو ہیں آغوش میں سلطنت کی[1] ‏ | ‏ سیاست ہے جن کی رگ و پے میں ساری
رہے گا اسی طرح جیسے رہا ہے ‏ | ‏ دکن پر سدا سایۂ فضل باری
دعا گوئے دیرینہ ناچیز حالی ‏ | ‏ کہ مدحت گری کے ہنر سے ہے عاری
دعا کے سوا کچھ نہیں پاس اس کے ‏ | ‏ ادا جس سے ہو فرض مدحت نگاری
الٰہی طفیل اس کا پھیلائی جس نے ‏ | ‏ خلائق میں توحید و پرہیزگاری
منادی نے تعلیم نے جس کی آکر ‏ | ‏ زمانے کی بگڑی ہوئی کل سنواری
طفیل اس کا فرماں روائے دکن کی ‏ | ‏ حکومت کو دے عز سے استواری
رہے رہتی دنیا تلک وہ سلامت ‏ | ‏ یہ اقبال و فیروزی و کامگاری

(شمس العلماء الطاف حسین ۔ حالی ۔ مرحوم)

لڑکپن اور بے فکری

ہے لڑکپن کا زمانہ اور بے فکری کے دن
قد بھی بوٹا سا ہے پیارا دلربا چھوٹا سا سِن

دیکھو آتی ہیں نظر دو پیاری پیاری لڑکیاں ‏ | ‏ پیکرِ تصویر خاموشی ہیں دونوں بے زباں
ایک ہی غنچہ دہن اور ایک ہے گلگوں عذار ‏ | ‏ ایک پھولوں پر فدا اک مچھلیوں پہ نثار
سونگھنا پھولوں کی اک ڈالی کو لے کر ہاتھ میں ‏ | ‏ چھوڑ دینا پھر جھکانا ان کے اکثر ہاتھ میں
دیکھنا شیشے کے اندر تیرتی وہ مچھلیاں ‏ | ‏ اور رہ جانا کبھی انگشت حیرت[2] در دہاں
بیٹھ کر با دل اور اک ہاتھ کے بل ناز سے ‏ | ‏ تاکنا پتوں کو پھولوں کو عجب انداز سے

[1] یعنی جو بچپنے ہی سے حکمراں ہیں۔ باپ دادا کے وقت سے اُن کے گھرانے میں سلطنت ہے۔ [2] حیرت سے دانتوں میں انگلی پکڑ لینا۔ ۱۲

بھولے پن سے مسکرانا اور شرمانا کبھی
دوڑ کر آنا اِدھر مُڑ کر اُدھر جانا کبھی

واہ کیا عالم ہے بے فکری کا کیا دلکش سماں
غم زمانہ کا نہ فکرِ انقلابِ آسماں

رات ہے یا دن ہے ان کو صبح ہے یا شام ہے
کھیلنے اور کھانے سونے کے سوا کیا کام ہے

لگ گیا کھانے کو جب ہنستے روتے کھا لیا
بس یہی دولت ہے انکی جو ملا جو پا لیا

نیک و بد اچھے برے کی کب انھیں پہچان ہے
ان کو کیا مطلب کوئی دانا ہے یا نادان ہے

جب ذرا چھیڑا کسی نے منہ بنا کر رو دیئے
اور جب چاہا میٹھی نیند جھپکے سو رہے

کیا خبر انکو کہ دنیا میں الم کیا چیز ہے
روتے ہیں لیکن نہیں معلوم غم کیا چیز ہے

ہنستے ہیں لیکن ہنسی کی ماہیت سے بے خبر
خوش تو ہیں لیکن خوشی کی کیفیت سے بے خبر

روتے ہنس پڑتے ہیں رونا بھی ہے انکا اک ہنسی
اوج ہے مہمان بچپن تک یہ بھولی زندگی

(حافظ محمد یعقوب اوج گیاوی)

مسرتِ طفلی

پنگوڑے میں تھا ایک ننھا بچا
پڑا چوستا تھا وہ اپنا انگوٹھا

نہ دیکھا تھا منہ اُس نے رنج و الم کا
نہیں سمجھا یہی ہے مسرت کا پتلا

میسر ہے اس کو خوشی دو جہاں کی
نہ ڈر باپ کا ہے نہ دہشت ہے ماں کی

نہ کچھ رطب و یابس کی اس کو خبر ہے
ہوائے زمانہ یہاں بے اثر ہے

نہ کچھ دل میں نیکی بدی کا گزر ہے
نہ کچھ دوستی دشمنی پر نظر ہے

نہ شادی ہے پوری نہ ماتم ہے پورا
ابھی مسکرایا ابھی منہ بسورا

نہ خواہش ہے کوئی نہ تدبیر کوئی
نہ کچھ معذرت ہے نہ تقصیر کوئی

نہ کچھ جرم ہے اور نہ تعزیر کوئی
کوئی خواب ہے اور نہ تعبیر کوئی

نہ اپنا پرایا نہ میرا نہ تیرا
میں سمجھا یہی ہے مسرت کا ڈیرا

گئر وہ دو قدم آگے چل کر جو دیکھا
تو آیا نظر دوسرا ایک لڑکا

گلی میں وہی کودتا پھر رہا تھا
مگر کھیل میں تھا وہ مشغول ایسا

کہ تھا بے خبر شام ہے یا سحر ہے
بلا جانے اُس کی کہ دنیا کدھر ہے

محبت سے جس وقت ماں نے بلایا
تو مرشد نے باتوں میں اُس کو اڑایا (حضرت)

خفا وہ ہوئی ناز اس نے دکھایا
مچل کر کہا تم چلو میں بھی آیا

اُدھر سے ہوئیں دھمکیاں میٹھی میٹھی
ادھر سے ہوئیں شوخیاں میٹھی میٹھی

نہ کچھ بھوک ہی اور نہ کچھ پیاس اسکو
نہ امید ہے اور نہ کچھ یاس اس کو

نہ کچھ ماں سے وعدے کا ہی پاس اسکو
نہ کچھ وقت کا بھی ہی وسواس اس کو (ناامیدی، خیال)

یہاں تک کہ سب غم غلط کھیل میں ہی
ہیں سمجھا مسرت فقط کھیل میں ہی

(بقیاب)

کتاب

(۱) ای مری تنہائی کی مونس رفیق و غمگسار
میری دلداری و غمخواری یہ ہوں دل سے نثار

ورہا کرتی ہی ہر دم رنج و راحت کی شریک
صبحِ راحت کی ہی ہمدم شامِ غربت کی شریک

(۲) جدولیں ہیں سطح پر یا سبزۂ رخسار ہی
یا نشاط انگیز یہ پھولا پھلا گلزار ہی

ورو ارشاد و ہدایت کا رواں چشمہ ہی تو
نیکی و پاکیزگی کا گنج سربستہ ہی تو

(۳) علم کی تو کان ہے اخلاق کی تو جان ہے
فرع و اصل و عقل و علم و فضل کا بستان ہے
عقل تیری ضو فشانی سے ہے نورانی ہوئی
باشعاعِ مہرِ تاباں سے درخشانی ہوئی

(۴) اشرفِ مخلوق تجھ سے عالمِ خاکی ہوا
واقفی تیری بدولت رتبۂ عالی ملا
جلوۂ قدرت ہوا ہے تیرے دم سے آشکار
گلشنِ ہستی میں ہے تجھ سے بہارِ لالہ زار

(۵) ہر جگہ چرچے ہوا کرتے ہیں علم و فضل کے
ہر طرف دانائیوں کے تجھ سے ہیں شہرے
جلوہ آرائی بھی تیری کیا ہی دل آویز ہے
مصحفِ رخ کی زیارت بھی مسرت خیز ہے

(۶) بے مثال و بے نظیر و بے بہا تحفہ ہے تو
ہر بشر کے واسطے اک گوہرِ یکتا ہے تو
باغِ ہستی میں گلِ اخلاق سے تو ہی
عطرِ الفت میں تری ہر سطر ہے ڈوبی ہوئی

(۷) تو ہی لیلائے معانی اے مری دلکش کتاب
تیرا دلدادہ ہے یہ اوجِ حزیں خانہ خراب
تیرے ہی دم سے ہے وابستہ مری یہ زندگی
تو نہ ہو گر ساتھ تو کیسی کہاں کی زندگی

(اوجِ گیاوی)

بچوں کی تعلیم تادیب

اپنے گھر والوں کو اپنے نفس کو
نارِ دوزخ سے بچاؤ دوستو
تم کرو صرف اپنے دم سے اتقا
یعنی یہ کافی نہیں نزدِ خدا
بیوی اور اولاد کے ہو ذمہ ور
تا گناہوں سے رہیں وہ پُر حذر
بچے کو سکھلاؤ تہذیب اور ادب
عادتیں نیک اور نیک اطوار سب
شرب کے آداب آدابِ طعام
سب سے پہلے اُس کو سکھلاؤ تمام

بچپن کی تعلیم

بچے پہنچے جب سنِ تمیز کو (سمجھ دار ہو جائے) | نیک چلنی اُسکے دل پر نقش ہو
اُسکا دل ہوتا ہی بالکل موم سا | نقش جو چاہے تو دے اُس پر بٹھا
دل میں اُسکے دے تو بچپن سے جما | ہر کسی سے خُلقِ خوش سے پیش آئے
جھوٹ سے چغلی سے مکروہ ہزل سے | حرص سے دشنام (گالی) سے ہر دم بچے
غیر سے یا خویش سے یا ہجائی (بیہودہ گوئی) سے | پیش آئے سب سے بھلمنسائی سے
جھکتا ہے آگے (اپنے) قوی کے ہر ضعیف | جو ضعیفوں سے جھکے وہ ہی شریف

زرّیں قاعدہ

نیکی کرنی چاہیے انسان کو | ہر کسی کے ساتھ جو جاں رہو
ہر جگہ ہر وقت اور ہر طور سے | جس قدر ہو اور جب تک ہو سکے
کہتے ہیں بعض اسکو زرّیں (سنہرا) قاعدہ | ہے بہت سادہ مگر پُر فائدہ
حرف حرف اس کا ہے قابل غور کے | سرسری پڑھ کے نہ اسکو چھوڑ دے

طریقۂ تادیب

مان جائے پیار سے بچہ اگر | اُسکو سمجھا پیار سے غصہ نہ کر
گر نہ مانے پیار سے کر گوشمال (تنبیہ کر) | لاڈ میں بچے کا ہوگا بد مآل (برا انجام)

اُس کے آگے ہر مناسب وقت پر | ہر بھلی عادت کی تو تعریف کر
بچہ کوئی کام جب اچھا کرے | دل بڑھا شاباش کہہ انعام دے
مدرسے جانے کی رکھ تاکید سخت | پڑھ کبھو غفلت نہ کر اے نیک بخت
وقت یہ ہرگز نہ پھر کر آئے گا | ہوگا جب نادار پھر پچھتائے گا
اور کہو اُستاد کی تعظیم کر | ہے وہ روحانی پدر تکریم کر
پالتا ہے باپ تیرے جسم کو (ادب) | وہ خورش دیتا ہے جان کو تو (خوراک)

مسلمان اور انگریزی تعلیم

ایک دن تھا بحکم سرکاری
گئے سکول جا بجا کھولے

نہ تو کچھ فیس تھی نہ داخلہ تھا | مفت تعلیم تھی اُسے جو لے
ہم مسلمان سب اکڑ بیٹھے | پہلے فتویٰ ہی جواز کا ہووے (جائز)
مُنہ زبانی بھی اور لکھ کر بھی | پوچھ کچھ کی تو مولوی بولے
"وہ ایسی تعلیم سے تو بہتر ہے | آدمی نوکری کہیں ڈھونڈے"
انتظامِ امورِ دنیا کو | کیا سمجھتے یہ جنتی بھولے
رہ گیا بے خبر تو بات کو پھر | کون میزانِ عقل میں تولے (ترازو)
رہے علمِ معاش سے کورے | شہر قصبے محلے اور ٹولے
ہیں ہمارے جو اور ہمسائے | گویا بیٹھے ہی تھے وہ منہ کھولے
خوانِ یغما پہ جا کے ٹوٹ پڑے | بھر لیے بٹولس بٹولن کے جھولے

(لوٹ کے دسترخوان)

لگی ہلدی نہ پھٹکری اور مفت
خوب موتی معاش کے رولے (سمیٹے)

محکموں کی پلٹ گئی کایا
آفسوں کے بدل گئے چولے (پوشاک)

کہا سیٹھ نے قوم سے ناداں
تو بھی اٹھ بیٹھ ہاتھ منہ دھولے

تب ہوئی کچھ جھجک ہماری دور
اور ہم نے بھی بال و پر کھولے

مگر اس فیس کی گرانی کے
متواتر لگے جو ہچکولے

حوصلے کا نکل گیا جھرکس
اور ہمت کے ہو گئے ہولے

الغرض وہ مثل ہوئی اپنی
"سر منڈاتے ہی پڑ گئے اولے"

(مولوی محمد اسمعیل)

تعلیم کی کتابیں

اک ضروری بات یاد آئی مجھے
ہے جتانا اسکو بھی لازم تجھے

عشقیہ اشعار غزلیں مثنوی
فحش ناٹک اور ناول ریختی

ایسی چیزوں سے اُسے نفرت دلا
پاس اُن کے یہ کبھو ہرگز نہ جا (دل لگی کی)

زہر قاتل ہے یہ بچوں کے لئے
بیج اُن کے دل میں رہتے ہیں چھپے

جب کہ آتی ہے جوانی کی بہار
ناگہاں ہر بیج لیتا ہے اُبھار

وہ شجر ہوتا ہے ان کا مایہ چھل (درخت)
زہر افعی سے برا ہے جس کا پھل (ناگ سانپ)

بن گئے بچپن میں گر عاشق مزاج
کل یہ ڈوبیں گے اگر ڈوبے نہ آج

تعلیم یا مال

کرکے کوشش جبر کرکے حال کیا
جمع کرتے ہیں جو بعضے مال و زر

کچھ نہیں ایمان کا کرتے خیال
سر پہ لیتے ہیں قیامت کا وبال

بال بکھی دیکھیے ہرگز نہیں
ہضم ہے سب کچھ جو ملجائے کہیں

جانتے ہیں سب بھی یہ مذموم ہے
کس لیئے کرتے ہیں کچھ معلوم ہے

باپ کی الفت کا ہے یہ اقتضا
خوش رہے اولاد بھی اسکی سدا

خود مصیبت جھیلتا ہے اس لئے
تاکہ اولاد اس کی سب سکھ میں رہے

ہوں نہ وہ محتاج اور دریوزہ گر
اور فراغت سے کریں اپنی گذر

پر نکلتی ہے وہ اولاد ایسی بد
باپ کی امیدیں سب ہوتی ہیں رد

قدر زر کرتے نہیں وہ ذرہ بھر
قدر جانیں خود کمایا ہو اگر

ضایع کردیتے ہیں جلدی مال سب
عیش میں رہتے ہیں غافل روز و شب

اس سے تو بہتر ہے ای نیکو سیر
ان کی تو تعلیم پر کر خرچ زر

تاکہ وہ پیدا کریں کوئی کمال
علم کی دولت ہے بے شک لا زوال

ہے عدو بیٹے کا تو ای ناشناس
چھوڑتا ہے مال جو جاہل کے پاس

عورتوں کی تعلیم

بچوں کی تعلیم اور تادیب میں — ماؤں کو لازم ہے وہ کوشش کریں

عاقل و خواندہ سگھڑ ماں ہو اگر — منحصر ہے اس پہ تعلیم پسر

با ادب بچہ ہو ماں ہو گر سگھڑ — بے ادب بچہ ہو گر ماں ہو پھوہڑ

ماں اگر ہو گی سگھڑ لکھی پڑھی — بچے بھی جاہل نہیں ہوں گے کبھی

میں نہیں کہتا کہ سب بی اے بنیں — جا کے پبلک ہال میں لیکچر سنیں

کام کو مطبخ کے سمجھیں عار و ننگ — سوئی دھاگہ دیکھ کر ہوئیں یہ تنگ

نوکروں پر چھوڑ کر سب انتظام — زیب و زینت سے فقط رکھیں وہ کام

اپنے بچوں کی نہ لیں مطلق خبر — دل میں شوہر کا نہ ہو خوف و خطر

اس قدر کافی ہے عورت کے لیے — انتظام خانہ داری کر سکے

پڑھ سکے خط اور کر سکے گھر کا حساب — لکھ سکے خاوند کو خط کا جواب

پرورش بچوں کی تعلیم و ادب — کر سکے اچھی طرح موقع ہو جب

نیک و بد کی اس کو آ جائے تمیز
جان سے خاوند کو رکھے عزیز
اس کی عزت کا رکھے ہر دم خیال
بیہدہ ضایع کرے ہرگز نہ مال

دوستوں کی قسمیں

دوست ہوتے ہیں جہاں میں ای عزیز
دو طرح کے ان میں دائم کر تمیز

ایک تو ہوتے ہیں دولت کے لیئے
گرد ہیں تیرے وہ ثروت کے لیئے

لکھیاں ہیں چاہے جتنا تو ہٹا
پیچھا وہ ہرگز نہ چھوڑیں گے ترا

مال ہے جب تک نہ جائینگے کبھی
جب گئی دولت نہ آئینگے کبھی

دم میں تو ان کے نہ ہرگز آئیو
داؤ ان اجلاف سے مت کھائیو

بند کے زر میں نہ منہ ان کو لگا
دے جواب ان کو ٹکا سا بر ملا

دوسرے ہیں دوست تیری جان کے
پیار کرتے ہیں تجھے تیرے لیئے

جوہر ان میں ہیں محبت کے بھرے
خوں پسینے پر گرائیں گے ترے

دیتے ہیں دم دوست پر وہ دمبدم
ایسے ہوتے ہیں مگر دنیا میں کم

دم و درم سے تو نہ کر ان سے دریغ
بزم میں گل رزم میں ہونگے وہ تیغ

نیک صحبت

صحبت بد سے رہو تم پر حذر
سچ ہے یہ صحبت کا ہوتا ہے اثر

دیکھ کر ایک خر چرے کو ہے مثل
دوسرا لیتا ہے رنگ اپنا بدل

نیک کی صحبت تجھے دے گی جلا
صحبت بد خاک میں دے گی ملا

رشک و حسد

جاہ و عزت دوسرے کی دیکھ کر — دل میں آئے کچھ ترے غیرت اگر
تو بھی گر کوشش کرے اس عزم سے — تاکہ اس سا صاحبِ عزت بنے
رشک ہے یہ پر نہیں عادت بری — رشک کرنے میں نہ کر ہر گز کمی
رشک تیرے دل میں گر کچھ بھی نہیں — سچ تو یوں ہے آدمیت ہی نہیں
رشک پہ ہے کُل ترقی کا مدار — گر نہیں رشک اس میں انساں ہے حمار
گرتا ہے حاسد ہمیشہ سرنگوں — رتبۂ محسود ہوتا ہے فزوں
گر تو چاہے اُس کی نعمت کا زوال — یہ حسد ہے اس کو تو دل سے نکال
یہ بُری عادت ہے اس کو ترک کر — کر دیئے برباد اس نے گھر کے گھر

(پیرزادہ محمد حسین صاحب عارف)

وقتِ سحر

ستاروں کا گلزار وقفِ خزاں ہے — بہارِ سحر سے جہاں شادماں ہے
زمیں ہمسرِ ساحتِ گلستاں ہے — شفق سے فلک تختۂ ارغواں ہے
مسرت سے لبریز سارا جہاں ہے — سہانا سہانا سحر کا سماں ہے
نہ تھا خوابِ غفلت ذرا موت سے کم — جہاں پر تھا شہرِ خموشاں کا عالم

نسیمِ سحر بسکہ تھی عیسوی دم
نئے سر سے پھر آگئی سب میں جاں ہے
نسیمِ سحر دل کشا روح پرور
پرندوں کے جاں بخش نغمے ہوا پر
سرورِ مئے شادمانی عیاں ہے
پیامِ مسرت صبا سُن کے آئی
شگوفے ہوئے مائلِ لب کشائی
ہجومِ طرب باغ کے درمیاں ہے
وہ سوتا ہے شب بھر جو بیمار جاگا
عبادت کو مردِ نکوکار جاگا
اٹھا طفلِ کم سن تبسم کناں ہے
اذاں اور ناقوس (سنکھ) نے غل مچایا
مبارک ہیں بیشک وہ انساں خدایا
یہی وقت خرم سعادت نشاں ہے
شہنشاہِ خاور سے پا کر اشارا
ہویدا (ظاہر) ہوا تاجِ زر (یعنی آفتاب) کلنا را
زمیں تابِ شبنم سے گوہر فشاں ہے

دوبارہ ہوا ایک بیک زندہ عالم
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے
شمیمِ گلِ تر سے عالم معطر
وہ تانیں کہ ہر آن جن سے سراسر
سہانا سہانا سحر کا شاں ہے
ہنسے پھول ہر اک کلی مُسکرائی
طیورِ چمن محوِ رنگیں نوائی
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے
وگرنہ نہیں کون جاندار جاگا
خرابات میں رندِ مے خوار جاگا
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے
مزا دل نے اس شور میں خوب پایا
ترے سامنے سر جنھوں نے جھکایا
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے
ہوئی ہے وہ پہلی کرن جلوہ آرا
وہ ظاہر ہوا روئے خورشید سارا
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

چمکتا ہے سورج دمکتی ہے دنیا — لپکتی ہیں موجیں چھلکتے ہیں دریا
چٹکتی ہیں کلیاں لہکتا ہے سبزہ — مہکتا ہے گلزارِ عالم سراپا
چہکتی اڑی بلبلِ نغمہ خواں ہے — سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

وہ ہل چل مچی شہر و دشت و جبل میں (جنگل پہاڑ) — تموج سا پیدا ہے جل اور تھل میں
چمک اٹھے شبنم کے قطرے کنول میں — نئی تازگی آ گئی پھول پھل میں
رگِ دہر میں خونِ فرحت رواں ہے (دوڑ رہا ہے) — سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

سنہری ہوئی کوہساروں کی رنگت — رُپہلی ہوئی آبشاروں کی رنگت
غضب ڈھا گئی لالہ زاروں کی رنگت — ہے اک برگ میں سو بہاروں کی رنگت
زمینِ چمن عکسِ باغِ جناں ہے — سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

اٹھا ذوقِ نظارہ میں منہ اندھیرے — نظر آئے نورِ سحر کے پھریرے
لکھی نظم دل کش سویرے سویرے — ہوئے پیکرِ نور اشعار میرے

خصوصاً یہ مصرعہ کہ وردِ زباں ہے
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

وقت کی قدر
گھڑی کی پہیلی

(محروم)

چڑیا ہم نے عجیب پالی
زنجیر اُس کے گلے میں ڈالی

دن رات ہو شام ہو یا سویرا
لیتی ہے وہ جیب میں بسیرا

چڑیا سے بھی قد ہے اُس کا چھوٹا
ہے اس کا بدن تمام پوٹا

پوٹے پہ جو غور سے نظر کی
پوٹا نہیں پوٹ ہے ہنر کی

گویا ہے - اگرچہ بے زباں ہے
ناداں ہے مگر حساب داں ہے

دانہ پانی نہیں وہ کھاتی
ہر دم ہے خوشی سے چہچہاتی

دن رات میں چھیڑ دو کسی آن
یہ چھیڑ ہے اُس کے جسم کی جان

جب تک چلتی ہے جاگتی ہے
لو کام تو چیز کام کی ہے

کہتی ہے کہ وقت کی خبر لو
جو کچھ کرنا ہے جلد کر لو

غفلت کیجے تو ٹوکتی ہے
عجلت کیجے تو روکتی ہے

اس طور سے کرتی ہے گزارا
انڈے دیتی ہے دن میں بارہ

پھر اتنے ہی رات کو ہے دیتی
دیتے ہی ہر ایک کو ہے سیتی

انڈے ہیں تمام اس کے سچے
ہر ایک سے نکلے ساٹھ بچے

ہر بچے نے اُگلے ساٹھ دانے
ہر دانے میں ہیں بھرے خزانے

جو دانہ گرا سو ہو گیا گم
ڈھونڈا کر دیکھ پاؤ گے تم

دانے کی بتاؤں کیا میں قیمت
دانا سمجھیں اسے غنیمت

جس نے اسے پا لیا کہا واہ!
کیا بات ہے تیری بارک اللہ!

یہ سچ مچ تو لعل بے بہا ہے گویا ہر درد کی دوا ہے
القصہ ہے وہ عجب پرندہ مُردہ اُسے کہہ سکے نہ زندہ

مثنوی شرافتِ حقیقی
(مولوی محمد اسمٰعیل)

میں پوچھتا نہیں ہرگز تمہارا نام ہے کیا نہ یہ کہ نام بزرگوں کا اور مقام ہے کیا
نہ خانوادے سے مطلب نہ خانماں سے غرض یہاں تو نام سے کچھ ہے نہ ہے نشاں سے غرض
(خاندان) (گھروار)
تمہارے کام اگر اچھے تو نام اچھے ہیں گھرانے اچھے گھر اچھے تمام اچھے ہیں
جہاں کی دولت و حشمت کا یاں خیال نہیں امیر ہو کہ فقیر اس سے کچھ سوال نہیں
کوئی امیر اگر ہے تو اپنے گھر بیٹھے بزرگ صاحب زر ہیں تو لے کے زر بیٹھے
(مال دار)
یہاں تو مایۂ ہمت ہی جنس یادہ ہے بزرگ امیر تھے اور خود امیر زادہ ہے
مجھے نہیں ہے یہ پروا کہیں سے آئے کوئی کہیں سے بارِ وطن اُٹھا کے لائے کوئی
(وطن کا بوجھ)
جو پاک نہر ہے اور آب صاف چلتا ہے تو کیوں یہ پوچھیں کہ چشمہ کہاں نکلتا ہے
درخت سے نہیں کچھ کام کے بس پھول ہو تم کمالِ اصل تعجب ہے کہ با اصول ہو تم
عدم سے آن کے کس خاک پر گرے پہلے وہ کیا زمین تھی جس پر قدم پھرے پہلے
گزارا تم نے لڑکپن ہے قصرِ شاہی میں کہ جھونپڑوں میں پلے خواری و تباہی میں
(ذلت) (بربادی)
مجھے نہ فخر ہے اُس کا نہ عار ہے اس کی اگر نمائش ہے تو بار ہے اس کی
(شرم)
کہ رکھتے ملکِ مروت میں سہم و راہ ہو کیا دکھاتے ہمتِ عالی میں دستگاہ ہو کیا

میں پوچھتا نہیں تاجر کہاں سے ہو آیا
گماشتہ ہو کہ رکھتا ہے گھر کا سرمایا

نہیں تلاش کہ لایا ہے ساتھ کیا چیزیں
سُبک متاع ہیں یا ہیں گراں بہا چیزیں

میں چاہتا نہیں ارزاں یہ شے دلا دو مجھے
خدا کے واسطے اتنا کوئی بتا دو مجھے

متاعِ حسنِ دیانت دکان میں ہے کہ نہیں
وفا کی جنس بھی اس کارواں میں ہے کہ نہیں

یہ مانا میں نے کہ با عقل و ذی شعور ہو تم
مقامِ تجربہ کاری میں پہنچے دور ہو تم

نہ کچھ سفاہت و کم فہمی سے رکھتا کام ہوں میں
نہ کرتا ضابطہ دانی میں کچھ کلام ہوں میں

پر اسکو خود غرضی میں نہ خرچ کرنا تم
کسی کے خون میں ناحق نہ ہاتھ بھرنا تم

زیادہ عقل زیادہ خراب کرتی ہے
ثوابہائے خدا کو عذاب کرتی ہے

مجھے غرض نہیں کالج میں تم پڑھے کہ نہیں
جماعتوں کے مدارج پہ تم چڑھے کہ نہیں

کتابیں پڑھ کے جو کیں حفظ بر زبان تو کیا
اور ان میں پاس ہوئے دے کے امتحان تو کیا

تمہارے خُلق پہ بھی کچھ اثر ہوا کہ نہیں
زباں کے کہنے کی دل تک صدا گئی کہ نہیں

فقط جو عالمِ ذی شان ہو گئے تو کیا
مرے حسابوں جو شیطان ہو گئے تو کیا

جو کچھ کہ منہ سے کہو اسکا ہو اثر دل میں
کہ ہو کتابوں میں جو کچھ کرے وہ گھر دل میں

زبان و دل ہیں بہم جبکہ ایک ہو جاتے
تو آدمی بھی ہیں بالطبع نیک ہو جاتے

وگرنہ پڑھنے کو سب خاص و عام پڑھتے ہیں
ہزاروں طوطے ہیں کلمہ کلام پڑھتے ہیں

شیطان بہت بڑا فرشتہ اور معلم الملکوت ہے۔ خدا کی نافرمانی سے راندۂ درگاہ ہوا۔

جو مجھ سے پوچھو تو ہے ناتمام پھر بھی علم
تمام جب ہو کہ پہنچائے فیضِ عام وہ علم

وہ علم جس سے کہ اوروں کو فائدہ نہ ہوا
ہمارے آگے برابر ہے وہ ہوا نہ ہوا

مجھے غرض ہے سب کچھ ہو تم کہ کچھ بھی نہ ہو
مگر یہی ہے تمنا کہ ایسے ہو کے رہو

میانِ جلسہ جو آزاد آکے پوچھے کبھی
کہو کسی میں لیاقت ہو گر یہ کہنے کی

کہ باصفا و سبک روح و پاک جاں ہیں ہم
تو تم جواب میں جھٹ بول اٹھو کہ ہاں ہیں ہم

(مولوی محمد حسین صاحب آزاد)

ملمع کی انگوٹھی

چاندی کی انگوٹھی پہ جو سونے کا چڑھا جھول[۱]
اوچھی[۲] تھی لگی بولنے اترا کے بڑا بول

چاندی کی انگوٹھی کے نہ میں ساتھ رہوں گی
وہ اور ہی ہیں اور یہ ذلت نہ سہوں گی

میں قوم کی اونچی ہوں بڑا میرا گھرانا
وہ ذات کی گھٹیا ہی نہیں اس کا ٹھکانا

میری سی چمک اس میں نہ میری سی دمک ہے
چاندی ہے کہ ہے رانگ مجھے اسمیں بھی شک ہے

میری سی کہاں چاشنی میرا سا کہاں رنگ
وہ مول میں اور تول میں ہے سیر نہیں پاسنگ[۴]

اے دیکھنے والو تمہیں انصاف سے کہنا
چاندی کی انگوٹھی ہے کہ کچھ گھنٹوں میں گہنا

---

[۱] جھول - ملمع - بالائی تہ - [۲] کم ظرف - [۳] تھڑدلی - [۴] برابر - ۱۲

یہ سنتے ہی چاندی کی انگوٹھی بھی گئی جل	اللہ رے ملمع کی انگوٹھی تری چھلبل[1]
سونے کے ملمع پہ نہ اترا مری پیاری	دو دن میں بھڑک اس کی اُتر جائے گی سلدی
مت بھول کبھی اصل کو اپنی اری احمق	جب تاؤ[2] دیا جائے گا ہو جائے گا منہ فق
سچے کی تو عزت ہی بڑھیگی جو کریں جانچ	مشہور مثل ہے "نہیں سانچ کو کچھ آنچ"
کچھ دیر حقیقت کو چھپایا بھی تو پھر کیا	جھوٹوں نے جو سچوں کو چڑایا بھی تو پھر کیا
کھوٹے کو کھرا بن کے نکھرنا نہیں اچھا	چھوٹے کو بڑا بن کے ابھرنا نہیں اچھا

(مولوی محمد اسمعیل)

کچھ کار کرو بیوپار کرو

اے نیند کے ماتو جاگ اٹھو اوروں کو بیدار کرو
سب مال کو اپنے لاد چلے تم کھیپ اپنی طیار کرو
لو نام خدا کچھ ہوش کرو اور اوروں کو ہشیار کرو
اب فکر کرو کچھ دھندے [کام] کی، دھن [دولت] لابھ [فائدے] کا کوئی کار کرو
بیوپار زراعت اور حرفت ان تینوں سے مت عار [شرم] کرو
سب چھوڑو سستی غفلت کو، کچھ کار کرو بیوپار [لین دین] کرو

---

۱ چالاکی - ۲ نخرے - تپائی جائے گی - ۱۲

سب اپنے سنگی بنجارے بن بیٹھے لکھی بیوپاری
بیوپار چلایا لاکھوں کا اور ساکھ بھی اپنی کی بھاری
اب ساہ بڑے کھلاتے ہیں، وہ چھوڑی پھیری مکّاری
وہ خوانچے سر سے پھینک دیے اور بنے مہاجن سرکاری
دھن دولت پیدا کرنے کا سامان کوئی اے یار کرو
سب چھوڑ سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

جب پیسہ ہو تب دنیا کے زرداروں میں بھی آن ملے
جب پیسہ ہو جب دال ملے گھی چاول روٹی نان ملے!
کچھ لونگ سپاری سونف ملے اور کتھا چونا پان ملے!
گر پیسہ ہو کچھ دان کرے، خیرات کرے ایمان ملے!
سب پیسے دھیلے آنے کا، اے یارو فکر اذکار کرو
سب چھوڑو سستی غفلت کو، کچھ کار کرو بیوپار کرو

جو سیٹھ مہاجن بیٹھا ہے، جب لکھا اُس نے بانچا ہے
ہے پیسہ اُس کے پاس میاں سب قول اُسی کا سانچا ہے
جب بہی نکالی ڈیوڑھ لگی اور جوڑ کو اُس نے جانچا ہے
ہر اکھتر پر پھر بدھوکے اک دل پہ لگا تمانچا ہے
گھر بار بھی کھویا ہاتھوں سے اب کچھ تو سوچ بچار کرو

سب چھوڑ و سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

جب ٹکے روپے کا سود گنا، تب سٹی پٹی بھول گئے!
اک مول نہ اُترا سر پر سے، ان سودوں میں سو مول گئے
جب ڈگری بولی منصف نے، تب ہاتھ اور پاؤں پھول گئے
اس مول سے کوڑی کوڑی کو، یک لاکھوں ہا ول جلول گئے
فضول
اس قرض اُٹھانے سے بابا! اب توبہ استغفار کرو
سب چھوڑ و سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

کچھ سوچ کرو تم کنبے کی، کچھ چنتا تجھے بارے کی
کچھ باتوں میں تقلید کرو، اُس ہوئے اور اس لالے کی
کچھ کھولو ہاٹ تجارت کی یا بکری سودے والے کی
منڈی
کوئی منڈی گیہوں چاول کی، کوئی ہٹی مرچ مسالے کی
مخزن
بے سمجھو! کھیل تماشے میں تم جاتے سے انکار کرو
سب چھوڑ و سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

کچھ کھولو شغل تجارت کا، یا سیکھو کام کسی فن کا
بیوپار ہے سونے چاندی کا، ہو لابھ بہت جس میں دھن کا
کچھ لٹھے خاصے ململ کا کچھ سودا مستی برتن کا
لانچ
تانبے
کچھ بیچو کپڑا ریشم کا، کچھ مال کراچی لندن کا

کچھ اپنے سودے سادے سے تم گرم میاں بازار کرو
سب چھوڑو سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

سب دھوم دھڑ کا دنیا کا ہے بابا! آنے دانے سے
یہ تاج نہیں خود جان ہے یہ، دیکھ اس کے حرف الٹانے سے
دھن دولت اجڑی جاتی ہے گھر بیٹھ کے اس کو کھانے سے
ہاں! محنت کا پھل میٹھا ہے گر شکر قند کھانے سے
یہ کرنا خوشبو دیتا ہے کچھ کار کرو بیوپار کرو
سب چھوڑو سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

(خواجہ دل محمد صاحب ایم اے پروفیسر کالج لاہور)

بڑھے چلو!

اے رہ روانِ جادۂ امکاں بڑھے چلو
ہمت کا ہے وہ سامنے میداں بڑھے چلو
رخشندہ مثلِ نجمِ فروزاں بڑھے چلو
پرندہ مثلِ بلبلِ بستاں بڑھے چلو
ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ ہاں ہاں بڑھے چلو

اے اہلِ کارواں وہ طلوعِ سحر ہوا
پرچم بلند صبح کا بالکل فرہوا
تیار آفتاب اٹھائے سپر ہوا
کیا شہسوار تیز عناں ہم سفر ہوا
ہمراہِ آفتابِ درخشاں بڑھے چلو

چلتے ہیں آسمان پہ اختر و ماہ بھی
زہرہ بھی مشتری بھی شہ صبح گاہ بھی
ہوتی ہے کہکشاں کی کبھی بندراہ بھی
چلتا ہے جھوم جھوم کے ابرِ سیاہ بھی

ا "تاج" کو الٹا کرو تو "جان" ہوتا ہے۔ ۲ چلنے والے۔ ۳ یعنی دنیا۔ ۴ چمک دار۔ ۵ چمکتے ہوئے ستارے۔ ۶ اڑنے والے۔ ۷ جھنڈا۔ ۸ شان و شوکت۔ ۹ ڈھال۔ ۱۰ باگ۔ ۱۱ یعنی آفتاب۔ ۱۲

تم بھی مثالِ ابرِ بہاراں، بڑھے چلو

چرخ و نجوم و مشتری و زہرہ و قمر　　سب اپنی اپنی راہ میں چلتے ہیں سال بھر
اپنی زمیں سمجھتے ہیں ساکن جسے بشر　　کہتے ہیں وہ بھی چلتی ہے اپنے محیط پر

تم بھی بشکلِ گیتیِ دوراں، چلے چلو

ہمت ہو جن کے پاس کریں صبر کس طرح؟　　اس رہ گزر میں کھو دیں وہ قبر کس طرح؟
ہو طبعِ آتشیں پہ روا جبر کس طرح　　اٹھیں نہ ابخرے تو بنے ابر کس طرح

جوں دودِ آب اٹھ کے مری جاں! بڑھے چلو

دھوکے میں لا کے گو کوئی چلکے ہزار دے　　ایسے کو مرد ایک ہی بازی میں ہار دے
تم کو اگر زمانہ نظر سے اتار دے　　ایسے گرو کہ گرنا ہی دُگنا اُبھار دے

پھر پھر اُبھر کے جوں گوئے میداں، چلے چلو

دنیا بھی ایک معرکۂ نام و ننگ ہے　　ہر وقت جس میں ہمت و غفلت کی جنگ ہے
بڑھتے چلو کہ عرصۂ پیکار تنگ ہے　　کافی ہے گرچہ پاس فقط اک خدنگ ہے

چلا رہی ہے ہمتِ مرداں بڑھے چلو

باندھو کمر کہ دوریِ منزل کا غم نہیں　　ہے بادباں درست تو ساحل کا غم نہیں
سر پر خدا ہے، پھر کسی مشکل کا غم نہیں　　باقی ہے وقتِ زرع، تو حاصل کا غم نہیں

دل کو یہی صدا ہے کہ ہاں ہاں بڑھے چلو

سُدیشی تحریک

(خواجہ دل محمد صاحب)

ای قوم سوچ پہلے سے تیرے چلن نہیں
وہ آنکھ وہ نظر وہ اصول کہن نہیں

۱ حلقہ۔ دائرہ۔ ۲ دَوْر۔ ۳ دنیا۔ تیز طبیعت۔ ۴ پانی کا دھواں۔ ۵ دھوکے۔ ٹالے بالے۔
۶ میدان کی گیند۔ ۷ عزت یا ذلت پیدا کرنے کی جگہ ہے۔ ۸ لڑائی کا میدان۔ ۹ تیر۔ ۱۰ کنارہ۔
۱۱ زراعت یعنی بوتے۔ ۱۲ پیداوار نتیجہ۔ ۱۳ پرانے طریقے۔ ۱۲

پہلی سی بزم وہ نہیں وہ انجمن نہیں
غم ہے تو یہ کہ نام کو حُبِّ وطن نہیں

اپنے وطن سے تجھکو تنفر مدام ہے
اپنوں کو دور ہی سے ہمیشہ سلام ہے

دنیا ہوئی ادھر کی ادھر اس خیال سے
ہندوستان کی جان پہ بن آئی ہے کال سے

یاقوت جو بناتے تھے منہ کے اگال سے
وہ ہائے ہات ہو گئے اپنی ہی چال سے

حُبِّ وطن جہاں نہیں کچھ بھی نگاہ میں
خود ہی ہیں سدِّ راہ ترقی کی راہ میں

ہندوستان کے ذکر سے گھن نام ہی سے چڑھ
کاریگرانِ ہند کے ہر کام سے ہے چڑھ

ساقی سے چڑھ ہے بزم سے چڑھ جام سے ہے چڑھ
دانے سے چڑھ ہے مرغ سے چڑھ دام سے ہے چڑھ

نفرت وطن سے کتنی ہے کہنے میں شرم ہے
بازار اپنا سرد ہے اوروں کا گرم ہے

اچھی جو اپنی بات ہے وہ واہیات ہے
تقلیدِ غیر توشۂ راہِ نجات ہے

اپنے وطن کی کچھ بھی نہیں کائنات ہے
اُلّو جو دن کو رات بتا دے تو رات ہے

آنکھوں پہ کیسے پردے پڑے ہائے کیا کہیں
قسمت پہ دھبہ رکھیں کہ اپنی خطا کہیں

چیز اپنے گھر کی جو ہو وہ کچھ بھی نہیں ہے مال
بیکار ہے وہ خواہ ہو کشمیر کی ہی شال

ٹانڈے کی سوزنی سے ہے اچٹا ہوا خیال
دیکھیں نہ لکھنؤ کی چکن کا کبھی کمال

ڈھاکے کی ململ ہے نہیں چڑھتی نگاہ پر
صد آفریں ہے عقل کی اس دستگاہ پر

کاشی کی ساڑیوں کی طرف کچھ نہیں خیال
مشترع دکن کا کچھ ہی نہیں ہے نظر میں مال

کشمیر و امبرسر کی ہے بالکل خراب شال
یورپ کا ہاتھ آئے جو کپڑا تو ہوں نہال

دل لوٹ پوٹ ہوگا تو انگریزی ٹاٹ پر
ماریں گے منہ تو خاص ولایت بوٹ پر

۱ نفرت - ۲ ہار گئے - ۳ ترقی سے رستے کو روک رہے ہیں - ۴ نفرت - ۵ جال - ۶ حقیقت - ۷ نظر میں نہیں بھرتی - پسند نہیں آتی - ۸ سو شاباش - ۹ رسائی - پہنچ - ۱۰ بنارس کو اہلِ ہنود کاشی کہتے ہیں - ۱۱ اس نام کا کپڑا اورنگ آباد میں بنا جاتا ہے جس میں سوت اور ریشم ملا ہوا ہوتا ہے جلوان ہونے سے مشترع کہلاتا ہے - ۱۲ امرتسر کو [illegible] - ۱۳ خوش - ۱۴ فریفتہ ہونا - ریجھ جانا - ۱۵ جوڑے - ۱۲

بنگلے بنے، قدیم مکانات واہیات
خیرات ہے فضول تو بے کار ہے زکوٰۃ
بسکٹ غذائے نرم ہے دیسی خوراک سے
ہوتا ہے میں تو صرف ولایت کی ہو چھڑی
انگلش فیشن سے گھر کو سجائیں یہ ہے پڑی
کرسی و میز چاہیے کھانے کے واسطے
فیشن بدلنے کی ہے بڑی بات بات میں
چاہے ہو زہر بہر بصارت حیات میں
پیسے کا خرچ چاہیے ہو کچھ بھی جیب میں
کس کس کا ذکر کیجیے کس کس کا کہیے حال
جب اہل ہند کا ہو یہ بگڑا ہوا خیال
جب نیو ہم ہی کھود دیں تو دیوار کیا رہے
ہندوستان مفلس و نادار اسی سے ہے
مجبور اور عاجز و ناچار اسی سے ہے
گر روپیہ یہاں کا ہنستہ ہیں ہے
یارو ہر ایک کام کرو ڈھنگ ڈھنگ سے
کیا نفع دھوکا ہے جو ناموس ننگ سے
کپڑا جو یہاں ہی اچھا ملے پھر عذر ہے کیوں

لیس ٹوپی کے بدلے ہاں نہیں کہنا ہوئی ہے بات
انگلش ممور یلز کے چندے سے ہے نجات
ہے کم جہل ہے ہند ولایت کی خاک سے
اک جیب میں تو ایک کلائی پہ ہے گھڑی
تصویر جو کھٹوں میں ہے سیوں کی ہے جڑی
انگریزی کارپٹ ہو بچھانے کے واسطے
انگلش بلیو بلیک بھری ہو دوات میں
مٹی کے تیل ہی کا رہے نور رات میں
فائق ہے لیمپ یہ ہی سمائی دماغ میں
دیسی ہر ایک چیز نظر میں نہیں ہے مال
کیوں کر نہ ہندیوں کی تجارت ہو زوال
بے کاروبار گرمی بازار کیا رہے
رسوا اسی سے دہر میں ہے خوار اسی سے ہے
مسدود ملک ہند کا بیوپار اسی سے ہے
ہر گھر میں کچھ بھی شک نہیں پھر بھی مچھ رہے
کیوں رنگ بھنگ کرتے ہو بیکار رنگ سے
یاں ہو نہ مہوشیں تو منگاؤ فرنگ سے
اشیائے ملک ہند چڑھیں نظر میں کیوں

۱ انگریزی لفظ yes, no ۲ انگریزی بیاہ نامے ۳ انگریزی وضع قطع طرز لباس ۔ ۴ کنواری لڑکیاں مس اور بیاہی شوہر کے نام پر سے مس فلاں کہلاتی ہیں ۔ ۵ دری ۔ ۶ ایک قسم کی انگریزی روشنائی جو لکھتے وقت نیلی اور پھر سیاہ ہو جاتی ہے ۔ ۷ اچھا بہتر ۔ ۸ گھاٹا ۔ انحطاط ۔ ۹ رونق ۔ ترقی ۔ بڑھوتری ۔ ۱۰ نبھانے ۔ ۱۱ ذلیل ۔ ۱۲ بند ۔ ۱۳ دولت ۔ ۱۴ مذاق ۔ مزے اٹھانا ۔ ۱۵ خوب صورتیں ۔ چاند کی شکل کا ۔ ۱۶ خوف ۔ ڈر ۔ مطلب پرہیز ۔ ۱۲

ہر چیز فضلِ حق سے اسی سرزمیں پہ ہے
اب بھی دماغ ہند کا چرخِ بریں[1] پہ ہے

ایجاد ہی نہیں کہ کوئی شئے کہیں پہ ہے
الزام جس سے بے خبری کا ہمیں پہ ہے

غفلت سے حال کیا کہیں کیا آج ہو گیا
چولھا دیا سلائی کا محتاج ہو گیا

اللہ رے انقلاب، زمیں آسماں ہوا
محتاج غیر کشورِ ہندوستاں ہوا

راج جس کے چاقوؤں کا وہ سکہ رواں ہوا
منہ شہر یا نگرس کا ہوا فق[2] دھواں ہوا

صابون نے طریقۂ غازہ[3] اٹھا دیا
بٹنوں نے گھنڈیوں کا جنازہ اٹھا[4] دیا

اک اک کے بدلے صرف ہوا چار چار کا
سو کی جگہ گلے پڑا لگا ہزار کا

بازار سرد[5] ہو گیا یاں کاروبار کا
مُلکِ فرنگ بن گیا سونے کی دوار[6] کا

دیکھا تماشہ ہنستے گھر پھونک پھونک[7] کر
رکھا قدم نہ ہائے مگر پھونک پھونک[8] کر

بار وجود ایسی چیزوں کو پھر تم رواج دو
نقصان کچھ کھلے[9] نہ جو اوروں کو ناج[10] دو

سوداگری کے سر پہ نئے سر سے تاج دو
کل چار ہاتھ آئیں جو کھوئے ہوں آج دو

بات اے احمق فقط یہی ہے عقل و تمیز کی
کیا زندگی جو قدر نہ کی اپنی چیز کی

ہر دم سُدیشی چیز کا پرچار[11] چاہیئے
سوداگری یہی ہے یہی بیوپار چاہیئے

دیسی ہی کارخانوں سے بیوپار[12] چاہیئے
اپنا ہی مال اپنا ہی بازار چاہیئے

حاجت ہے جس کی ملک کو شئے کون یاں نہیں
اتنا ابھی لٹا ہوا ہندوستاں نہیں

چیزیں ولایتی بھی ہیں بننے لگیں یہاں
جاری کلیں بھی اور مشینیں بھی ہیں رواں

کاریگریِ ہند میں جب آج بھی ہے جاں
کیا وجہ اپنی چیز کی کھولیں نہ ہم دکاں

---

۱ اوپر والے آسمان پر ۔ ۲ یعنی حواس جاتے رہے ۔ بے رونقی ہوگئی ۔ ۳ اُبٹنا ۔ ۴ ختم کر دیا ۔ ۵ بے رونقی ہوگئی ۔ ۶ مخزن ۔ ۷ آگ لگا کر ۔ ۸ سنبھل سنبھل کر ۔ ۹ ناگوار ہو ۔ اکھرے لکھنؤ کا محاورہ ہے ۔ ۱۰ دلی میں اناج کو ناج نہیں بولتے یہ بھی لکھنؤ کی زبان ہے ۔ ۱۱ قدر ۔ ۱۲ داد و ستد ۔ ۱۲

لندن میں آجکل جو سُودیشی کا جوش ہے　　　جرمن کی عقل ٹھیک ٹھکانے نہ ہوش ہے

گر ہو سُودیشی چیزوں کا پرچار ہند میں　　　کوئی نہ آدمی رہے بیکار ہند میں

کاریگری کا گرم ہو بازار ہند میں　　　ٹھیرے نہ ایک آن بھی ادبار[1] ہند میں

گنجن[2] لگے برسنے وہ ثروت[3] کا رنگ ہو　　　ہندوستان کے باغ کا گلچین فرنگ ہو

اب بھی سُودیشی چیزوں کا پرچار گر نہ ہو　　　سوداگری کی گرمیِ بازار گر نہ ہو

مال اپنا اور اپنا خریدار گر نہ ہو　　　کیا اور پھر ہو صورتِ ادبار گر نہ ہو

یارو بس اُلٹی گنگا بہانے[4] کو چھوڑ دو　　　ایسا نہ ہو کہیں کہ بنی بات گوڑ[5] دو

بس بھائیو! اب آپ کی ہمّت کا کام ہے　　　اس میں نہ سلطنت نہ حکومت کا کام ہے

ثروت کا کچھ نہ کام نہ دولت کا کام ہے　　　تھوڑے سے جوش اور حمیّت کا کام ہے

ہمّت بندھی اُفق تو ہے بالا ہمارے ہاتھ
دُنیا رہے گی ہند کے آگے پسارے[6] ہاتھ

الوالعزمی کے لیے کوئی سدِّ راہ نہیں

ہے سامنے کُھلا ہوا میداں چلے چلو　　　باغِ مراد ہے ثمر افشاں چلے چلو

---

[1] فلاکت [2] دولت [3] فارغ البالی خوش حالی [4] محاورہ ہے جو بات نہ ہونی چاہیے اُس کو کر بیٹھنا اُلٹی ہوئی بات۔ [5] گوڑ دینا ـ ڈبا دینا یعنی بنی بنائی بات کو چھوڑ دو یہ بھی لکھنؤ کی زبان ہے [6] پھیلائے۔ ۱۲

دریا ہو پیچ ہیں کہ بیاباں چلے چلو ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ ٹھہری ہاں چلے چلو

چلنا ہی مصلحت ہے مری جاں چلے چلو

ہیں کوہ و دشت جیسے کہ پھولا پھلا چمن دامن ہیں ہیں بھرے ہوئے نسرین و نسترن

نہریں رواں ہر اک طرف ہیں امید و نکی موجزن اس دشت میں نہ دوڑ سکو نیلے گر ہرن

کبک دری کی طرح خراماں چلے چلو

آؤ کہ کھوئے اپنے نشاں ننگ و نام نے باندھی کمر ہے جس کے لئے ہر اک شاد کام نے

کیوں اس طرح کمر کو لگی تھک کے تھامنے دیوار باغ وہ نظر آتی ہے سامنے

سرو سہی کے سر ہیں نمایاں چلے چلو

یارو چلو چلو نہ کرو انتظار تم کرتے ہو کیا امید یمین و یسار تم

میدان عزم و حزم کے ہو شہسوار تم بڑھ جاؤ گے کرو گے اگر مار مار تم

چلّا رہی ہے ہمت مرداں چلے چلو

ہمت کے شہسوار جو گھوڑے اٹھائینگے دشمن فلک بھی ہو گے تو سر کو جھکائینگے

طوفان بلبلوں کی طرح بیٹھ جائینگے نیکی کا زور اٹھ کے بدی کو دبائیں گے

بیٹھو نہ تم مگر کسی عنواں چلے چلو

آئینہ دل کا گرد سفر سے اُجال دو پوچھے کوئی ارادہ کدھر ہے تو ٹال دو

---

(۱) موجیں مار رہی ہیں (۲) جنگل۔ صحرا۔ بیابان (۳) چکور (۴) اطمینان سے چلنا جس میں بھاگنا نہ ہو (۵) دائیں بائیں (۶) طرح سے (۲)

شیطاں جو شبہ ڈالے تو دل سے نکال دو — ہو خوف کا خیال تو بزدل پہ ڈال دو

اور آپ بن کے شیرِ نیستاں[1] چلے چلو

آگے بڑھو کہ اب نہیں تابِ قرار ہے — کرنا ہی جب کہ کام تو کیا انتظار ہے

جو کچھ کہ معرکہ تھا لیا تم نے مار ہے — ہو تم بھی خوش کہ آئی خوشی کی بہار ہے

فتح و ظفر نے لے لیا میداں چلے چلو

رکھو رفاہِ عام پہ اپنا مدار تم — اور ہو کبھی صلے[2] کہ نہ امیدوار تم

عزت خدا جو دیوے تو پھر کیوں ہو خوار[3] تم — دو رخ[4] کو آبِ فخر سے رنگِ بہار تم

گلشن میں ہو کے بادِ بہاراں چلے چلو

یارو چلو فلک پہ ستارے ہیں چل رہے — آبِ رواں ہیں چشموں سے بہ کر نکل رہے

جنگل میں کارواں بھی ہیں منزل بدل رہے — جو تھم رہے یہاں وہی خرِ در وحل[5] رہے

تھمنے کا یہ مقام نہیں ہاں چلے چلو

آؤ سیہ سفید کا فیصل حساب ہے — چمکایا چہرہ صبح نے باآب و تاب ہے

ظلمت[6] پہ نور ہونے لگا فتح یاب ہے — اور شب کے پیچھے تیغ بکف آفتاب ہے

تم بھی ہو آفتابِ درخشاں چلے چلو

نیکی بدی کے دیر سے باہم تھے معرکے — اب خاتموں پہ آگئے ہیں ان کے فیصلے

۱؎ جنگل کے شیر ۲؎ بدلے۔ انعام ۳؎ ذلیل ۴؎ مکھ ۵؎ گدھا جو دلدل میں پھنس جائے ۶؎ اندھیرا تاریکی ۔ ۱۲

قسمت کے یہ نوشتے نہیں جو نہ مٹ سکے
وہ گونجا طبل فتح کہ میدان لے لئے
ہے کرنائے جنگ کی الحاں چلے چلو

(مولوی محمد حسین آزاد)

کوشش

بے کوشش و بے جہد ہنر کسکو ملا ہی — بے غوطہ زنی گنج گہر کس کو ملا ہی
بے خون پیے لقمۂ تر کس کو ملا ہی — بے جور کشی تاج ظفر کس کو ملا ہی
بے خاک کے چھانے ہوئے زر کسکو ملا ہی — بے کاوش جاں علم و ہنر کس کو ملا ہی
جو رتبہ والا کے سزاوار ہوئے ہیں — وہ پہلے مصیبت کے طلبگار ہوئے ہیں
کوشش ہی نے اجرام سماوی کو ہی تولا — کوشش ہی نے طبقات زمیں کو ہی ٹٹولا
کوشش ہی نے رستہ نئی دنیا کا ہی کھولا — کوشش ہی نے گوہر تہ بحر سے رولا
کوشش ہی کا طوطی ہی سدا دہر میں بولا — کوشش ہی غرض طرفہ طلسمات کا گولا
قدرت نے فتوحات کی لکھی ہی یہی راہ — سعی اپنی طرف سے ہو تو اتمام من اللہ

(مولوی محمد اسمٰعیل)

مد۱ تقدیر کا لکھا ہوا مد۲ قرنا۔ نفیری یا بگل کی قسم کا ایک باجا مد۳ آواز مد۴ کوشش مد۵ پھل یعنی نتیجہ مد۶ موتیوں کا خزانہ مد۷ تکلیف اٹھائے مد۸ زمین کے کئی طبقے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ کوشش ہی کا نتیجہ ہے کہ خزائن ارض نکال لئے گئے اور انسان زمین کی تہ میں بھی گھس گیا مد۹ یہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو کولمبس نے نئی دنیا امریکہ ڈھونڈ نکالی تھی مد۱۰ سمندر کی تہ میں سے مد۱۱ طوطی بولنے سے مراد شہرت پانا ہے مد۱۲ عجیب عجیب باتیں مد۱۳ انسان کو اپنی طرف سے کوشش کرنی چاہئے پھر اس کا پورا کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالے کے ہاتھ ہے ۱۲ مد۵ سورج چاند تارے وغیرہ۔

کوشش کیے جاؤ

دکان بند کر کے رہا بیٹھ جو — تو دی اُس نے بالکل ہی لٹیا ڈبو[1]
نہ بھاگو کبھی چھوڑ کے کام کو — توقع تو ہی خیر جو ہو سو ہو

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل[2] — تو گھس جائے بے شبہ پتھر کی سِل
رہو گے اگر تم یونہیں مستقل[3] — تو اک دن نتیجہ بھی جائیگا مل

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

اگر طاق میں تم نے رکھ دی کتاب — تو کیا دو گے کل امتحاں میں جواب
نہ پڑھنے سے بہتر ہے پڑھنا جناب — کہ ہو جاؤ گے ایک دن کامیاب

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

نہ تم ہچکچاؤ[4] نہ ہرگز ڈرو! — جہاں تک ہے کام پورا کرو!
مشقت اٹھاؤ مصیبت بھرو — طلب میں جو جستجو میں مرو!

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

جو تم شیر دل ہو تو بارو شکار — کہ خالی نہ جائیگا مردوں کا وار
مشقت میں باقی نہ رکھنا ادھار[5] — جو ہمت کرو گے تو بیڑا ہی پار[6]

۱؎ محاورہ ہمت ہار دینا ۲؎ برابر ۳؎ مضبوط، پکے ۴؎ رکنا تامل کرنا، پس و پیش کرنا ۵؎ قرض ۶؎ کام بن جانا، مقصد حاصل ہونا ۱۲

جو بازی میں سبقت نہ لے جاؤ تم — خبردار! ہرگز نہ گھبراؤ تم

نہ ٹھٹکو نہ جھجکو نہ پچھتاؤ تم — ذرا صبر کو کام فرماؤ تم

کیے جاؤ الخ

مقابل میں خم ٹھوک کر آؤ ہاں! — پچھڑنے سے ڈرتے نہیں پہلوان

کرو پاس تم صبر کا امتحاں — نہ جائے گی محنت کبھی رائگاں

کیے جاؤ الخ

تردد کو آنے نہ دو اپنے پاس — ہے بیہودہ خوف اور جا ہراس

رکھو دل کو مضبوط قائم حواس — کبھی کامیابی کی چھوڑو نہ آس

کیے جاؤ الخ

کرو شوق و ہمت کا جھنڈا بلند — کداؤ اولوالعزمیوں کا سمند

اگر صبر سے تم سہو گے گزند — تو کہلاؤ گے ایک دن فتح مند

(مولوی محمد اسمٰعیل)

کیے جاؤ الخ

محنت کرو محنت کرو

ہے امتحاں سر پر کھڑا محنت کرو محنت کرو

باندھو کمر بیٹھے ہو کیا محنت کرو محنت کرو

بے شک پڑھائی ہے سوا اور وقت ہے تھوڑا رہا — ہے ایسی مشکل بات کیا محنت کرو محنت کرو

محنت کرو انعام لو انعام پر انعام لو

جو چاہو گے مل جائے گا محنت کرو محنت کرو

جو بیٹھ جائیں ہار کر کہہ دو انھیں للکار کر — ہمت کا کوڑا مار کر محنت کرو محنت کرو

تدبیریں ساری کہہ چکے لو اب دریا بہہ چلے — بک بک سے کیا اب فائدہ محنت کرو محنت کرو

آگے نہ بڑھ سکو۔ ڈر کو۔ پشیمان ہونا۔ انگریزی۔ کامیاب ہونا۔ فکر۔ خوف۔ حواس قرار رکھو۔ امید۔ بلند حوصلگی۔ عالی ہمتی۔ گھوڑا۔ نقصان۔ زیادہ۔ ڈانٹ کر۔

محنت جو کی جی توڑ کر[1] ہر شوق سے[2] منہ موڑ کر[3]
کر دو گے دم میں فیصلہ محنت کرو محنت کرو

کھیتی ہو یا سوداگری ہو بھیک یا چاکری[4] سب کا سبق یکساں سنا محنت کرو محنت کرو
جس دن پڑے تم ہو گئے دنیا کے دھندوں میں پھنسے پڑھنے کی پھر فرصت کہاں محنت کرو محنت کرو

بے چین رہا کس کا سدا انجام کو سوچو ذرا
یہ تو کہو کھاؤ گے کیا[5] محنت کرو محنت کرو

پندِ سودمند

کرے دشمنی کوئی تم سے اگر
جہاں تک بنے تم کرو درگزر

کرو تم نہ حاسد کی باتوں پہ غور
جلے جو کوئی اس کو جلنے دو اور

اگر تم سے ہو جائے سرزد قصور
تو اقرار و توبہ کرو بالضرور

بدی کی ہو جس نے تمھارے خلاف
جو چاہے معافی۔ تو کردو معاف

نہیں! بلکہ تم اور احساں کرو
بھلائی سے اس کو پشیماں کرو

ہے شرمندگی اس کے دل کا علاج
سزا اور ملامت کی کیا احتیاج

بھلائی کرو۔ تو کرو بے غرض
غرض کی بھلائی تو ہے اک مرض

جو محتاج مانگے تو دو تم ادھار
رہو واپسی کے نہ امیدوار

جو تم کو خدا نے دیا ہے۔ تو دو
نہ خِسّت کرو اس میں جو ہو سو ہو

(مولوی محمد اسمٰعیل)

---

[1] خوب دل لگا کر۔ [2] باز رہ کر۔ [3] چھوڑ کر۔ [4] نوکری۔ [5] آخر کیا ہوتا ہے۔ ۱۲

صحبت کا اثر

بازار میں جو شام کو میرا ہوا گزر
نظّارہ تھا عجیب تماشہ تھا طرفہ تر
بیٹھے دکان دار تھے اپنی دکان پر
پھرتے تھے جوق جوق[1] خریدار ادھر ادھر
میٹھی صدا تھی خوانچے والوں کی اس طرح
آوازِ عندلیبِ گلستاں[2] ہو جس طرح
دوڑائے بگھیاں یہاں پھرتے تھے سب امیر
اپنی صدا سناتے تھے آ آ کے کُل فقیر
سودا بہت خرید رہے تھے جوان و پیر
آئے تھے بعض سیر کو تھے بعض راہ گیر[3]
یاں اک دکاں بھی تھی کہ گیا کوئی جب وہاں
چہرے سے اُس کے جوشِ مسرت ہوا عیاں
گندھی کی یہ دکان تھی خوشبو تھی مہکی
جس سے دل و دماغ میں آتی تھی تازگی
ہر چیز آس پاس کی تھی عطر میں بسی
یاں کی ہوا نسیمِ بہاری سے کم نہ تھی
تھی ایک ہی دکاں پہ یہ خوشبو کا حال تھا
بازار آس پاس کا تھا سب مہک رہا
تھی پاس ہی گلی وہ کہ جاتا تھا جو وہاں
کچھ آگے بڑھ کے کوئلے والے کی تھی دکاں
جھونکا چلا ہوا کا جو اُس وقت ناگہاں
وہ کالی کالی خاک پڑی مجھ پہ سب یہاں
کپڑوں کو جھاڑتا رہا کالک نہیں گئی
آنے کی اس جگہ مجھے اچھی سزا ملی

---

[1] گروہ گروہ۔ [2] باغ کے بلبل کی آواز۔ [3] رستہ چلنے والے۔ ۱۲

رہ رہ کے آیا میری طبیعت میں یہ خیال ۔ صحبت عجیب چیز ہے اس کا عجب ہے حال
ہر شے میں عطر کی تھی وہاں آگئی بے مثال ۔ کالک ہے کوئلے کی یہاں جان کو وبال

انساں بھلا ہے اس کو جو صحبت بھلی ملے
لیکن یہی برا ہے جو صحبت بری ملے

جا ایسی صحبتوں میں اگر تجھ کو ہے تمیز ۔ سب کو ہو بوئے عطر کے مانند تو عزیز
بچتا رہ اے عزیز بری صحبتوں سے تیز ۔ کاجل کی کوٹھڑی میں ہے کالک ہی ایک چیز

صحبت نہ رکھ بروں سے کہ رسوا کہیں تجھے
اچھوں میں بیٹھ مہر کہ اچھا کہیں سب تجھے

(منشی سورج نرائن مہر دہلوی)

ہمارا وطن

یہ ہندوستاں ہے ہمارا وطن ÷ محبت کی آنکھوں کا تارا وطن
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ اس کے درختوں کی طیاریاں ÷ وہ پھل پھول پودے وہ پھلواریاں ÷ ہمارا وطن دل سے پیارا وطن
ہوا میں درختوں کا وہ جھومنا ÷ وہ پتوں کا پھولوں کا منہ چومنا ÷ ہمارا وطن دل سے پیارا وطن
وہ ساون میں کالی گھٹا کی بہار ÷ وہ برسات کی ہلکی ہلکی پھوار ÷ ہمارا وطن دل سے پیارا وطن
وہ باغوں میں کوئل وہ جنگل میں مور ÷ وہ گنگا کی لہریں وہ جمنا کا زور ÷ ہمارا وطن دل سے پیارا وطن
اسی سے ہے اس زندگی کی بہار ÷ وطن کی محبت ہو یا ماں کا پیار ÷ ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

(پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی)

قومی ناصح

کر سکیں گے قوم کا کیا کام ہم ۔ خود غرض خود بیں ہیں اور خود کام ہم
قوم کی سٹیج پہ ہیں جلوہ گر ۔ تا کہ ہوں مشہور خاص و عام ہم
کہتے ہیں منبر پہ جن کو ناروا ۔ گھر میں کرتے ہیں وہی سب کام ہم

سٹیج کو دیکھئے ۱۹ ۔ خود غرض سے مقصد ۔ چبوترہ جس پر تماشہ ہوتا ہے ۔ ناجائز ۔ ۱۲

(خوشی محمد خاں صاحب - ناظر)

شیخِ محی کا صبح گر کرنا ہو وعظ
شام سے ہوتے ہیں محوِ آشام ہم
دل میں پاتے ہیں بتوں کی آرزو
باندھتے ہیں حج کا جب احرام ہم
کہتے ہیں سجادۂ تقویٰ اسے
جب بچھا لیتے ہیں غرض کا دام ہم
کام جو کرتے ہیں خاطر پیٹ کی
قوم کا لیتے ہیں اکثر نام ہم
نفس غالب ہو جو حبِ قوم پر
کوششوں کا پائیں کیا انجام ہم
قوم میں ہوتی رہے کچھ چھیڑ چھاڑ
بس یہ سمجھے معنیِ اسلام ہم
مل رہی ہیں ہمتیں آفاق میں
پر کھچے جاتے ہیں صبح و شام ہم
آئے دن کے تفرقوں سے مٹ مٹا!
مٹ چکے ای فتنۂ ایام ہم!

قومی گیت

پیارا وطن ہمارا جانِ جہاں ہمارا ٭ ہندوستاں ہمارا جنت نشاں ہمارا
بھیل اور گونڈ ان میں ریوڑ چرا رہے تھے ٭ ان گھاٹیوں میں اُترا جب کارواں ہمارا

ویرانے میں تھا اپنا یوں مدتوں بسیرا
جب سر پہ آسماں تھا بس سائباں ہمارا
ان جنگلوں میں گر ہم گلکاریاں نہ کرتے
جنت نشاں نہ بنتا ہندوستاں ہمارا
آکر بسے ہم اس میں اور اس کو بھی بسایا
ہندوستاں کے ہم ہیں ہندوستاں ہمارا
فرزندِ اولیں ہیں ہم مادرِ وطن کے
ہے یہ زمیں ہماری یہ آسماں ہمارا
اس قصرِ دل کشا کی بنیاد ہم نے ڈالی
ہر سنگ و خشت پر ہے نام و نشاں ہمارا
کھیتوں پہ بچھ رہا ہے ہر سمت خوانِ یغما
اور شاہ سے گدا تک ہے میہماں ہمارا
قلب و دغل سے خالی ہے طبع اپنی صافی
بہتا ہے جس طرح مصفیٰ آبِ رواں ہمارا
راجا کی ہم ہیں کھیتی پرجا کا ہم ہیں خرمن
سود و زیاں سب کا سود و زیاں ہمارا

شراب - شام ہی سے شراب میں مدہوش ہو جاتے ہیں - اے زمانے کی گردش تیرے ہاتھوں تو ہم مٹ چکے - یہ دونوں قومیں ہندوستان کے قدیم باشندے تھے اور ابھی راجپوتانے میں بھیل موجود ہیں اور دکن میں یہ دونوں جنگلی قومیں ہیں اور اب تک بھی نہایت وحشی ہیں - قافلہ - ایسا محل جس میں دل کھل جائے - پتھر اور اینٹ - نعمت کا دسترخوان - دغل - دھوکا بازی - رعیت - کھلیان - فائدہ اور نقصان - ۱۲

گر لشکرِ عدو کی ہو سلطنت پہ یورش　　میداں میں سر بکف ہی ہر نوجواں ہمارا
جب شرق و غرب میں تھا طوفانِ جنگ برپا　　گزرا سمندروں سے سیلِ رواں ہمارا
پایندہ ہے سلامت شاہنشہِ معظم　　ہم اُس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
فضلِ خدا پہ ہر دم یاں آنکھ لگ رہی ہے　　ابرِ کرم ہے اُس کا روزی رساں ہمارا
قدرت کے منظروں میں ہم پھولتے پھلتے ہیں　　ناظرؔ رواں ہوا ہی تسبیح خواں ہمارا

(خان بہادر چودھری خوشی محمد خاں صاحب ناظرؔ گورنر کشمیر)

حالِ زار

یہ آج ہم درد جمع ہو کر تمھیں بہ منت جگا رہے ہیں
چلے چلو رہ نہ جاؤ پیچھے کہ قافلے آگے جا رہے ہیں
اُٹھو اُٹھو جلد اے عزیزو کہ دن بُرے سر پہ آ رہے ہیں
بڑھو بڑھو جلد اے جوانو کہ غیر ہمت دلا رہے ہیں
ہنر پہ جن کا ہوا تسلط وہ آن ہاتھی پہ جا رہے ہیں
کیا جہالت نے جن پہ قبضہ وہ آج گھوڑے کھجا رہے ہیں
تمھاری غفلت سے دین کو غم پٹک رہی ہے سر اپنا دُنیا
سسک رہی ہے اُدھر کو بیوہ یتیم اِدھر تلملا رہے ہیں
یہ اپنی عزت یہ اپنی دولت یہ اپنی ثروت یہ اپنی راحت
لٹا رہے ہیں اُڑا رہے ہیں گنوا رہے ہیں مٹا رہے ہیں
اِدھر ہے تعلیم اور محنت اُدھر جہالت ہے اور خفت
وہ نیو اپنی جما رہے ہیں یہ اپنی بنیاد ڈھا رہے ہیں

حمایت ہتھیلی پر جان دھرے ہوئے یعنی مرنے مارنے کو مستعد اور تیار۔ بہتا ہوا طوفان۔ محافظ نگہبان۔ پالی ہال۔ قبضہ۔ اپنی سائیسی کر رہے ہیں۔ بے قرار ہیں تڑپ رہے ہیں۔ ہلکا پن۔ بنیاد۔ ۱۲

وہ ایسے علم و ہنر کے جویا، یہ ایسے اپنا تھا وہ بھی کھو یا

اُدھر وہ گلشن لگا رہے ہیں، اِدھر یہ کانٹے اُگا رہے ہیں

یہ عالموں میں بڑھی جہالت کہ اک سے اک کو ہوئی عداوت

وہ ان کو کافر بتا رہے ہیں، یہ اُن کو کافر بنا رہے ہیں

جو ہم میں اہلِ دول ہیں باقی تو اُن کی ظاہر ہے یہ علامت

کہیں کبوتر اُڑا رہے ہیں کہیں بٹیریں لڑا رہے ہیں

دعا ہے صدر جنہیں کی یارب تو کر اس امت کی خیر ہر دم

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن عجب کشاکش میں آ رہے ہیں

غفلت

واں ہر کوئی ہے گرمِ تدبیر دیکھیے ۔ یاں ہے سدا شکایتِ تقدیر دیکھیے

پھر اسکولوں میں جا انھیں ملتی ہے جا بجا ۔ یہ افسوس ہیں قوم کی توقیر دیکھیے

ملکوں کے انتظام کا جن کو شعور تھا ۔ اُن سے نہیں سنبھلتی ہے جاگیر دیکھیے

گھر بیچ کر بھی اِن کا گذارا نہ ہو سکا ۔ اور اُن کی بڑھتی جاتی ہے تعمیر دیکھیے

گھر بھائی میں ہے غریب بھلائیں اس کو ۔ کھینچے ہیں اک رنجی تصویر دیکھیے

سینے میں بغض دل میں حسد زہر چشم میں ۔ منہ میں زباں ہے گویا یہ شمشیر دیکھیے

اولاد کو پڑھائیے علم و ہنر کمال ۔ یہ شوق ہو رہا ہے جہاں گیر دیکھیے

متلاشی ۔ ڈھونڈ رہے ہیں ۔ صاحب مقدور لوگ ۔ سیر آورده لوگ ۔ غمگین ۔ آزرده
رنجیده ۔ نہ جا سکتے ہیں نہ رہ سکتے ہیں یعنی عاجز اور ناچار ۔ کھینچم تانی کشمکش ۔
پریشانی ۔ دشمنوں کچہریوں ۔ عزت قدر ۔ سلیقہ ۔ یعنی ساری
دنیا میں پھیلا ہوا ہے ۱۲

جاہل جہاں میں رہتے ہیں بے قدر و ذلیل و خوار | یہ ہل رہی ہے جہل کی تعزیر[1] دیکھیے
آقا کے مرتبے سے غلامی میں جائیں گے | غفلت بھرے خواب کی ہے یہ تعبیر[2] دیکھیے
حالت تباہ ہوگی جو نقشہ یہی رہا | پتھر پہ نقش کیجیے تحریر دیکھیے
یہ مانگتا ہے حق سے دعائیں وہ رات دن | کب ہے صدائے صدر میں تاثیر دیکھیے

قوم کی حالت

بات سنانے ہیں تمھیں اک نئی (ولہ)
قوم کے مٹنے کے ہیں لچھن[3] کئی

جب ہوئی قوم اپنی نظر میں ذلیل | اس کو بھی مٹنے ہی کی سمجھو دلیل
چارۂ[4] کار اس کا کوئی کیا کرے | آپ وہ اپنے تئیں رسوا[5] کرے
اپنی بد اندیش[6] وہ خود ہو مگر | عیب نماید ہنرش در نظر[7]
سمجھے وہ نقصاں کمالات کو | آگ لگے ایسے خیالات کو
یاں بھی کم و بیش یہی حال ہے | عاقبتِ زشتیِ[8] اعمال ہے
جن ہنروں پر تھا ہمیں افتخار[9] | اب ہیں وہی موجبِ صد گونہ عار[10]
علم ہمارا ہے بتر[11] جہل سے | اور بھی کچھ ہونا ہے نا اہل[12] سے
دوسرے لوگوں کی شکایت نہیں | ہم کو ہی خود اپنی رعایت نہیں
جب ہو طبیعت کو رداءت[13] سے ساز | اُس کے لئے سم[14] ہے دواخانہ ساز[15]

---

۱ سزا - ۲ خبر - مطلب - ۳ کوتک - برے آثار - ۴ علاج - ۵ فضیحت - بدنام - ۶ بدخواہ - برا چاہنے والی - ۷ ہنر بھی اُس کی نظر میں عیب نظر آتا ہے - یعنی اوندھی سمجھ ہے - ۸ بُرے اعمال کا نتیجہ ہے - ۹ فخر - ۱۰ ہزار گنا شرم - ۱۱ جہالت سے بدتر - ۱۲ نالائق - ۱۳ بُری باتیں پسند ہوں - ۱۴ زہر - ۱۵ گھر کی بنی ہوئی دوا - ۱۲

ہم بھی کبھی باسر و ساماں تھے
ہم بھی کسی وقت میں انسان تھے

ہم کو بھی آرام کا احساس تھا
یُسر و غنا[1] ملتے تھے زر پاس تھا

ہم نے بھی کھایا ہے بہت شہد و شیر
ہم نے بھی پہنا ہے سمور[2] و حریر[3]

اوڑھتے تھے ہم بھی کبھی سر پہ تاج
ہم نے بھی لوگوں سے لیئے ہیں باج

ملک لیئے سلطنتیں زیرِ نگیں[4]
خیر سے کتنی صدیاں ہیں گزریں[5]

علم میں بھی ہم کو وہ تھی دستگاہ
ہم تھے مشاہیر فضیلت پناہ

لوگ تھے شاگرد ہم اُستاد تھے
سارے زمانے کے ہنر یاد تھے

ہنر میں ہمارے بھی کبھی عقل تھی
باقی اسی اصل کی سب نقل تھی

پر نہیں رہتا کوئی یکساں سدا
سب کو تغیر ہے بغیر از خدا

آ گئے ہم لوگ بھی اس پھیر میں
کوئی سویرے ہے کوئی دیر میں

ہم کو ذرا بھی نہیں اس کا ملال
سب کو تنزّل ہے سبھی کو زوال

رنج تو اپنوں کی شماتت[6] کا ہے
ظلم بھی ظلم اہلِ قرابت کا ہے

غیر کو کرتے ہیں فقط بد کلام
اپنے ہیں مصداقِ اَلَدُّ الخِصام[7]

غیروں کی باتیں ہفوات اللسان[8]
اپنوں کے طعنے کجرحِ اللسان[9]

بھائی ہیں اور رابطہ باہم نہیں
اِخوتِ یوسف[10] سے یہ کچھ کم نہیں

لڑنے کو ٹھوسے بغلی زور ہیں
گھر کے یہ بھیدی ہیں مگر چور ہیں

بنتے ہیں کہنے کے لیئے خیر خواہ
ان کی شرارت سے خدا کی پناہ

---

[1] فراغت اور امیری۔ [2] پشم دار کھال۔ [3] حریر ایک قسم کا ریشمیں کپڑا ہے۔ [4] فتح۔ [5] گزرایں۔ [6] طعنہ زنی [7] بڑے جھگڑالو۔ [8] بکواس [9] جیسے برچھی کے زخم۔ [10] حضرت یوسف کے بھائی چار ۱۲

ان کے جو دیکھے ہیں نمونے بُرے
پہلے سے ہم ہو گئے دونے بُرے

ایسا بھی ہوتا ہے کوئی بے وفا
ق اپنے بزرگوں سے یہاں تک خفا

اُن کی ہر اک بات سے رکھیئے خلاف
کیجیئے تو ہیں سلف صاف صاف

یاں وطن و اہلِ وطن سے ہے ننگ
اپنے ہیں لیتے نہیں اہلِ فرنگ

اب بھی اگر عقل میں ہے کچھ صلاح
ان کو یہ ہے غرض نہ صلاح

دستِ نگر غیروں کے ہر کار میں
ایسا کساد آ گیا بازار میں

اپنی ہر اک چیز سے بیزاریاں
ہائے وہ کیا ہو گئیں خودداریاں

(مولوی نذیر احمد مرحوم)

نام کے مشائخ

بہت سے راہ زنی کرتے ہیں بن کے پیر
غریب قوم کو ہیں مارتے یہ شاہ مدار

ہزار دانے کی تسبیح گیروا کپڑے
یہی ہے ان میں علاماتِ اولیائے کبار

اگر ہیں یاد تصوف کی اصطلاحیں چند
تو پہنچا عرشِ معلّی پہ گوشۂ دستار

کسی سے نقد کہیں جنس اور کہیں دعوت
جو بس چلے تو نہ چھوڑیں مرید کا گھر بار

یہ سود خوروں سے بھی جزیہ وصول کرتے ہیں
فتوحِ غیب کہیں اس کا نام یا اِدرار

رجوعِ خلق کی خاطر ہوئے ہیں گوشہ نشیں
کہ جیسے جھیل پہ بیٹھے سکڑ کے بوتیمار

دوچند - دُگنے - گزرے ہوئے لوگوں کی بڑائی - اُن کی ہتک - ملتے - محتاج - گھاٹا - کمی - اپنی عزت آپ کرنا - ساکھ - بڑے بڑے ولی - پگڑی کا کونا - محصول جو کفار سے لیا جاتا ہے یعنی مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑتے اُن سے بھی جزیہ لیتے ہیں - کثرتِ آمدنی - تاکہ خلقت گرد جمع ہو - بگلا - ۱۲

یہ ناز ہے کہ بزرگوں کے نام لیوا ہیں
اگرچہ ننگِ بزرگاں ہیں آپ کے اطوار
(مولوی محمد اسمٰعیل)

قحطِ علمائے دین

وہ علمِ شریعت کے ماہر کدھر ہیں
وہ اخبارِ دیں کے مبصّر کدھر ہیں
اصولی کدھر ہیں مناظر کدھر ہیں
محدّث کہاں ہیں مفسّر کدھر ہیں

کہ مجلس جو کل سربسر تھی چراغاں
چراغ اب کہیں ٹمٹماتا نہیں واں
کہاں ہیں وہ دینی کتابوں کے دفتر
کہاں ہیں وہ علمِ الٰہی کے دفتر

چلی ایسی اس بزم میں بادِ صرصر
بجھیں مشعلیں نورِ رحمت کی سراسر
رہا کوئی ساماں نہ مجلس میں باقی
صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی

مدارس وہ تعلیمِ دیں کے کہاں ہیں
مراحل وہ علم و یقیں کے کہاں ہیں
وہ ارکان شرعِ متیں کے کہاں ہیں
وہ وارث رسولِ امیں کے کہاں ہیں

رہا کوئی امت کا ملجا نہ ماوا
نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملّا
بہت لوگ بن کر ہوا خواہِ امت
سفیہوں سے منوا کے اپنی فضیلت

سدا گاؤں در گاؤں نوبت بہ نوبت
پڑے پھرتے ہیں کرتے تحصیلِ دولت
یہ ٹھہرے ہیں اسلام کے رہنما اب
لقب ان کا ہے وارثِ انبیا اب

(حالی)

---

۱ پیرو - ۲ جن سے بزرگوں کو دھبہ لگے - ۳ پرکھنے والے - ۴ دیکھنے بھالنے والے - ۵ تباہ مسلمانوں کے فرقے ہیں - ۶ چمک رہی تھی - بارونق تھی - ۷ مجلس - ۸ آندھی - یعنی بہت تیز ہوا ہوا کا جھونکا - تیز ہوا - ۱۱ گویا یعنی گانے والا ۱۲ پلانے والا - ۱۳ مرحلے کی جمع - ۱۴ امانت دارِ پیغمبر - ۱۵ ٹھکانا اور پناہ گاہ - ۱۶ بے وقوفوں - ۱۷ بزرگی - ۱۸ باری باری سے ۱۲

اگلے بزرگ

وہ صورتیں متبرک وہ اُن کی شان و شکوہ
مہذبانہ وہ باتیں وہ جاں فزا گفتار

بزرگ کو وضع کا پاس اپنے دوستوں کا لحاظ
کسی کو نثر کا ذوق اور کسی کو نظم کا شوق
وہ دوستوں سے عزیزوں کی طرح مل جانا
سنو غریبوں کی حالت امیر تو ہیں امیر
نہ نکلیں گھر سے جو نکلیں تو شان سے نکلیں
بشاشتیں وہی منہ پہ ہزار ہو تکلیف
لئے دیئے ہوئے اور آبرو بنائے ہوئے
مہذب ایسے تھے جاہل بھی اُس زمانے کے
محاوروں میں وہ شیرینیاں کہ صلِ علیٰ
جھکا کے سر کو شرافت سے راستہ چلنا
کریں غریب کا بھی تا بہ فرش استقبال
لحاظ بھائیوں تک میں بھی باپ بیٹوں کا
ہر ایک حفظِ مراتب میں تکملہ حاصل
بہادرانہ امنگیں سپاہیانہ شوق

اُصولِ خلق کی باتیں دلوں میں صبر و قرار
فقیہ و صاحبِ تقویٰ و کاسب و احرار
اُنہوں سے کنارہ شکایتوں سے عار
مجال کیا جو کریں اپنے حال کا اظہار
کہ اپنے ہاتھ سے جاتے نہ پائے اپنا وقار
طلب کا نام نہ لائیں زبان پر زنہار
کہ تا نہ سمجھے کوئی ان کو مفلس و نادار
کہ اہلِ علم میں کر لے زمانہ اُن کو شمار
وہ جب کریں تو بہ آہستگی کریں گفتار
ادب سے ہاتھ اُٹھانا سلام کو ہر بار
بہت لحاظ کہ آئے نہ اُن کے دل پہ غبار
یہ کیا مجال کہ مرکز سے بڑھ کے ہو گفتار
ہر اک سے جھک کے تعارف صغار ہوں کہ کبار
چھڑی بدست مبارک میں اور کمر میں کٹار

۱ برکت کی۔ ۲ بات چیت۔ ۳ لحاظ۔ خیال۔ ۴ فقہ جاننے والے۔ ۵ پرہیزگار۔ ۶ کماؤ۔ ۷ آزاد۔ ۸ خوشیاں۔ ۹ ہرگز۔ ۱۰ سنبھلے ہوئے۔ ۱۱ سبحان اللہ۔ ۱۲ میل۔ ۱۳ حد اعتدال سے بڑھ جائے۔ ۱۴ مرتبے کا لحاظ۔ ۱۵ کمال۔ ۱۶ جان پہچان۔ ۱۷ و ۱۸ چھوٹا ہو یا بڑا۔ ۱۹ چھڑی۔ ۲۰ خنجر کی قسم کا ایک ہتیار ہے۔ ۱۲

کوئی جگہ کوئی صحبت نہیں کہ ہو نہ وہاں
مؤرخ و شعرا و ادیب و نثر نگار

(خان بہادر سید علی محمد۔ شاد)

رہا وہ جو کہ جیسے چڑ گئی ہے انگریزی
سو واں خدا کی ضرورت نہ انبیا درکار

نئے جنٹلمین

وہ آنکھ میچ کے برتے ہیں خود غلط ایسے
کہ ایشیا کی ہر اک چیز پر پڑی پھٹکار

جو پوششوں میں ہے پوشش تو بس ڈریس وہ کوٹ
سواریوں میں سواری تو دم کٹا رہوار

جو اردلی میں ہے کتا تو ہاتھ میں اک بید
بجا بجاتے ہیں سیٹی سلگ رہا ہے سگار

وہ اپنے آپ کو سمجھے ہوئے ہیں جنٹلمین
اور اپنی قوم کے لوگوں کو جانتے ہیں گنوار

نہ کچھ ادب ہے نہ اخلاق نے خدا ترسی
گئے ہیں ان کے خیالات سب سمندر پار

وہ اپنے زعم میں لبرل ہیں یا ریڈیکل ہیں
مگر ہیں قوم کے حق میں بصورت اغیار

نہ انڈین میں ملے وہ نہ وہ بنے انگلش
نہ ان کو چرچ میں آنے نہ مسجدوں میں بار

(مولوی محمد اسمٰعیل)

تاریخ داں۔ شاعر۔ عالم اور نثر لکھنے والے۔ فرقہ۔ گروہ جس کے دماغ میں سمائی انگریزی ہی انگریزی بس گئی ہے۔ وہ خود ہی سرے سے غلطی پر ہیں۔ تمام ایشیا ہی میں ہندوستان بھی ہے۔ لعنت۔ ڈانٹ ڈپٹ۔ پہننے کے کپڑوں میں پیچھے سے پھٹا ہو یعنی فراک کوٹ۔ انگریز اپنے گھوڑوں کی دم کاٹ ڈالتے ہیں۔ چڑ چڑ۔ شریف آدمی۔ خدا کا ڈر۔ یعنی ولایت۔ گھمنڈ۔ دو فرقوں کے نام ہیں۔ جیسے بالکل غیر۔ ہندوستانی۔ انگریز۔ گرجا۔ عزت۔ دخل یعنی نہ کوئی گرجا میں گھسنے دیتا ہے نہ کوئی مسجد میں آنے دے۔ دھوبی کے کتے ہیں گھر کے نہ گھاٹ کے۔ ازیں سو راندہ وزاں سو درماندہ۔ ۱۲

تغیرِ عظیم

جب یاس[۱] ہوئی تو آہوں نے سینے سے نکلنا چھوڑ دیا
اب خشک مزاج آنکھیں بھی ہوئیں دل نے بھی مچلنا چھوڑ دیا

ناوک[۳] فگنی سے ظالم کی جنگل میں ہے اک سناٹا سا
مرغانِ خوش الحاں ہو گئے چپ آہو[۴] نے اچھلنا چھوڑ دیا

کیوں کبر و غرور اس دور پہ ہے[۲] کیوں دوست فلک کو سمجھا ہے؟
گردش[۵] سے یہ اپنی باز آیا یا رنگ بدلنا چھوڑ دیا

بدلی وہ ہوا گزرا وہ سماں، وہ راہ نہیں وہ لوگ نہیں
تفریح کجا اور سیر کجا گھر سے بھی نکلنا چھوڑ دیا

وہ سوز و گداز اس محفل میں باقی نہ رہا اندھیر[۶] ہوا
پروانوں نے جلنا چھوڑ دیا، شمعوں نے پگھلنا چھوڑ دیا

ہر گام[۸] پہ چند آنکھیں نگراں ہر موڑ پہ اک لیسنس[۹] طلب
اس پارک[۱۰] میں آخر ای اکبر میں نے تو ٹہلنا چھوڑ دیا

کیا دین کو قوت دیں یہ جواں، جب حوصلہ افزا کوئی نہیں
کیا ہوش سنبھالیں یہ لڑکے خود اس نے سنبھلنا چھوڑ دیا

اقبال[۱۱] مساعد جب نہ رہا، رکھے یہ قدم جس منزل میں
اشجار[۱۲] سے سایہ دور ہوا چشموں نے ابلنا چھوڑ دیا

---

۱ ناامیدی - ۲ ضد کرنا - ۳ تیراندازی - ۴ اچھی آواز والے - ۵ حالت - ۶ جوش ولولے - ۷ اندھا دھند - ۸ ہر ہر قدم پر - ۹ پروانہ - راہ داری - ۱۰ باغ - ۱۱ جب اقبال نے مدد چھوڑ دی یعنی بداقبالی ہو گئی - ۱۲ جمع شجر - درخت - ۱۲

اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی آثار و نشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ میں چلنا چھوڑ دیا
جب سر میں ہوائے طاعت[1] تھی سرسبز شجر امید کا تھا
جب صر صرِ[2] عصیاں چلنے لگی اس پیڑ نے پھلنا چھوڑ دیا
(حضرت اکبر الہ آبادی)

برٹش راج

بہت ہی عمدہ ہے ای ہمنشین برٹش راج
کہ ہر طرح کے ضوابط بھی ہیں اصول بھی ہے
جو چاہے کھول لے دروازۂ عدالت کو
کہ تیل پیچ میں ہے ڈھیلی اس کی چون بھی ہے
جگہ بھی ملتی ہے کونسل میں[3] آنریبل[4] کی
جو التماس ہو عمدہ تو وہ قبول بھی ہے
طرح طرح کے بنالو لباس رنگا رنگ
علاوہ روئی کے ریشم بھی اور وول[5] بھی ہے
شگفتہ پارک[6] ہیں ہر سمت[7] رہ روؤں کے لیئے[8]
نظر نواز ہیں پتے حسین پھول بھی ہے
جب اتنی نعمتیں موجود ہیں یہاں اکبر
تو ہرج کیا ہے جو ساتھ اس کے ڈیم فول[9] بھی ہے

برٹش گورنمنٹ

غریبوں کی دل سے مدد کرنے والے
کسی سے نہ بے وجہ کد[10] کرنے والے
ہر اک فعل مذموم[11] رد کرنے والے
بری خصلتیں مسترد[12] کرنے والے

---

[1] بندگی کی دھن ۔ [2] گناہ کی سخت ہوا ۔ [3] مجلس شوریٰ ۔ [4] لقب ہے جس سے کونسل کے ممبر ملقب ہوتے ہیں لغوی معنے واجب الاحترام ۔ [5] انگریزی Wool = اون ۔ [6] ہرے بھرے باغ ۔ [7] ہر طرف ۔ [8] رستہ چلنے والوں کے لیئے ۔ [9] انگریزی Dam fool = لغوی معنے دوزخی بیوقوف ۔ انگریزوں کی گالی ہے ۔ [10] بحث مباحثہ ۔ [11] برا کام ۔ [12] ٹوکا دینا ۔ واپس کرنا ۱۲

فقیروں کے داتا یتیموں کے ہمدم ۔ مریضوں کے حق میں مسیح ابن مریم
ہر اک مفسد و فتنہ گر کو نکالا ۔ ہر اک بیکس افتادہ[1] کو آ سنبھالا
چلے آئے یہ ہند میں تا ہمالا[2] ۔ ہر اک طور سے ہو گیا بول بالا[3]
دیا کھول دروازہ امن و اماں کا ۔ پھرا دن نئے سر سے ہندوستاں کا
وہ پرخوف صحرا وہ پرخوف جھاڑی ۔ خطرناک اونچے پہاڑ اور پہاڑی
گھنے جنگل اور گہری گھاٹی کی کھاڑی ۔ جہاں لٹتی تھی مال داروں کی گاڑی
وہ جوکھوں میں جا ڈالنے والی راہیں ۔ بنیں ان کی کوشش سے آرام گاہیں
لبالب بھرا تھا جو پانی سے دریا ۔ سمندر میں ہر سمت طوفاں بپا تھا
بہت تھا خطرناک جن پر اترنا ۔ بہت جوکھوں میں پڑتا تھا جن سے بیڑا
خطر[4] تھا زر و مال و جاں کا جہاں پر ۔ دھڑلے[5] سے عالم گزرتا ہے واں پر
بنی ہیں ہر اک سمت سڑکیں کشادہ[6] ۔ بہت جن سے عالم کو ہے استفادہ[7]
سواری پہ ہوں یا کہ ہوں پا پیادہ[8] ۔ ہم آرام پاتے ہیں حد سے زیادہ
شجر[9] ہیں لگے دو طرفہ[10] برابر ۔ ہمیں چھاؤں ہے ٹھنڈی ٹھنڈی میسر
کھلے راستے ہیں ہر اک بحر و بر[11] کے ۔ میسر ہیں سامان سارے سفر کے
جو فضل خدا سے ہیں آسودہ گھر کے ۔ اڑیں جس طرح چاہتے ہیں بال و پر کے
ہیں غربت میں جو خوشیاں وطن کی ۔ ہیں جنگل میں چلتی ہوائیں چمن کی
یہ ہے اہل مغرب[12] کے برکت قدم کی ۔ کھلی آج ہیں جو زبانیں قلم کی

---

[1] گرے ہوئے یعنی عاجز و درماندہ - [2] ہمالیہ پہاڑ - [3] شہرہ - [4] خطرے - [5] بے کھٹکے - [6] کھلی ہوئی - فراخ - [7] فائدہ حاصل ہوتا ہے - [8] پیدل - [9] درخت - پیڑ - [10] دونوں طرف - [11] تری اور خشکی - [12] یعنی انگریز ۱۲

اُدھر پہنچتی ہے تم کو خبر دمبدم کی
کوئی نغمہ سنج[1] اور کوئی نوحہ خواں[2] ہے
جُدا تم سے گر ہیں عزیز و یگانے
ہر اک شہر و قصبے میں ہیں ڈاک خانے
ہر اک جا کی خبریں منگا سکتے ہو تم
شفا خانے[5] دیسی بِلا تعداد[6] ہے
مجرب[8] دوا ڈاکٹر مستند[9] ہے
پلستر[10] سے ہوتی ہے راحت جلن[11] میں
تجارت کی راہیں کُھلی ہیں سراسر
ہر اک جا سے آتی ہیں چیزیں برابر
بیاباں، صحرا، سمندر، جزیرے
ہیں اسباب تعلیم ہر جا مُہیّا
پڑھو ہر طرف علم آب و ہوا کا
مدارس کے زینوں پہ لاکھوں چڑھے ہیں

عدن کی، ختن کی، عرب کی، عجم کی
زمانے کا احوال سارا عیاں[3] ہے
تو معلوم ہیں اُن کے سارے ٹھکانے
سفر تو ہوا اب وہ اگلے زمانے
اور احوال اپنا سنا سکتے ہو تم
جہاں جان جاتوں کی ہوتی مدد ہے
ہر اک کام کی ایک ایک مد ہے
بھر آتا ہے انگور[12] زخم کہن میں
بھرے ہیں تجارت کی کشتی سے بندر[13]
ہیں جنگل میں اسباب سارے میسر
ہیں سوداگری کے ہر اک جا پہ بیرا
در علم و فن ہیں جہاں دیکھو تم وا
ریاضی کا، ہیئت کا، جغرافیہ کا
بڑے کالجوں میں ہزاروں پڑھے ہیں

[1] خوشی سے گانے والے۔ [2] فریاد کناں۔ واویلا کرنے والے۔ [3] ظاہر۔ کھلا ہوا۔ [4] چل دیئے۔ گذر گئے (عبرت)
[5] دواخانہ۔ [6] بے شمار۔ ان گنت۔ جن کی جان جاتی ہو۔ [8] آزمائے ہوئے۔ [9] معتبر۔ [9] تیر بہدف۔ بھروسے کے۔ [10] اصل لفظ پلسٹر انگریزی کا ہے۔ مگر اردو میں بجائے ب
کے پ سے بولتے ہیں۔ [11] سوزش۔ [12] پرانا زخم۔ [13] بندرگاہ سمندر کا کنارہ
جہاں جہاز آکر لنگر ڈالتے ہیں۔ [14] کھلے ہوئے۔ ۱۲

حالِ استقبال

یہ موجودہ طریقے راہیِ ملکِ عدم ہوں گے[1]
نئی تہذیب ہوگی اور نئے ساماں بہم ہوں گے

نئے عنوان سے زینت دکھائیں گے حسیں اپنی
نہ ایسا پیچ زلفوں میں نہ گیسو میں یہ خم ہوں گے

نہ خاتونوں[2] میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگٹ اس طرح سے حاجبِ[3] روئے صنم ہوں گے

بدل جائے گا اندازِ طبیعت دورِ گردوں[4] سے
نئی صورت کی خوشیاں اور نئے اسبابِ غم ہوں گے

ہماری اصطلاحوں[5] سے زباں ناآشنا[6] ہوگی
لغاتِ مغربی[7] بازار کی بھاکا[8] سے ضم[9] ہوں گے

بدل جائے گا معیارِ شرافت[10] چشمِ دنیا میں
زیادہ تھے جو اپنے زعم میں وہ سب سے کم ہوں گے

گزشتہ عظمتوں کے تذکرے بھی نہ جائیں گے
کتابوں ہی میں دفن افسانۂ جاہ و حشم[11] ہوں گے

کسی کو اس تغیر[12] کا نہ حس ہوگا[13] نہ غم ہوگا
ہوئے جس ساز[14] سے پیدا اسی کے زیر و بم[15] ہوں گے

تمہیں اس انقلابِ دہر[16] کا کیا غم ہے اے اکبر
بہت نزدیک ہیں وہ دن کہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

غمِ ملت

وہ ہوا نہ رہی وہ چمن نہ رہا وہ گلی نہ رہی وہ حسیں نہ رہے
وہ فلک نہ رہا وہ سماں نہ رہا وہ مکاں نہ رہے وہ مکیں[17] نہ رہے

نہ گلوں میں گلوں کی سی بو وہ رہی نہ عزیزوں میں لطف کی خو[18] وہ رہی
نہ حسینوں میں رنگِ وفا وہ رہا کہیں اور کی کیا وہ ہمیں نہ رہے

---

۱ فراہم ۔ جمع ۔ اکٹھے ۔ ۲ عورتوں ۔ ۳ روکنے والے یعنی نہ اس طرح گھونگٹوں سے منہ چھپائیں گی ۔ ۴ زمانے کی گردش سے ۔ ۵ قواعد ۔ ۶ ناواقف ۔ ۷ انگریزی لفظ ۔ ۸ ٹھیٹ ہندی ۔ ۹ مل جائیں گے ۔ ۱۰ شرافت کی پرکھ ۔ جانچ ۔ تول ۔ ۱۱ شان و شوکت ۔ ۱۲ ردوبدل ۔ ۱۳ معلوم بھی نہ ہوگا نہ اثر ہوگا ۔ ۱۴ باجے ۔ ۱۵ باجے کے سروں کی اونچ نیچ ۔ اُتار چڑھاؤ ۔ ۱۶ زمانے کی ردوبدل ۔ ۱۷ مکان میں رہنے والے ۔ ۱۸ عادت خصلت ۔

نہ وہ آن رہی نہ اُمنگ رہی، نہ وہ رِندی و زہد کی جنگ رہی
سوئے قبلہ نگاہوں کے رُخ نہ رہے، درِ دیر پہ نقشِ جبیں نہ رہے
نہ وہ جام رہے نہ وہ مست رہے، نہ فدائیِ اہلِ الست رہے
وہ طریقۂ کارِ جہاں نہ رہا، وہ مشاغلِ رونقِ دیں نہ رہے
ہمیں لاکھ زمانہ لبھائے تو کیا، نئے رنگ جو چرخ دکھائے تو کیا
یہ محال ہے اہلِ وفا کے لیئے، غمِ ملت و الفتِ دیں نہ رہے

(حضرت اکبر الہ آبادی)

اتفاق کی برکت

اک روز اک کا ہندسہ کرنے لگا بڑائی
دس نے کہا کہ کیوں ہے مغرور اتنا بھائی
میں بھی تو یوں صفر کو پہلو میں ہوں بٹھاتا
گویا صفر کے دم سے روشن ہوئی خدائی
تو دیکھ گو صفر کی مقدار کچھ نہیں ہے
پھر بھی خدا نے اُس کی کیا قدر ہے بڑھائی
ہندسہ وہ دس گنا ہے مل کر جو پاس بیٹھے
دس بھائیوں میں اس نے عزت مری بڑھائی
تو نے کہا کہ مفرد ہندسوں میں بڑا ہوں
چھوٹا ہے ایک لیکن کی اس نے جگ ہنسائی
دو ایک پاس بیٹھیں ہو جائیں وہ گیارہ
مل بیٹھنے میں دیکھی ہر ایک کی بڑائی

نتیجہ

کرتے ہیں جو تواضع اُن کا بڑا ہے رتبہ
جس طرح سے صفر سے اک کو ملی بڑائی

آزادی - پرہیزگاری - قبلے کی طرف - مندروں کے دروازے پر - پیشانی کے رگڑنے کے نشان - یہ ... پروردگار ہو گیا تھا - دین کا غم - ... کی طرف جو اللہ نے پیدا کرتے وقت اپنے ... صفر اپنی ذات سے کچھ بھی نہیں لیکن جب ایک کے ہندسے سے مل جاتا ہے تو دس گونی اس کی ... جاتی ہے یعنی دس ہو جاتا ہے اسی طرح ایک دیکھا ایک ہی ہے لیکن دو ایک پہلو بہ پہلو بیٹھیں گیارہ ہو جاتے ہیں۔ اس سے اتفاق کی قوت ثابت ہوتی ہے

پہلو میں جب بڑوں نے چھوٹوں کو ہے بٹھایا تنہا بڑوں سے اُن کو عزت ہے ہاتھ آئی
سب اتفاق کے ہیں عالم میں یہ کرشمے اُمّی[1] لقب نے اس کی تعلیم ہے سکھائی

(عبدالرحیم صاحب بسمل)

اچھی سمجھ

دنیا ہے جب فنا تو فنا ہی سمجھ اُسے
پی جامِ مرگ و آبِ بقا ہی سمجھ اُسے

جو کچھ یہاں بنا ہے رہے گا وہ سب نہیں پھر لیوے یا نہ لیوے لیا ہی سمجھ اُسے
جو کچھ زمیں کے نیچے ہے سب گردباد[2] ہے پھر جو ہوس ہے دل میں ہوا ہی سمجھ اُسے
مہماں سرائے دہر[3] ہو جب منزلِ فنا پھر جو محل سرا ہے سرا ہی سمجھ اُسے
ہے ہر شفا کا جب مرض الموت ختمِ کار پھر دے رضا قضا پہ شفا ہی سمجھ اُسے
بزمِ فنا[4] میں کچھ نہیں جز نغمۂ فنا جو کچھ نہیں سنا ہے سنا ہی سمجھ اُسے
آزاد نے قدم نہ رکھا قیدِ حرص میں سچ ہے کہ دی خدا نے ہے کیا ہی سمجھ اُسے

(مولوی محمد حسین آزاد)

ناقدردانی

کہیں اک لعل کیچڑ میں پڑا تھا
نہ قامت بلکہ قیمت میں بڑا تھا

کوئی دہقاں[5] اُٹھا کر لے گیا گھر وہ کیا جانے یہ پتھر ہے کہ جوہر
دیا تحفہ جو بچے کو دکھایا اہا[6] ہا ہا! کھلونا ہم نے پایا
ہوئی جب لعل کی واں یہ مدارات تو بولا حسرتا! ہیہات[7]! ہیہات!!!

[1] حضرت محمد صلعم کو علم ظاہری نہ تھا یعنی آپ پڑھے ہوئے نہ تھے امی کے یہی معنی ہیں۔
[2] بگولا۔ [3] زمانہ۔ [4] فنا کی مجلس۔ [5] گنوار۔ [6] وائے افسوس! [7] افسوس۔ ۱۲

نہیں اس گھر میں میری قدر ممکن — کہ اندھوں کے لیے کیا رات کیا دن
اگر پاتا مجھے کوئی نظر باز — تو کرتا اپنی قسمت پر وہ سو ناز
جو لے جاتا مجھے تا درگہِ شاہ — تو مالا مال ہوتا حسبِ دل خواہ
اری **ناقدردانی** تجھ پہ لعنت — کہ ہے تجھ کو مساوی نور و ظلمت
سمجھ لیتی ہے عیبوں کو ہنر تو — ہنر کی توڑ دیتی ہے کمر تو
خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے — خصوصاً تیری نالائق جفا سے
کہ ہے اندھے کی لاٹھی تیری بیداد — جہاں میں داد ہے جس کی نہ فریاد

(مولوی محمد اسمٰعیل)

پیامِ دوست

کل خوابِ گراں جو مجھ پہ آئی
اک صورتِ پاک دی دکھائی

چہرے پہ برس رہے تھے انوار — بُشرے پہ جلالِ بادشاہی
سر پہ تھی کلاہ خسروانہ — عطر اور عبیر میں بسائی
تھی اُس کی رضا میں جوئے رضواں[1] — تھا پیرہن[2] اُس کا سبز کائی
تھی ریش دراز پیرہن پر — یا قلۂ کُہ پہ برف چھائی
قامت[3] تھا کہ شاخِ نخلِ طوبیٰ[4] — صورت تھی کہ شانِ کبریائی
تھی آنکھ ستارۂ ہدایت — ماتھا مہتابِ رہنمائی
القصہ تھی طرفہ اُس کی رُوداد — جو دید و شنید[5] میں نہ آئی
فرمایا مجھے گلے لگا کر — اے کشتۂ خنجرِ جدائی

[1] برابر - [2] پوشاک - [3] قد - [4] جنت کا درخت - [5] نہ دیکھی نہ سُنی - ۱۲

ڈھونڈو کہیں جا کے بزمِ مستاں ۔۔۔ مے جس کی ہے موت نے لنڈھائی

گر تجھ کو کہیں بھی شش جہت میں[1] ۔۔۔ وہ بزمِ فسردہ[2] دے دکھائی

اول کہیو سلام میرا ۔۔۔ پھر دیجیو یہ پیام میرا

دیرینہ حریف[3] کا فسانہ ۔۔۔ ای ہم نفساں نہ بھول جانا

تھی جس کی لگائی پودینے[4] ۔۔۔ اس بیل کو تم منڈھے چڑھانا

ہے فرضِ اطاعتِ اولی الامر[5] ۔۔۔ اس رمز کو دل سے مت بھلانا

کرنا نہیں دہر سے لڑائی ۔۔۔ پھرنا جس رخ پھرے زمانا

ہے بغض وحسد غضب خدا کا ۔۔۔ خرمن میں یہ آگ مت لگانا

دشوار گزار ہے یہ منزل ۔۔۔ بے قافلہ گام مت اٹھانا

جو فیصلہ ہو مجارٹی کا ۔۔۔ فرمانِ قضا اسے بنانا

ہو قوم کا اعتماد جس پر ۔۔۔ اس کو سر و چشم پر بٹھانا

روٹھے مری بزم کے منانا ۔۔۔ بگڑی مری قوم کی بنانا

یاروں کو تھا گر ملال مجھ سے ۔۔۔ اس کو مرے ساتھ ہی دبانا

کہنا مری بزم میں خدارا ۔۔۔ حیّوا یا ایّھا السُّکارا[9]

ای مونس و ہمدمِ یگانہ ۔۔۔ ای مہدی[10] و محسنِ زمانا

دل میں رہے درد کی وہی چاٹ ۔۔۔ لب پر رہے قوم کا ترانا

وہ میری صدائے اُطلبوا العلم[11] ۔۔۔ ہر خورد و بزرگ[12] کو سنانا

---

۱ کسی طرف ۔ ۲ وہ رنجیدہ مجلس ۔ ۳ پرانے ساتھی ۔ ۴ پرورش کرنا ۔ بار لگانا ۔ ۵ حاکموں کی تابعداری فرض ہے ۔ ۶ تجھید ۔ ۷ زمانے ۔ ۸ کثرت رائے ۔ ۹ اے مستوالو جاگو ۔ ۱۰ مولوی مہدی علی خاں المخاطب بہ نواب محسن الملک ۔ ۱۱ علم حاصل کرو ۔ ۱۲ چھوٹے بڑے سے ۔ ۱۲

لے کر مرا کاسۂ[1] گدائی — ہر شہر و دیار میں پھرانا
اے فخرِ زماں نذیرِ[2] دہلی — امت کو عذاب سے ڈرانا
ہے تیری زباں میں جوہرِ تیغ — اس سیف[3] کو زنگ مت لگانا
حالیؔ[4] نہ ہو تجھ سے بزم خالی — وہ نغمۂ درد گائے جانا
ہیں تیرے سرشک سیلِ رحمت[5] — یہ مزرعِ[6] قوم پر بہانا
اے زائرِ مکہ و مدینہ — کعبہ در قوم کو بتانا
اقبالِ گزشتہ کا مرقع — شبلیؔ[7] کوئی بزم کو دکھانا
برہم ہوئی گرچہ بزمِ ساقی — چرچے رہے مے کشوں میں باقی
کہنا جا کے مرے چمن میں — اس لالہ و گل کی انجمن میں
اے دشتِ امید کے غزالو[8] — ہے تم سے بہار کچھ ختن[9] میں
تم پھول ہو کشتِ آرزو[10] کے — تم جان ہو قوم کے بدن میں
ہر لحظہ ہے چشمِ دل تمھیں پر — ہے گرچہ بدن نہاں[11] کفن میں
یونہی پھیلے کاسۂ گدائی — پنجاب میں ہند میں دکن میں
پہلی منزل قیام کرنا — ان زندہ دلوں کے تم وطن میں
تھا جن کے دلوں پہ جلوہ میرا — یا عکس[12] سہیل[13] تھا یمن[14] میں

---

[1] بھیک کا پیالہ۔ [2] شمس العلماء خان بہادر ڈاکٹر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی۔ ایل ایل ڈی۔ [3] تلوار۔ [4] شمس العلماء مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب۔ [5] تیرے آنسو رحمت کا طوفان ہیں۔ [6] قوم کی کھیتی۔ [7] شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی۔ [8] ہرنو۔ [9] ملک کا نام ہے۔ [10] امید کی کھیتی۔ [11] چھپا ہوا۔ [12] پرچھائیں۔ [13] ایک تارے کا نام ہے۔ [14] ملک کا نام ہے۔

ہے قوم کا اُن کے سر میں سودا
ہے جنبشِ درد اُن کے تن میں

آتی ہے کچھ اُن سے بوئے اسلام
صورت سیرت میں سادہ پن میں

ہے فتح و ظفر کی اُن سے اُمید
برکت ہے انھیں سے انجمن میں

سوکھی کھیتی کو دے گا پانی
پنجاب سے آبِ زندگانی

(پیغامِ ایمان ۔ ۱)

دولتِ علم و عمل

اے عزیزو! کہ ہو تم زیبِ صفِ علم و ہنر
اک کہانی مجھے کہنی ہے اجازت ہو اگر

دمبدم عالمِ دنیا میں بڑی دھوم کے ساتھ
کوچ کرتا ہوا آتا ہے خدائی لشکر

بے بجا آ کے وہ کرتا ہے تصرف اپنا
کاخِ[1] شاہانہ ہو کھپریل ہو یا ہو چھپّر

چپکے چپکے وہ کیا کرتا ہے اپنا حملہ
ظاہرا ہاتھ میں بندوق نہ خنجر نہ تبر[2]

ایک دن لشکرِ سابق کو وہ دیتا ہے شکست
یعنی اس ملک سے کر دیتا ہے بالکل باہر

روک تھام ایسے لٹیروں کی ہے اک امرِ محال
جس کو دیکھو وہ سمجھتا ہے انھیں لختِ جگر

تازہ مہمان ہو وارد تو سناتے ہیں خوشی
لشکری پہلے سے جو آئے ہیں طے کر کے سفر

آنے والے کا عجب حال ہے اک مضغۂ[3] گوشت
اپنے ہر کام میں اغیار کا ہے دست نگر

تن پہ کپڑا ہے نہ ساتھ اُس کے ہے سامانِ رسد
چھولداری ہے نہ ڈیرا، نہ بغل میں بستر

لیکن آتے ہی وہ پاتا ہے مہیا ہر چیز
خانہ و خادم و احباب و عنایت گستر

آسماں ایسا بلند اور زمیں ایسی فراخ[4]
خاک و باد آب و ہوا روشنیِ شمس و قمر

سر بسر روئے زمیں مائدۂ[5] آب و طعام
سر بسر بطنِ زمیں معدنِ[6] لعل و گوہر

[1] محل ۔ [2] کلھاڑی ۔ [3] لوتھڑا ۔ [4] وسیع ۔ [5] دسترخوان ۔ [6] کان ۔ ۱۲

یوں تو ہر چیز کی افراط ہی پر شرط ہے یہ
نہ ملے کچھ بھی اُسے جو نہ بنے غارت گر

ہر سپاہی کو ہے سرکار سے یاں لوٹ[1] معاف
سب کی ہوتی ہے اسی مالِ غنیمت پہ بسر

پہلے حملے میں وہ کرتا ہے ہوا کی تسخیر
پھینکتا ہے اُسے ہر سانس میں اندر باہر

دوسرے حملے میں کرتا ہے خوراک اپنی تلاش
چوستا ہے لبِ نازک سے وہ شیرِ مادر

بعد ازاں لقمہ چبانے کی ہے ورزش لازم
تا قوی جثّہ بنے عمدہ غذائیں کھا کر

تیسرے حملے میں کرتا ہے وہ مشقِ رفتار
گھر کی انگنائی میں پھرتا ہے اِدھر اور اُدھر

کبھی گرتا کبھی اُٹھتا کبھی چوٹیں کھاتا
تجربہ دل سے مٹا دیتا ہے سب خوف و خطر

دیکھتا بھالتا ہے فرقِ خواصِ اشیا
گھر کی جغرافیہ دانی بھی ہے منظورِ نظر

پے بہ پے[2] راہِ ترقی میں بڑھاتا ہے قدم
شہر و بازار و عمارات سے کرتا ہے گزر

ہر نئی شکل کا نظارہ ہے اک تازہ سبق
جو نئی بات پڑی کان میں ہے تازہ خبر

چھوٹی باتوں کو بھی رکھتا ہے بڑے شوق سے یاد
ہے ہی اُس کے لیے فنِ تواریخ و سیر

ہر گھڑی کرتا ہے وہ ایک نیا باب شروع
سامنے اُس کے کھلی ہے یہ خدا کی ریڈر

ایسی ریڈر کہ نہ الفاظ ہیں جس میں نہ حروف
صرف تصویریں ہی تصویریں ہیں جس کے اندر

کوئی لکھنے والا ہو کہ علامۂ عصر[3]
ہر زمانے میں بنی ہے یہی سب کی رہبر

اس میں صنّاع نے کھینچیں ہیں عجب تصویریں
جن کے پردے میں مطالب ہیں ہزاروں مضمر[4]

جبکہ اس لوٹ سے کرتا ہے ذخیرہ کچھ کچھ
عقل کہتی ہے نہ رکھ لوٹ میں زنہار کسر

جو ذخیرے کہ یہاں چھوڑ گئے ہیں اسلاف
اُن کو لا قبضے میں اپنے کہ ہے میراثِ پدر

اب وہ اک قلعہ پہ کرتا ہے چڑھائی ہر روز
سج کے ہتھیار نکلتا ہے وہ رعنا[5] پیکر

---

[1] اپنے قابو میں - [2] برابر - [3] اپنے زمانے کے بڑے عالم - [4] پوشیدہ چھپے ہوئے - [5] خوب صورت ۱۲

ہیج اسکول کی ہے مورچہ پہلا اُس کا
پینسل اُس کی ہے شمشیر سلیٹ اُس کی سپر

دوسرا مورچہ کالج کا ہے اعلیٰ تعلیم
جس سے کچھ ہوتے ہیں مکشوف امورِ نیچر

پھر ریاضی و طبیعی کے کُھلے کچھ اسرار
ہوئے معلوم کواکب کے مدار و محور

یا فنونِ ادبیہ میں کیا کسبِ کمال
خوب میدانِ فصاحت میں لگائے چکر

یا کیا نظم و سیاست میں توغل پیدا
یا پڑھا فلسفہ اور عقل کے کھولے شہپر

کیا یہی حاصلِ اوقات ہے سرمایۂ ناز؟
کیا یہی علم ہے انسان کا اصلی زیور؟

سُنیئے سرہنگِ الٰہی ہم اُسے کہتے ہیں
لوٹ سے سیر نہ ہو اور کبھی کھولے نہ کمر

دولتِ علم و عمل کو وہ غنیمت جانے
حملے کرتا ہی رہے صورتِ ترکانِ تتر

اور اخلاق بھی ہوں نفس کے سانچے میں ڈھلے
ورنہ بے اس کے نکمّے ہیں دماغی جوہر

بات جب ہے کہ بنو آپ معلّم اپنے
اپنے ہی خُم سے بھرو اپنا سبو اور ساغر

فخر کی بات نہیں یہ کہ ہے اب تک موجود
جمن اور گنگ کے سنگم پہ بنائے اکبر

کوئی فیضی و ابو الفضل تو دکھلائے گا
یا یہی اگلے زمانے کے مبارک پتھر

خالی کرنے کو ہیں سیٹ ابھی کہن سال بزرگ
بس کہ دنیا میں نہیں اس سے کسی کو بھی مفر

تم کو موقع ہے کہ پھر زندہ کرو قوم کا نام
بننے والے ہو تمھیں قوم کے اعلیٰ ممبر

شاملِ حال رہے فضلِ الٰہی ہر آن
تم سلامت رہو تا دیر باقبال و ظفر

(مولوی محمد اسمٰعیل)

ظاہر۔ کھلنا۔ بھید۔ ستارے۔ چکر کھانے کی جگہ۔ جڑ جس پر تارے گھومتے ہیں۔ غلو۔ بڑا ملکہ۔ مشق۔ تاتاری ترک۔ مٹکے۔ گھڑا۔ پیالہ۔ جہاں دو دریا ملتے ہوں۔ جگہ۔ بڈھے۔ چھٹکارا۔ ۱۲

وقتِ سحر

تاریکیٔ شب کافور ہوئی
دنیا ساری پر نور ہوئی
ہوش آیا سستی دور ہوئی ٭ قدرت جاگی مسرور ہوئی ٭ سورج نکلا سورج نکلا

جو سوتے تھے بیدار ہوئے ٭ جو غافل تھے ہشیار ہوئے
کام اپنے کو طیار ہوئے ٭ سب مصروفِ پیکار ہوئے
سورج نکلا الخ

سن نغمہ کویل تیتر کا ٭ اور مور پپیہے جھینگر کا
کچھ نام بھجن کر ایشر کا ٭ کچھ سمرن رشی ہمبیر کا
سورج نکلا الخ

بچوں سے پہلے ماں جاگی ٭ گھر دھندے میں مصروف ہوئی
تب بچوں کی بھی آنکھ کھلی ٭ چلائے جلدی دے روٹی
سورج نکلا الخ

لڑتے ہیں شور مچاتے ہیں ٭ غصے کی آنکھ دکھاتے ہیں
گہہ گھرکی سے دھمکاتے ہیں ٭ گہہ روتے گہہ چلاتے ہیں
سورج نکلا الخ

سپنے میں کھاتا تھا کھاگا ٭ اتنے میں بول اٹھا کاگا
تب لڑکا جلدی سے بھاگا ٭ جزدان بغل میں لے بھاگا
سورج نکلا الخ

جو چور اچکے ڈاکو تھے ٭ اور لوگ ہراساں تھے جن سے
دن چڑھتے ہی وہ بھاگ گئے ٭ اور ڈرتے ڈرتے یوں بولے
سورج نکلا الخ

جو رات چمکتے تارے تھے ٭ کچھ تارے کچھ سیارے تھے
تاریکی میں اجیارے تھے ٭ شب گزری غائب سارے تھے
سورج نکلا الخ

(مہاشہ سدرشن)

۱ خوش ۲ جاگے ۳ کاروبار ۴ خدا کے نام کا وظیفہ کرنا ۵ وظیفہ ۶ بزرگ مقدس شخص ۷ کبھی ۸ خواب ۹ گھبرائے ہوئے ۱۰ وہ تارے جو گردش کرتے ہیں ۱۱ چمک دار ۱۲

رات

گیا دن ہوئی شام آئی ہے رات * خدا نے عجب شے بنائی ہے رات!

نہ ہو رات تو دن کی پہچان کیا؟ اُٹھائے مزا دن کا انسان کیا!

ہوئی رات خلقت چھُٹی کام سے خموشی سی چھائی ہے ہر شام سے

لگے ہونے اب ہٹ[2] بازار بند زمانے کے سب کاروبار بند

مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر سرِ شام منزل پہ کھولی کمر

درختوں کے پتے بھی چپ ہو[1] گئے ہوا رُک گئی پیڑ بھی سو گئے

اندھیرا اُجالے پہ غالب ہوا ہر اک شخص راحت کا طالب ہوا

کسان اب چلا کھیت کو چھوڑ کر کہ گھر میں کرے رات اپنی بسر

تھپک کر سُلایا اُسے نیند نے تردد بھلایا اُسے نیند نے

کہاں چین یہ بادشا کو نصیب! کہ جس بے غمی سے ہیں سوتے غریب

(مولوی محمد اسمٰعیل)

ہاں بڑھے چلو

اقبال اک برس جو مرا تاجِ سر ہوا شملے میں مجھ کو موسمِ سرما بسر ہوا

جاڑے[3] کے مارے چلتے ہوئے پانی تھم گئے اور جو جمے ہوئے تھے وہ یخ ہو کے جم گئے

دامانِ کوہسار میں سورج بھی لیٹ کر دبکا لحاف برف میں منہ کو لپیٹ کر

پتے تھے آکے جاڑے نے سب دور کر دیئے اور تھے درخت برف نے بلّور کر دیئے

اک رات بیٹھے بیٹھے جو میں تنگ آگیا گھر سے نکل کے سوئے بیاباں چلا گیا

دیکھا کہ دوڑا جاتا ہے اک تازہ نوجواں ہمت کا ہاتھ میں ہے اُٹھائے ہوئے نشاں

---

۱ چُپ چاپ ۲ (ہندی) بازار ۳ جاڑا ۔ ۱۲

ہر اُس پہ روشنی سے لکھا "ہاں بڑھے چلو"

ہمت کا اُس کی حال میں لکھ کر بتاؤں کیا
کاغذ کے کوزے میں کہو دریا کو لاؤں کیا

جاتا تھا نوجوان عجب آن بان سے
پیدا شکوہ شان تھی اُس کے نشان سے

چلتا قدم اُٹھائے تھا اور سر جھکائے تھا
گویا غرور و جوش کو سر میں دبائے تھا

کیا جانے فکرمند تھا یا کیا ملال تھا
تیور بدل گئے تھے کچھ ایسا خیال تھا

سینے میں نعرہ بند تھا منہ میں نہ تھی صدا
لیکن خموشی اُس کی یہ آواز کرتی نا

دیتی تھی ہر قدم پہ صدا "ہاں بڑھے چلو"

وہ آگے آگے جاتا تھا میں ساتھ ساتھ تھا
دامن تھا اُس کے شوق کا اور میرا ہاتھ تھا

جو آگے کچھ سیاہی شب راہ پر پڑی
آبادی ایک شہر کی ہم کو نظر پڑی

خوش حال گھر اور اُس میں خوشی بولتی ہوئی
باتیں کہ غم سے دل کی گرہ کھولتی ہوئی

گھر گھر اُجالے تھے سرِ دیوار سامنے
دروازوں سے چراغ نمودار سامنے

تھے ہر طرف بہار کے سامان پکارتے
تارے بھی اک کنارے سے تھے آنکھیں مارتے

آرام کہہ رہا تھا کہ آگے نہ جا نہ جا
اور میں بھی کہہ رہا تھا کہ سچ سچ بجا بجا

سمجھانے والے سب یوں ہی سمجھا کے رہ گئے
اتنا بھی وہ نہ سمجھے کہ ہے کیا یہ کہہ رہے

چپکے سے گر کہا تو کہا "ہاں بڑھے چلو"

پھیرا تھا منہ ابھی نہ شبِ تیرہ فام نے
اک پیر مرد تجربہ کار آیا سامنے

پیری کی برف نے تھا اُسے تن بدن دیا
موئے سفید نے نمدی پیرہن دیا

بولا کہ اے جوان! عجب کالی رات ہے
اور وقت وہ کہ رات ہی یا حق کی ذات ہے

۱ نشان — وضع قطع ۲ بگل کی شکل کا باجا جو پھونکنے سے بجتا ہے ۳ اندھیری رات ۴ نمدے کی طرح کی پوشاک — ۱۲

سنسان جنگل اور یہ درختوں کی ہیں سائیں | چاروں طرف پہاڑ ہیں ہیں ڈور کی بلائیں
طوفانِ برف سر پہ کھڑا ہے تلا ہوا | ہے یہ درہ کہ موت کا منہ ہے کھلا ہوا
مانا کہ لطف و عیش و طرب پر نظر نہیں | جانا کہاں ہے جان کا بھی تجھ کو ڈر نہیں
یہ سن کے نکلا شعلہ دلِ نوجوان سے | گویا ستارہ ٹوٹ پڑا آسمان سے

اور اس نے دی کڑک کے صدا ہاں بڑھے چلو

تھی رات رنگ ابھی رخِ عالم پہ پھیرتی | گہ مشک اڑاتی تھی گہے عنبر بکھیرتی
کیا جانے ہم نکل کے کدھر سے کدھر گئے | دیکھا کہ جاڑ زور سے اپنے اتر گئے
موسم بھی معتدل ہے ہوا بھی لہک گئی | خوشبو کا حال یہ ہے کہ دنیا مہک گئی
اور جانور ہیں رات کے آواز دے رہے | مل جل کے ساتھ جیسے ہوں ہمساز دے رہے
پانی کی ہیں پہاڑ سے آوازیں آ رہیں | جوں زیر و بم کی دور سے ہیں گھر بلا رہیں
ناگاہ آئی ایک پری زاد سامنے | کی رمزِ گل سے بلبلِ رنگیں کلام نے
جاتے ہو ایسے وقت میں کس کام کے لیئے | آرام کیجے رات ہے آرام کے لیئے
دیکھا پری کو اس نے مگر چشمِ ناز سے | اور یاس ہو کے نکلا عجب سوز و ساز سے

پھر اتنا مسکرا کے کہا "ہاں بڑھے چلو"

ناگہ فلک پہ دامنِ شب چاک ہو گیا | لبریز نور سے طبقِ خاک ہو گیا
منہ رات کا جو صبح کے آنے سے فق ہوا | گلگونہ لے کے سامنے رنگِ شفق ہوا
روئے سحر پہ شان تھی نور و ظہور کی | چاروں طرف وہ زمزمہ خوانی طیور کی

خوشبو - کیسی - تھوڑی دور - دائیاں بائیاں - زیر ہلکی آواز بم بھاری آواز - اتفاقاً یکایک
یعنی صبح ہو گئی - دنیا - غازہ - ابٹن - پرندوں کا چہچہانا - ۱۲

وہ گہری سبزیوں میں گلِ تر کی لالیاں — اور اوس سے بھری ہوئی پھولوں کی پیالیاں
وہ صبح کی ہوا سے درختوں کا جھومنا — اور جھوم جھوم کے وہ رخِ گل کو چومنا
سبزی جو روئے خاک پہ مخمل بچھا گئی — شبنم بھی آکے رات کو موتی لٹا گئی
پانی وہ صاف صاف جو بل کھا رہے تھے — پارے کے سا کھاس پہ لہرا رہے تھے
سورج نے سر نکالا ایک پہاڑ پر — بولا جوان شیر کی صورت دھاڑ کر

"آرام کی نہیں ہے یہ جا" ہاں بڑھے چلو"

تبدیل جب کہ دھوپ سے رنگِ سحر ہوا — اک مدت سے آگے سے اُس کا گزر ہوا
تھا پاس اک خرابۂ مسجد پڑا ہوا — مُلّا تھا اُس میں بر سرِ منبر چڑھا ہوا
تھا ہر طرف کو دامنِ تقریر کھینچتا — اور دوزخ و بہشت کی تصویر کھینچتا
حور و قصور پہ تھا دلوں کو لُبھا رہا — دوزخ دکھا کے خلقِ خدا کو ڈرا رہا
تھے لوگ اُس کی باتوں پہ مدہوش ہو رہے — اور معتقد تھے سب ہمہ تن گوش ہو رہے
دیکھا جو نوجوان کو اس مردِ پیر نے — اپنی لکیر پیٹی پرانی فقیر نے
یعنی کہ آؤ خلد کا نقشہ دکھائیں ہم — بیٹھو کہ تم کو عرش کے اوپر اُڑائیں ہم
بولا جوان کہ اب وہ زمانے گزر گئے — وہ وقت ہو چکا وہ فسانے گزر گئے

اور سب سے پھر اشارہ کیا "ہاں بڑھے چلو"

مُلکِ فنا اگرچہ بہت بے ثبات ہے — بے پا و بے مدار ہر اک اُس کی بات ہے
لیکن بجا کہا جو کسی نے کہا ہے یہ — ہمت کے معرکوں کے لیے خوب جا ہے یہ"

کھنڈر۔ محلات۔ خوب توجہ سے کان لگا کر سن رہے تھے۔ محاورہ ہے "لکیر کے فقیر" یعنی پرانی روش پر چلنا۔ جس کے پیر نہیں۔ بے ٹھور ٹھکانے۔ ۱۲

پھر دیکھتا جو ہوں تو بہا طرفہ حال ہے ۔ مطلق نہیں ادھر کوئی کرتا خیال ہے

دن رات ہے امیروں کو آرام سے غرض ۔ ساقی سے مدعا ہے و یا جام سے غرض

باقی فلک زدوں کے تو پھر کیا ٹھکانہ ہے ۔ افلاس اُن کے واسطے پہلا بہانہ ہے

اور جو کہ رکھتے ہمت و غیرت سے کام ہیں ۔ محنت سے پیٹ پال رہے صبح و شام ہیں

لڑکے وظیفوں پر ہیں سبق یاد کر رہے ۔ تنخواہوں پہ ہیں محنتیں اُستاد کر رہے

پھرتے فقیر مانگتے در در ہیں صبح و شام ۔ کہتے ہیں بار بار کہ دے جا خدا کے نام

آزاد کی یہی ہے صدا "ہاں بڑھے چلو"

(شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب آزاد)

فقیر کی صدا

گر قوم کی خدمت کرتا ہے ٭ احسان تو کس پہ دھرتا ہے

کیوں سیخیوں کا دم بھرتا ہے ٭ کیوں خوف کے مارے مرتا ہے

اس ہاٹ کا یہ ہی پرتا ہے ۔ کچھ گانٹھ سے دے جب ترتا ہے

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے ۔ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

جو عمر میں مفت گنوائے گا ۔ وہ آخر کو پچھتائے گا

کچھ بیٹھے ہاتھ نہ آئے گا ۔ جو ڈھونڈے گا وہ پائے گا

تو کب تک دیر لگائے گا ۔ یہ وقت بھی آخر جائے گا

اٹھ باندھ کمر [illegible]

جو موقع پاکر کھوئے گا ۔ وہ اشکوں سے منہ دھوئے گا

جو سوئے گا وہ روئے گا ۔ اور کاٹے گا جو بوئے گا

---

۱ عجیب ۲ مصیبت زدوں ۳ بازار ۔ نگری ۴ اعمال پتور ۵ گرہ ۔ پاس ۶ پار لگتا ہے ۔ کامیاب ہوتا ہے ۷ آنسوؤں ۔ ۱۲

تو غافل کب تک سوئے گا (اُٹھ باندھ کمر اُٹھ) جو ہونا ہو گا ہوئے گا

اب دنیا کا وہ رنگ نہیں | وہ طرزِ صلح وہ جنگ نہیں
اغیار کا تو پاسنگ نہیں | کچھ تجھ کو شرم و ننگ نہیں
گو تاج نہیں اور نگ نہیں | پر ملک خدا کا تنگ نہیں
(اُٹھ باندھ کمر الخ)
یہ دنیا آخر فانی ہے | اور جان بھی اک دن جانی ہے
پھر تجھ کو کیوں حیرانی ہے | کر ڈال جو دل میں ٹھانی ہے
جب ہمت کی جولانی ہے | تو پتھر بھی پھر پانی ہے
(اُٹھ باندھ کمر الخ)

([illegible])

خوشی

(۱) اے خوشی! اے مایۂ عیش و نشاط
ہے تری دل کش بہارِ انبساط

تیرا آ جانا مسرت خیز ہے | ہر ادا تیری نشاط انگیز ہے
(۲) تو بہارِ بے خزاں ہے اے خوشی | یا گلِ باغِ جناں ہے اے خوشی
تو ہے کوئی حور یا ہے مہ جبیں | یا مئے گلگوں کا جامِ عنبریں
(۳) کس قدر دل کش ترا انداز ہے | ہر ادا تیری سراپا ناز ہے
غنچۂ دل تیرے آنے سے کھلا | تو ہے بے شک باغِ جنت کی ہوا
(۴) حیف ہے تجھ میں نہیں رنگِ ثبات | بے بقا فانی ہے تیری کائنات
بزمِ عالم میں ہے مثلِ سراب | بحرِ ہستی میں ہے مانندِ حباب

۱ عار - ۲ ٹھیرائی - ۳ تیزی - روانی - ۴ اُمنگ - ۵ مشکل کام بھی آسان ہے - ۶ خوشی
۷ فرحت - ۸ جنت کا باغ - ۹ خوب صورت - ۱۰ شراب - خوش رنگ - ۱۱ افسوس - ۱۲ قیام نہیں - دیرپا نہیں

(۵) چند لمحے کے لیئے تو آئی تھی — آہ! اے میری مسرت کی گھڑی
کچھ نہیں تیرا بھروسہ کچھ نہیں — جا، چلی جا! اب تمنا کچھ نہیں

(۶) میں سمجھتا تھا کہ تو ہے پائدار — تیری ہستی ہے جہاں میں استوار
تجھ سے حاصل ہوں گے عشرت کے مزے — چین سے لوٹوں گا راحت کے مزے

(۷) یہ خبر کیا تھی کہ تو معدوم ہے — محض فانی ہستیِ موہوم ہے
تجھ سے تو بہتر ہے رنج و غم مرا — رات دن ہے مونس و ہمدم مرا
(اور رنج کیا وہ بحا)

رومال

آدھ گز کا تو مربع ٹکڑا — بلکہ کچھ اس سے بھی چھوٹا نہ بڑا
تھان کے تھان سے قیمت میں فزوں — کچھ اچنبھا نہیں یہ مضموں

دام کے کام بہت پیارے ہیں — حد سے بڑھ بڑھ کے قدم مارے ہیں
بہر درواسی تصرف میں سبھی — سر سو فرق نہیں اس میں کبھی
رو کے ٹھنڈا ہو کہ چشمِ گریاں — منہ نہیں اس سے جو ہو روگرداں
عرق آلودہ جبیں اس سے صاف — عارضِ آئینہ اس سے شفاف
خوش لباسی ہے سلامت اس سے — ہے نفیسوں کی نفاست اس سے

۱ آرزو ۲ مضبوط ۳ کچھ بھی نہیں ۴ وہ زندگی جو ہوئی نہ ہوئی برابر۔ چند روزہ۔ عارضی ۵ ساتھی ۶ چوکور ۷ زیادہ ۸ تعجب ۹ کوشش کی ۱۰ ٹھنڈے منہ ۱۱ استعمال ۱۲ بالکل۔ رتی برابر ۱۳ ہنستا گھڑا ۱۴ روتی ہوئی آنکھ ۱۵ منہ پھیرے ۱۶ لتھڑی ہوئی پیشانی جس پر پسینہ آگیا ہو ۱۷ رخسار۔ گال ۱۸

پیرہن لاکھ زر اندودہ ہوں — یہ نہیں پاس تو آلودہ ہوں
کہیں گلدستہ زیبائش ہو — کہیں برگِ گل آرائش ہو
نظر افروز ادائیں اس کی — عطر آمیز ہوائیں اس کی
اس سے جو ہاتھ ہو خالی ہیہات — وہ مکدّر رہے اکثر اوقات
جن کو بے اس کے نکلتے دیکھا — کفِ افسوس ہی ملتے دیکھا
ظاہر اگرچہ یہ کچھ مال نہیں — کچھ نہیں پاس جو رومال نہیں

(مرزا [illegible])

جھولا

پڑے خوبی سے امریوں میں جھولے — مبارک ہو لگیں آنے پھواریں
وہ ریشم کی ہری اور لال ڈوری — خزاں رخصت ہوئی آئیں بہاریں
بندھا ڈوری سے وہ صندل کا پٹرا — ہوائیں حسن کے گلزار پھولے
کمر خوبی سے پینگوں پر لچکتی — حنائی انگلیاں وہ گوری گوری
سہانی وہ دلوں کی سنسناہٹ — وہ پائے صندلیں صندل کا کڑا
ادا کچھ پا کے وہ کھوئی ہوئی سی — خوشی دل میں امنگوں میں اچکتی
وہ ہر دم دل میں اٹھتی گدگدی سی — مزوں کی پیاری پیاری دل میں آہٹ
سبک سیدھی سرکتی سرسراتی — وہ دہشت دودھ کی دھوئی ہوئی سی
نہ جمتی آنکھ میں ہموار ہوتی — دمکتی دم بہ دم منہ پر خوشی سی
زمیں ٹھیری ہوئی وہ نکلی جاتی
ہوا کی طرح خوش رفتار ہوتی

۱ پوشاک۔ ۲ زری کے کام سے لیوان۔ ۳ خراب ہو جائیں۔ ۴ افسوس۔ ۵ آزردہ۔
۶ افسوس سے ہاتھ ملنا۔ پچھتانا۔ پشیمان ہونا۔ ۷ مہندی لگی ہوئی۔ ۸ ہلکی پھلکی۔ ۱۲

وہ پینگوں کا بڑھانا بانک پن سے
یکایک دل کا ہو جانا وہ سن سے

بڑے پینگوں کے جھوکوں سے جھکولے
لگے دل میں امنگوں کے ہنڈولے

بنا رکھی ہیں یہ پینگوں نے کمانیں
کہ سب خوش قامتوں کو تیر جانیں

ہوئے جاتے ہیں دل ہر چند سن سن
برابر چل رہے ہیں تیر زن زن

کھڑی پینگوں میں ہیں جو تیر قد دو
انھیں دو پیڑھ پر کار سمجھو

بھری ہیں ان میں اقلیدس کی شکلیں
دوائر اور قسی ان سے نکلیں

غرض ہے ان سے عشرت کی مساحت
کہ ہو ثابت دلوں میں شکل راحت

لکھا شہباز نے جھولے کا کب حال
بچھایا عشق کا اس آڑ میں جال

(پروفیسر محمد عبدالغفور — شہباز)

جھولے پر ایک اور نظم

تجھ سے اے جھولے ادائے دل کشی ہے آشکار
تیرے ہی باعث فزوں تر ہے گلستاں کی بہار

آگئی برسات ساون کا مہینا ہے شروع
تجھ کو پڑنا چاہیے شاخ شجر میں پائدار

تیری ہی خاطر سے آئے ہیں جھولے باغ میں
جھولنے کو ہیں حسینانِ جہاں امیدوار

سب فراہم ہو لیا سامان مگر اب ہے تلاش
ہو بڑا سایہ پیڑ کوئی شاخ کوئی استوار

منتظر ہیں سب "پڑے" تو پہلے ہم ہی بیٹھ جاویں
جانبِ شاخِ شجر ہے آنکھ اور دل بے قرار

دوڑ وہ اک جا کے بیٹھی جو غضب کی شوخ ہے
سب تو منہ تکتے رہے اور یہ ہے جھولے پر سوار

وہ زمیں سے ٹیک کر تلوے بڑھائی اس نے پینگ
وہ خوش آواز ہے گانے لگی والی ہے کوئی ملھار

پاؤں گھٹنے سے لگانا لازمی ہے پینگ میں
شرط یہ سب جھولنے والوں میں پائی ہے قرار

۱ ڈھلک سے ۲ اچھی قد والیوں ۳ سیدھا قد ۴ پرکار کی ساق ۵ ٹکڑا ۶ دائرے کی جمع ۔ حلقے ۷ یہ بھی اقلیدس

جان کو دیتی ہے راحت دل کو دیتی ہے سرور
لطف جھولے کا غرض برسات میں آتا ہے خوب

پینگ کے ہمراہ چلتی ہے ہوا جا بار بار
پھُبتیاں پھُبتیاں[1] پڑ رہی ہے آج کل ہر سو ہوا

(محمد حسین (مجوی) لکھنوی)

ریل

سیر سیلوں کی ہے ہر وقت وہ باہم ہے ملاپ
پوچھیے ٹھیک نشانوں پہ ہیں غلّوں کی طرح
خوش نمائی سے یہ چڑھ جاتے ہیں ہر چوٹی پر
پیتے پانی ہیں فقط کھاتے ہیں لکڑی کولا
جانتے ہی نہیں یہ کہتے ہیں تھکنا کس کو
سختیاں کوہ کی بے عذر یہ کر لیں برداشت
ہیں پہاڑوں پہ یہ ریچھ اور ہیں میدان میں ہرن
لد کے جاتی ہے انھیں پہ تو ولایت کی ڈاک
جانور ہیں یہ مگر ان پہ عیاں جرِ ثقیل
سحر خارہیں ہیں ان کے ہنر کے قائل

ہم نے دیکھی ہے عجب طرح کی اونٹوں کی قطار
ناک ہر ایک کی لوہے کی ہے لوہے کی نکیل[2]
دیکھ لو ریل کو آنکھوں سے کچھ اس درجہ ہے میل
دونوں ہاتھوں سے اُفق جب کہ چلاتا ہے غلیل
باغِ صنعت میں انھیں کی ہے سند چھٹی ریل
کبھی مالش کے لیئے مانگتے ہیں تھوڑا تیل
کھیل ہے ان کو شب و روز کی بھی گرد و لیل
لیں یہ بے چینِ جبیں دشت کی تکلیفیں جھیل
صاف گھڑیال ہیں دریا میں جو دیں ان کو دھکیل
لد کے آتا ہے انھیں پہ تو ولایت کا میل
عملی شاخ میں اس کی نہیں ہے کبھی ہوں فیل
شمع افروزِ شبستانِ ثنا یعنی وکیل

---

۱ ہلکی ہلکی قطرہ قطرہ ۲ اونٹ کی ناک کی رسّی ۳ انگریزی سائنس
ڈاک ۴ پہرے والے کو غفلت کی سزا جو دی جاتی ہے وہ ڈیل کہلاتی ہے
۵ وہ علم جس کے ذریعے سے بھاری بھاری بوجھ اُٹھا لیتے ہیں ۶
بہت بڑا سمندر جس کی کچھ تھاہ نہ ہو ۷ تیرنا ۸ ایک قسم کی سمندر کی بڑی بھاری مچھلی ہوتی ہے ۱۲

ان کے چلنے سے ہے سونے کا بہانا ملتا
چلنے میں کس نے کہا اونٹنے کو دیتی تھیں کھیل

سُنتے ہی تھے کہ ہیں دنیا کی طنابیں کھنچتی
ہے تماشا کہ انھیں وہ بھی ہے اک ادنیٰ کھیل

ان سے بازارِ تجارت میں ہے ہر جنس کی ریل
ان سے ہو ملک میں سیاحت کے ہے ہر جنس کا میل

ساربان ہے نہ شترخانہ نہ اونٹوں کی قطار
فکرِ شہباز کی گھر گھر ہے چلائی ہوئی ریل

(پروفیسر شہباز مرحوم)

ریل کی پہیلی

حیوان ہے وہ نہ انساں جن ہے نہ وہ پری ہے
سینے میں اُس کے ہر دم اک آگ سی بھری ہے

کھاتی ہے آگ پانی چنگھاڑ مارتی ہے
منہ سے دھواں اُڑا کر غصہ اُتارتی ہے

وہ گھورتی گرجتی بھرتی ہے اک سپاٹا
ہفتوں کی منزلوں کو گھنٹوں میں اُس نے کاٹا

آتی ہے شور کرتی جاتی ہے غل مچاتی
وہ اپنے خادموں کو ہے دور سے جگاتی

بے خوف بے محابا ہر دم رواں دواں ہے
ہاتھی بھی اُس کے آگے اک مورِ ناتواں ہے

آندھی ہو یا اندھیرا ہے اُس کو سب برابر
یکساں ہے نور ظلمت اور روز و شب برابر

اُتر سے لے کے دکن تک پورب سے لے پچھم تک
سب ایک کر دیا ہے پونہچی ہے یہ جہاں تک

ہر آن ہے سفر میں کم ہے قیام کرتی
رہتی نہیں معطّل پھرتی ہے کام کرتی

پردیسیوں کو جھٹ پٹ پونہچا گئی وطن میں
ڈالی ہے جان اس نے سوداگری کے تن میں

ہر چیز سے نرالی ہے چال ڈھال اس کی
پاؤ گے صنعتوں میں کم تر مثال اس کی

برکت سے اس کی بے پر پردار بن گئے ہیں
ملک اس کے دم قدم سے گلزار بن گئے ہیں

ہم کہہ چکے مفصل جو کچھ ہے کام اس کا
جب جانیں تم بتا دو بن سوچے نام اس کا

---

۱ اونٹ والا ۲ بے تحاشا۔ بے کھٹکے۔ بے دھڑک ۳ چلتی اور دوڑتی پھرتی ہے ۴ کم زور چیونٹی ۵ بے کار ۶ فوراً ۔۔ ۱۲

جی ہاں سمجھ گیا میں پہلے ہی بیں تاڑی
وہ دیکھو آگرے سے آتی ہے ریل گاڑی
(مولوی محمد اسمٰعیل)

مقصودِ الفت

کیا مرے حُسنِ دل آویز پہ تو مرتا ہے
شعلہ روئی پہ مری جان فدا کرتا ہے
یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبت مت کر
نگہ عشق رخِ مہرِ جہاں تاب پہ ڈال
حُسن بے مثل کو جس کے نہ اجل ہے نہ زوال

کم سنی پر مری مائل ہے طبیعت تیری
حُسنِ نوخیز سے وابستہ ہے اُلفت تیری
یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبت مت کر
تیری اُلفت کے ہے قابل رخِ زیبا بہار
جس پہ ہر سال نیا حُسن نرالا ہے نکھار

چاہتا ہے مجھے تو کیا مری دولت کے لیئے
دل ہے تو ملتجی زرِ حشمت کے لیئے
یہ اگر سچ ہے، تو جا مجھ سے محبت مت کر
چاہیئے تجھ کو کرے بحرِ گہر خیز سے پیار
جس کے ان مول جواہر کا نہیں کوئی شمار

پیار مجھ سے ہے تجھے کیا مری اُلفت کے لیئے
دل ہے پروانہ ترا شمعِ محبت کے لیئے
یہ اگر سچ ہے تو کر مجھ سے محبت پیارے
بہتر از مہر و بہاراں دلِ شیدا میرا
بحر میں بھی نہیں ایسا گہرِ مہر و وفا
(غلام بھیک نیرنگ)

ماں کی ماستا

ماستا ماں کی جانتے ہیں سب
ماں ہے بچے کی پرورش کا سبب

ا موت ۲ اُٹھتی جوانی ۳ کے سبب سے ۴ وہ سمندر جس میں سے موتی نکلیں

بھوک ننھے بچے کو ہے ستاتی جب
ماں سے کرتا ہے رو کے دودھ طلب

دودھ دیتی ہے پیار کرتی ہے
جان اُس پہ نثار کرتی ہے

بچہ سینے سے جو رہا ہے چمٹ
نہیں لے سکتی بے دھڑک کروٹ

پاؤں کی بھی ذرا نہ ہو آہٹ[۱]
کبھی ننھے کی جائے نیند اُچٹ[۲]

اُوں اُوں کرتی تھپکتی جاتی ہے
ہولے ہولے[۳] سرکتی[۴] جاتی ہے

جب گیا وہ نہا سپچے پر سو
چھوٹے تکیے لگا دیئے دو دو

کیئے سب کام تھے ضروری جو
پر نہیں بھولتی ہے بچے کو

لیتی رہتی ہے ماں خبر ہر دم
اپنے بچے پہ ہے نظر ہر دم

ماں کو آرام کی کہاں فرصت
سوئی بے ڈھب تو آ گئی شامت

کپڑے لتّوں کی ہو گئی کیا گت[۵]
ہے بچھونا بھی تر بتر[۶] لت پت[۷]

صبح اُٹھ کر کھنگالتی ہے تمام
جاڑے پالے کا وقت اور یہ کام

بچہ اتنے میں چونک اٹھا سو کے
ناک میں دم کیا ہے رو رو کے

ماں نے پھر لے لیا ہے خوش ہو کے
نیا کرتہ بدل کے منہ دھو کے[۸]

دیکھ کر اُس کا چاند سا مکھڑا[۹]
بھول جاتی ہے اپنا سب دکھڑا[۱۰]

باتیں کرتی ہے پیار سے جوں جوں
بولتا ہے جواب میں "آغوں"

رات کو لوریاں سناتی ہے
گود میں لے کے بیٹھ جاتی ہے

---

۱ آواز ۲ نیند سے ہشیار نہ ہو جائے۔ نیند میں خلل نہ آ جائے۔
۳ آہستہ آہستہ ۴ کھسکتی ۵ بری حالت ۶ بھیگا ہوا ۷ بھرا ہوا۔
۸ دھوتی دھلاتی ۹ منہ کو پیار سے مکھڑا کہتے ہیں ۱۰ مصیبت — ۱۲

کس قدر زحمتیں اٹھاتی ہے
جب لگایا ہے آنکھ میں کاجل
دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ڈالیں مل
کبھی گُنڈی بجا کے بہلایا
چُپ کیا جھنجھنا بجا کے اُسے
اس کا ہتیّہ جدا پکاتی ہے
باتیں کرنا اسے بتاتی ہے
ہر طرح پر سنبھالتی ہے اسے
ماں کو بچے سے جو محبت ہے
بچہ ہے اور ماں کی چھاتی ہے
پڑا بچے کی تیوری میں بل
بچہ بے چین ہے تو ماں بے کل
کبھی کندھے سے لگا کے بہلایا
سو گئی خود پہ پیشتر سلا کے اُسے
انگلیوں سے اسے چٹاتی ہے
پاؤں چلنا اسے سکھاتی ہے
اللہ آمیں سے پالتی ہے اسے
درحقیقت خدا کی رحمت ہے

(مولوی محمد اسمٰعیل)

ماں کا پیار

نہ تو روتا نہ بلبلاتا ہے
مسکراتا ہے کیا ہی خوش ہو کر
جب کہ سونے کا وقت ہے آتا
جب کہ آنکھوں میں نیند آتی ہے
نیند لے کر ہنسی خوشی سے اٹھا
لگ گئی بھوک کہہ نہیں سکتا
کیسا لیٹا ہے یہ خوش و خرم
نہ کوئی فکر ہے نہ کوئی غم
گود میں کیا ہمک کے آتا ہے
جیسے چڑیا مگن ہو ڈالی پر
میرے سینے سے ہی چمٹ جاتا
بستر اس کا میری چھاتی ہے
پھول گویا کھلا چنبیلی کا
پیاری نظروں سے ہے مجھے تکتا

زنجیر - سیلے - بچے کا کھانا - اچھل - خوش - بچھونا - دیکھنا - ۱۲

پیار کا بھی مرے یہی ہے سبب
نہیں آتا بیان میں مطلب
(مولوی محمد اسمٰعیل)

ماں کی لوری

نہ وہ گول گول سورج نہ وہ کرنیں ہیں سنہری
نہ شفق کی ہے وہ سرخی وہ گھڑی گھڑی کی رنگت
لبِ بام چاندنی کی ہے عجب بہارِ دل کش
جو ہوا ہے بھینی بھینی تو نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی
ہوئی شام چھپ گیا دن نکل آئے چاند تارے

ہے عجب سکوت افزا شبِ مہر کا بھی منظر
یہ سماں ہے پیارا پیارا کہ طلسم سحر و افسوں
نہ وہ گیت قمریوں کے نہ صدا ہے بلبلوں کی
نہ سرود خواں ہیں چڑیاں نہ غزل سرا کبوتر
کہ پرندگاں کے نغمے سوئے آشیاں[1] سدھارے

کبھی فصلِ بہار کے ہیں کبھی ہیں سہانی گھڑیاں
کبھی جھڑ رہے ہیں پتے کبھی ہے خزاں کا موسم[2]
کبھی خاک اڑ رہی ہے کبھی گرمیوں کی رت ہے
کبھی غل ہیں بادلوں کے کبھی مینہ کی ہیں جھڑیاں
ہے عجب بہارِ قدرت کہ ہیں نت نئے نظارے[3]

یہ کرے جو غور دیکھے نہیں خالی ان کی بستی
ہیں کہیں پہاڑ ان میں کہیں ان میں دشت و صحرا
کہیں بہہ رہے ہیں دریا کہیں وادیوں کا منظر
کہیں اگ رہا ہے سبزہ کہیں ہے گھٹا برستی
کہیں ننھے ننھے پودے کہیں پھول پیارے پیارے

ابھی شام ہو رہی تھی ابھی تھی افق پہ سرخی
ابھی ڈھل رہا تھا سایہ ابھی آسمان تھا نیلا
ابھی دن ہوا تھا آخر ابھی پڑ رہی تھیں کرنیں
ابھی چھپ رہا تھا سورج ابھی چاندنی ہے چھٹکی
ابھی آگ کا تھا گولا، ابھی آگ کے شرارے[4]

---

(۱) گھونسلا — (۲) موسم — (۳) ہمیشہ نئے تماشے ہیں (۴) چنگاریاں — ۱۲

ہوئی کم وہ مکھیوں کی جو تھی بھنبھناہٹ — نہ رہا وہ غل غپاڑا کہ ہے ہر طرف خموشی

نہ ٹوے کی اب صدا ہے نہ وہ فاختہ کی کوکو — نہ وہ تیز تیز جھونکے نہ ہوا کی سنسناہٹ

کہ ہے محوِ خواب سبزہ، لبِ نہر اک کنارے

نہیں محویت یہ اچھی مرے لال اب تو سو جا — کہ ہے رات بھر کی مہماں بہارِ بزمِ قدرت

نہ یہ آسماں رہے گا نہ یہ انجمن رہے گی — کبھی تاروں کی ہے حسرت کبھی چاند کی تمنا

یہ بتا رہے ہیں تجھ کو تری آنکھوں کے اشارے

میں تھپک تھپک کے کب سے تجھے دے رہی ہوں لوری — کبھی چومتی ہوں ماتھا کبھی لیتی ہوں بلائیں

مری چھاتی سے لپٹ جا نہ ہو بے قرار اتنا — مری آنکھ ہے جھپکتی کہ گزر گئی شب آدھی

ترے صدقے جاؤں سو جا مری انکھڑیوں[۱] کے تارے

(سرور جہاں آبادی)

قومی لوری

میرے آنکھ کے تارے سو جا

میرے راج دلارے سو جا

اے میرے مہ پارے سو جا — تجھ پر جاؤں واری سو جا

سو جا میرے پیارے سو جا

جو مانگے گا تجھ کو دوں گی — تیری ہر اک بات سنوں گی

رنج و غم تکلیف سہوں گی — تیری خاطر سر پر لوں گی

سو جا الخ

مکھڑا تیرا بھولا بھالا — قدرت نے سانچے میں ڈھالا

ہر روتوں کو ہنسانے والا — بات نئی انداز نرالا[۲]

سو جا الخ

۱؎ آنکھوں کی تصغیر ۲؎ عجیب۔ انوکھا۔ نادر۔ ۱۲

بڑھ کے اپنا نام کرے گا / دنیا میں کچھ کام کرے گا
صبح کرے گا، شام کرے گا / جاری فیض عام کرے گا
سنسکرت، انگریزی پڑھنا / لیٹن اور یونانی پڑھنا — سوجا الخ
پشتو پڑھنا، عربی پڑھنا / منطق اور ریاضی پڑھنا — سوجا الخ
جج، وکیل، بیرسٹر بننا / حاکم اور کمشنر بننا
ڈپٹی اور کلکٹر بننا / آتھر[1] اور اسپیکر[2] بننا — سوجا الخ
خدمت کرنا اپنے وطن کی / زیب زمن[3] اور رشک چمن کی
پروا کرنا جان نہ تن کی / دھوم مچانا اس گلشن کی — سوجا الخ
خواہش ہے یہ منظر دیکھوں / قوم کا تجھ کو لیڈر[4] دیکھوں
ملک کا تجھ کو رہبر دیکھوں / مثل شاہ خاور[5] دیکھوں — سوجا الخ
ہر دل میں ہو عزت تیری / پاک اور صاف ہو نیت تیری
رشک گل ہو نکہت تیری / دنیا میں ہو شہرت تیری — سوجا الخ

(مہاشہ سدرشن صاحب بیرسٹر لاہور)

میری پیاری اماں

نہ کچھ مجھ میں طاقت تھی جس[6] آن اماں
نہ اچھے برے کی تھی پہچان اماں
تمھیں سب طرح تھیں نگہبان[7] اماں
تمھیں کو تھا ہر دم[8] مرا دھیان اماں

---

[1] Author = مصنف [2] Speaker = مقرر، لکچرار [3] زمانے کی زیب و زینت
[4] Leader = رہنما - [5] سورج کی طرح چمکدار اور روشن دیکھوں۔
ارادہ - کوشش ہو - وقت - حالت میں - محافظ - خبرگیر - ہر وقت - خیال - ۱۲

مری پیاری امّاں ۔ مری جان امّاں

مجھے پیار سے دودھ تم نے پلایا — تھپک کر محبت سے تم نے سلایا
بہت دن مجھے گود ہی میں کھلایا — مجھے سکھ دیا آپ ہی دکھ اٹھایا
مری پیاری الخ

کبھی اپنی گودی میں مجھ کو لٹانا — کبھی میٹھی باتوں سے مجھ کو ہنسانا
کبھی پیار کرنا گلے سے لگانا — نہ بھولوں گی میں عمر بھر وہ زمانا
مری پیاری الخ

جو دکھ سے کبھی نیند مجھ کو نہ آئی — تو اس فکر میں رات تم نے گنوائی
کبھی کچھ دوائی کھلائی پلائی — کبھی کوئی میٹھی سی لوری سنائی
مری پیاری الخ

تمھیں نے ہی اچھا طریقہ سکھایا — تمھیں نے ہر رستہ خدا کا بتایا
تمھیں نے گناہوں سے مجھ کو بچایا — تمھیں نے مجھے آدمی ہے بنایا
مری پیاری الخ

بہت کی مرے ساتھ تم نے محبت — اٹھائی مرے واسطے سخت محنت
اگر دے خدا مجھ کو عمر اور دولت — تمھاری بجا لاؤں ہر طرح خدمت
مری پیاری الخ

(۹)

بن ماں کی بچّی

تھی اک پیاری او ننھی منّی سی بچّی
بہت اپنے ماں باپ کی لاڈلی تھی

سدا ناز و نعمت سے اماں نے پالا — کبھی اُس کا کہنا نہ ابّا نے ٹالا[1]
مگر اُس کی قسمت کا لکھا بُرا تھا — کہ بچپن ہی ماں سے چھٹنا بدا[2] تھا
وہ ننھی سی تھی کہ جب اماں نے رحلت[3] — ہوئی اپنی بیٹی سے مجبور رخصت
بہت رنج تھا اُس کو چھٹنے کا ماں سے — اُترتا نہ تھا نام ماں کا زباں سے

[1] آرام ۔ [2] مقدر میں لکھا تھا ۔ [3] کوچ کیا ۔ یعنی مر گئی ۔ ۱۲

مگر باپ کرتا تھا یوں اُس کی تسکیں ۔۔۔ کہ بیمار اماں تری ہو گئی تھیں

انھیں اک حکیم اپنے گھر لے گیا ہے ۔۔۔ علاج اُن کا کوشش سے وہ کر رہا ہے

جب آرام ہوگا چلی آئیں گی وہ ۔۔۔ بہت جلد پھر تم سے مل جائیں گی وہ

وہ بچی جو بالکل ابھی ناسمجھ تھی ۔۔۔ بھلا اُس کو اس بات کی کیا سمجھ تھی

سدا پوچھتی اپنے ابا سے رو کر ۔۔۔ مری اماں آئیں گی کب اچھی ہو کر

نہیں بھیجتے ہیں حکیم اُن کو اب تک ۔۔۔ بتاؤ رہیں گی وہ گھر اُن کے کب تک

مجھے لے چلو وہ تو آتی نہیں ہیں ۔۔۔ جہاں میری اماں ہیں جاؤں وہیں میں

جو کھانے کو کہتے تو کھانا نہ کھاتی ۔۔۔ نہ کپڑے بدلتی نہ وہ تھی نہاتی

یہی کہتی اماں کھلائیں تو کھاؤں ۔۔۔ وہ کپڑے نکالیں تو پھر میں نہاؤں

تھا رونے سے اُس کے پریشان گھر بھر ۔۔۔ کہ اتنے میں اک انا بی بی نے آ کر

کہا تم اگر میری اک بات مانو ۔۔۔ اور اُس کو نہ ہرگز خرافات[1] جانو

تو رونا یہ لڑکی کا جاتا رہے گا ۔۔۔ خدا خود بخود صبر بچی کو دے گا

اسے ماں کی تربت[2] کی مٹی چٹاؤ ۔۔۔ تو رونے کی پھر یہ نہیں آزماؤ

کہا سب نے یہ بھی بھلا کر کے دیکھو ۔۔۔ کہ شاید اسی سے اسے فائدہ ہو

بلا کر کہا اُس کے ابا نے اُس کو ۔۔۔ چلو اپنی اماں کا گھر دیکھ آؤ

یہ سُن کر خوشی سے نہ پھولی سمائی ۔۔۔ اُسی وقت وہ قبر پہ ماں کی آئی

وہاں جا کے سنسان ویرانہ پایا ۔۔۔ نظر اُس کو گھر کا نشاں تک نہ آیا

جو دیکھا تو ہیں ڈھیر مٹی کے ہر جا ۔۔۔ نہ اماں تھیں واں اور نہ اماں کا گھر تھا

---

[1] فضول — واہیات — [2] قبر ۱۲

لگی کہنے ابّا سے حیران ہوکر
یہاں تو نہیں ہے بنا کوئی بھی گھر

کہا باپ نے تم نہ حیران ہو اب
وہ ہے چار دیواری اُس میں چلو اب

گئی جب وہ اُس میں تو اک قبر دیکھی
جو گملوں سے اور پھولوں سے سج رہی تھی

کہا باپ نے رکھ کے ہاتھ اُس پہ اپنا
کہ امّاں تری اس میں سوتی ہیں بیٹا

اُٹھا کر پھر اُس قبر سے تھوڑی مٹّی
کہا چاٹ لے اس کو تو پیاری ننّھی

سُنا جب یہ لڑکی نے بے چین ہوکر
لگی ڈھونڈنے اُس میں دروازہ رو کر

کہ مِل جائے ڈھونڈے سے رستہ مجھے گر
تو میں اپنی ماں سے مِلوں خوب جا کر

مِلا جب نہ رستہ تو بولی یہ رو کر
مری اماں بیٹھی ہیں کیوں بند ہوکر

کہا باپ نے پیاری اس میں نجانا
جو کہنا ہے باہر ہی سے کہہ سُنانا

نہیں میری پیاری کوئی اس میں جاتا
نہیں کوئی سوتوں کو بیٹی جگاتا

یہ سُن کر وہ بے تاب اس طرح بولی
جگاتی ہوں میں دیکھو امّاں کو اپنی

یہ کہہ کر پکاری اُٹھو پیاری امّاں
مرے ساتھ اب گھر چلو پیاری امّاں

یہ ہے کوٹھڑی کیسی؟ سوتی ہو جس میں
نہ دروازہ ہے اور نہ کھڑکی ہے اس میں

میں کیونکر بھلا اس میں آؤں بتاؤ
تمھیں پیاری امّاں مرے پاس آؤ

ہو روٹھی تو من جاؤ اب پیاری امّاں
خطائیں مری بخشو سب پیاری امّاں

ستاؤں گی میں اور نہ شوخی کروں گی
کہو گی جو تم اب میں وہ ہی کروں گی

میں مانوں گی کہنا تمھارا تم آؤ
بس اب پیاری امّاں نہ مجھ کو رُلاؤ

ذرا کوٹھڑی سے نکل آؤ باہر
لگا لو گلے سے مجھے اپنے آکر

ذرا تم مجھے اپنا مُنہ تو دکھاؤ
لپٹ جاؤں تم سے جو تم باہر آؤ

مرے بال میلے ہیں چکٹے ہوئے ہیں
مجھے عید کے کپڑے تم آکے سی دو
مری بہن چھوٹی ہے بھوکی تم آؤ
بہت دیر سے دیکھو میں پاس کھڑی ہوں
نہ آتی ہو باہر نہ کچھ بولتی ہو
میں گڑیوں سے بھی اب نہیں کھیلتی ہوں
برے لگتے ہیں مجھ کو کھیل اور گڑیاں
جو تم ہوتیں گڑیوں کے کپڑے بناتیں
کھڑا باپ تھا پاس خاموش اُس کے
پھر آخر کو اس طرح بیٹی سے بولا
نہیں بولتیں تم سے امّاں تمھاری
بس اب اپنی امّاں کو تم بھول جاؤ
وہ بولی کہ گھر کو نہ جاؤں گی ابّا
انھیں چھوڑ کر میں نہ جاوں گی گھر کو
تھی امید بچی کو آنے کی ماں کے
مگر وہ گئی تھی نہ ایسی جگہ پر
وہ رو دھو کے آخر کو مایوس ہو گئی
دعا ہے کہ بچوں کی ماؤں کو دائم
خدا نے بچے کا دکھ نہ ماں کو دکھائے

نہیں تم تو کپڑے بھی سب پھٹ رہے ہیں
مرے سر کو دھوؤ مرے بال گوندھو
اور آکر اُسے دودھ اپنا پلاؤ
مناتے مناتے تمھیں تھک گئی ہوں
کہو اتنی تم کیوں خفا ہو رہی ہو
بہت روتی ہوں جب اُنھیں دیکھتی ہوں
کروں اُن کو کیا جب نہیں تم ہی امّاں
کھلونے بہت اچھے اچھے منگاتیں
مگر دل ہوا جاتا تھا غم سے ٹکڑے
کہ کہنا تھا جو کہہ چکی ہو وہ بیٹیا
چلو اب تمھیں لے چلوں گھر کو پیاری
مرا کہنا مانو مرے ساتھ آؤ
میں امّاں کو اپنی مناؤں گی ابّا
وہ بولیں گی ابّا ذرا اور ٹھیرو
سرکتی نہ تھی اس لیئے وہ وہاں سے
کہ پھر مُنہ دکھاتی وہ بیٹی کو آکر
چلی آئی گھر ساتھ ابّا کے اپنے
خدا رکھے مدّت تلک سر پہ قائم
نہ بچے ہی سے اُس کی ماں کو چھڑائے

مبارک ہو ماؤں کے ہاتھوں میں پلنا
مبارک ہوں ماؤں کی گودوں کو بچے
مبارک ہو اُن پھولنا اور پھلنا
سدا ماؤں کی گود اللہ رکھے
(سچے موتی - محمدی بیگم)

ماں بیٹے کی مراسلت

ایک دن ٹیلیگراف آفس میں میں
سُن رہا تھا دور کی کوئی خبر

زور چھائی تھی گھٹا چاروں طرف
دے رہی تھی برق بارش کی خبر

ناگہاں یہ کان میں آئی بھنک
"بابو صاحب! کیا یہی ہے تار گھر"

جب ملی مجھ کو فراغت کام سے
میں نے دیکھا اُس طرف مُنہ موڑ کر

بھولا بھالا سا عجب نازک بدن!
ایک بچہ سامنے آیا نظر

عارضِ گل رنگ پر تھا آشکار
اُس کی روحانی مسرت کا اثر

وہ سنہرے بال وہ آنکھیں کبود!
آہوؤں کے صید کو وہ دامِ زر

غور سے دیکھا کیا چاروں طرف
فرش سے چھت تلک ڈالی نظر

پھر کیا اُس نے وہی مجھ سے سوال
اپنی جانب مجھ کو مائل دیکھ کر

پیار سے میں نے دیا اُس کو جواب
"ہاں یہی ہے میرے پیارے! تار گھر"

یہ چمک بجلی کی یہ بادل کا شور!
ایسے میں تنہا نکل آئے کدھر؟

خیر ہے کہیئے تو کچھ کیا کام ہے؟
میں کروں گا ہو سکا مجھ سے اگر"

اُس کے ننھے ننھے ہاتھوں میں مجھے
آیا اک لپٹا ہوا کاغذ نظر

شوق کے لہجے میں پھر کہنے لگا "
اک تمنا کھینچ لائی ہے اِدھر

نیلی - متوجہ - آرزو - خواہش - ۱۲

یہ جو پھیلے ہر طرف کو تار ہیں
کہتی تھی اماں کہ "ان تاروں کی راہ
اور منزل جائے جتنی دور ہو
آسماں پر ہیں گئی اماں مری
فرصت ابا کو مرے رہتی ہے کم
کیا کروں تنہا رہا جاتا نہیں
ہو کے مایوس آج یہ لکھا ہے خط
موٹے حرفوں میں لکھا ہے اس لیئے
جھٹ سے میری ماں کو دیویں خط
آپ اس خط کو ذرا پہلے سنیں

خط

پیاری اماں لیجئے میر اسلام
یاد ہے مجھ کو وہ حالت آپ کی
یا ذرا آنکھوں سے اوجھل ہو گیا
ہو کے اپنے قلب سے بے اختیار
دل کو تھامے ہر طرف پھرنے لگیں
جو کھٹکا اس سے کہتیں تھے دھڑک
یا وہی میں ہوں مری اماں! کہ اب
جن کے مرکز میں بنا ہے تار گھر
بادلوں سے آئی ہے بجلی اُتر
ایک لمحے بھر میں لاتی ہے خبر"
مجھ ستم کش کو اکیلا چھوڑ کر
وہ چلے جاتے ہیں اپنے کام پر
کاٹے کھاتا ہے اکیلا مجھ کو گھر
ایک کونے میں مکاں کے بیٹھ کر
تاکہ جلدی سے فرشتے دیکھ کر
جلد اماں کو مری ہووے خبر
اور بتائیں بے قرینہ ہو اگر"
ہو گئیں کیوں آپ مجھ سے بے خبر
جب نہ دیکھا مجھ کو تھوڑی دیر اگر
یا نہ پائی دو گھڑی میری خبر
ڈھونڈنے نکلیں مجھے سر پیٹ کر
اک قدم اندر تو اک دہلیز پر
میرے بچے کو کہیں دیکھا ادھر؟"
ایک مدت سے نہیں پوچھی خبر

ل بیچ میں ۲ مظلوم ۳ ناامید ۴ فوراً - جلدی سے ۵ بے طور اگر ٹھیک نہ ہو ۶ آڑ میں ۷ دل ۸ جھکھٹ - ۱۲

یاد ہر وقت آپ آتی ہیں مجھے
جب نہیں ملتیں تو رو دیتا ہوں میں
کوئی بھی اب کھانے پینے کے لیئے
اب منانے والا ہی بیٹھا ہی کون؟
بال اُلجھے ہیں تو اُلجھے ہی سہی!
کوئی خط بھی آپ نے بھیجا نہیں
آپ نے تو یہ بھی کچھ لکھا نہیں
ریل پر جاتے ہیں کتنی دور لوگ؟
پیشوائی کے لیئے آیا تھا کون؟
مدرسے جاری وہاں ہیں یا نہیں؟
امتحاں ہوتا ہی کوئی یا نہیں؟
پاتے ہیں لڑکے وہاں انعام بھی؟
کچھ وہاں کرکٹ کا بھی سامان ہی؟
آپ نے میرے لیئے کیا کیا لیا؟
یاد ہی مجھ کو وہ کہنا آپ کا
واں کے باغوں میں نہیں آتی کمی

دیکھتا ہر سو ہوں آنکھیں پھاڑ کر
دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر
منتیں کرتا نہیں دو دو پہر
میری اماں کس سے بیٹھوں روٹھ کر
گرد رخ پر ہی تو ہووے جس قدر!
ہوتی ڈھارس کاش اسی کو دیکھ کر!
طی ہوا کتنے دنوں میں یہ سفر؟
ہوتے ہیں پانی میں کتنے دن سفر؟
آپ مہماں آج کل ہیں کس کے گھر؟
اور پڑھاتے ہیں فرشتے یا بشر؟
ہی ترقی منحصر کس امر پر؟
جلد ہی جلدی پڑھتے لکھتے ہیں اگر
کھیلتے ہیں یا ٹنس سب بیشتر
میں نہ مانوں گا نہ لائیں کچھ اگر
نعمتیں میٹھا بہت ہیں چرخ پر
رہتے ہیں پھولے پھلے دائم شجر

ہر طرف۔ گھبرا کر۔ پریشان ہوکر۔ ناراض ہوکر۔ تسلی۔ یعنی لینے کو کون آیا تھا۔ کس بات سے ترقی ملتی ہی۔ گیند بلا۔ ربڑ کی گیندوں اور جال سے یہ کھیل کھیلا جاتا ہی جو بہ نسبت کرکٹ کے کم محنت لیتا ہی۔ زیادہ۔ آسمان۔ ہمیشہ۔ درخت۔ ۱۲

میری اچھی اماں مرے واسطے
میوے لانا اچھے اچھے ڈھونڈھ کر

کچھ کھلونے کچھ مٹھائی بھی ضرور
اور اک چھوٹی سی چھتری دیکھ کر

لائیے گا بیت بھی اچھا سا ایک
جیسا مجھ کو لا دیا تھا پیشتر

اور کیا مانگوں کچھ نہیں آتا ہے یاد
میرے قابل چیز جو آئے نظر

لیکن ان فرمایشوں کی وجہ سے
دیر آنے میں نہ کیجے گا اِدھر

میں نہیں کچھ جانتا آپ آئیے!
آپ کو اللہ پہنچائے اِدھر

آرزو ہے آپ کے دیکھوں قدم
آرزو ہے سر کو رکھوں پاؤں پر

آرزو ہی کہہ کے اماں یوں پکا
آرزو ہے یہ کہ لپٹوں دوڑ کر

آپ کچھ ناراض شاید ہو گئیں
میری اماں مجھ پہ غصہ اس قدر

آئیے[1] اب ضد کی باتیں چھوڑ دیں
آئیے اب ہٹ کو رکھا طاق پر

میں نہیں کچھ جانتا بس آئیے
آئیے چلا پڑا ہوں خاک پر

اور اگر شاید کہ مجبوری ہے آپ
ختم کر سکتی نہ ہوں اپنا سفر

پھر تو فوراً بھیجئے خط کا جواب
بن[2] گئی ہے اب تو میری جان پر

الغرض لوٹا[3] بڑی حسرت کے ساتھ
ناامیدی آگئے آگے راہبر

گھر پہنچ کر غم کا مارا سو رہا
خواب میں خط کا جواب آیا نظر

خوش ہوا بیٹا جو پایا ماں کا خط
یوں لگا پڑھنے وہ اُس کو کھول کر

جواب

اے مرے پیارے مرے لختِ جگر
اے مری جانی! اے مرے نورِ نظر

---

۱ یعنی آئیے میں نے ضد اور ہٹ سب چھوڑ دی ۲ اب سخت مصیبت آن پڑی ہے کہ جان سے بھی بیزار ہوں اور جینا دشوار ہے ۳ واپس آیا - ۱۲

تو سلامت رہ جہاں میں رات دن
یا الٰہی! مدتوں پھولے پھلے
یہ ادا بچپن کی تیری بھا گئی
تیری ماں تیری یتیمی پہ نثار!
میرے لال! اب تو کہاں اور میں کہاں!
ریل کا کیا ذکر اور کیسا جہاز؟
اس سفر کو لوگ مرنا کہتے ہیں
کھینچ لاتا ہے جسے دامِ اجل
پیشوا تھا جو وہاں وہ ہے یہاں
یاں نہ مہماں ہے نہ کوئی میزباں
جس کے جیسے ہیں عمل ویسے ہیں
یاں نہ کچھ کھانے پہننے کی ہے فکر
جو وہاں بوتے ہیں یاں پاتے ہیں جمع[4]
نعمتیں ہر قسم کی موجود ہیں
لیکن اُن کو بس وہی پا سکتا ہے
خواب سے جس وقت ہوگا ہوشیار
بڑھ کہیں جائے نہ تیرا اضطراب
لیکن اتنا میں سمجھتی ہوں ضرور

جب تلک دنیا میں ہو شام و سحر
تیری نخلِ کامرانی کا شجر
بھیجنی چاہی جو تو نے یاں خبر
چوم لیتی ہاتھ بس چلتا اگر
اب تمنا میرے ملنے کی نہ کر
ایک دم میں طے یہ ہوتا ہے سفر
ہے نہیں اس سے کسی کو بھی مَفَر[1]
وہ نہیں جاتا یہاں سے لوٹ[2] کر
غم زدوں کا، عاصیوں کا، چارہ گر
یاں نہ ویرانہ نہ بستی کا اثر
اس جہاں میں آکے پاتا ہے ثمر[3]
نے زراعت، نے تجارت کا اثر
یہ ہے خرمن[5] گاہ وہ کھیتی کا گھر
سچ کہا تھا میں نے تجھ سے پیشتر
جس پہ ہو میری طرح رب کی نظر
اور جانے گا گئیں اماں گزر
میرے پیارے! یہ بڑا مجھ کو ہے ڈر
جب کرے گا غور میرے حال پر

چھٹکارا[1] - پلٹ[2] - پھل یعنی بدلہ[3] - اکٹھا[4] - کھلیان[5] جہاں اناج جمع کرتے ہیں

جان جائے گا کہ میری بپا ہی مال
عیش اور راحت اسے کرتی ہیں بسر
عیش وہ جس کو نہیں ہرگز زوال[1]
راحت ایسی جو ہمیشہ اوج[2] پر
دولت دنیا ہی حادث یہ قدیم[3]
گھٹنے بڑھنے کا نہیں اس کو خطر
(مولوی وہاج الدین صاحب۔ رئیس قصبۂ امیٹھی)

راحتِ پسر

نعمت کوئی دنیا میں پسر[4] سے نہیں بہتر
راحت کوئی آرام جگر سے نہیں بہتر
لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر
نکہت کوئی بوئے گل تر سے نہیں بہتر
صد سوں میں علاج دل مجروح[5] یہی ہے
ریحاں ہے یہی روح[6] یہی روح یہی ہے
ماں باپ کا دل غنچۂ خنداں[7] ہے اسی سے
وہ گل ہے کہ گھر رشک گلستاں ہے اسی سے
سب راحت و آرام کا ساماں ہے اسی سے
آبادیِ کاشانۂ انساں[8] ہے اسی سے
کس طرح کھلے دل کہ جگر بند[9] نہیں ہے
گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے
یہ وہ ہے عصا پیر جواں ہتا ہے جس سے
یہ وہ ہے نگیں نام و نشاں ہتا ہے جس سے
وہ شمع ہے پُر نور مکاں رہتا ہے جس سے
وہ ڈور ہے قوی رشتۂ جاں ہتا ہے جس سے

---

[1] گھاٹا۔ کمی [2] چڑھاؤ۔ بڑھتی۔ بلندی [3] دنیا کی تمام نعمتیں چند روزہ ہیں آج ہیں کل نہیں اور ہیں عاقبت کی نعمتیں وہ ہمیشہ ہمیشہ جوں کی توں قائم اور برقرار رہیں گی [4] بیٹا [5] زخمی [6] آسایش۔ [7] جان [8] کھلتی کلی۔ یعنی خوش [9] آدمی کا گھر [10] بیٹا۔ ۱۲

کھوتے نہیں یہ مال زر و مال کے بدلے
موتی بھی لٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے

دنیا میں بس اک مرجعِ آمال یہی ہے — ثروت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی نقد یہی مال یہی ہے — گوہر یہی یاقوت یہی لال یہی ہے
دلبند ہو پہلو میں تو غم پاس نہیں ہے
کچھ پاس نہیں گر یہ رقم پاس نہیں ہے

ماں باپ کی آسائش و راحت ہے پسر سے — تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خوں جسم میں آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے — ایامِ ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے
آرامِ جگر قوتِ دل راحتِ جاں ہے
پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے

وہ شے ہے خوشی در پہ کھڑی رہتی ہے جس سے — وہ چین ہے راحت کی گھڑی رہتی ہے جس سے
وہ لعل ہے امید بڑھی رہتی ہے جس سے — وہ دُر ہے یہ دُرِ جان لڑی رہتی ہے اس سے
آرامِ جگر تاب و تواں ساتھ ہے اس کے
پھرتا ہے جدھر راحتِ جاں ساتھ ہے اس کے

مالک سے بچھڑے گھر کے اُجڑ جانے کو پوچھو — گھر والوں سے اس تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
ماں باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو — یعقوب سے یوسف کے بچھڑ جانے کو پوچھو
اللہ دکھائے نہ الم نورِ نظر کا
بہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

۱ امیدوں کا ٹھکانا ۲ بیٹا ۳ بے لطفی - بے مزگی ۴ خوش مزہ - ۱۲

بھائی بہن کی محبت

دنیا میں ڈھونڈھیے تو سبھی چیز ملتی ہے
دکھ بھائی بہنوں کا نہیں ہے خدا شناس
بادِ خزاں کے جھونکوں سے ان کو بچائے رکھ
باغِ جہاں میں خوش رہیں پھولے پھلے بہن
صورت گلوں کی دیکھ کلی دل کی کھلتی ہے
گو آب و دانے نے ہمیں ان سے جدا کیا
اچھے ہوں یا برے ہوں یہ دل کا سرور ہے
میری ہمیشہ ہے یہی اللہ سے دعا

بھائی بہن کا رشتہ بھی کیسا عجیب ہے
ہر رشتے سے یہ رشتہ عجیب و غریب ہے
کب بھائی اور بہن سی کوئی چیز ملتی ہے
ان کی خوشی کی ہم کو خبر تو سدا اشنا
یارب تو ان کے غنچۂ دل کو کھلائے رکھ
گلزارِ والدین کے یہ گل کھلے رہیں
ہر دم دعائے خیر دہن سے نکلتی ہے
لیکن ہمارے دل میں وہ موجود ہیں سدا
بھائی بہن ہماری تو آنکھوں کا نور ہے
بھائی بہن سے اپنے کبھی ہم نہ ہوں جدا

(محمدی بیگم مرحومہ)

بہن

نیک بخت و نیک طینت ہو وہی پیاری بہن
جس سے دل کو رنج پہنچے وہ بہن کیا ہے کہو
ہے بہن جس کی اسے کچھ فکر و رنج و غم نہیں
جی لگاؤ علم کی جانب بھی کر کے گھر کی فکر
جامۂ ابریشمی تم پر پھبے گا کیا بھلا
ایک سی حالت نہیں رہتی کسی کی دہر میں
اپنے شوہر کو رکھو خوش تو خدا تم سے ہو خوش
جو تمھارے واسطے زحمت اٹھاتا ہے مدام

جو کرے ہر دم بہن کی فکر و غم خواری بہن
کب بہن کی اپنی کرتی ہے دل آزاری بہن
کرتی ہے اپنی بہن کی سچی غم خواری بہن
رکھتی ہے تم کو پریشانی میں بیکاری بہن!
ہو لباسِ علم و فن سے تم اگر عاری بہن!
غم نہ کھاؤ ہو اگر افلاس و ناداری بہن
اپنے شوہر کی کرو ہر لحظہ غم خواری بہن
چاہیے تم کو بھی اس کی ناز برداری بہن

لے شتہ — ۱۲

جو بڑا اپنے سے ہو تعظیم تم اُس کی کرو
وہ اگر چھوٹا ہے لازم اُس کی دلداری بھی ہے

چاہتی ہو اپنی گر عزت تو سیکھو علم بھی
ہر جگہ ہے علم کی سمجھو عملداری بہن!

وقت تھوڑا سا ہے جو کرنا ہے کرلو اب بھی تم
جہل میں تم نے گنوادی زندگی ساری بہن

داغِ نقص و جہل دامن سے تمھارے کب مٹے
کب تلک دیکھے ذہین آنکھوں سے یہ خواری بہن

(سید غلام مصطفیٰ صاحب ذہین)

بچے کی مُسکراہٹ

نہ نقوشِ داغِ حرماں
کہ انھیں مٹا[2] گئی ہے
تری ایک مُسکراہٹ
تجھے دیکھ کر نہ دیکھے
مرے دل کو بھا گئی ہے
رُخِ یاس[5] کو چھپائے
شبِ تار[6] پر ہو غالب
یونہی دل پہ چھا گئی ہے
نہ قمر[8] کے نور میں ہے
نہ شفق کے رنگ میں ہے

نہ ہجوم[1] آرزو ہے
نہ وہ جبر توں کا جمگھٹ
ہوے دل سے محو جھٹ پٹ
تری ایک مسکراہٹ
ہے دوا ہزار الم[3] کی
دلِ زار[4] شکل غم کی
تری ایک مسکراہٹ
اثرِ امید جیسے
سحرِ سعید[7] جیسے
تری ایک مسکراہٹ
نہ سحر[9] کی روشنی میں
نہ ہے پھول کی ہنسی میں

۱ کثرت۔ ۲ مٹ جانا۔ ۳ رنج۔ ۴ زخمی دل۔ ۵ ناامیدی کا منہ۔ ۶ اندھیری رات۔ ۷ مبارک صبح۔ ۸ چاند۔ ۹ صبح۔ ۱۲

جو سماں دکھا گئی ہے
ہیں غضب کے خارِ[1] پنہاں
نہ نظر اُٹھاؤں اُن پر
کہ پسند آگئی ہے
نہ کہے گا کوئی شاعر
یہ ہے صبحِ نو بہاراں
گلِ تر کھلا گئی ہے
کوئی چشمۂ مسرت
یہ تبسمِ پیا ہے
مجھے خود بتا گئی ہے
نئی بزمِ دہر میں ہے
ہے بہت سرور افزا
جو مجھے پلا گئی ہے
تو گناہ سے بری ہے
وہ تری ضیائے دل ہے
یہ مجھے بتا گئی ہے

تری ایک مسکراہٹ
گلِ[2] خندۂ بتاں میں
کبھی گلشنِ جہاں میں
تری ایک مسکراہٹ
اسے برقِ خرمنِ دل
بفضائے گلشنِ دل
تری ایک مسکراہٹ
ترا دل ہے طفلِ ناداں
ہے برنگِ موج رقصاں
تری ایک مسکراہٹ
ابھی انبساط تیری
یہ مئے نشاط تیری
تری ایک مسکراہٹ
یہ ہے وجہ شادمانی
کہ ہو آئنہ بھی پانی
تری ایک مسکراہٹ

(لالہ تلوک چند محروم)

۱۔ کانٹے چھپے ہوئے ہیں ۲۔ معشوقوں کی ہنسی کے پھول ہیں یعنی معشوقوں کی پھول کی طرح کی ہنسی میں ۔ ۱۲

جغرافیہ طبیعی کی پہیلی[1]

ہنگامۂ ہستی کو　　گر غور سے دیکھو تم
ہر خشک و ترِ عالم　　صنعت کے تلاطم میں

(۱) جو خاک کا ذرّہ ہے　　یا پانی کا قطرہ ہے
حکمت کا مرقّع ہے　　جس پر قلمِ قدرت
انداز سے ہے جاری　　اور کرتا ہے گلکاری
اک رنگ کہ آتا ہے　　سو رنگ دکھاتا ہے

(۲) اور دیکھنے والوں کی　　آنکھیں تو کھلی ہیں پر
خر مہرۂ رنگیں۔ یا　　بلور کے ٹکڑے ہیں
ہر لحظہ و ہر ساعت　　قدرت کے تماشے ہیں
عالم میں پڑے ہوتے　　پر اُن کو نہیں پروا
ہرگز کہ یہ سب کیا ہے　　اور ہے تو سبب کیا ہے؟

(۳) ایسے بھی مگر اکثر　　ارباب بصیرت ہیں
جو کھولے ہوئے ہر دم　　ہیں دیدۂ عبرت کو
ذرّہ ہو کہ ہو سورج　　معنی ہو کہ ہو صورت
ہر جلوۂ قدرت میں　　سرمہ انھیں حکمت کا
سرمایۂ بینائی　　اور عینکِ عبرت ہے

[1] جس کو مولوی محمد حسین آزاد نے منشی ذکار اسد صاحب کی فرمایش سے نظم کیا۔ اب نہ فرمایش کرنے والے رہے نہ فرمایش کی بجا آوری کرنے والے یہ دونوں آفتاب علم غروب ہو گئے[2] طوفانِ موج سے کوڑی۔[12]

	یہ آنکھ پہ ٹھیک آئی	جس سے کہ زمانے کی
	گرمی ہو وے یا سردی	یا ہو وے تری خشکی
	حکمت کا مُعمّا ہے	قدرت کی پہیلی ہے
	نقطہ ہے اگر اُس میں	ہے عقدۂ[1] سربستہ
	عقدہ ہے اگر اس میں	ہے نکتۂ برجستہ
(۴)	اک سیدھی سی بات اُس وقت	آئی ہے تصوّر میں
	وہ یہ ہے کہ دو چیزیں	کیا ایسی ہیں دنیا میں
	آپس میں جو رکھتی ہیں	پیوندِ[2] زناشوئی
	اولاد سے جن کی سب	آباد زمانہ ہے
	نقلی نہیں افسانہ	سب نے اسے مانا ہے
	اور پھر اُنھیں دونوں کو	دیکھو جو نظر بھر کر
	ماں بیٹی کا ہے ناتا	دونوں میں نظر آتا
	شورش گہِ عالم میں	پیدا ایسیں لاکھوں ہیں
	وصلوں کی بہت نسلیں	رشتوں کے سر رشتے ہیں
	اس پیچ کا پر رشتہ	دیکھا نہ سُنا کوئی
(۵)	آزاد بھلا ہے کون	جو آگے ترے بولے
	یا بندِ گرہ کھولے	یا یہ کہ مگر تو ہی
	کہہ سُن کے سوال اپنا	دے آپ جواب اپنا

[1] وہ گرہ جو کھل نہ سکے یعنی ایسا بھید جس کی تہ نہ ملے۔ [2] میاں بیوی کا تعلق ۱۲

وہ دو وکہ ہم جن میں
عالم میں ہیں دو جوہر
صنعت گہِ قدرت میں
سب عالمِ جسمانی
(۷) اور دوسرے رشتے سے
تو دیکھ لو پانی کو
یا دل ہو کہ ہو باراں
شبنم سے بھی کم ہووے
اک عرصۂ خاص اُس پر
غشکی کے نشاں ہوتے
یا بچے ہیں۔ جو ہاں کی
کیوں قبلۂ من دیکھا
کیا بوجھے کوئی پنڈت
یا سمجھیں میاں آزاد
سنبل ہے یہ سبزے ہیں
کون اس کو بھلا بوجھے
جنگل کی برسات

ہے عقد زن و شوہر
خشکی و تری جن سے
پیدا و ہویدا[1] ہیں
حیوانی و انسانی
گر غور کرو دل میں
جس رنگ میں جچ جائے
قطرہ ہو یا دریا
یا نام کو نم ہووے
گزرے گا تو دیکھو گے
اس میں سے ہویدا ہیں
آغوش[2] میں پیدا ہیں
یہ طرفہ معمّا ہے
یا فلسفی و مُلّا
یا منشی فکار اللہ
پھولوں میں چنبیلی ہے
حکمت کی یہ پہیلی ہے

یہ نظر فریب منظر — یہ فضائے برشکالی[3]
یہ نسیم روح پرور — یہ گھٹائیں کالی کالی

۱ ظاہر ۲ گود ۳ برسات کی بہار ۔ ۱۲

لبِ[1] جو برسنے والی

کہیں مینہ کے ہیں جھالے ۔ کہیں بادلوں کے ہیں دل
کہیں بہ رہے ہیں نالے ۔ کہیں روپ پر ہیں جنگل
کہیں کوکتی ہے کوئل

جو ابل رہے ہیں چشمے ۔ تو چڑھی ہوئی ہیں ندیاں
جو برس گئے ہیں جھالے ۔ تو ہرا بھرا ہے میداں
ہے زمیں کا سبز داماں

کہیں قمریوں کی کوکو ۔ کہیں مور کی صدائیں
کہیں پھر رہے ہیں آہو[2] ۔ کہیں چر رہی ہیں گائیں
کبھی اٹھتی ہیں گھٹائیں

کہیں بگلوں کی قطاریں ۔ ہیں ہوا میں اونچی اونچی
کہیں مینہ کی پھواریں ۔ لبِ جو ہیں ٹھنڈی ٹھنڈی
کہیں بہ رہی ہے کشتی

جو چٹک رہی ہیں کلیاں ۔ تو لہک رہا ہے سبزہ
جو ہوا ہے عنبر افشاں ۔ تو مہک رہا ہے صحرا
کہ یہ رُت ہے روح افزا

یہ جلا وطن مسافر ۔ جو میانِ[3] دشت و صحرا
ہوئے گوشہ گیر[4] آکر ۔ کہ چڑھے ہوئے ہیں دریا

---

[1] ندی کے کنارے [2] ہرن [3] جنگل اور صحرا کے درمیان [4] آکر پناہ لی ہے چھپ گئے ہیں ۔ ۱۲

یہ ہیں رام اور سیتا (شاکر میرٹھی)

ہماری گائے

رب کا شکر ادا کر بھائی
جس نے ہماری گائے بنائی

اس مالک کو کیوں نہ پکاریں
جس نے پلائیں دودھ کی دھاریں

خاک کو اس نے سبزہ بنایا
سبزے کو پھر گائے نے کھایا

کل جو گھاس چری تھی بن میں
دودھ بنی وہ گائے کے تھن میں

سبحان اللہ! دودھ ہے کیسا
تازہ گرم سفید اور میٹھا

دودھ میں بھیگی روٹی میری
اس کے کرم نے بخشی سیری

دودھ دہی اور مٹھا مسکا
دے نہ خدا تو کس کے بس کا

گائے کو دی کیا اچھی صورت
خوبی کی ہے گویا مورت

دانا دنکا بھوسی چوکر
کھا لیتی ہے سب خوش ہو کر

کھا کر تنکے اور ٹھیٹرے
دودھ ہے دیتی شام سویرے

کیا ہی غریب اور کیسی پیاری
صبح ہوئی جنگل کو سدھاری

سبزے سے میدان ہرا ہے
جھیل میں پانی صاف بھرا ہے

پانی موجیں مار رہا ہے
چرواہا چمکار رہا ہے

پانی پی کر چارہ چر کر
شام کو آئی اپنے گھر پر

دوری میں جو دن ہے کاٹا
بچے کو کس پیار سے چاٹا

گائے ہمارے حق میں ہے نعمت
دودھ ہے دیتی کھا کے بنسپت

جنگل ۔ چھاچھ ۔ مکھن ۔ ٹھنٹھلے ۔ بناسپتی ۔ جنگل کی روئیدگی ۔ گھاس پات ۱۲

بچھڑے اس کے بیل بنائے — جو کھیتی کے کام میں آئے
رب کی حمد و ثنا کر بھائی — جس نے ایسی گائے بنائی

(مولوی اسمٰعیل)

پپیہے

وہی تان پھر سُنا دے مرے خُوش نوا پپیہے
مرے دل ربا پپیہے مرے خوش ادا پپیہے
اُسی دردمند دل سے اُسی صَوتِ مضمحل سے
ترے عشق کے تصدق وہی راگ گا پپیہے
مری نیند اُچٹ گئی ہے تری صوتِ جاں فزا سے
دلِ مضطرب ہے بے کل اسے تو سُلا پپیہے
یہ گھٹائیں کالی کالی یہ ہوا کے سرد جھونکے
کوئی تان اونچے سُر میں وہی پھر لگا پپیہے
تجھے روئے گل دکھا دوں تجھے سرو سے مِلا دوں
تری بے کلی کا آخر ہے علاج کیا پپیہے
یہ غضب کی آہ و زاری یہ بلا کی بے قراری
تجھے کس کا ہے تصور ہمیں کچھ بتا پپیہے

(منشی جگت موہن لال - رواں)

پی

پپیہے او پپیہے! تو یہ کیوں آنسو بہاتا ہے
زباں تیری پی پی کس لیئے رہ رہ کے آتا ہے
صدائے درد و غم کیوں دردمندوں کو سُناتا ہے

ا اچھی آواز والے ۲ آواز ۳ رنجیدہ - مرجیونی - مریل - ۱۲

جو خود ہی جل رہا ہو اور کیوں اُس کو جلاتا ہے
کاٹوں توری چونچ پپیہے ڈالوں وا پر نون
بن پیو کی، اور پیو مورا، تو پی کہے سو کون

شمیمِ[1] زلفِ عنبر بیز[2] پھیلاتا ہے کیوں ظالم
تجھے افشائے رازِ دوستاں بھاتا ہے کیوں ظالم
مرے آگے ترانہ[3] عشق کا گاتا ہے کیوں ظالم
کسی کا نام لے لے کے یہ چلّاتا ہے کیوں ظالم
کاٹوں توری چونچ الخ

غمِ آرامِ جاں میں اور سے آرام کرتا ہے
رموزِ خاصِ عشق و عاشقی کیوں عام کرتا ہے
سرِ بازار نامِ یار کیوں بدنام کرتا ہے
کسی کے راز کیوں کم بخت طشت[4] از بام[5] کرتا ہے
کاٹوں توری چونچ الخ

اندھیری رات میں سوتوں کو چونکا دے نہ چلّا کر
برنگِ بوئے گل ناداں جامے سے نہ ہو باہر
ارے ننھی سی چڑیا جان ننھی سی زباں گز بھر
چڑھا دے گا کوئی منصور کے مانند سولی پر
کاٹوں توری چونچ الخ　(سید امجد حسین حیدرآبادی)

کویل

(۱)　ساقیا دے مئے گل رنگ کہ آئی ہے بہار
نوعروسانِ چمن پر ہے قیامت کا نکھار

[1] بُو، لپٹ پر ۔ [2] زلف جو عنبر میں بسی ہوئی ہے اس کی خوشبو ۔ [3] راگ ۔ [4] بھید ۔ [5] ظاہر، مشہور ۔ ۱۲

آج اٹھلائی جو پھرتی ہی نسیمِ سحری
کتنی مستانہ تیری چال ہی اے ہمدمِ گل
محتسب[1] دیر نہ کر آج ہی وہ وقتِ سعید
جمع ہیں رند[2] یہاں محفلِ شاہانہ ہی
صدقے میں ساقیِ بدمست کے پی دو گھونٹ
صحنِ گلشن میں قیامت کی بہار آئی ہی
(۲) مرحبا مرحبا اے باغوں کی زینت کوئل
تیرے ہی قدموں سے شاداب چمن ہوتا ہی
خوش نوائی پہ تری ہوتے ہیں لاکھوں صدقے
ٹھنڈے ٹھنڈے وہ نسیمِ سحری کے جھونکے
ہائے کیا صبح کا یہ ہوش رُبا منظر ہی
اللہ اللہ جگر سوز ترانہ تیرا
ساقیا خوب پلا بادۂ اطہر مجھ کو
(۳) مرحبا مرحبا اے شاہدِ زیبا کوئل
جادۂ نور سے معمور ہوا سارا جہاں
میں تو ہر روز تجھے یاد کیا کرتا ہوں

شاہدانِ چمنِ دہر کی لوٹے گی بہار
حشر برپا نہ کرے خلق میں طرزِ رفتار
کیا عجب زاہدوں کی توبہ جو ٹوٹے سو بار
ایسے موقع پہ عبث کرتا ہی انکار اے یار
کیا عجب بادۂ وحدت[3] سے جو تو ہو سرشار
اپنے جامے سے ہوئے جاتے ہیں باہر اشجار
مرحبا مرحبا اے طائرِ شیریں گفتار
خیر مقدم کو ترے آتے ہیں ایامِ بہار
کوک پر تیری ہزاروں ہیں دل و جاں سے نثار
بجلیوں سے نہیں کم تیرا چہکنا ہر بار
آسماں سے دُرِ شہوار کی پڑتی ہی پھوار
نیند سے جتنے تھے مدہوش ہوئے سب بیدار
دیے چھلکتا ہی تسنیم سا غر مجھ کو
حبذا[4] حبذا اے میری دل آرا کوئل
صبح کا کتنا ہی دلچسپ نظارا کوئل
چشمِ بد دور ترا نام ہی پیارا کوئل

---

[1] حساب لینے والا۔ ایک عہدہ دار تھا جو شرابیوں اور آوارہ منشوں کی روک تھام کرتا تھا
[2] آزاد۔ [3] خدا کی وحدانیت کی شراب۔ [4] مرحبا اور حبذا دونوں کلمے اظہارِ خوشی کے
ہیں یعنی تمھارا آنا سازگار اور مبارک۔ ۱۲

تیرے آنے سے گلستاں میں بہار آئی ہے
ہو گیا غنچۂ سربستہ شگفتا کوئل

گلشنِ دہر میں تجھ سے ہے بہارِ دل کش
دم قدم سے ترے ہر پھول ہے پیارا کوئل

چشمِ بد دور ترے فیضِ قدم سے ہر سو
رشکِ فردوس بنا دامنِ صحرا کوئل

چٹکیاں لیتی ہے دل میں تری پیاری آواز
دل کو تڑپاتا ہے ہر دم ترا نغما کوئل

قمریاں اور عنادل ہیں کلیجا پکڑے
کتنا دل سوز ہے پُر درد ترانا کوئل

سوزشِ عشق ترے نالہ و شیون سے عیاں
سچ بتا کس کی ہے تو عاشقِ شیدا کوئل

ہاں یونہیں چھیڑتی جا نغمۂ دل کش اپنا
ہاں تجھے نالہ و فریاد کا باجا کوئل

تیر و نشتر سے نہیں کم ہے ترنم تیرا
دلِ بیتاب کو رہ رہ کے نہ تڑپا کوئل

دردمندانِ محبت ابھی اٹھے بستر سے
تیرے نغموں میں ہے اعجازِ مسیحا کوئل

چند روزہ یہ طلسمی ہے بہارِ دنیا
واقعی ہستیِ موہوم ہے دنیا کوئل

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے
ہائے جو دیدۂ بے نور ہو وہ کیا دیکھے

(داؤجی گیاوتی)

بلبلِ اسیر کی فریاد

(۱) کہوں ہم صفیروں میں کیا حال اپنا
بہت پُر اثر ہے یہ غم کا فسانا

مری داستانِ الم دکھ بھری ہے
کہانی ہے میری عجب عبرت افزا

جفائے فلک کا ستایا ہوا ہوں
قفس میں پڑا ہوں مصیبت کا مارا

نہ چھیڑو مجھے میں غریب الوطن ہوں
ہے بے چارگی بے بسی آشکارا

مجھے ایک صیاد نے صید کر کے
قیامت ہے دامِ بلا میں پھنسایا

بن کھلی کلی - رونا اور فریاد - گانا - راگ - مسیحا کا سا کرشمہ - ۱۲

مرے ننھے بچوں پہ بھی رحم اُس کو — نہ آیا نہ آیا نہ آیا نہ آیا

اُجاڑا مرا آشیاں فصلِ گل میں — کلیجے پہ کوہِ مصیبت گرایا

مٹایا مجھے اُس کے جور و ستم نے — جفاؤں سے آتا ہے منہ کو کلیجا

مری حسرتوں کا کیا خونِ ناحق — مری آرزوؤں پہ خنجر چلایا

دُکھاتا ہے دل مجھ مصیبت زدہ کا — اسے بھی نہ آرام دم بھر ملے گا

تڑپتا ہوں دن رات کُنجِ قفس میں — نہیں اس ستمگر کو پر رحم آیا

چکور اور شہباز سب اوج پر ہیں — مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

(۲) سناؤں میں کیا رنج و غم کا فسانہ — بہت دردانگیز ہے یہ ترانہ

چمن سے نکالا گیا فصلِ گل میں — لٹا میرے عیش و طرب کا خزانہ

نہ صحنِ چمن ہے نہ وہ شاخِ گل ہے — لٹا میرا راحت فزا آشیانہ

نہ وہ سیر ہی آزادیاں نام کو ہیں — نہ اب ہے وہ دل کش خوشی کا ترانہ

مرے عیشِ رفتہ کو کیا پوچھتے ہو — بہت پُرفزا تھا خوشی کا زمانہ

ہمیشہ عنایت رہی باغباں کی — کرم مجھ پہ گلچیں کا تھا دوستانہ

مگر آہ صیادِ ظالم نے مجھ کو — بنایا خدنگِ جفا کا نشانہ

مرے ننھے بچوں کا کیا حال ہوگا — ملا ہوگا کیوں کر انھیں آب و دانہ

غضب ہے کہ مدّت سے چھوٹے ہوئے ہیں — مرے پیارے ننھے مرا آشیانہ

چمن سے الگ دوستوں سے جدا ہوں — مجھے مار ڈالے گا جورِ زمانہ

رہائی دے یارب مجھے قیدِ غم سے — کہ ہے میرے لب پر یہ دل کش ترانہ

۱ بےبس — ۲ خوشی — ۳ گزرے ہوئے عیش — ۴ تیر — ۵ ظلم — ۱۲

قفس میں جو تڑپا چمن یاد آیا
مصیبت زدوں کو وطن یاد آیا
(داغِ گیاوی)

فریادِ بلبل

نہ پھولوں کا ہنسنا نہ بلبل کا رونا
ذرا دیکھ اپنے چمن کو تو مالی

پڑی مردہ کنجِ قفس میں ہے بلبل
نظر آرہا ہے یہ کچھ خالی خالی

نشاں ضرب کے ہیں تنِ نازنیں پر
نہ رنگیں جمالی نہ شیریں مقالی

یقیناً جب اس نے گلِ تر کو توڑا
وہ ہر دل کی پیاری وہ نازوں کی پالی

یہی ہاں یہی ننھی منی سی چڑیا
یہ گلچیں نے جان اس کی کیوں لے نکالی

نظر اس پہ رکھتی تھی جس کی مکاں تک
تو شیون سے اس نے اک آندھی اٹھالی

زمانے میں تھا شور اس کی فغاں کا
کہ کل جس نے یوں راہِ ملکِ بقا لی

طیورِ چمن مرتے تھے اس کی لے پر
گیا ہے نہ جائے گا پیکِ خیالی

برے وقت میں کوئی آڑے نہ آئے
ثنا گو تھے اس کے ادانی اعالی

یہ سوسن کو کیوں ایسی چپ لگ گئی تھی
غرض جانِ گلزار تھی مرنے والی

یہ کہتی کہ ظالم ذرا ڈر خدا سے
کہاں تھے یہ گل کے اہالی موالی

رہیں مہر بر لب نہ کچھ منہ سے پھوٹیں
نہ کچھ بات اس نے زباں سے نکالی

نہ سمجھو کہ ہے بے خبر اس ستم سے
یہ تھی بات سیدھی نہ طعنہ نہ گالی

اب ایسی بھی کلیاں نہ تھیں ننھی بالی
خداوندِ قدوس کی ذاتِ عالی

۱ مار ۲ ماتم۔ فریاد ۳ یعنی مر گئی ۴ قاصد ۵ تعریف کرنے والے ۶ چھوٹے بڑے ۷ کام نہ آئے ۸ مصاحب۔ ساتھ والے ۹ خاموش ۱۲

ستم کا عوض لے گا اور جلد ہی لے گا
مگر شانِ قہرِ خداوند کی ہیں
شکنجے میں کستا ہے وہ ڈھیل دے کر
بہت جلد خوں رنگ لائے گا اس کا
پڑیں گے اُسے اپنے جینے کے لالے

وہ بے کس کا وارث وہ بے کس کا والی
کرشمے انوکھے ادائیں نرالی
کہ ہے بے بہا اُس کی شانِ جلالی
نہ فریاد بلبل کی جائے گی خالی
چھپے گی نہ گلچیں کے دامن کی لالی

(۹)

پان

اے پان اک درخت کا پتہ ہے گرچہ تو
ہیں تجھ کو چاہتے امیر و غریب سب
کھاتے ہیں نوجوان بہت شوق سے تجھے
بن کتھے میں ہیں کوستے کھاتے ضرور ہیں
پائیں نہ تجھ کو گر ترے طالب کہیں ذرا
آنا جمائیوں کا بدن کا وہ ٹوٹنا
بھوکے رہیں بلا سے نہ کھانا ملے اگر
جلتا ہے دل ہر ایک پہ غصہ سا آتا ہے
آیا جو پان منہ میں دیا غصہ تھوک سب
گر یہ نہ ہو تو ہیچ ہے زردہ پلاؤ بھی
گر پان مل گیا تو غذا کا بھی لطف ہے
کھانے کے بعد لیکن نہ کھانے کو گر ملے

پر ملکِ ہند میں ہے بہت تیری آبرو
ہر آدمی کو دل سے ہے یکساں تری طلب
بوڑھے بھی جس طرح ہیں نہیں چھوڑتے تجھے
اپنی طلب غرض وہ سمجھتے ضرور ہیں
چھا جائے فوراً آنکھوں تلے اک اندھیرا سا
دشوار ایسی شکل میں ہے تیرا چھوٹنا
لیکن بغیر پان کے ہوتا نہیں گزر
رہ رہ کے دھیان پان کی جانب ہی جاتا ہے
گویا کہ دور ہو گئی اب پیاس بھوک سب
کھانے کے بعد کہتے سب "پان لاؤ جی"
دیتی نہیں ہے ورنہ مزا کچھ لذیذ شے
معلوم ایسا ہوتا ہے بھوکے ہی ہیں اٹھے

۱ مالک۔ نگہبان۔ محافظ ۲ رنگ لانا۔ کھل جانا۔ مزہ چکھانا۔ ۱۲

بے پان کھائے رہتا ہے منہ کا مزا خراب
جب تک نہ پان کھاؤ رہے ذائقہ خراب

آتا ہے مہمان کوئی جب کسی کے گھر
ہوتی ہے فکر اُس کی تواضع کی کس قدر

کتنی ہی خاطریں ہوں کسی مہمان کی
پر اُن میں سب سے پہلے ضرورت ہے پان کی

اک بیڑا دے کے خوش کرو تم مہمان کو
کم خرچ اور بالانشیں سمجھو پان کو

ہوں بیسیوں ہی خاطریں گو مہمان کی
سب ہیچ ہیں اگر نہ تواضع ہو پان کی

بیمار تک بھی ہوتے ہیں مشتاق پان کے
پیتے ہیں سب وہ تلخ دوا کوٹ چھان کے

تیرا مکان بھی ہے نہایت سجا ہوا
اے پان پاندان ہے کیسا بنا ہوا

چاندی کا پاندان ہے سونے کا ساز ہے
یہ سب ترے لیئے سببِ فخر و ناز ہے

اس میں جو چار پانچ ہیں گلھیاں دھری ہوئی
ہیں اک نہ ایک چیز سے وہ سب بھری ہوئی

کتھا کسی میں اور ہے چونے سے پر کوئی
رکھی ہوئی کسی میں ہے چھوٹی الائچی

چکنی ڈلی کسی میں کسی میں ہے چھالیا
اور ہے کسی میں زردہ لبالب بھرا ہوا

سامان پان کھانے کا موجود ہے سبھی
اور بیڑے ٹانکنے کو ہیں لونگیں رکھی ہوئی

رکھا ہوا ایک صافی میں تجھ کو لپیٹ کر
اے پان تاکہ سوکھ نہ جائے تو جلد تر

قلعی ہے پاندان پہ ایسی چڑھی ہوئی
گویا کہ چاندنی ہے زمیں پر کھلی ہوئی

دیکھو سروتے جن میں کہ ہیں گھنگریاں لگی
کترو جو چھالیہ تو ہیں چھن چھن وہ کر رہی

بیڑوں کو دیکھیئے تو بڑی اُن کی شان ہے
رکھنے کو خاص اُن کے لیئے خاصدان ہے

ڈھکنوں کا پاندان تو دیکھو سجا ہوا
گویا سجائے خود وہ ڈھکن ہے بنا ہوا

ڈھولی پہ ڈھولیاں چلی آتی ہیں پان کی
کھاتے ہیں دم بدم کبھی بھرتا نہیں ہے جی

بیکاروں کے لیئے بھی یہ اچھا ہے مشغلا
دھیان اُن کا پاندان میں بس ہے لگا ہوا

کیوں پان کھانے کی نہ ہو ہر اک کو آرزو
پنجاب میں بھی دل اس سے بہلاتے ہیں اب
ہیں وصف بے شمار کہاں تک جتاؤں میں
جوڑے ہیں شعر میں نے یہ جو کچھ برے بھلے
ورنہ زیادہ شوق نہیں پان کا مجھے
میں ورق سونے چاندی کے اس پر لگاؤں گی
تعریف لکھ کے پان کا بیڑا کھلا دیا

ہوتے ہیں لوگ کھانے سے جب اس کے سرخ رو
خود دکھاتے ہیں کھلاتے ہیں مہماں کو پان سب
اس میں جو خوبیاں ہیں وہ کیونکر بتاؤں میں
بشریٰ پیاری ہی کی خاطر سے ہیں لکھے
ممکن ہے میری نظم ہو بے ربط اس لیے
بشریٰ پیاری تم کو گلوری کھلاؤں گی
کیوں اب تو مجھ سے آپ کا جی خوش ہوا

(محمدی بیگم مرحومہ)

پان پر ایک دوسری نظم

یہ گلابی رنگ ہونٹوں کا خدا کی شان ہے
باطن و ظاہر ہیں یاقوت اور زمرد کا ہم رنگ
تیز کر دیتا ہے یہ دورانِ خوں کو کس قدر
معدہ و قلب و جگر کو بھی ہے اس سے تقویت
کھول دیتا ہے یہ فوراً جسم کے سارے مسام
دردِ دنداں میں گلوری منہ میں رکھ کر دیکھ لو
منہ لگا ہے آج کل ایسا کہ جس کو دیکھیے

اہلِ یورپ کا سگار و چائے پر جو جان ہے
ایشیائی ملک میں خاطر تواضع پان ہے
پان کی سرخی لبِ نازک کی گویا جان ہے
طرفہ نیرنگی دو رنگی کا نمونہ پان ہے
ہے مقوّی و مفرّح جسم کا سامان ہے
ذہن بھی اک آئنہ ہے جس کی صیقل پان ہے
منہ کو خوشبودار کرنا بھی بہت آسان ہے
پھر رہے تکلیف کچھ باقی یہ کیا امکان ہے
جیب میں ڈبیا ہے اور ڈبیا کے اندر پان ہے

۵ صاف کرتا ہے گلے کو سینے کی آواز کو پ گائیوں پر مطربوں پر پان کا احسان ہے

(۱) نام بدل دیا ہے۔ (۲) خون کی گردش (۳) چھوٹے چھوٹے سوراخ جو انسان کی جلد میں ہوتے ہیں (۴) کیا ممکن ہے۔ ۱۲

رنگ بھی اس کا نرالا اور اثر بھی ہے عجیب
منہ کو پاک و صاف و خوش بو اک گلوری نے کیا
بے[1] نوا ہو یا تونگر[2] ہو سفر یا ہو حضر
ہند میں منظور و مقبولِ خلائق ہے یہی
اس کی کثرت پر نظر ڈالو تو ہوتا ہے عجب
میزباں بھی ہاتھ سے رفتار ہے اس کی سدا
مختصر کر نظم کو اب طول کیوں دیتا ہے تو
شعر گوئی کا مزہ شاعر سے پوچھو ہوش تم

ایک برگِ سبز ہے یا لعلِ تر کی کان ہے
خوبیوں پر اس کی ہر غنچہ دہن قربان ہے
اس کا طالب اس کا خواہش مند ہر انسان ہے
شغل اس کا ہر جگہ ہر وقت اس کا دھیان ہے
اس کی ہر بازار میں چلتی ہوئی دکان ہے
چلتا پھرتا ہے یہ محفل میں مگر بے جان ہے
کام ہیں دنیا کے لاکھوں اور تری اک جان ہے
خونِ دل پیتا ہے، کیا کچھ شاعری آسان ہے
(ہوش بلگرامی)

طبِ یونانی

نہ کچھ ساز و سامانِ دل بستگی ہے
سنا تھا کہ دل قوم کے مر گئے ہیں
محرم کی مجلس ہے میں اس کا ذاکر
نہ یہ ہے نہ وہ ہے تو پھر کیا سبب ہے
اگر بے سبب ٹوٹ آئی ہے خلقت

یہ کیا شور و غوغا ہے کاہے کا غل ہے
نہ آواز دی ہے نہ بانگ دہل[3] ہے
نہ رقاص[4] ہے اور نہ ساقی نہ مل[5] ہے
انھیں میں کسی مرنیوالے کا قل[6] ہے
و یا بزمِ[7] میلادِ ختم الرسل ہے
کہ اتنا بڑا صحن لوگوں سے فل[8] ہے
تو کیا ان کے پیروں میں ناحق کی کھجل[9] ہے

[1] غریب ـ [2] امیر ـ [3] ڈھول کی آواز ـ [4] ناچنے والا ـ [5] شراب ـ [6] فاتحہ ـ [7] مولود شریف کی مجلس ـ [8] انگریزی لفظ ـ بھرا ہوا ـ [9] کھجلی ـ ۱۲

نہیں، مدرسے کا ہی سالانہ جلسہ
طبابت میں فصلِ بہار آ رہی ہے
یہ ہستی ہے اک بحرِ مواج[۱] عالم
مگر کون طب، جس کا ماخذ[۲] ہے یونانیاں
نہ وہ طب کہ جس میں ذرا آنکھ چوکی

بہ تقریب معمول و معلوم کل ہے
کھلا اس سے گلشن میں یہ تازہ گل ہے
طب اُس پہ سے ہوکر گزرنے کا پل ہے
کہ محفوظ و مامون و خیر السبل[۳] ہے
تو یاں مشغلِ زندگانی ہی گل[۵] ہے
(مولوی نذیر احمد مرحوم)

قحط اور طاعون

کسی شان میں گرچہ قاصر نہیں
سفر دور اور لوگ ہارے ہوئے
پہنچنے نہیں پائے تھے کال سے
ہزاروں کے گھر کر دیئے بے چراغ
اب آگے تحمل کا یارا نہیں
جو طاعون سے قحط سے تھے معاف
غرض موت کا گرم بازار رہی
پھر آخر کو سرحد کی جنگ و جدال
بافراط ملکی خزانوں کا خرچ

گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل
مگر یاں طبیعت ہی حاضر نہیں
کہ ہیں خشک سالی کے مارے ہوئے
کہ طاعون آ دھمکے پاتال سے
نہیں اب دلِ زار میں جائے داغ
کہ دل ہی تو ہے سنگِ خارا نہیں
وہاں زلزلوں نے کیا تھا صاف
زمیں پر مگر آدمی بار[۸] ہے
اک آندھی چلی کر گئی پایمال
اور اس پر گراں قدر جانوں کا خرچ

[۱] موج مارنے والا سمندر ۔ [۲] اصل جڑ ۔ [۳] حفاظت اور امن کا اور سب سے بہتر رستہ ہے ۔ [۴] یعنی ڈاکٹری ۔ [۵] تو بس زندگی ہی کا خاتمہ ہے ۔ [۶] سنبھلنے ۔ [۷] غیب ۔ [۸] بوجھ ۱۲

گورمنٹ کا گر نہ ہوتا کرم　　قیامت کے سامان تھے سب بہم
ہمارا انھیں ہر گھڑی دھیان تھا　　کیا جس کے کرنے کا امکان تھا
بچایا جلایا بسایا ہمیں　　رکھہ ان کی رعایا خدایا ہمیں
الٰہی یہ شاہِ رعیت نواز　　کہ عمر شش باقبال و دولت دراز
خلائق پہ دائم رہے مہرباں　　تہِ دل سے آمیں کہو یک زباں
ہو توفیقِ خیر اُس کے حکام کو　　کہ آرام دیں خاص کو عام کو
اور اک یہ کہ میں خود بھی جیتا رہوں　　کہ ہر سال یاں آکے لکچر کہوں
علالت رہے مجھ سے کوسوں پرے　　کہ اس طرح کا زندہ دل کیوں مرے

(مولوی نذیر احمد مرحوم)

دلّی دربار سنہ ۱۹۰۳ء

جو کچھ دیکھا اچھا دیکھا　　سر میں شوق کا سودا دیکھا
نظم ہی مجھ کو بادۂ صافی　　دہلی کو ہم نے جا دیکھا
مانگتا ہوں یاروں سے معافی　　کیا بتلاؤں کیا کیا دیکھا
جمنا جی کے پاٹ کو دیکھا　　شغل یہی ہے دل کو کافی
سب سے اونچے لاٹ کو دیکھا　　خیر اب دیکھو لطفِ توافی
پلٹن اور رسالے دیکھے　　اچھے ستھرے ٹھاٹ کو دیکھا
　　حضرت ڈیوک کناٹ کو دیکھا
　　گورے دیکھے کالے دیکھے

---

۱ جہاں تک ممکن تھا۔ جتنا ہو سکتا تھا ۲ کہ عمر اسکی ساتھ اقبال اور دولت کے دراز ہو ۳ ہمیشہ ۴ شہنشاہ معظم جارج پنجم کے چچا۔ ۱۲

سنگینیں اور بھالے دیکھے — بینڈ[1] بجانے والے دیکھے
خیموں کا اک جنگل دیکھا — اس جنگل میں منگل دیکھا
بڑھتا اور ورنگل[2] دیکھا — عزت خواہوں کا دنگل[3] دیکھا
سڑکیں تھیں ہر کیمپ[4] سے جاری — پانی تھا ہر پمپ[5] سے جاری
نور کی موجیں لمپ[6] سے جاری — تیزی تھی ہر جمپ[7] سے جاری

کچھ چیزوں پر مردی دیکھی — کچھ چیزوں پر زردی دیکھی
اچھی خاصی سردی دیکھی — دل نے جو حالت کردی دیکھی
ڈالی میں نارنگی دیکھی — محفل میں سارنگی دیکھی
سب نے رنگی بارنگی دیکھی — دہر کی رنگا رنگی دیکھی
اچھے اچھوں کو بھٹکا دیکھا — بھیڑ میں کھاتے جھٹکا دیکھا
منہ کو اگرچہ لٹکا دیکھا — دل در یار سے اٹکا دیکھا
ہاتھی دیکھے بھاری بھرکم — ان کا چلنا کم کم تھم تھم
زرّیں جھولیں نور کا عالم — میلوں تک وہ چھم چھم چھم چھم
پڑتا تھا پہلوئے مسجد جامع — روشنیاں تھیں ہر سو لامع[8]
کوئی نہیں تھا کسی کا سامع[9] — سب کے سب تھے دید کے طامع[10]
سرخی سڑک پہ گھلتی دیکھی — سانس بھی بھیڑ میں گھٹتی دیکھی

---

[1] Band [2] دکن میں ایک شہر ہے۔ [3] اکھاڑا۔ مجمع۔ [4] Camp [5] Pump پانی کے نل کا بمبا۔ [6] Lamp [7] Jump = کود۔ [8] چمک دار [9] سننے والا [10] طمع کرنے والے۔ تماشے کے شوقین

آتش بازی چھٹتی دیکھی　　لطف کی دولت لٹتی دیکھی
چوکی اک جو نکھی دیکھی　　خوب ہی چکھی پکھی دیکھی
ہر سو نعمت رکھی دیکھی　　شہد اور دودھ کی نکھی دیکھی

ایک کا حصہ من و سلوا　　ایک کا حصہ تھوڑا حلوا
ایک کا حصہ بھیڑ اور بلوا　　میرا حصہ دور کا جلوا

اوج[1] بھی برٹش راج کا دیکھا　　پر تو تخت و تاج کا دیکھا
رنگ زمانہ آج کا دیکھا　　رخ کرزن[2] مہاراج کا دیکھا

پہنچے[3] پھاند کے سات سمندر　　تخت میں ان کے بیسوں[4] بندر
حکمت و دانش ان کے اندر　　اپنی جگہ ہر ایک سکندر

اوج بخت ملاقی[5] ان کا　　چرخ ہفت طباقی ان کا
محفل ان کی ساقی ان کا　　آنکھیں میری باقی ان کا

ہم تو ان کے خیر طلب ہیں　　ہم کیا ایسے ہی کے سب ہیں
ان کے راج کے عمدہ ڈھب ہیں　　سب سامانِ عیش و طرب ہیں

اگزبیشن[6] کی شان انوکھی　　ہر شے عمدہ ہر شے چوکھی
اقلیدس کی ناپی[7] جوکھی　　من بھر سونے کی لاگت سوکھی

جشنِ عظیم اس سال ہوا ہے　　شاہی فورٹ[8] میں بال[9] ہوا ہے
روشن ہر اک ہال[10] ہوا ہے　　قصۂ ماضی حال ہوا ہے

[1] عروج۔ بلندی۔ [2] لارڈ کرزن جو اس وقت وائسرائے تھے۔ [3] پھلانگ۔ [4] اُچک۔ جہاز اترنے کی جگہ۔ [5] ساتھ۔ [6] Exhibition = نمائش۔ [7] تولی۔ [8] Fort = قلعہ۔ [9] Ball = ناچ۔ [10] Hall = بڑا کمرہ۔ ۱۲

ہی مشہور رہر کوچۂ و برزن ـ بال ہیں ناچیں لیڈی گرزن
طائرِ ہوش تھے سب کے پرزن ـ رشک سے دیکھ رہی تھی ہر زن
ہال میں چمکیں آکے یکا یک ـ زرّیں تھی پوشاک جھکا جھک
محو تھا ان کا اوجِ سما تک ـ چرخ پہ زہرہ ان کی تھی گاہک
گو رقاصہ اوجِ فلک تھی ـ اُس میں کہاں یہ نوک پلک تھی
اِندر کی محفل کی جھلک تھی ـ بزمِ عشرت صبح تلک تھی
کی ہے یہ بندش ذہن رسا نے ـ کوئی مانے خواہ نہ مانے
سنتے ہیں ہم تو یہ افسانے ـ جس نے دیکھا ہو وہ جانے

(حضرت اکبر الٰہ آبادی)

شرکتِ محفل

محفل میں جو کثرت ہے سے حالی ہے
زانو پہ جو زانو ہے تو پامالی ہے
کچھ فکر نہیں شوق سے آئیں احباب
جو دل میں جگہ ہے وہ ابھی خالی ہے

تو ہمیشہ رہتا ہی چیں بر جبیں افسردہ دل
پھر کسی کی بزمِ عشرت میں نہ جا بہرِ خدا
خود ہی اپنی جاں سے ہے بیزار تو انصاف کر
تجھ سے اہلِ بزم پھر کس طرح خوش ہوں گے بھلا
چاہیئے اس طرح جانا محفلِ احباب میں
باغ میں جس طرح خوش خوش آتی ہے بادِ صبا

ا گلی کوچہ ۲ ہر عورت ۳ آسمان ۔ ۱۲

خیر مقدم کا اشارہ جھوم کر دیتی ہے شاخ
اور چٹک کر دیتی ہیں کلیاں صبائے مرحبا
جس شجر کے پاس سے گزرے لگا وہ جھومنے
پہنچی جس غنچے تک افسردہ تھا وہ ہنسنے لگا
دل پہ جو گزرے وہ گزرے کیوں کسی کو ہو خبر
سب سے بڑھ کر ہے خدا تو حال دل کا جانتا
شادی و غم جب کہ دونوں ہیں جہاں میں بے ثبات
وقت اپنا کاٹ دے ہنس بول کر مردِ خدا
(مولوی محمد اسمٰعیل)

آدابِ محفل

جائے گر محفل میں تو اے میری جاں
بیٹھ اپنے مرتبے سے تو وہاں
اور نہ مسند پر یکایک بیٹھ جا
تا اٹھا دیوے نہ کوئی دوسرا
خندہ زن ہرگز نہ ہو ہر بات پر
قدر کم ہوتی ہے خفت بیشتر
اور اپنی واں ثنا خوانی نہ کر
دیدہ و دانستہ نادانی نہ کر
کر نہ تو تعریف محفل میں اخی
اپنی تصنیفات اور فرزند کی
محفلِ غم میں نہ کر ذکرِ سرور
زہر میں شکر ملانا کیا ضرور
ہو کہیں گر محفلِ شادی عیاں
کر نہ غم کا ذکر واں اے نکتہ داں
اور لوگوں کا نہ کر قطعِ کلام
تھام شمشیرِ زباں کو اپنی تھام

ہنسو مت - سبکی - تعریف - جان بوجھ کر - اے میرے بھائی - ظاہر ۱۲

اور نہ چٹخنا انگلیوں کو بار بار
کہہ دیئے ہیں قاعدے تجھ سے یہ سب
ہے زبوں یہ فعل سُن اے ہوشیار
بیٹھ محفل میں تو ہے دم باادب
(شیخ عبداللہ سہارنپوری شائق)

بیگم اور لیڈی کی دو دو باتیں

کہا ایک لیڈی نے بیگم[1] سے اک دن
کہ موجودہ تہذیب سے تم ہو عاری[2]
نئی روشنی کا اثر کچھ نہیں ہے
پُرانی ہیں جتنی ہیں باتیں تمھاری
سمجھتی ہو زیور کو زینت کا ساماں
خوشی سے اُٹھاتی ہو یہ بوجھ بھاری
بناوٹ سے تم چاہتی ہو چمکنا
لگاتی ہو کپڑوں پہ گوٹا کناری
وہی کُرتی انگیا وہی بند محرم
چلی جاتی ہے حُسن کی پردہ داری
یہ سب کام باہر ہیں تہذیب سے اب
نشانِ جہالت ہیں باتیں یہ ساری
سلیقہ نہیں بات کرنے کا تم کو
سرِ بزم[4] کیوں کر نہ حاصل ہو خواری[5]
نہ تہذیب تم میں نہ شائستگی ہے
نئی روشنی میں چلن ہے گنواری
رہا کرتی ہو قید گھر میں ہمیشہ
نہ سیر و سیاحت نہ شوقِ سواری
تمھیں اس سے کیا تم اسیرِ قفس[6] ہو
چلے باغ میں لاکھ بادِ بہاری
مصیبت سے دن کاٹتی ہو جہاں میں
یہ جینا ہے یا نزع کی دم شماری[7]

[1] بیگم - خاتونِ شریف زادی - جنٹلمین کا مونث [2] کورے - خالی - [3] بے بہرہ [4] مجلس یا محفل میں [5] ذلت [6] پنجرے میں قید ہو [7] جاں کنی میں کوئی سانس گننے - ۱۲

تمھیں جیتے جی مار رکھا ہے اس نے
کہا سن کے بیگم نے اے میم صاحب
نئی روشنی کے نئے گیت گائے
تماشا تو دیکھو کہ پردہ اٹھا کر
نظر پڑتی ہے غیر لوگوں کی ہر دم
کیا کرتی ہو غیر مردوں سے باتیں
ہوئی ڈولی اور بندگاڑی سے نفرت
نہیں تم کو سیر و سیاحت سے فرصت
نہ اتراؤ میموں کا سایہ پہن کر
چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھولا
نہ بیگم ہے کوئی نہ رانی ہے کوئی
مسز[3] اور مس[4] بن گئیں عورتیں سب
ترقی کرو علم و شایستگی میں
کوئی آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا
ہمیں زیب دیتی نہیں ریس[5] ان کی
وجاہت سناتا ہے سب عورتوں کو

پڑے بھاڑ چولھے میں وضع داری
بس اب چپ رہو آتی ہے میری باری
بہت تم نے بڑھ بڑھ کے شیخی بگھاری
بنی پھرتی ہے میم میری[1] بچاری
تمھارا یہ چہرہ ہے یا چاند ماری
چھٹکتی نہیں پاس تک شرمساری
پسند آئی بائیسکل[2] کی سواری
بری طرح برباد ہے خانہ داری
کہ صورت ہے کالی کلوٹی تمھاری
نہ کام آئی کوے کی کچھ ہوشیاری
نہ زیب النسا ہے نہ چنچل کماری
لقب سے بیاہی بچی ہے نہ کنواری
نہ چھوڑو مگر اپنی تم وضع داری
حکومت کا میموں کی سکہ ہے جاری
حکومت سے پھبتی ہیں باتیں یہ ساری
کریں ننگ[6] و ناموس کی پاسداری[7]
(سید وجاہت حسین جھنجھانوی)

۱ Mary = نام ۲ Bicycle - دو پہیے کی گاڑی جو پاؤں سے چلائی جاتی ہے ۳ Mrs = بیاہی ہوئی عورت ۴ Miss = کنواری ۵ حرص ۶ شرم اور عزت ۷ خیال - لحاظ - ۱۲

دل سے دو دو باتیں

دلِ غم نصیب و محزوں[1]　　تو نحیف و زار کیوں ہے؟[2]
یہ تجھی سے پوچھتا ہوں　　کہ تو بے قرار کیوں ہے؟
تجھے اضطراب کیوں ہے؟

ہے عجیب تیری دھڑکن　　ہے تڑپ تری نرالی
تو ہے دل مرا کہ دشمن　　مری جانِ زار کھالی
نہ ہوا تو غم سے خالی

ترے غم کو میں بھی جانوں　　کہ وہ کس مآل[3] کا ہے
وہ نتیجہ میں بھی دیکھوں　　جو ترے خیال کا ہے
جو ترے ملال کا ہے

نہ شگفتہ[4] فصلِ گل میں　　نہ کسی چمن میں خنداں[5]
نہ قرار شور و غل میں　　نہ سکوت[6] میں تو شاداں
تجھے کیا ہوا ہے ناداں؟

تجھے لے گیا چمن میں　　کہ کسی طرح کھلے تو
گل و لالہ و سمن میں　　کرے شکوے اور گلے تو
اگر ان میں کچھ ملے تو

مگر آہ واں بھی دیکھا　　نہ تری خوشی کا ساماں
گل و سبزہ پر نہ ریجھا[7]　　نہ نوائے عندلیباں[8]

---

[1] غمگین　[2] کم زور اور پریشان　[3] قسم　[4] کھلا ہوا - خوش　[5] ہنستا　[6] خاموشی　[7] فریفتہ ہوا　[8] بلبلوں کے راگ ۱۲

نہ ہوا اترا نہ ریزاں

تجھے بزم عیش میں بھی — تو بٹھا بٹھا کے دیکھا
تجھے جام دستِ ساقی — سے پلا پلا کے دیکھا
غرض آزما کے دیکھا

نہ ہوا قرار تجھ کو — کوئی اور آرزو ہے؟
گُلِ عیش خار تجھ کو — تری خو میں اور بو ہے
کوئی اور جستجو ہے؟

تجھے لے چلوں وہاں میں — ہیں جہاں چمکتے تارے
کہ تجھے بلا رہے ہیں — وہ فلک کے ماہ تارے
ہیں عجیب پیارے پیارے

نہ تجھے ہے ان کی چاہت — نہ ہے تیرہ خاک داں کی
نہ زمیں سے تجھ کو الفت — نہ محبت آسماں کی
تو ہے آرزو کہاں کی؟

ایک حسین لڑکی

چہرہ ہے پیارا پیارا آنکھیں یہ کالی کالی
لب گُل کی پتیاں ہیں صورت ہے بھولی بھالی
نازک بدن ہے اس کا یہ نخلِ گُل کی ڈالی
چہرے کا رنگ دیکھو کہہ دو کہ پھول والی
رُخ پر جو آ رہی ہیں اُڑ کر لٹیں ہوا سے

---

۱ نہ گایا ۲ عادت۔ خصلت۔۱۲

سرکا رہی ہے اُن کو کس ناز سے ادا سے
ناز اُس کے قدرتی ہیں یہ اُن سے بے خبر خود
دل کش نظر ہے لیکن واقف نہیں نظر خود
بالوں میں بن رہے ہیں گھونگر ادھر اُدھر خود
وارفتہ[1] ہو رہا ہے حُسن اُس کی شکل پر خود
کیسا دہن ہے زیبا کتنا ہے تنگ دیکھو
آنکھوں میں لال ڈورے لائے ہیں رنگ دیکھو
کس لطف سے لڑکپن اس کو کھِلا رہا ہے
چھوٹے سے قد کو کیا کیا چالوں پہ لا رہا ہے
مل کر کبھی تبسّم[بلا] ہونٹوں پہ آ رہا ہے
مل کر کبھی نظر سے شوخی دکھا رہا ہے
وارفتگی[2] تو دیکھو بے خود ہے کس قدر یہ
آنچل زمیں پہ لوٹا لیکن ہے بے خبر یہ
چوٹی نہیں گندھی ہے بال اُڑتے ہیں ہوا سے
بندے اُلجھ گئے ہیں بالوں میں تو بلا سے
بالوں پہ جمتی ہے گرد اُڑ اُڑ کے جا بجا سے
سر پر چمک رہے ہیں ذرّے ذرا ذرا سے
کُرتا کو ... ہے کانٹوں پہ ہے وہ اٹکا

---

[1] ... [2] وارفتگی — ۱۲

دامن پھٹا وہ دیکھو کھینچا جو دے کے جھٹکا
کُرتے کو دیکھ کر یہ پہلے تو مسکرائی
پھر کچھ جو دھیان آیا حیرت سی رخ پہ چھائی
پوچھے گی ماں، کہاں سے کرتے کو پھاڑ لائی
یہ ڈر نہیں تو چھوٹی چہرے پہ کیوں ہوائی
کرتے کو دیکھتی ہے کانٹوں کو دیکھتی ہے
ماں کیا کہے گی دیکھو! بس سوچ اُٹھی ہے
ٹہلی پھر اُٹھ کے اب کچھ تسکین پا رہی ہے
رنگت اُڑی ہوئی پھر چہرے پہ آرہی ہے
چھوٹی سی کسی کو نظروں میں لا رہی ہے
خود منہ چڑا رہی ہے خود مسکرا رہی ہے
لائی ہوا جو اپنے دامن میں گرد بھر کے
آنچل میں منہ چھپایا آنکھوں کو بند کر کے
چل نکلی اور ٹھٹک کر مجھ پر نگاہ ڈالی
میں اُس کو دیکھتا ہوں یہ بات اُس نے پالی
آنکھیں اُٹھا کے دیکھا اور پھر نظر بچالی
یہ قدرتی حیا ہے دل کی لبھانے والی
دیکھے جو پھر تو شاید ترچھی نظر سے دیکھے

پھیرا ہے رخ تو شاید مڑ کر ادھر بھی دیکھے
دیکھا تو اُس نے لیکن گردن جھکا کے دیکھا
آنچل کو سر پہ ڈالا اور مسکرا کے دیکھا
کیا ترچھی چتونوں سے آنکھیں چرا کے دیکھا
دیکھا پھر اُس نے دیکھو آنچل ہٹا کے دیکھا
پایا بنا جو مجھ کو کچھ شرم آئی اُس کو
فطرت کی یہ ادا ہے بننے کا فہم کس کو
چشمے کی راہ لی ہے شاید پیئے گی پانی
پہونچی تو دیکھتی ہے چپ چاپ کھڑی ہے روانی[1]
عکسِ فلک کی رنگت سورج کی ضَوفشانی[2]
پانی تو ہے سنہرا اور تہ ہے آسمانی
لہروں میں جلتی پھرتی سورج کی جو چمک ہے
اس سے چمک رہی ہے کیا بجلیوں کا شک ہے
وہ پائنچے سنبھالے پانی تو خیر کم ہے
ٹخنوں ہی تک ہے گہرا اور چند ہی قدم ہے
لیکن لچک بدن میں چلنے سے دم بدم ہے
نازک ہے پاؤں پھسلے پانی میں تو ستم ہے

---

[1] بہاؤ [2] روشنی ڈالنا۔ چمک۔ ۱۲

وہ اوڑھنی نہ سنبھلی پانی سے تر ہوئی ہے
وہ لڑکھڑائی دیکھو دُہری کمر ہوئی ہے
نالہ اُتر کے پہنچی زیرِ شجر کھڑی ہے
ننھے سے دل پہ اُس کے ہمت بہت بڑی ہے
کچھ اوڑھنی بدن پر کچھ خاک پر پڑی ہے
خوشے پکے ہوئے ہیں اُس سے نظر لڑی ہے
میں جا نہیں گرا دوں پہلے یہیں تو اچھا
کھیلے یہیں تو اچھا ٹہلے یہیں تو اچھا

ماں کی نصیحت

ماں نے بیٹی سے کہا میری دلاری بیٹی
بیٹیوں میں ہے بہت تو مجھے پیاری بیٹی
جان اور دل سے مجھے بھاتی ہے تیری خدمت
چونکہ تو کرتی دل و جاں سے ہے میری خدمت
یہی باعث ہے کہ رکھتی ہوں تجھے میں بھی عزیز
کام کی بات بتاتی ہوں تجھے کام کی چیز
میں نے بتلائی ہیں اب تک تجھے جو جو باتیں
یاد رکھ ان میں سے مت بھول کبھی دو باتیں
ایک تو یہ ہے کہ جس وقت کا ہے جو کچھ کام
اُس کو ڈالا اُسی وقت تو ہے نیک انجام
دوسری یہ ہے جہاں سے تو کوئی چیز اُٹھائے
ہو چکے کام تو پھر اُس کو وہیں رکھ جائے
انتظام اور سلیقے کے یہی گُر ہیں بڑے
ہو عمل ان پہ تو پھر تجھ سے نہیں کام پڑے
مان لی تو نے مری جان جو نصیحت میری
تجھ کو جو دیکھے گا تعریف کرے گا تیری
مہر کا بھی ہے عمل آج کل انھیں باتوں پر
کام اُس کا کبھی ہونے نہیں پاتا ابتر

(منشی سورج نراین۔ مہر۔ دہلوی)

ہنر

قوم کے واسطے سامانِ ترقی ہے ہنر
پادشاہوں کے لیئے جانِ ترقی ہے ہنر

اہلِ[1] حرفت کے لیئے کانِ ترقی ہی ہنر
باغِ عالم میں گلستانِ ترقی ہی ہنر

قدر جس مُلک میں اس کی نہ ہو برباد ہی وہ
جس جگہ اہلِ ہنر ہوتے ہیں آباد ہی وہ

انبیا جتنے تھے سب اہلِ ہنر تھے یکسر[2]
نوح نجّار[3] تھے یہ جانتے ہیں سار بشر
تھے جو داؤد اُنھیں کہتے ہیں سب آہن گر[4]
نہیں خیاطی میں ادریس سے کوئی بڑھ کر

عیب پیشوں کو سمجھتے ہیں جہالت سے ہم
دور ہو جاتے ہیں گویا کہ شرافت سے ہم

آدمی جتنے ہیں بے شبہ بنی آدم ہیں
بشریت میں نہ ہم اُن سے نہ وہ ہم سے کم ہیں
متحد[6] صورت و سیرت میں سبھی باہم ہیں
پر ہنرمند جو فائق[7] ہیں وہی اعظم[8] ہیں

کالے گورے کی نہیں اہلِ ہنر میں تمئیز
آدمی شئے نہیں کوئی یہ ہنر سے ہی عزیز

جتنی قومیں ہیں ہنر ہی سے ہیں وہ مالامال
جتنے نوکر ہیں وہ چھوٹے ہوئے بس کنگال[8]
پر ہنر وہ ہی کہ جس کو کبھی دیکھا نہ زوال
فلسفی[9] ہوئیے کا کچھ بھی نہیں حاصل فی الحال

مال داری جو ہو مطلوب[10] ہنر کو سیکھو
ہو جو ثروت تمھیں مرغوب ہنر کو سیکھو

(شاہ محمد اکبر صاحب عظیم آبادی)

---

[1] پیشے والوں [2] کُل ۔ سارے کے سارے [3] بڑھئی [4] لوہار [5] درزی پنے [6] یکساں ۔ ایک سے [7] بڑے [8] مفلس [9] فلسفہ جاننے والا ۔ فلسفہ = علمِ حکمت [10] اس نا مانیں [11] درکار ۔ ۱۲

پاربتی

اُس راجہ ہیماچل کے گھر اک بالی سُندر بیٹی تھی
مُکھ اُس کا چندا جیسا تھا نام اُس کا گورا پاربتی

لب لعلِ یمن اور غنچہ دہن تن برگِ سمن قد سروِ سہی
پوشاک جھلکتی تاجِ زری آن گنتی پہنے من موہتی

وہ کنٹھلے کنگن کندن کے وہ بازو چھلّے اور سُندر سی
وہ جھانجن بجتی سونے کی اور چوڑی گھنگرو چوڑا سی

ماں باپ کی پیاری ناز بھری آنکھوں میں وہ نس دن پھرتی
نت رہتی ہاتھوں چھاؤں میں اور مانی اُس مرادوں کی

شکر بھوجن نورس اور میوے پکوان مٹھائی دودھ دہی
سو ساٹھ سہیلی ساتھ پھریں ہم عمر سبھی بالی بھولی

سب پیار کریں تن من واریں سنگ کھیلیں جس بن ہیلے جی
سب گہنے ہیں سرپاؤں لدیں تن سوہا سالو اور چنری

کوئی اُچھلے کودے سوانگ کرے کوئی ہنس ہنس کر لی اٹکھیلی
دن رات ہنسیں اور چین کریں ہر آن کی خوبی عشرت کی

تھی رہتی گورا پاربتی ان روپ سروپوں ابرن میں
سب طور خوشی سے پھرتی تھی نت اپنے گھر اور آنگن میں
(نظیر اکبر آبادی)

شادی کی محفل

جو بانے جھاڑے خار و خسک اور بادل پانی چھڑکائے
بانات قناتیں شمیانے دل بادل تنبو تنوائے

تمگیرے جھالر موتی کے کمخواب مشجّر چمکائے
گُل فرش حریر اور دیبا کے خوش رنگ چمکتے بچھوائے
مُقیش زری کے لچھے بھی پھر جاگہ جاگہ لٹکائے
جگہ جگہ
گُل عطر و گلاب اور پان دھرے کستوری عنبر رکھوائے
گُل عطر و گلاب اور پان دھرے کستوری عنبر رکھوائے
پھر تھال الاچی لونگوں کے بھی خوب طرح سے چُنوائے
چنگیر دھرے سو زیب بھرے اور طُرّہ ہار بھی گُندھوائے
ہر چار طرف طیاری کی اسباب طرب کے ٹھہرائے
جو ٹھاٹھ پڑے ہیں شادی کے اک پل بھر میں سب چمکائے
(نظیر اکبرآبادی)

دُلہن کا جہیز

جب آئی گھڑی وہ رخصت کی تب لاکر یہ اسباب دھرے
پوشاکیں سنگیں بیبھریں ہر تار پڑا جن کا چمکے
زر زیور کے وال ڈھیر لگے جو باہر ہووے گنتی سے
وہ موتی ہیرے آن ہوئے وہ لعل زمرّد کے ڈبّے
وہ پٹّے بٹّے چاندی کے وہ تھال کٹورے سونے کے
وہ فرش سُنہرے نقش بھرے جو بچھتے مخمل بیچ پڑے
وہ جوڑے خوب لباسوں کے اور گنتی میں بھی بہتیرے
وہ باندیاں اچھی صورت کی سر پاؤں تلک پہنے زیور
وہ کنچل جھول جھلکتی کے انباری جن پر اور ہودے
وہ گھوڑے گلگوں مثلِ ہوا زردوزی جن زین بندھے

چنڈول جھلکتے ہو وہ چنپا نات زری کے تھے پردے
رتھ بہلیں اور گھڑ بہلیں بھی وہ ٹھاٹھ چمکتے جن کے تھے
وہ رنگیں جھالردار رتھیں وہ بیل بہت جن کے اونچے
وہ ٹھاٹھ رکھا دروازے پر اور بعد بوجھ اٹھانے کے
تھے جتنے شادی بیاہ کے سامان جو واں طیار ہوئے
ہر ٹھاٹھ کے واں دروازے پر ہر جانب سو انبار ہوئے

(نظیر اکبر آبادی لفظی ترمیم کے بعد)

دُلہن کی رخصت

جب ڈیوڑھی پر چنڈول چھٹا دروازے پر ہو خوبی سے
نو چھاور اتنی کی اُس پہ کل موتی پھول زری بکھرے
اُس وقت بہت خوش وقتی سے وہ دولہا بھی اسوار ہوئے
وہ خوبی قسمت چار طرف سب ساتھ براتی زیب بھرے
اسواری دولھا کی آگے چنڈول دلھن کا تھا پیچھے
وہ باجے گاجے ساتھ جو تھے سب ہر دم بجتے ساتھ چلے
اسباب دیئے جو دلہن کو تھے اُس کے جاتے اونٹ لدے
وہ جتنے چیرا چیری تھے سب رتھ اور میانوں میں بیٹھے
وہ ہاتھی گھوڑے ہر جانب انبار زری زین جھلکتے تھے
اس دیس کے دیکھنے والے بھی سب دیکھنے نکلے گھر گھر سے
ہر کوٹھے پر بھیڑ لگی اور رستے رستے لوگ بھرے
غل شور خوشی کے چار طرف سب دیکھیں واں وہ ٹھاٹھ بڑے

جس طور خوشی سے بیاہنے کو وہ دولہا لے بارات چڑھے

پھر ویسی ہی خوش وقتی سے وہ سب دیس کو اپنے جا پونہچے

(نظیر اکبر آبادی لفظی ترمیم کے بعد)

لڑکی کی رخصت

ماں بدا کے وقت بیٹی سے یہ بولی اے عزیز

تجھ سے بڑھ کر مجھ کو ہرگز تھی نہ پیاری کوئی چیز

آنکھ کی پتلی سے بھی رکھا سوا میں نے تجھے

نور اپنی آنکھ کا سمجھا سدا میں نے تجھے

نو مہینے تک تجھے میں پیٹ میں لے کر پھری

سیکڑوں دکھڑے سہے جب جا کے تو پیدا ہوئی

دن کو میں نے دن نہ سمجھا رات کو سمجھا نہ رات

آپ تکلیفیں سہیں پر تم کو رکھا ہاتھوں ہات

ہاتھ چھاؤں تم کو رکھا پالا پوسا مان سے

سچ تو یہ ہے تم کو رکھا بڑھ کے اپنی جان سے

سو اگر جاتی تھیں بھوکی تم کبھی اے میری جاں

رات بھر تھیں منہ کو آتی رہتی ماں کی انتڑیاں

بیسیوں دکھڑے سہے اور لاکھوں تکلیفیں سہیں

اللہ آمیں کر کے تب پروان تم پیاری چڑھیں

جب ہوئیں سو مشکلوں سے تم جوان نام خدا

فکر بیٹا پھر تمھارے بیاہنے کا سر چڑھا

جا بجا سے رقعہ و پیغام پھر آنے لگے

پھر تو ماں صدقے مرے اوسان پھر جانے لگے

بات جس دن یہ ہوئی پختہ تمھارے بیاہ کی

پھر نہ پوچھو کس قدر حالت مری ابتر ہوئی

جب ترے چھٹنے کا آجاتا تھا پیاری مجھ کو دھیان

دل مَلا جاتا تھا اور مٹھی میں آجاتی تھی جان

لو وہی دن آج ہی در پیش ماں قربان ہو

آج تم پیاری کوئی دم کی مری مہمان ہو

نو مہینے پیٹ میں رکھا پہ اب معذور ہوں

ایک دن پاس اپنے رکھ سکتی نہیں مجبور ہوں

کون سے مُنہ سے کہوں میں تم کو رکھ سکتی نہیں

آج میں بے بس ہوں کچھ اے جان مری چلتی نہیں

کل تلک مالک تھی میں تم پر تھا سب دعویٰ مرا

آج پر دو بول نے بیگانہ تم کو کر دیا

بس مرا چلتا اگر تو اے مری لختِ جگر

پہلے ہی کیوں جانے دیتی میں تجھے بیگانے گھر

عمر بھر پکھیرو سے اپنے میں لگا رکھتی تمھیں

بیٹھنے کی چیز ہوتیں تو بٹھا رکھتی تمھیں

پر کروں کیا رسم یہ ہوتی سدا سے آئی ہے
بادشاہوں نے بھی بیٹی گھر نہیں بٹھلائی ہے
تم امانت اور کی تھیں ہم امانت دار تھے
تم بِگانا مال تھیں ہم خالی خدمت گار تھے
تم بِدا ہوتی نہیں ہو جان جاتی ہے مری
سخت میرے دل کو اے جاں ہو رہی ہے بے کلی
آج تھمتا ہی نہیں ہے آنکھ کا آنسو مرا
تھامتی ہوں دل کو پر قابو نہیں دل پر مرا
تجھ بغیر آئے گا میرے دل کو اب کس طرح چین
آنکھ سے اوجھل نہیں تجھ کو کیا اے نورِ عین
تو کلیجے کی ہے بوٹی نور آنکھوں کا مری
سارے گھر بھر میں ہے رونق اے مری لاڈو تری
جب چلی جائے گی گھر سے تو مرے اے گھر بسی
رات دن دل کو رہے گی اک لگن تیری لگی
تیرے جانے سے نظر آئے گا گھر مجھ کو اُجاڑ
ہے تری سسرال یاں سے آنکھ اوجھل اور پہاڑ
ہے یہ غم دوری سے بھی بڑھ کر دُکھاتا دل مرا
کون اپنے ہاتھ میں رکھے گا پیاری دل ترا
فکر ہے مجھ کو یہی اے نازپروردہ مری

کون اُٹھائے گا مری جاں نازبرداری تری

غم مرا بےجا نہیں ہے حق بجا رونا مرا
ساتھ ماں بیٹی کا ہے ڈاری سدا کو چھوٹتا

کیوں نہ ہو اندھیر دنیا کس طرح صدمہ نہ ہو
آج رخصت ہے مری نورِ نظر کی بیبیو

چاک ہو سکتا جو سینہ تو دکھاتی تمھیں
جو مرے دل پر گزرتی ہے بتا دیتی تمھیں

خیر یہ جو کچھ ہوا اُس کی مجھے پروا نہیں
غم تو یہ ہے تجربہ کچھ تم کو دنیا کا نہیں

جتنے دن رہنا تھا پیاری تم مرے آگے رہیں
آج سے پرائی مری جاں تم بیگانی ہوگئیں

بندھ گئی ہو آج اُس بندھن میں تم اے میری جاں
جس میں بندھتی ہیں زمانے بھر کی پیاری بیٹیاں

آج تیرے فرض سے بیٹی ہوئے ہم تو ادا
پر جوا گردن پہ تیری آج سے رکھا گیا

جُت گئیں دنیا کی تم گاڑی میں بیٹیا آج سے
ہے دعا تو کامیابی سے چلا اُس کو سکے

یہ نصیحت یاد رکھنی چاہیئے دل سے تمھیں
اپنے بیگانے کا دل رکھنا تم اپنے ہاتھ میں

ہو بحقِ فاطمہؓ مقبول میری یہ دعا
سر پہ سایہ تیرے شوہر کا رہے قائم سدا

چتر شوہر کا سدا چھتا رہے سر پر ترے
ہے دعا دودوں نہائے اور تو پوتوں پھلے

فضلِ حق اور پنجتن کا سایہ ہو تجھ پر سدا
دین و دنیا میں ہو اے بیٹی ترا حامی خدا

لو خدا حافظ! سدھارو خیر سے اب اپنے گھر
پیٹھ دکھلاتی ہو جاتی منہ دکھاؤ آن کر

([illegible])

عورت

جس پہ ہے سب انتظام خانہ داری منحصر
عالمِ ایجاد میں وہ چیز عورت ہی تو ہے

عورت ایسی جو ہو اپنی خوبیوں سے دلپذیر
دے خدا جس گھر کو وہ اُس گھر کی زینت ہی تو ہے

زینت ایسی جس سے ہر صورت میں رونق گھر کی ہو
اہلِ دُنیا کے لیئے دُنیا میں نعمت ہی تو ہے

نعمت ایسی جس سے آسودہ نہ ہو دل عمر بھر
وہ خدا کی دین ہی تو ہے وہ دولت ہی تو ہے

دولت ایسی جس سے روشن ہو جہاں میں گھر کا نام
اپنے گھر والوں میں وہ خوبیِ قسمت ہی تو ہے

قسمت ایسی خوب جس پر ناز ہو انسان کو
خلق پر وہ خالقِ عالم کی رحمت ہی تو ہے

رحمت ایسی جو ہو نازل گھر میں باراں کی طرح
جس میں نازاں ہو وہ گھر دنیا میں جنت ہی تو ہے

جنت ایسی جس سے نظّارہ کو حاصل ہو بہار
چشمِ شوہر میں زنِ خوش خو کی صورت ہی تو ہے

صورت ایسی ہے کہ جس سے آئینہ ہو زنگ کا انکسار
قلبِ شوہر کے لیئے تحریکِ رغبت ہی تو ہے

رغبت ایسی جس سے دل مائل ہوئے سوئے اتحاد　　رغبتِ مرغوب میں وہ شکل اُلفت ہی تو ہے

اُلفت ایسی جس سے باہم ہو نہ رنجش کا ظہور　　اتفاقِ باہمی سے گھر کی عزت ہی تو ہے

عزت ایسی جو کرے پیدا نگاہوں میں وقار　　روئے زن کے واسطے وہ حسنِ غیرت ہی تو ہے

غیرت ایسی غیرتِ بی عفت ہو جس کی بنا　　خلق میں اے شوقؔ اُس کا نام عصمت ہی تو ہے

(احمد علی - شوقِ لکھنوی)

حکایت[1]

ایک دن کا ذکر ہے موسیٰ نبی　　گھر سے نکلے راہ اک جنگل کی لی

راہ میں اُن کو گوالا اک ملا　　سر سے ننگا پابرہنہ[2] تھا کھڑا

دست بستہ باہزاراں درد و تاب　　کر رہا تھا اپنے رب سے یوں خطاب

ایک لحظہ اے خدا منہ اپنا کھول　　کر تمنا میری پوری منہ سے بول

بیٹھ آ کر میرے آگے کر کرم　　ہاتھ تیرے دھوؤں اور چوموں قدم

تجھ کو نہلاؤں کروں تیرا سنگار　　لوں بلائیں تیری چٹ چٹ بار بار

کمبل اک نیچے بچھاؤں نرم نرم　　دودھ بھی تجھ کو پلاؤں گرم گرم

پاؤں میں تیرے دباؤں وقتِ خواب　　منہ دھلاؤں صبح کو اُٹھ کر شتاب

قورمہ قلیا پلاؤ اور پنیر　　کوفتے مکھن ملائی اور کھیر

جو میسر ہے تجھے آگے رکھوں　　خود نوالے میں بنا کے منہ میں دوں

جذبۂ مستی میں وہ فرخندہ[3] کام　　کر رہا تھا ایسے شوقیہ کلام

سن کے موسیٰ نے کہا اے میری جاں　　آج تو کس کا بنا ہے میزباں[4]

---

[1] مثنوی مولانا روم کی کہانیوں کو مولوی محمد حسین صاحب عارف نے اردو میں نظم کیا ہے اور مثنوی عقدِ گوہر اُس کا نام رکھا ہے۔ اُس میں سے یہ چند دلچسپ حکایتیں چھانٹ کر شامل کی گئی ہیں [2] ننگے پاؤں [3] خوش نصیب [4] جس کے گھر دعوت ہو ۱۲

جس کی خاطر تجھ کو ہے اتنی عزیز
مجھ کو بتلا کون ہے وہ باتمیز

بولا وہ رازق ہے میرا اور ترا
سب کا مالک خالقِ ہر دوسرا[1]

ہائے موسیٰ نے کہا اے ناصواب[2]
توبہ۔ توبہ کر۔ خدا اور یہ خطاب؟

تیرا مُنہ، اور اُس سے یہ بے باکیاں
ہیں ترے دل کی یہ سب ناپاکیاں

کان ہیں اُس کے نہ مُنہ اور ناک ہے
کھانے پینے سے وہ بالکل پاک ہے

پاؤں دبوانے کی حاجت کیا اُسے
دودھ پینے کی ضرورت کیا اُسے

مثل اُس کے یاں نہیں ہے کوئی شے
تو نے یہ جو کچھ کہا سب خبط ہے

قاضی الحاجات[3] اللہ الصمد
ہے ازل سے اور رہے گا تا ابد[4]

اور سب اُس کے سوا محتاج ہیں
کل فنا ہوں گے جو موجود آج ہیں

سب ہیں بندے اک وہی معبود ہے
سچ اگر پوچھو وہی موجود ہے

لائقِ انساں ہے جو تو نے کہا
جسم و حاجت کچھ نہیں رکھتا خدا

یوں گوالے نے کہا اے مردِ حق
ہے بجا تیری نصیحت اور سبق

تھی مری طاعت حقیقت میں خطا
کہہ کے یہ صحرا کی جانب چل پڑا

وحی آئی حضرتِ موسیٰ کے پاس
میرے بندے کو کیا تو نے اُداس

اس لیے بھیجا ہے تجھ کو اے حبیب
دُور ہیں جو ہم سے اُن کو کر قریب

پاس والوں کو بھگانے تو لگا
خوب لایا فرض کو اپنے بجا

اس کے لفظوں پر گیا تیرا خیال
تو نے نیت کا نہ کچھ رکھا خیال

۱- دونوں جہان کا پیدا کرنے والا۔ ۲- نالائق۔ ۳- حاجتوں کا پورا کرنے والا اللہ بے نیاز ہے۔ ۴- ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ۱۲

ہم کو کچھ پروا نہیں ہے قال کی
ہے ہمارے پاس پرسش حال کی

دیکھتے ہیں دل کو ہم کہتا ہے کیا
لفظ ہوں شائستہ یا ہوں ناروا

شیخ ہو یا طفلِ نو آموز ہو
سوز سے مطلب ہمیں ہے سوز ہو

موسیا آداب دانی اور ہے
سوزِ دل دردِ نہانی اور ہے

(نتیجہ) یاد رکھ یہ ہے حدیثِ معتبر
پرمعانی گو بظاہر مختصر

نیتوں پر ہے عمل کا کل مدار
ہو عبادت یا کوئی ہو اور کار

حکایت (۲)

تھا کوئی صیاد بالکل تنگ حال
جا کے جنگل میں بچھایا اس نے جال

پکڑی اک چڑیا تو چڑیا نے کہا
کر مجھے للہ اے ظالم رہا

مجھ ضعیف و ناتواں کے گوشت سے
پیٹ تیرا کیا بھرے گا چھوڑ دے

بھیڑ بکری تو نے کھائے سیکڑوں
مرغ سیخوں پر چڑھائے سیکڑوں

سیر جب ان سے نہ تو غافل ہوا
مجھ کو کھا کے سیر کیا ہوگا بھلا

چھوڑ دے گا گر مجھے میں تین پند
تجھ کو دوں گی سب کی سب ہیں سودمند

ایک تیرے ہاتھ پر بتلاؤں گی
دوسری دیوار پر جب جاؤں گی

تیسری شاخِ شجر پر بیٹھ کے
قول ہوں گے قیمتی اور سب کھرے

جب سنا صیاد نے اس کا بیاں
تو اٹھا کر ہاتھ پر بولا کہ ہاں

کہہ وہ کیا ہیں لعل و گوہر بے بہا
تب وہ چڑیا یوں ہوئی نغمہ سرا

کہنے کی - پوچھ گچھ - اچھے یا برے - بڈھا - بچہ - نوسیکھ - درد - اے موسیٰ - پوشیدہ یعنی اندرونی درد - نصیحت - فائدہ مند - مفید - ۱۲

پند پہلی ہے مری اے دور بیں
کہہ کے یہ فوراً وہیں پرواز کی
ہو چکی جو بات اُس کا کر نہ ذکر
پھر شرارت سے کہا کھا کر قسم
پیٹ میں میرے تھا پنہاں[۱] دُرِ یتیم
شے جو قسمت میں نہ ہو آتی نہیں
سُن کے یہ صیاد پچھتایا بہت
ہائے کہتا تھا مری کیا عقل ہے
مجھ پہ اِس چڑیا نے کیا جادو کیا
بولی چڑیا پند کو میری نہ بھول
دوسری تھی پند میری یا نہیں
اتنی بھاری شے بتا اے بوالعجب[۲]
ہو کے شرمندہ کہا صیاد نے
دُم ہلائی اور لی اک جھرجھری[۳]
دو کے اوپر کیا عمل تو نے کیا

نتیجہ

دل میں احمق کے نہ[۴] ہوگا کچھ اثر
محنت اُس پہ کرنی نقشِ آب ہے

ہو جو اَن ہونی نہ کر اُس کا یقیں
بیٹھ کر دیوار پر کہنے لگی
غم نہ کر اُس کا نہ رکھ کچھ دل میں فکر
ایک ہوتی تول میں بارہ درم
کافی تھا تیری تو پشتوں کے لیے
ہو نصیبے میں اگر جاتی نہیں
دل ہی دل میں غمگیں دل کھایا بہت
جو گنوائی مفت یہ اَن مول شے
ہائے اِس کم بخت نے دھوکا دیا
ہو چکا جو اُس کا غم کرنا فضول
ہو جو ناممکن نہ کر اُس کا یقیں
پیٹ میں میرے سما سکتی ہے کب
سچ ہے بے شک تیسری اب پند دے
پھر سے چڑیا اُڑ گئی کہتی ہوئی
تیسری کس منہ سے ہے اب پوچھتا
کر نہ ضائع تو نصیحت کے گہر
باد[۵] دشت اور سیر خواب ہے

۱ پوشیدہ مخفی چھپا ہوا ۔ ۲ تعجب کے قابل ۔ ۳ پھریری ۔ ۴ جیسے پانی پر نقش یعنی فضول ۵ سمجھی میں ہوا یا خواب کی سیر یعنی سے گا ۔ ۱۲

ہے چراغِ[1] راہِ نابینا یہ پند
کر نہ کوشش وہ نہ ہوگی سودمند

حکایت

بعد اس کے یہ ہوا حکمِ حضور
ہر پرندہ اس میں ہو جو باکمال
حکم کی تھی دیر طائر سب کے سب
قمری و دراج[2] طوطے اور مور
شکرہ[3] جُرّہ اور شاہین اور باز
لال اور پدڑی شترمرغ اور لوا
فاختہ اور بلبلِ شیریں سخن
لق لق اور ممولا ٹٹیری اور عقاب
کوئی دلدل کوئی ریگستان سے
شہر سے کوئی کوئی کہسار سے
الغرض ہر سمت سے آتے گئے
واقعی یہ تھا سلیماں ہیں کمال
جانتے تھے ہر پرندے کی زباں
ہم زبانی بھی ہے اک الفت کا دام

خادموں سے یہ سلیماں نے کہا
جا کے میداں میں کرو خیمہ کھڑا
حاضر دربار ہوں سارے طیور
وہ بتائے رکھتے ہیں کیا خیال
ہو گئے حاضر بہ صد عجز و ادب
مینا اور سرخاب ہریل اور چکور[4]
چڑیا اور کوئل کبوتر اور قاز
کبک[5] جھانپل اور کرگس اور بیا
ہُدہُد و عنقا ہما[6] زاغ و زغن
بوم[7] ابابیل اور صعوہ[8] آئے شتاب
کوئی جنگل اور کوئی میدان سے
کوئی دریا سے کوئی گلزار سے
بار اس دربار میں پاتے گئے
جانتے تھے طائروں کی بول چال
اس لیے ہر جانور تھا شادماں
دو دلوں کو جو بناتی ہے غلام

---

۱ جیسے اندھے کو چراغ دکھانا بے فائدہ ہے ۲ تیتر ۳ چکور ۴ کوا ۵ چیل ۶ ایک قسم کا بلند پرواز تیز نظر شکاری پرندہ ہے ۷ الو ۸ چھوٹی قسم کا الو ۹ جلدی ۱۰ خوش ۱۲۰

لاکھ مل بیٹھیں زباں کے اجنبی / دوستی ان میں نہیں ہوتی کبھی

ہم زبانی سے بہم کھنچتے ہیں دل / باوجودِ تفرقہ جاتے ہیں مل

ہم زبانوں کا تخالف گر بہم / دل کو کچھ ہوتی ہے نفرت بیش و کم

مختلف الفاظ خالی صورتیں / ایسی ہیں یا پتھر کی جیسی مورتیں

اتفاقاً وہ اگر بیٹھیں کبھی پاس / پھر بھی آپس میں رہیں گی ناشناس

آ کے اک اک پیشِ شاہِ خوش خصال / عرض کرتا جاتا تھا اپنے کمال

نوبتِ ہُدہُد جو آئی یوں کہا / عرض میری غور سے سنیئے شہا

اک ہنر ہے مجھ میں جو کم یاب ہے / جس کے آگے ہر ہنر بے آب ہے

وہ ہنر یہ ہے کہ اے شاہِ جہاں / اُڑ کے جاؤں گر سوئے آسماں

واں سے گر ڈالوں زمیں میں نظر / ذرہ ذرہ دیکھتا ہوں سر بسر

ہو اگر آبِ رواں زیرِ زمیں / تلخ و شیریں جان جاتا ہوں وہیں

یہ بتا دوں ہے کہاں کیا رنگ ہے / منبع اُس کا خاک ہے یا سنگ ہے

مجھ کو رکھیئے اپنی خدمت میں مدام / دیکھیئے پھر کس قدر آتا ہوں کام

جب سنا کوّے نے ہُدہُد کا کلام / کوئلہ جل کر ہوا وہ مُشک فام

آگے بڑھ کر کی یہ اُس نے التجا / یا نبی مجھ کو اجازت ہو ذرا

یہ جو کچھ ہدہد نے کی لاف و گزاف / میں دلائل سے اُڑا دیتا ہوں صاف

واقعی یہ دوربیں ہوتا اگر / کیوں نہ آتا اس کو پھر پھندا نظر

فرق - زیادہ کم - اجنبی - اوپری - اے بادشاہ - بے رونق - طرف - بالکل - تمام - نیچے - کڑوا - میٹھا - جہاں سے چشمہ نکلتا ہے - ہمیشہ - بات گفتگو - کالی صورت کا - دور سے

کیوں یہ پھنستا جال میں صیاد کے
کیوں قفس میں بند ہوتا اس طرح
جھوٹ بولا یہ ہوا اب سرکار میں
زاغ کا یہ اعتراضِ با دلیل
کی ملامت سب نے ہدہد کو وہیں
سچ ہے ای ہدہد یہ کوّے کا کلام
ہے بہت آدابِ شاہی کے خلاف
سر کو ہدہد نے جھکا کر عرض کی
قول دشمن کا نہ کیجے اعتبار
ان کی باتوں پر یقیں کیجے نہ آپ
قول میرا جھوٹ ہو گر بال بھر
اعتراض ان کا بظاہر ہے صحیح
گر قضا اندھا کرے کس کی مجال

فائدہ
مسئلہ تقدیر اور تدبیر کا
اک نئے اسلوب سے آساں ہے جو
رہتا ہے ناکام گر عاقل کبھی

رونے رہتا پھر یہ کیوں بیداد کے
اور ہوتے ہیں پرندے جس طرح
لائقِ تعزیر ہے دربار میں
مان سب فوراً گئے بے قال و قیل
کیا ہوا کیا شرم تجھ میں کچھ نہیں
بولا تو نے جھوٹ بے شک لا کلام
بادشہ کے سامنے لاف و گزاف
ای نبی شاہنشہِ جنّ و پری
امتحاں بندے کا لیجے لاکھ بار
تم یہ صدقے ہوں مرے ماں اور باپ
ہاں اڑا دیجے ابھی تن پر سے سر
پر نہ سوجھا ان کو یہ امرِ صریح
جو دکھائے مجھ کو پھندا اور جال
ہے بہت پیچیدہ اور الجھا ہوا
میں بتاتا ہوں ہمہ تن گوش ہو
گو نہیں تدبیر میں کرتا کمی

۱ سزا ۲ بحث مباحثہ ۳ ضرور۔ شک نہیں ۴ شیخی مارنا ۵ ذرا بھی ۶ صاف بات ۷ طریقے۔ طرز ۸ بالکل کان لگا کر یعنی متوجہ ہو کر سن ۔ ۱۲

یاد اُس کو یہ دلاتا ہے خدا ۔ اک خدا ہی عقل سے تیری جدا

عقلِ کل کہتے ہیں جس کو باکمال ۔ بہتری کا سب کی ہے جس کو خیال

وہ وہی کرتا ہے جس میں فائدہ ۔ دیکھتا ہے اپنی اکثر خلق کا

برخلاف اس کے مری عقل اور تری ۔ اپنی اپنی سوچتی ہے بہتری

ہے جو تدبیر اُس خدائے عقل کی ۔ ہے وہی تقدیر اور قسمت وہی

اک طرف تو ہے خدا کا انتظام ۔ دوسری جانب تری تدبیرِ خام[1]

کر ذرا فکر و تامل غور سے ۔ غالب آ سکتی ہے وہ کس طور سے

تنبیہ (۱) قول ہے جس کا اگر تو یہ کہے ۔ بیٹھ جاؤں ہاتھ پاؤں توڑ کے

عقلِ کل کرتی ہے سب کا انتظام ۔ عقل سے میں کیا کروں گا لے کے کام

یہ تری ناشکری اے ناداں ہے ۔ عقل کیا ہے ؟ زیورِ انساں ہے

عقل ہے نورِ الٰہی کی شعاع ۔ ہے گنہ اُس سے نہ کرنا انتفاع[2]

عقل ہے جتنی ہوئی تجھ کو عطا ۔ کر مطابق اُس کے کوشش بے خطا

سعی کرنا ہے فقط انساں کا کام ۔ ہے خدا کے ہاتھ میں کرنا تمام

تنبیہ (۲) آج کل جاہل ہیں ایسے بیشتر ۔ زور جو دیتے ہیں بس تقدیر پر

کرتے ہیں تحقیر[3] وہ تدبیر کی ۔ کرتے ہیں تعلیم بالکل بے کسی[4]

رائے میں اُن کی نہیں انساں مگر ۔ پتھر اور حیوان سے مختار تر

رکھتے ہیں ناداں توکل اس کا نام ۔ کرتے ہیں توحید کو اس پر تمام

ہے یہ سب تعلیم اُن کی پُر خطا ۔ زہر سے بھی ہے اثر اس کا بُرا

---

۱ کچی یعنی ناقص تدبیر ۲ فائدہ حاصل کرنا ۳ کم وقعتی ۴ ناچاری ۱۲

یہ رضا ہے اور نہ ہے تسلیم یہ / اور نہیں اسلام کی تعلیم یہ

یہ توکل ہے نہ یہ توحید ہے / زندقہ[1] اور کفر کی تائید ہے

منکرِ تقدیر گو اچھا نہیں / ہے عقیدہ اس کا بد[2] فاسد یقیں

تا بہ مرگ انکار گر قائم رہا / مشرکوں کے مثل پائے گا سزا

منکرِ تدبیر ہے بد تر مگر / ہے عقیدہ اس کا بد بد تر اثر

دونی ملتی ہے مگر اس کو سزا / پائے گا اک تو سزا روزِ جزا

رہتا ہے دنیا میں بھی خستہ خراب / ہے اسے ہر روز تکلیف اور عذاب

اس قدر تعلیم ہے یہ خوف ناک / لاکھ کے گھر کو بنا دیتی ہے خاک

ہے یہ اس تعلیم کا ادنیٰ ثمر / توڑ ہی دیتی ہے ہمت کی کمر

جاتی سب رہتی ہے غیرت قوم کی / آکے گھس جاتی ہے اس میں مفلسی

آدمی بالطبع[3] ہے کاہل جہول[4] / جلد کر لیتا ہے یہ باتیں قبول

ق

جہل چھا جاتا ہے ساری قوم پر / کاہلی ہوتی ہے غالب اس قدر

خود ہلا سکتے نہیں ہیں دست و پا[5] / کرتے ہیں تقدیر کا ناحق گلا[6]

اہلِ حرفت[7] قوم میں رہتے نہیں / اہلِ صنعت[8] قوم میں رہتے نہیں

چھوڑ جاتے ہیں اسے علم و کمال / چھوڑ جاتے ہیں اسے مال و منال[9]

بڑھتے ہیں کثرت سے مدبر[10] اور شقی[11] / جڑ اکھڑ جاتی ہے یوں تہذیب کی

---

۱ لامذہبی ۲ خراب برا ۳ اپنی ذات سے ۴ سست جاہل ۵ ہاتھ پاؤں ۶ شکوہ ۷ پیشہ ور لوگ ۸ کاریگر لوگ ۹ دولت۔ پونجی۔ سامان ۱۰ بھٹکا ہوا ۱۱ بدبخت۔ بدنصیب ۱۲

آج جس جا ہی تمدّن کی بہار — کل نظر آتے ہیں اُن وحشت کے خار

شہر کے شہر آئیں گے ایسے نظر — شہروں میں ایسے محلّے بیشتر

ہو گئی ہیں مسجدیں واں کی کھنڈر — مدرسوں میں بندھتے ہیں اب گاؤ و خر[1]

خانقاہیں زہد کی خلوت سرا — بن گئی ہیں سیکڑوں بیت الخلا

جو کوئی ان مرشدوں کا دے گا ساتھ — دین اور دنیا سے دھو بیٹھے گا ہاتھ

رکھ نہ ایسے جاہلوں سے کچھ بھی کام — تجھ کو ہی **فاروقؓ** سا کافی امام

اُمّتِ **احمدؐ** میں کوئی دوسرا — آج تک اُس سا نہیں پیدا ہوا

دل میں جو رکھتے ہیں ضد اسلام سے — جلتے ہیں اب تک بھی اُس کے نام سے

کانپتے ہیں خوف سے اب تک عدو — ذکر جب ہوتا ہی اُن کے روبرو

وہ امامِ باہدیٰ اس امر میں — اس طرح تعلیم کرتا ہی ہمیں

حکایت

آئے یثرب[2] میں یمن کے چند مرد — تھا توکّل میں ہر اک ان میں سے فرد

سب گئے **فاروقؓ** کو کرنے سلام — آپ نے پوچھا کہ کیا کرتے ہو کام

بولے وہ کرتے نہیں ہم کوئی کار — ہی توکّل پر یہاں توکّل مدار

سُن کے یہ فاروقؓ نے اُن سے کہا — یہ بھی کوئی کام ہی تعریف کا

مفت خورے کیوں نہیں کہتے کہ ہو — بوجھ اپنا ڈالتے اوروں پہ ہو

جاں کھپاتا ہی کوئی کھاتے ہو تم — اور توکّل اس کو بتلاتے ہو تم

[1] بیل - گدھے [2] مدینۂ منوّرہ - ۱۲

میں بتاتا ہوں توکل کیا ہے چیز　　　کون کرتا ہے توکل ای عزیز

ہے توکل اصل میں دہقان[1] کا　　　ہے توکل پیشہ وہ مردِ خدا

ڈال کر دانہ فقط امید پر　　　رب پہ رکھتا ہے نظر جو سال بھر

یا توکل ہے تو اُس تاجر کا ہے　　　جو خدا کو سونپ کر لاکھوں کی شے

موجِ دریا پر ہے کشتی چھوڑتا　　　بیمِ[2] طوفاں سے نہیں منہ موڑتا

نتیجہ

کار کر ہمت کر بھروسہ کام کا　　　کر بھروسہ قسمتِ قسام[3] کا

حکایت (۵)

اگلے وقتوں میں کہیں تاجر تھا ایک　　　سادہ دل اور ظاہر و باطن میں نیک

پاس اُس کے ایک طوطا تھا عجیب　　　تھیں ادائیں جس کی انساں کے قریب

خوش بیاں خوش مذاق و خوش لقا[4]　　　تر زباں و تر دماغ و خوش نوا[5]

شکل میں ایسا تھا خوش وہ بذلہ سنج[6]　　　دیکھ کر اُس کو کھڑا رہتا نہ رنج

ہند میں تاجر گیا تھا ایک بار　　　مل گیا تھا اُس کو واں یہ غمگسار

پھر چلا جب جانبِ ہندوستاں　　　پوچھا ہر اک دوست سے ای مہرباں

لاؤں تیرے واسطے سوغات کیا　　　جو تجھے درکار ہو وہ دے بتا

تھی ضرورت جس کسی شے کی جسے　　　بے تکلف اُس نے لکھوا دی اُسے

پوچھا طوطے سے بھی ای شیریں بیاں　　　لاؤں تیرے واسطے کیا ارمغاں[7]

---

۱ گنوار مراد کسان سے ۲ یا خوف ۳ تقدیروں کے بانٹنے والے یعنی اللہ تعالیٰ پر ۴ اچھی وضع قطع کا۔
۵ اچھی آواز ۶ لطیفہ گو۔ خوش مذاق ہنسوڑ ۷ تحفہ

عرض کی اُس نے فلاں دریا کے پار — اک پہاڑی ہے نہایت پُر بہار

اُس زمیں پہ ہوگا جب تیرا گزر — جھُنڈ اک طوطوں کا آئے گا نظر

میری جانب سے اُنھیں کہنا سلام — اور دینا سب کو یہ میرا پیام

وہ فلاں طوطا تمھارا ہم نوا[۱] — جو تمھارے ساتھ رہتا تھا سدا

وہ ہمیشہ کا تمھارا ہمنشیں[۲] — حیف[۳] تم کو کچھ خبر اُس کی نہیں

آپ تم شاخوں پہ جھولو واہ وا — اور اُس بچھڑے کو بھولو واہ وا

آپ تو سبزے پہ لوٹو شاد شاد[۴] — اُس بدنصیبی[۵] کی نہ لاؤ دل میں یاد

باغ میں تم سب کا دل ہو باغ باغ — ہجر[۶] میں کم بخت وہ ہو داغ داغ

وہ وہاں پنجرے میں تڑپا کرے — اک قیامت آئے[۷] دن برپا کرے

کوئی ایسا چارہ[۸] بتلاؤ اُسے — جیتے جی پھر بھی وہ تم سے مل سکے

آقا اُس کا تھا نہ طبعاً کچھ شریر — بدگمانی کا نہ تھا اُس کا خمیر[۹]

تاڑتا[۱۰] ورنہ غرض عیار کی — جان جاتا چال اُس مکار[۱۱] کی

سمجھا وہ یہ شوق کا اظہار ہے — اُس کو ہجراں[۱۲] کا فقط آزار ہے

الغرض وہ تاجر فرخندہ فال[۱۳] — ہند کے مشرق میں پہنچا کے مال

جس جگہ کا تھا دیا اُس کو نشاں — طوطے گنتی میں ہزاروں تھے وہاں

روک کے اُس جا پہ اسپ تیز گام[۱۴] — اپنے طوطے کا دیا اُن کو پیام

---

۱ بات چیت کرنے والا ۲ ساتھ بیٹھنے والا ۳ افسوس ۴ خوش خوش ۵ پردیسی فقیر ۶ جدائی۔ ۷ اُٹھائے رکھے ۸ علاج۔ تدبیر ۹ اصل عادت ۱۰ جان جاتا۔ سمجھ لیتا۔ ۱۱ مکار۔ چال باز ۱۲ جدائی ۱۳ اچھی چال والا۔ خوش حال ۱۴ تیز قدم گھوڑا

سُن کے اُس کی بات اک طوطا گرا
ہو کے بسمل[۱] ایک لحظے میں مرا

دیکھا جو تاجر نے یہ حیران رہا
دل میں اپنے ہو کے شرمندہ کہا

اے زباں تو نے کیا مجھ کو خجل[۲]
کاٹ ڈالوں تجھ کو یہ کہتا ہے دل

سنگ[۳] اور چقماق[۴] ہے تجھ میں بہم
مخزنِ آتش[۵] ہے تو کانِ الم[۶]

آگ پانی میں لگا دیتی ہے تو
کام اُس پر تیل کا دیتی ہے تو

تیرے اے ظالم عجب نیرنگ[۷] ہیں
تیرے کرتوتوں[۸] سے سب ہی دنگ[۹] ہیں

رستموں کو پل[۱۰] میں کر لیتی ہے زیر
اور روبہ[۱۱] کو بنا دیتی ہے شیر

تیرے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے جنگ
دل اقارب کے بناتی ہے تو سنگ

تیغ سے بھی کاٹ تیری تیز ہے
اور انی[۱۲] سے طعن درد انگیز ہے

ہفتے میں آتا ہے بھر زخمِ سناں[۱۳]
پر کبھی بھرتا نہیں زخمِ زباں

کر کے تاجر وہ سفر اپنا تمام
واپس آیا اپنے گھر پر شاد کام

جس نے جو کچھ تحفہ تھا لکھوا دیا
اُس کو دے کر بوجھ سے ہلکا ہوا

بول اُٹھا طوطیِ شیریں زباں
حضرتِ من تحفہ میرا ہے کہاں

منتظر کو اب بتا دیجے شتاب[۱۴]
بھائیوں نے کیا دیا اس کا جواب

میں ہوں خود شرمندہ تاجر نے کہا
کیوں ترا پیغام اُنھیں میں نے دیا

بات میری جب کہ طوطوں نے سنی
تھرتھرا کر اک گرا اور جان دی

---

۱ تڑپ کر۔ لوٹ کر ۲ شرمندہ ۳ پتھر ۴ وہ پتھر جس میں سے آگ جھڑتی ہے ۵ آگ کا گھر ۶ رنج کی کان یعنی معدن ۷ رنگ ڈھنگ۔ طرز ۸ اعمال۔ کام ۹ حیران پریشان متعجب ۱۰ لمحے۔ ذرا سی دیر۔ پلک جھپکانے میں ۱۱ لومڑی ۱۲ نوک پھل ۱۳ برچھی ۱۴ جلد ۱۲

لیکن اب پچھتائے سے ہوتا ہے کیا
سُن کے طوطا ہائے کہہ کر گر پڑا
دیکھا آقا نے جو یہ طوطے کا حال
سر سے پگڑی پھینک کر رونے لگا
اے مرے طوطے مرے ہمراز یار
پاس میرے تھا جو تو اِک خوش نوا
گر زباں ہلتی نہ دم بھر کے لیے
جب یقیں اُس کو ہوا یہ مر گیا
پھینکی اُس کی نعش پنجرے سے نکال
غم میں بیٹھا رو رہا تھا زار زار
ناگہاں طوطے نے لی اک جھرجھری
اور کہا تاجر سے اے صاحب ذکا[4]
اُس نے مر کر یہ بتایا تھا مجھے
ہے اگر چھٹنا زباں کو بند کر
یعنی وہ جس نے زباں کی اپنی بند
کھایا دھوکا تو نے اُس مکار سے
دور کر دے زندگی کے بار کو
الوداع[8] اے محسنِ والا نژاد[9]

شست[1] سے جو تیر نکلا وہ گیا
اور ٹھنڈا ہو گیا وہ برف سا
اُس کے مرنے سے ہوا غمگیں کماں
اُس کے ماتم میں کیا محشر بپا
کیوں مجھے چھوڑا جہاں میں خوار و زار
آپ کو میں تھا سلیماں جانتا
دیکھتا میں کیوں بھلا یہ دن بُرے
اور داغی دل کو اُس کے کر گیا
رنج و غم سے ہو گیا بالکل نڈھال
گو سپہر تر تھے گلے کا اُس کے ہار
شاخ پہ جا بیٹھا دُم ہلنے لگی
موت کا طوطے کی سمجھا پُر مدعا[5]
قید میں ڈالا تجھے اس نطق[6] نے
کر عمل تو مصطفیٰ کے قول پر
امن کے گنبد میں ہے وہ ہوش مند[7]
مر کے اُس نے یہ بتایا تھا مجھے
کر بہانہ موت کا آزاد ہو
سب ترے احسان ہیں ہنر مند کو یاد

۱ تیر کی گرفت ۔ چٹکی ۲ بہت ۳ زخمی ۴ عقلمند ۵ مطلب ۶ گویائی ۷ عقلمند ۸ رخصت ۹ عالی نسب ۔ عالی خاندان ۔ ۱۲

کر سلام اب آخری میرا قبول ‏ ‏ جائیو میری وفاؤں کو نہ بھول
یاد رکھنا یہ وصیت اک مری ‏ ‏ ہے اگر درکار اپنی بہتری
ہر طرح کا تجھ پہ ہے گر فضلِ رب ‏ ‏ ایک آزادی نہیں ہے ہیچ سب
بھیج لعنت چیں اور آرام پر ‏ ‏ گر نہیں آزاد تو ہے بے خبر
گو گلے میں ہو ترے زرّیں طوق ‏ ‏ چھوڑ پر ہرگز نہ آزادی کا شوق
ق
گرچہ ہو آقا ترا شاہِ شہاں ‏ ‏ باپ سے بھی ہو زیادہ مہرباں
ہے مگر داغِ غلامی پھر بھی عار ‏ ‏ کر کے چارہ اس کو دھو اے شہر مساں
اپنے ربّ العالمیں کا رہ غلام ‏ ‏ زیبا آقائی کو ہے اُس کا ہی نام

تشریح

موت سے مطلب ہے اس جا ہے نیاز ‏ ‏ ترکِ عیش و کسرِ نفس و ترکِ آز
خاک میں ملنے سے پہلے خاک ہو ‏ ‏ منکسر مثلِ مسیحِ پاک ہو
زندہ پھر تجھ کو کرے روحِ قدس ‏ ‏ نور سے تجھ کو بھرے روحِ قدس
کب اُگا سکتی ہے ساون کی جھڑی ‏ ‏ پتھروں کی پشت پر کھیتی ہری
خاک کے تو دے پہ اُس کے فیض سے ‏ ‏ غیرتِ فردوس پھولوں سے بنے
ایک عرصہ تو رہا غفلت سے سنگ ‏ ‏ خاک بن کر دیکھ کیا آتا ہے رنگ

حکایت (۶)

اپنے دروازے میں اک مردِ شریف
تھا کھڑا کیا دیکھتا ہے اک ظریف
فربہ لمبا اور متین اور شکیل ‏ ‏ بزِ اخفش کی طرح ڈاڑھی طویل
جبّہ لمبا پاؤں تک لٹکا ہوا ‏ ‏ تکیے میں قبلہ نما اٹکا ہوا

---

۱ حرص کا چھوڑنا ۲ اللہ تعالیٰ سے ۳ موٹا ۴ شاندار ۵ بھاری بھرکم ۶ خوبصورت ۷ اخفش ایک صرفی تھا اُس نے ایک بکری پال رکھی تھی جسے وہ مشقِ علم کی غرض سے سمجھایا کرتا تھا ۸ لمبی ڈاڑھی بیوقوفی کی دلیل ہے ۱۲

دوڑتا باہر سے آیا کانپتا
خشک تھے لب چہرہ اُس کا زرد تھا
بندھ گئی گھگھی نہ کر سکتا تھا بات
آپ کو ہے کس کا ڈر سچ تو کہو
میں نہ خونی ہوں وہ بولا اور نہ چور
آپ تو؟ اُس نے کہا "انسان ہیں
گر پکڑتے ہیں گدھوں کو شہر میں
آپ کی شکل و شباہت اور ہے
فکر یہ نا حق ہے کیوں پھر آپ کو
کیا نرے احمق ہیں سرکاری نفر
یہ جواب اُس نے دیا کیجے قیاس
جب پکڑ لیں گے مجھے بازار میں
بے تمیزوں سے پڑے گا سابقہ

نتیجہ
احتیاط انساں سدا کرتا رہے
یہ نہ سمجھے میں تو بالکل پاک ہوں

یہ نہ سمجھے میں نہیں ہوں جب برا
تو بھلا ہے پر برے بھی ہیں نہیں
جانتے ہیں فرض وہ کرنا برا

سر سے پا تک خوف سے تھا کانپتا
جسم اُس کا خوف سے کُل سرد تھا
اُس سے پوچھا ہو گئی کیا واردات
کیا کسی کا خون کر کے آئے ہو
پکڑے جاتے ہیں گدھے باہر بزور
اور خدا کے فضل سے پاشان ہیں
ہم کو کیا مطلب ہے اس سے اور تمھیں
اور گدھوں کی شکل و عادت اور ہے
کیا تعلق اُن سے آخر آپ کو
آپ کو جو فرض کر لیں گے وہ خر
آپ جیسے سب نہیں مردم شناس
اور لے جائیں گے پھر سرکار میں
میں کہاں تم کو پھروں گا ڈھونڈتا
ہے مناسب اُس کو وہ ڈرتا رہے
ڈر ہے کس کا وہم میں پھر کیوں پڑوں
میرا دشمن کون ہوگا برملا
عاقبت کا خوف جو رکھتے نہیں
خویش و بیگانہ ہے اُن کو ایک سا

۱ خوف سے آواز بیٹھ جانا ۲ زبردستی ۳ صورت شکل ۴ لوگ ۵ آدمیوں کے پہچاننے والے ۶ سامنے — اپنا پرایا

خلق آزاری میں رکھتے ہیں کمال / کینہ ور ہوتے ہیں بچھو کی مثال
کوئی ہو اس سے نہیں بالکل غرض / ڈنک ماریں گے یہ ہے اُن کو مرض
ہے یہی فطرت کا اُن کی اقتضا / ہوتے ہیں مجبور کیا کیجے گلا

حکایت (۷)

عیسیٰ روحِ خدا سے یہ سوال / ایک دانا نے کیا ای باکمال
سب سے بڑھ کر خوفناک اور سخت شے / کون سی اس عالمِ ہستی میں ہے
یوں ہوئے گوہر فشاں وہ پاک لب / سخت تر ہے سب سے خالق کا غضب
عرض کی اُس نے کہ یہ بالکل بجا / اُس سے بچنے کی مگر تدبیر کیا
یہ دیا سُن کر مسیحا نے جواب / یاد کر کے قہر کا اُس کا عذاب
ہو نہ غصے اُن پہ جو محکوم ہیں / کر نہ ظلم اُن پہ جو خود مظلوم ہیں
غصہ اپنا تو اگر پی جائے گا / اُس کی رحمت میں جگہ تو پائے گا

حکایت (۸)

ایک بہرے نے کسی سے یہ کہا / سخت ہے بیمار ہمسایہ ترا
جا عیادت کے لئے ای نیک پے / پوچھنا بیمار کا مسنون ہے
یہ کہا اُس نے کہ وہ بیمار ہے / اونچا سننے کا مجھے آزار ہے
سمجھوں گا کیوں کر بھلا میں اُس کی بات / پیش آئیں گی بہت سی مشکلات
پھر کہا دل میں کہ کچھ پروا نہیں / مجھ کو بہکاتا ہے شیطانِ لعیں
ڈالتا ہے دل میں صدہا وسوسے / گر ارادہ کوئی نیکی کا کرے

۱ دنیا ۲ بیمار کی مزاج پرسی ۳ اچھی خصلت والے ۴ سنت ہے یعنی حضرت رسول مقبول کی عادت تھی ۵ روگ ۶ مردود ۷ خدشے ۱۲

ہی عیادت کی مقرر بات چیت | خوب ہی معلوم مجھ کو رسم و ریت
الغرض بہرا گیا بیمار پاس | جا کے بیٹھا سامنے اُس کے اداس[۱]
دیکھ کر بہرے کو گرمِ[۲] التفات | اس طرح بیمار نے کی اُس سے بات
کیا کہوں ای مہرباں مرتا ہوں میں | ہیں جو باقی چند دم بھرتا ہوں میں
بہرا یہ سمجھا کہ اس نے یہ کہا | اچھا ہوں اب شکر ہی اللہ کا
بہرے نے دونوں اٹھائے اپنے ہاتھ | یوں دعا کرنے لگا زاری[۳] کے ساتھ
شکر ہی تیرا خدائے ذو الجلال[۴] | دوست کا اپنے یہ دیکھا آ کے حال
ہو زیادہ اس سے ای قادر کریم | میں ہوں خیر اندیش[۵] اس کا اک قدیم
اپنے حق میں سن کے ایسی بد دعا | وہ مریضِ زار جھنجلانے[۶] لگا
پھر یہ پوچھا تم دوا کھاتے ہو کیا | ہی مرض کے واسطے لازم دوا
منہ بنا کر اور نہایت غیظ[۷] سے | زہر کھاتا ہوں کہا بیمار نے
بولا بہرا یہ تو اعجوبہ[۸] ہی شی | علمِ طب میں مجھ کو بھی کچھ دخل ہی
لکھتے آئے ہیں اطبائے سلف[۹] | اس مرض میں ہی دوا تیرِ ہدف[۱۰]
پھر یہ پوچھا ہی معالج[۱۱] کون سا | آج کل کرتے ہو تم کس کی دوا
دل اپنے جل کے بولا وہ غریب | ہی فرشتہ موت کا میرا طبیب
بہرہ بولا ہو مبارک یہ حکیم | ہی بڑا حاذق[۱۲] نہایت ہی فہیم[۱۳]

۱ آزردہ ۔ ملول ۔ ۲ متوجہ ۔ اپنی طرف مخاطب ۔ ۳ عاجزی سے گڑگڑا کر ۔ ۴ صاحبِ جلال ۵ خیر خواہ ۶ بگڑنے ۔ غصے ہونے ۔ چڑنے لگا ۷ غصے ۸ عجیب بات ۹ اگلے طبیبوں نے ۱۰ جو کبھی خطا نہیں کرتی ۔ آزمودہ ۱۱ علاج کرنے والا ۱۲ کامل ۱۳ سمجھدار

اس سے بڑھ کر شہر میں کوئی نہیں
میں اُسی کے پاس سے آتا ہوں اب
اک نصیحت میں بھی کرتا ہوں مگر
اُس کا دامن اب نہ ہرگز چھوڑنا

نتیجہ

ایسے عیار بدمعاش جہاں میں کم نہیں
بدعتوں سے پُر عبادت اُن کی ہر
بے وقوفوں کو نہیں معلوم آہ
ہیں وہ بہرے کی طرح دھوکے میں سب

حکایت (۹)

بھاگا ایسا زخم کھا کر پشت پر
کب بھلا ممکن بھاگ کر کے کوئی چھل
کر تعاقب جا گرا یا خاک پر
ناگہاں اُس مشرکِ بے عقل نے
ہاتھ سے خنجر دیا حیدر نے چھوڑ
چھوڑ کر اُس کو ہوئے یکسو کھڑے
در گزر تھی یہ خلافِ دابِ جنگ
دست بستہ عرض کی اے پُر کمال
گر اجازت ہو کروں میں اک سوال
ہاتھ میں اُس کے شفا ہے با یقیں
حال تیرا اُس سے کہہ آیا ہوں سب
تم طبیبوں کے نہ پھرنا در بدر
اُس کے دروازے سے مُنہ مت موڑنا
جنتی ہونے کا ہے جن کو یقیں
سب ریا اور زورِ طاعت اُن کی ہر
یہ عبادت اُن کی ہے خالص گناہ
رحمتوں کی جائے دیکھیں گے غضب
کہتے ہیں شیرِ خدا نے ایک بار
ایک دشمن پر کیا خنجر کا وار
کی نہ مارے خوف کے پیچھے نظر
شیر کے پنجے سے یوں جاتا نکل
تھے جدا کرنے کو تن سے اُس کا سر
چاند سے مکھڑے پہ تھوکا جہل سے
مُنہ لیا اُس کافرِ بے دیں سے موڑ
یہ کہا بخشا تجھے ہٹ جا پرے
رہ گیا کافر کھڑا حیران و دنگ

۱ دکھاوا اظاہرداری - ۲ مکر ۳ فریب - چال ۴ - دھوکا بازی - مکر و فریب - پیچھا کر کے -
۵ زمین ۶ جہالت ۷ لڑائی کے آداب ۸ ہاتھ جوڑ کر - ۱۲

سوت تھی میری شرارت کی سزا
مسکرا کر وہ ولیِ انس و جاں
تجھ کو مجھ سے تھی نہ ذاتی دشمنی
مارتا اُس وقت میں تجھ کو اگر
انتقام اُس سے لیا اچھا کیا
مارتا تجھ کو اگر میں اس طرح
شیرِ حق ہوں حق یہ ہے میر الیقیں
دیکھیا اخلاص شاہِ دین کا
مرتضیٰ کا دیکھ کر اخلاصِ تام

نتیجہ

شیرِ حق سے لے سبق اخلاص کا
حلم کی تلوار کرتی ہے وہ کام

حکایت (۱۰)

آپ ہیں مشکل کشا خیبر شکن
ایک ہی بچہ ہے ای مولا مرا
سی رہی تھی چھت پہ میں بیٹھی ہوئی

عفو میں مجھ کو بتا حکمت تھی کیا
یوں ہوئے اپنی زباں سے در فشاں
تھی عداوت دل میں گر للہ تھی
نفس کہتا دل میں اپنے پھول کر
تھو کئے کا اُس نے کچھ بدلا پا مزا
منہ دکھاتا پھر خدا کو کس طرح
نفس کے کہنے میں چلتا نہیں
مشرک بے دیں مسلماں ہو گیا
قوم اُس کی ہو گئی مومن تمام
یوں ادا کرتے ہیں حق اخلاص کا
آگے کرتے ہیں رجوع اعدا تمام
مرتضیٰ کے پاس آئی دوڑتی
ایک عورت اور بولی یا علیؓ
آپڑی مجھ پر ہے اک مشکل کٹھن
جو نہیں اک سال سے ہرگز سوا
کھیلتا تھا بچہ میں مصروف تھی

۱ معاف کرنا ۲ خوش ہو کر ۳ بدلہ ۴ پورا خلوص ۵ سب ایمان لے آئے یعنی مسلمان ہو گئے ۶ و ۷ سب دشمن بھی جھک پڑتے ہیں ۸ مشکلوں کے حل کرنے والے حضرت علیؓ کا لقب ہے ۹ قلعہ خیبر کے توڑنے والے ۱۰ سخت ۱۱ کام میں لگی ہوئی تھی ۱۲

ہو گئی تھی ہاں یونہی اک دم کی دم
سچ ہے یہ تقدیر ہوتی ہے اٹل[1]
اب اگر جاتی ہوں میں اُس کی طرف
دودھ کا لالچ دیا میں نے بہت
پر وہ پرنالے سے ہٹتا ہی نہیں
مسکراتا ہے مجھے وہ دیکھ کر
شاہِ مرداں نے بیاں اُس کا سنا
اُس کا ہم سن کوئی بچہ ہو اگر
جب کشش ہم جنس کی وہ پائے گا

حکایت (۱۱)

رفتہ رفتہ بات یہ بھی چل پڑی
لاکھ ہشیاری کرو اُس کے لیئے
اک سپاہی تھا وہاں بیٹھا ہوا
ہیں یہ سب کہتے کہ باتیں دوستو
جاؤں گا کل فجر کو میں دیکھنا
میں بھی دیکھوں اُس کی عیاری[6] ذرا

اُس کی جانب سے توجہ میری کم
پہنچا پرنالے پہ وہ گھٹنوں کے بل
ہے گماں غالب کہ ہو کر کر تلف[2]
تھا جو کچھ کرنا کیا میں نے بہت
جم[3] گیا ہے صورتِ نقشِ نگیں
بلیوں میرا اُچھلتا ہے جگر
یوں ہوئے پھر لب کُشا مشکل کُشا
اور وہ بچہ اُسے آئے نظر
فوراً اُس کو دیکھ کر ہٹ آئے گا
وقتِ فرصت کچھ جواں فکر و غم
دل لگی کی کرتے تھے باتیں باہم[4]
وہ فلاں درزی بڑا ہی مفتری
پر نہیں ٹلتا وہ بے چوری کیئے
آ کے شیخی میں وہ یوں کہنے لگا
میں لگاتا شرط ہوں تم کچھ بدو
سامنے کٹواؤں گا اپنی قبا
مجھ سے کیا کرتا ہے طراری[7] بھلا

۱ ٹلتی نہیں ۲ ضائع ہو جائے - برباد ہو جائے ۳ جیسے انگوٹھی میں نگینہ جم جاتا ہے ۴ آپس میں ۵ چالاک - دھوکا دینے والا ۶ مکاری ۷ چالاکی ۱۲

مجھ کو گر دے جائے دھوکا وہ لعین
دوسرے دن لے کے اک اطلس کا تھان
ہاں! ابھی اس تھان سے میرے لیے
شہر میں چالاک تو مشہور ہے
آؤں گا ہرگز نہ تیرے داؤں میں
انگل انگل کا میں کر لوں گا حساب
عرض کی درزی نے قبلہ بیٹھیے
عمر ساری ہو گئی کرتے یہ کام
پھر کسی الّو کو دھوکا دے بھی دوں
جانتا ہوں سیکڑوں تجھ سے سڑے
لے کے قینچی ہاتھ میں استاد جب
ہو کے چوکنا مقابل جم گیا
تھا بہت باتوں درزی اور ٹھنسوڑ
یہ ارادہ کر کے اس کو دھوکا دے

لطیفہ (۱۲)

تھے ہزاروں شعر استادوں کے یاد

ہار جاؤں اپنا گھوڑا اور زین
پہنچا درزی پاس بولا اے جوان
اک قبا لے کاٹ میرے سامنے
پر یہ بندہ بھی بہت ہی ڈور ہے
اور ہیں وہ داؤ دیتا ہے جنھیں
انگلیوں پر ہے مری سارا حساب
شک یہ ڈالا کس نے دل میں آپ کے
ایک کترن تک سمجھتا ہوں حرام
آپ جیسے سے بھلا دھوکا کروں؟
ناخنوں میں آپ کے ہوں گے پڑے
کاٹنے اطلس لگا وہ مرد تب
چشموں پر قینچی کے دیں آنکھیں لگا
یاد تھے اس کو ہزاروں جوڑ توڑ
چٹکلے کہنے شروع اس نے کیے
ایک درزی کی کہیں شادی ہوئی
بیوی جو آئی وہ تھی لکھی پڑھی
مانگتی تھی پڑھ کے ہر شعر اس سے داد

۱ مردود ۲ یعنی میں خوب جانتا ہوں ۳ یعنی آپ نے بہت دیکھے ہوں گے
۴ ہوشیار ۵ بکواسی ۶ بہت سے ۷ داؤ گھات تدبیریں چالاکیاں ۸ تعریف کی خواہاں تھی ۱۲

پوچھتی تھی پھر کہ سمجھے آپ کیا
سُن کے درزی دم بخود بیٹھا رہا
قاعدے بچپن میں پھاڑے تھے کئی
جب کہ بیوی نے کیا ناچار سخت
بیٹھا بیٹھا سر ہلانے لگ گیا
بیوی بولی اُسے لوکھا جاؤں قسم
وہ لگا کہنے کہ میری عقل میں
میں تو یہ سمجھا ہوں واللہ بالیقیں
یہ لطیفہ سُن کے وہ ایسا ہنسا
دیکھ کر موقع لیا درزی نے کاٹ
اُٹھ کے جب بیٹھا سپاہی نے کہا
پھر سُنائے ایسے اُس کو چٹکلے
ہنس کے جھکتا تھا زمیں پر اس قدر
جب سپاہی اس طرح سجدے میں تھا
پھر کہا جب ہوش میں آیا جواں
بولا درزی اب نہیں فرصت ذرا

مطلب اس کا دیجیے مجھ کو بتا
شعر فہمی سے اُسے نسبت تھی کیا
پر الف با بھی نہ ساری یاد تھی
دل میں کر کے فکر کچھ وہ نیک بخت
لے رہا ہے شعر کا گویا مزا
تم سمجھتے ہو مجھے دیتے ہو دم
جو کچھ آتا ہے بتاتا ہوں تمھیں
بیوی میرے گھر تو تو ٹکتی نہیں
جا پڑا اُلٹا کہ گویا ست تھا
فوراً اُس کے تھان سے چوتھائی پاٹ
ہاں خلیفہ اور ہو اک چٹکلا
پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑے
جا لگا اک بار سر بھی فرش پر
ایک اور اُس نے لیا ٹکڑا اُڑا
اک لطیفہ اور بھی اُستاد ہاں
ایڑ دیجیے بس بگڑتی ہے قبا

[1] دم سادھے یعنی بالکل خاموش۔ [2] شعر کے سمجھنے۔ [3] تعلق۔ [4] دھو کا چل۔ [5] یعنی تو میرے گھر میں رہنے والی نہیں۔ [6] یعنی سواری بڑھائیے تشریف لے جائیے ۱۲

نتیجہ

ہے سیاہی سے غرض وہ بے خبر
سامنا کرتا ہے جا شیطان کا
عمر اطلس چٹکلے ہیں شہوتیں

حکایت (۱۳۳)

خوش نویسی میں تھے آقا و عماد
مانی و بہزاد تھے تصویر میں
تھے ارسطو دانش و اخلاق میں
ریزہ چیں اُن کا لغت میں جوہری
اصمعی سے بڑھ کے دونوں ادیب
جڑتا تھا موتی ہر اک تحریر میں
علم میں تاریخ کے تھے بے نظیر
ہندسے میں اُن کو تھا اتنا کمال
طب حدیث و فقہ و قرآن نسب
علم مجلس اور آدابِ طعام

اپنے تقوے کے فقط جو زعم پر
ہے یہاں ورزی سے شیطاں مدعا
رات دن کھینچی ظرافت غفلتیں

ایک شہ کے پاس آئے دو غلام
تھے وہ دونوں حسن میں ماہِ تمام
نظم میں ہر اک نظامی سے زیاد
اور نظام الملک تھے تدبیر میں
اور فلاطوں حکمتِ اشراق میں
نحو میں تھے ابنِ حاجب اور رضی
اور فصاحت میں تھے سحباں کے رقیب
پھول مُنہ سے جھڑتے تھے تقریر میں
واقدی اک دوسرا ابنِ اثیر
بدر تھے وہ اور اقلیدس ہلال
ابن سینا کی طرح تھے حفظ سب
علم تدبیر و سیاست اور کلام

۱ گھمنڈ ۲ مطلب ۳ نفسانی خواہشیں ۴ مسخرا پن ۵ ٹھٹول ۶ آقا عماد نظامی وغیرہ اور بہت سے نامی آگے آئے ہیں سب لوگ اپنے اپنے فن میں طاق اور شہرہ آفاق تھے ۷ بڑھ کر ۸ خوشہ چین ۹ عالم ۹ جوڑی دار۔ برابر والے ۱۲

الغرض ہر علم میں وہ طاق[۱] تھے — نیزہ و شمشیر میں مشتاق تھے
ایک سے تھا ایک بڑھ کر ہر طرح — کی عنایت شہ نے ان پر ہر طرح
ایک تھا گندہ دہاں[۲] اور دوسرا — ظاہری عیبوں سے بالکل پاک تھا
ایک دن وہ شاہ تھا خلوت نشیں[۳] — دل میں سوچا امتحاں لیجے یہیں
تاکہ ہو معلوم وقتِ امتحاں — کون سا ان میں ہے دُرِّ شاہگاں[۴]
ایک کو کر کے طلب دیوان میں — یہ کہا چپکے سے اُس کے کان میں
یہ جواں تیرا جو ہے یار و رفیق — حال پر جس کے تو ہے اتنا شفیق
کرتا رہتا ہے تری بد گوئیاں — تیری غیبت اُس کی ہے وردِ زباں
چور اور گندہ دہن جھوٹا حقیر — تجھ کو کیا کیا یہ نہیں کہتا شریر
وہ توجہ سے بہت سُنتا رہا — اور پھر ہنس کر کہا تو یہ کہا
میں نے تو اُس سا نہیں دیکھا کوئی — با حیا خوش خُلق اور نیک آدمی
دوست میں وہ دیکھتا ہے عیب گر — مُنہ پہ کہہ دیتا ہے اُس کے بے خطر
آزمایا اس کو میں نے بارہا — جھوٹ کی عادت نہیں اس میں ذرا
ہے یہ ممکن مجھ میں ہوں کچھ عیب سب — ورنہ وہ کہتا نہ ہرگز بے سبب
آدمی گر عیب اپنے دیکھتا — فرصت اپنے سے نہ پاتا یہ ذرا
ہے خودی میں محو[۵] وہ بے شک و ریب[۶] — اس لیئے ہے دیکھتا اوروں کے عیب
نیک بخت ایسے ہیں معدود[۷] اور چند — جو نہیں ہیں عیب جیں[۸] اور خود پسند

۱ فرد تھے یعنی اپنا جواب نہ رکھتے ۲ منہ سے بو آتی تھی ۳ اکیلا بیٹھا ہوا تھا ۴ قیمتی موتی یعنی اچھا ۵ بے خبر ۶ شبہ ۷ گنے ہوئے یعنی کم ۸ برائی دیکھنے والے ۱۲

آئینہ ایماں کا اُن کے روبرو
عیب دکھلاتا ہی اُن کے ہو بہو

مُنہ بنا کر شاہ نے اُس سے کہا
دُور ہو پردے کے پیچھے بیٹھ جا

پھر بُلایا دوسرے کو اپنے پاس
اور کہا سن غور سے ای حق شناس

کیا سبب ہی جو ترا یارِ فلاں
عیب صد ہا تجھ میں کرتا ہی بیاں

تجھ کو کہتا ہی بڑا غدّار[1] ہی
چور ہی کذّاب[2] ہی مکّار ہی

سُن کے اُس کو غصّہ آیا اس قدر
جھاگ بھی مُنہ سے گرے کچھ فرش پر

سیکڑوں دُشنام[3] پھر اُس کو دیئے
چھان ڈالے عیب اصل اور نسل کے

بادشہ نے یہ کہا خاموش ہو
ہو گئی معلوم مجھ کو تیری خو

آزمانا تھا تجھے ای خوش لقا
پاک باطن تم میں سے ہی کون سا

صاف اُس کا دل ہی تیرا ہی پلید
تو ہی شیطاں اور وہ مردِ سعید[4]

نتیجہ

گر بھلی ہو صورت اور سیرت بُری
تُف[5] ہی اُس صورت پہ گو وہ ہو پری

ہو بُری صورت مگر سیرت ہو نیک
اُس کے قدموں پر تو دو سر اپنا ٹیک

حکایت (۱۴)

تھا مجرد اور بڈھا ایک مرد
آزمودہ[6] تھا جہاں کے گرم و سرد

چین سے رہتا تھا صبح و مسا[7]
آئی کم بختی نکاح اک جا کیا

جب کہ آتے ہیں بُرے گیدڑ کے دن
اور چڑھا سر پہ ہی شامت کا جن[8]

دوڑتا تب ہی وہ جانب شہر کی
بچ کے وہ آتا نہیں زندہ کبھی

---

۱ دھوکے باز ۲ بڑا جھوٹا ۳ گالی ۴ نیک بخت آدمی ۵ لعنت ہی ۶ یعنی دنیا کی اونچ نیچ سے خوب واقف تھا ۷ مسا کے معنے شام یعنی رات دن ۸ نڈر ۱۲

بیوی جو آئی بڑی چالاک تھی — بدرو یہ بے حیا بیباک تھی

رات دن تھا کھانے پینے سے جو کام — پڑ گیا تھا بی چٹوری اُس کا نام

ایک دن مہمان آیا اُس کے گھر — اُس کی خاطر گوشت لایا سیر بھر

بھونتی تھی چوڑھے پر جب دیگچی — بوٹی اک اک چن کے ترپا کھا گئی

دیکھ کر ہانڈی کو خالی یہ کیا — لائی باہر سے میاں کو وہ بلا

اور کہا تم کو نہ آئے گا یقیں — ہے مگر سچ جھوٹ ذرہ بھر نہیں

یہ نگوڑی بلی اُس کو دیکھنا — بیٹھی ہے کیا بھولا بھالا مُنہ بنا

کرتی ہے اے لو وہ مُنہ پنجوں سے صاف — مت سمجھنا میرے کہنے کو خلاف

بھونتی تھی میں مسالا گوشت کا — گوشت تھا اک طاس میں رکھا ہوا

میں لگی چکھنے مسالے کا نمک — گوشت کو یہ کر گئی چٹ بے دھڑک

جاؤ جلدی گوشت لاؤ اور تم — آکے پھر کر لینا فکر و غور تم

گربہ مسکیں کو کیا ہو دیکھتے — گوشت کیا اُلٹا یہ دے گی تم کو دے

کچھ نہ بولا مردِ صاحب دل مگر — جا کے لے آیا ترازو دَوڑ کر

پلڑے میں بلی کو رکھا کی نہ دیر — وزن میں پوری وہ نکلی ایک سیر

پھر کہا مجھ کو بتا اے بے حیا — وزن ہے بلی کا یہ یا گوشت کا

گوشت میں لایا تھا پورا سیر بھر — دیکھا تھا تو نے بھی اُس دم تول کر

گوشت ہے گر یہ، تو بلی ہے کہاں — ہے جو بلی، گوشت کا دے پھر نشاں

نتیجہ

جس کی بیوی ہو حسین اور پارسا — ہے اگر مفلس بھی وہ ہے بادشا

لے ہندی لفظ ہے بمعنی عورت

جس کی ہو بیوی رفیق و غمگسار
گھر میں حاصل ہو اسے باغ و بہار

پارسا اور خندہ پیشانی ہو گر
خوب صورت گر نہیں پروا نہ کر

ہو اگر گھر میں گل اندام و حسیں
بد مزاج اور جنگ جو[1] چیں بر جبیں[2]

جس کے منہ میں ہاتھ بھر کی ہو زباں
رہتی ہو شوہر سے ناحق بدگماں

کچھ خبر رکھتی نہیں اولاد کی
گھر وہ دوزخ سے نہیں کم تر کبھی

موافقت ہو شوہر و زن میں اگر
حق کی اس گھر پر ہو رحمت کی نظر

مرد و عورت میں نہیں گر اتفاق
ہو دلوں میں ان کے گر بغض و نفاق

قہر رب اس گھر پہ سمجھو بالضرور
خواہ ان میں ایک ہی کا ہو قصور

حکایت (۱۵)

ایک عورت جنتی تھی گو ہر برس
پر گئی بچے کو گودی میں ترس

بچہ جب ہوتا کوئی دو ماہ کا
دفعتہً ہوتا تلف جیتا نہ تھا

بس بچے اس طرح جب مر گئے
گود سے ماں کی خدا کے گھر گئے

ایک دن عورت نے کھینچی ایک آہ
اور کہا تیری دہائی ای الٰہ

الٰہی کیا تقصیر اس لونڈی نے کی
نو مہینے محنت اور دو مہ خوشی

آرزو کا نخل جب لاتا ہو بار
دو مہینے دیکھتی ہوں گل بہار

میں نے پھلتا ایک بھی دیکھا نہ پھول
غم کی آئے دن مرے لگتی ہے ہول

اک ہنا دولھا نہ اک دلہن بنی
اک بنا دیکھا نہ اک دیکھی بنی

کہہ رہی تھی اور ٹپ ٹپ آنکھ سے
اشک اس کے تھے زمیں پر گر پڑے

---

۱ لڑنے والی ۲ ہر وقت تیوری پر بل ڈالے رہتی ہو ۔ ۱۲

روتے روتے سو گئی وہ گلبدن
ہے چمن ایسا شگفتہ پُر بہار
باغ سے جنت کے ہے ایسی مثال
مثل دونوں کے نہیں یاں کوئی شئے
اک محل تھا اُس چمن کے بیچ میں
چاندی اور سونے کی اینٹیں تھیں لگی
اُس محل پر نام اُس عورت کا تھا
نیچے اُس کے سب کے سب موجود تھے
دیکھ لے تو، اک فرشتے نے کہا

حکایت (۱۶)

دولت و داد[1] و دہش[2] میں بے بدل
تھے طریقے جود کے اُس کے نئے
ابرِ رحمت اُس کو کہتے تھے تمام
آرزو پاتے تھے اپنی شیخ و شاب
آبِ حیواں تھا وہ دریائے کرم
کیا عجم کیا تُرک کیا روم و عرب
ایک اعرابی[5] کو عورت نے کہا

دیکھتی ہے خواب کیا؟ ہے اک چمن
باغ ہیں دنیا کے جس پر سب نثار
شمع جیسے نور۔ خالق کی مثال
صرف سکھلانے کا تیرے ڈھنگ ہے
جس میں تھیں موجود ساری نعمتیں
مشک اور کافور سے تھیں وہ چنی
موٹے حرفوں میں سیاہی سے لکھا
اُس کی جانب کھلکھلا کر ہنس پڑے
اجر تجھ کو صبر کا ہے یہ ملا
اک خلیفہ تھا کہیں بغداد میں
شہرۂ آفاق عقل و داد میں
عزم اور شان و شکوہ میں بے مثل
فقر اور حاجت جہاں سے اُٹھ گئے
اور نہ لیتا تھا کوئی حاتم کا نام
قبلۂ حاجات تھی اُس کی جناب
نو بنو[3] تھے فیض جاری دمبدم
بہرہ ور[4] بحرِ سخا سے سب کے سب
اپنے شوہر سے کہ اے عمرِ دراز

۱ انصاف ۲ خیرات کرنا - دینا ۳ طرح بطرح ۴ فائدہ مند ۵ بدو

آج ہے حالت ہماری سب سے پست — کون ہوگا ہم سے بڑھ کر تنگ دست
اس قدر غلبہ کیا ہے یاس نے — اس قدر گھیرا ہے آ افلاس نے
چیتھڑا اک نام کو تن پر نہیں — خاک بھی کھانے کو اپنے گھر نہیں
شکلِ ناں دیکھے ہمیں مدت ہوئی — اور ہڈی[۱] کی بھی اب رُت ہو چکی
چاند کی ٹکیا کو روٹی جان کر — ہاتھ پھیلاتے ہیں بچے بے خبر
خویش و بیگانے ہیں ہم سے بھاگتے — کیوں نہیں مقسوم اپنے جاگتے
ہم جئیں اس طور کب تک خوار و زار — یہ بھی جینا ہے کوئی اے غم گسار
جستجو میں رزق کی باہر نکل — اس مَثَل پر کر ذرا تو بھی عمل
چاہیے گر رزق گھر سے کر سفر — بے سفر حاصل نہیں ہوتی ظفر[۲]
سن کے شوہر نے کہا اے جانِ من — رب کی قسمت میں نہ ہو یوں طعنہ زن[۳]
عمر کا حصہ بہت سا ہو چکا — رنج و راحت یوں ہی جاتا ہے چلا
نیک و بد دنیا میں تاریک و صفا — عارضی[۴] ہیں سب تو پھر کیسا گلا
رزق میں اور جاں میں ہے باہم کشش — ملتی ہے کیڑے کو پتھر میں خورش[۵]
درد ہو جس جا دوا جاتی ہے واں — بھوک ہو جس جا غذا آتی ہے واں
جس جگہ ہوگی کوئی مشکل اڑی — پہنچتے ہیں مشکل کشا بھی واں کئی
فاختہ کہتی ہے کو کو ظاہرا — دل میں رکھتی ہے خدا پر آسرا[۶]
ہے توکل اس کا خالق پر مدام — رزق پہنچاتا ہے اس کو صبح و شام
حمد کرتی ہے خدا کی عندلیب — رزق دیتا ہے اُسے ربِ مجیب[۷]

۱ عرب کے لوگ ہڈیاں بہت کھاتے ہیں ۲ فتح ۳ طعنے مت مار ۴ چند روزہ ۵ خوراک ۶ بھروسہ ۷ اللہ تعالیٰ کی جناب کی دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے ۱۲

یوں ہی ہے بس مجھ سے لے کے تا بہ پیل[1]
ہے عیال[2] اس کے وہ ہے نعم المعیل[3]

شوہر و زن میں نہیں ہوتی دوئی
اصل میں ہوتے ہیں دونوں ایک ہی

میں جو سہتا ہوں مصیبت تو بھی سہہ
میں ہوں گر قانع[4] تو قانع تو بھی رہ

ہوتی ہے ناشکر ہر عورت کی ذات
مانی ہے شیطان نے بھی اس سے بات

ہوتی ہے احسان فراموشی میں طاق
ماننا احسان کا ہے اس پہ شاق[5]

برسوں کے احسان ہوں یا خدمتیں
ضائع کر دیتی ہے تھوڑی دیر میں

جب کہ بکتی ہے زباں سے یہ فضول
پھر نہیں بچتا خدا بھی اور رسول

غصہ آیا سن کے عورت کو کمال
اور کہا ست بک نہ زباں اپنی سنبھال

یہ نشانِ سجدہ و ریشِ دراز[6]
جس پہ تو کرتا ہے اتنا فخر و ناز

مجھ پہ ہے ان کی حقیقت سب عیاں[7]
مفت خوری اور حمق[8] کے ہیں نشاں

ناخنوں میں ہیں مرے باتیں تری
مجھ کو ہیں معلوم سب گھاتیں تری

بس نہ کھلوا منہ مرا خاموش رہ
ہوں تری رگ رگ سے واقف مجھ سے نہ کہہ

اس تقدس[9] پر تجھے دیتا ہے زیب
نامِ حق لے کر مجھے دے تو فریب

تیرا مجھ سے میرا تجھ سے حال کب
مخفی[10] رہ سکتا ہے نا سن لے مجھ سے اب

جس کا رکھا ہے توکل تو نے نام
سستی اور کم ہمتی ہے یہ تمام

مرد نے عورت سے جب ایسا سنا
سر کو[11] اس کی بد زبانی پر دھنا

یہ کہا للکار[12] کر اے بد زباں
ہو کے عورت تجھ میں یہ بیباکیاں

---

۱ ہاتھی ۲ بال بچے ۳ اچھا عیالدار ۴ صبر کرنے والا ۵ سخت ناگوار ۶ لمبی ڈاڑھی ۷ ظاہر ۸ بیوقوفی ۹ بزرگی ۱۰ چھپا ہوا ـ پوشیدہ ۱۱ یعنی بہت پچھتانے لگا ۱۲ ڈانٹ ۱۲-۱

اک زباں میں تو نے کیا کیا کچھ کہا | دیکھ میرا صبر میں سُنتا رہا
راستی سے پھر یہ کہتا ہوں تجھے | فقر تھا فخرِ نبیؐ طعنہ نہ دے
سُست و جاہل جو مجھے تو نے کہا | سچ کہا اس میں نہیں تیری خطا
ہے مثالِ آئنہ مومن کا رُو | دیکھتی ہے مجھ میں اپنا عکس تو
کون سی آفت نہیں تو نے سہی | فقر سے اب تک بھی ناواقف رہی
فقر میں ہے جو مزا اُس کا نشاں | گمرہی سے تجھ پہ ہے اب تک نہاں
فقر میں دیتا ہے عزت ذوالجلال | صبر کر اور کچھ نہ کر دل میں خیال
مانگتی ہے مجھ سے تو جب خود پناہ | اب نظر آتا نہیں مجھ کو نباہ
صبر کرنے کی نہیں گر تجھ میں خو | تو تجھے میرا سلام اے جنگ جو
الفراق[۱] و الفراق و الفراق | گو کہ گزرے گی جدائی تیری شاق
دیکھا جب خاوند کو یوں پُر غضب[۲] | تھرتھرا[۳] اُٹھا بدن بیوی کا سب
رونا اُس نے پھر کیا فوراً شروع | بن گئی دم بھر میں کیسی باخشوع[۴]
رونا تو عورت کا وہ ہتیار ہے | جس کے آگے تیغ بھی بے کار ہے
وہ لگی کہنے نہایت ناز سے | ڈال کر باہیں گلے میں مرد کے
تھی مجھے تم سے نہ ہرگز یہ امید | تم سے ہے واللہ مجھے اُلفت شدید[۵]
باتوں باتوں میں ہوئے ایسے خفا | بس جی بس دیکھی تمھاری بھی وفا
اپنی ضد[۶] پر جب کبھی آتے ہو تم | یوں ہی باتوں میں بگڑ جاتے ہو تم

۱ یعنی بس اب جدائی ہے ۲ غصے سے بھرا ہوا ۳ کانپا ۴ عاجزی کرنے والی - جھکی جھکائی ۵ سخت محبت ۶ یعنی جب تمھیں اپنی بات کی پیچ آجاتی ہے ۱۲

میرے ماں باپ اور تن من اور دھن — تم پہ سب قربان ہیں اے جانِ من
حکم تیرا اور میں محکوم[۱] ہوں — تو ہی سب کچھ اور میں معدوم[۲] ہوں
تیری مرضی پر چلوں گی میں سدا — جس طرح تو چاہے کر تیری رضا
آ گئی تھی تنگ دستی سے بہ تنگ — ہے مثل مشہور "تنگ آمد بجنگ"[۳]
تھی شکایت پر نہ کچھ اپنے لیئے — بول اٹھی تھی محض تیرے واسطے
تجھ کو ننگا دیکھ کر کڑھتا ہے جی — ہے نہ کچھ پروا اپنے نفس کی
ننھے ننھے پھول سے بچے ترے — ایڑیاں جب ہیں رگڑتے بھوک سے
ہاتھ میں اوروں کے روٹی دیکھ کر — جب یہ روتے ہیں تو جلتا ہے جگر
عہد[۴] میں نے آج سے لیکن کیا — میں نہ لاؤں گی زباں پر بھی گلا
کھا قسم تو بھی کہ تو روئے مجھے — نام آئندہ جدائی کا جو لے
میری تو سچ مچ یہی ہے آرزو — پوری کر دے وہ تعالیٰ شانہٗ
تیرے ہی ہاتھوں میں اپنی جان دوں — بن کے لونڈی تیرے قدموں میں رہوں
یاد کیا تجھ کو زمانہ وہ نہیں — تو تھا مجنوں میں تھی تیری نازنیں
ہوتی اوجھل[۵] آنکھ سے گر ایک دم — مثل دیوانوں کے تو کھاتا تھا غم
اس کو لا دو ورنہ میں مر جاؤں گا — ظلم سارے گھر پہ کوئی ڈھاؤں گا
کس طرح ٹوٹے نہ مجھ پر آسماں — کیوں[۶] کہ تالو سے لگے میری زباں
کیوں نہ گزرے دل پہ میرے سخت شاق — جب زباں پر لائے تو لفظِ فراق

۱ تابعدار ۲ یعنی کچھ بھی نہیں ہوں ۳ جب آدمی بہت تنگ آ جاتا ہے تو لڑائی پر اٹھ کھڑا ہوتا ہے ۴ اقرار ۵ سامنے سے ذرا ہٹ جاتی ۶ کس طرح سے میں چپ رہوں اور کیونکر مجھے صبر آئے ۔۱۲

بھر رہی تھی اور اشکوں کی جھڑی ‏ اُس کی آنکھوں سے برابر لگ گئی

اُس کو روتے دیکھ کر وہ رو پڑا ‏ دل نہ قابو میں رہا پھر مرد کا

اس طرح فرما گیا ہے اک حکیم ‏ مرد جس کی عقل[1] ہوتی ہے سلیم

بس میں آ جاتے ہیں عورت کے ضرور ‏ ہو اگر عورت میں بھی عقل و شعور

سنتر اس کا جہل پر چلتا نہیں ‏ کیوں کہ جاہل جہل سے ٹلتا نہیں

رقتِ دل کا نہیں ہوتا نشاں ‏ اُس کے دل میں کس طرح ہو مہرباں

مہر و رقت خاصہ انسان کا ہے ‏ سختی اور ضد خاصہ حیواں کا ہے

پونچھ کے آنسو لگا پچکارنے ‏ یوں بنائی بات پھر مکار نے

میں تو کرتا تھا ہنسی اے پُر وفا ‏ تو تو سچ مچ ہو گئی مجھ سے خفا

الغرض کر کے خوشامد اور پیار ‏ غصہ بیوی کا دیا بالکل اتار

ہو گئے اک آن میں جیسے کہ تھے ‏ باتیں ہنس ہنس کے بہم کرنے لگے

اور کہا جو حکم ہو طیار ہوں ‏ مت نکھٹو[2] جان مردِ کار ہوں

تنگ دستی کا بتا چارہ مجھے ‏ مت نکما جان مہ پارہ مجھے

ہو کے خوش عورت نے پھر اس سے کہا ‏ حال شہ کا کیا نہیں تو نے سنا

نائبِ رحماں سخی ہے بے نظیر ‏ پل میں کرتا ہے فقیروں کو امیر

اُس کی چشمِ لطف گر اک بار ہو ‏ سب دلدّر[3] سے ہمارا پار ہو

سُن کے اعرابی یہ بولا جانِ جاں ‏ یہ تو سچ ہے جاؤں پر کیا ارمغاں[4]

ہاتھ خالی بادشاہوں کے حضور ‏ جانا ہے واللہ بہت دانش سے دُور

---

[1] جس کی عقل سیدھی ہوتی ہے [2] ناکارہ [3] مصیبتیں تکلیفیں [4] تحفہ ۱۲

شاہ کے قابل تو عورت نے کہا ۔ تحفہ گھر میں کچھ نہیں اپنے رہا

سب سے بڑھ کر ہے جو پاس شہر ۔ پانی اس تالابِ صحرائی[۱] کا ہے

فخر ہے جس پر ہماری قوم کو ۔ ناز ہے اُس پر ہی ساری قوم کو

جس کے باعث بادیہ[۲] کے کل عرب ۔ ہیں ہماری قوم کے محتاج سب

ایک چھلیا لے کے پانی اُس میں بھر ۔ جا کے کر نذرِ شہِ فرخ[۳] سِیَر

پی کے خوش ہوگا شہِ فرخندہ کام ۔ دے گا وہ انعام میں زر لاکلام[۴]

کر کے ہمت لے کے وہ نامِ خدا ۔ جانبِ بغداد فوراً چل دیا

اک مہینے تک منازل[۵] کر کے طے ۔ دیکھتا کیا ہے کہ اک درگاہ[۶] ہے

جس کے در کی آستاں بوسی کی جا ۔ دل میں رکھتے ہیں امیر و بادشاہ

جس کے دروازے کے آگے تھی کھڑی ۔ فرسخوں[۷] تک صف دو رویہ فوج کی

تھی رسائی واں غریبوں کی کہاں ۔ جلتے تھے پر اچھوں اچھوں کے جہاں[۸]

تھا خلیفہ کا مگر یہ اذنِ[۹] عام ۔ جو مسافر ہوں نئے وارد[۱۰] تمام

تین دن تک شاہ کے مہماں رہیں ۔ دو طعام اُن کو جو وہ مُنہ سے کہیں

لے گئے اُس کو محل میں شاہ کے ۔ خدمت اُس کی ہر طرح کرنے لگے

اُس سے پوچھا کس طرح آنا ہوا ۔ کھینچ لائی بولا وہ شہ کی سخا

کاٹ کے آیا ہوں خونی راستے ۔ لایا ہوں پانی میں شہ کے واسطے

ایک جا صحرا میں ہے تلِّ[۱۱] نزار ۔ پانی ہے اُس کا نہایت خوشگوار

مُسکرائے سُن کے یہ شہ کے نقیب ۔ کچھ نہ بولے تا نہ شرمائے غریب

---

۱ جنگل میں جو تالاب ہے ۲ جنگل ۳ خوش خصال ۴ بے شک ۵ منزلیں
۶ دربار سے مراد ہے ۷ کوسوں ۸ یعنی پھٹک نہ سکتے تھے ۹ عام حکم ۱۰ آئیں ۱۱ ٹیلا ۱۲

لے گئے تھلیا خلیفہ کے حضور — پانی تھا بودار رکھا اس کو دور

جب خلیفہ نے سنا احوال سب — یہ کہا اس سے کہ اے بھائی عرب

مہربانی تو نے کی ہم پر بڑی — ہاں پییں گے آج ہم پانی یہی

پھر ہوا یہ حکم زر حاضر کرو — اس سے تھلیا اس مسافر کی بھرو

قیمتی خلعت کیا اس پر مزید — وہ دیا جس کی نہ تھی اس کو امید

یہ کہا پھر کل کے دن وقتِ سحر — سیرِ دجلہ کی کراؤ ناؤ پر

لے گئے دریا پہ جب اس کو نقیب — دیکھتا کیا ہے تماشہ ہے عجب

اور جو دیکھی تو باچھیں کھل گئیں — دیکھ کر دجلے کو آنکھیں کھل گئیں

دیکھ کر دریا کو وہ مردِ عقیل — دل میں یہ کہنے لگا ہو کر ذلیل

آبِ صحرا اور یہ پانی کہاں — ذرہ اور خورشیدِ لاثانی کہاں

یہ کہاں موتی سا پانی اور کہاں — آبِ بدبو میں جو لایا تھا یہاں

گر مدد کرتا نہ اس شہ کا کرم — میں نے بیہودہ گھسائے تھے قدم

مجھ کو اس پانی کی ہوتی کب خبر — پھوڑتا تھلیا میں اپنی سنگ پر

تشریح

ہے سبوئی آپ اپنا کل کمال — اور خدا کی شان ہے دجلہ مثال

اس کی ہم کرتے ہیں جو حمد و ثنا — کل دکھاکے زور اپنے علم کا

آپ بدبو سے نہیں تحفہ یہ کم — رد نہیں کرتا یہ ہے اس کا کرم

دیکھتا ہے وہ خلوصِ قلب کو — صحتِ الفاظ چاہئے ہو نہ ہو

حکایت (۱۷)

مور اک جنگل کے اندر اپنے پر — پھینکتا جاتا تھا دُم سے نوچ کر
ایک دانش مند داں موجود تھا — غور سے تھا دیکھتا اُس کو کھڑا
مور سے اُس نے کہا یہ دیکھ کر — دل نہیں کڑھتا ترا اے جانور
ان پروں کو لوگ کیا کیا شوق سے — رکھتے ہیں قرآں کے اندر ذوق سے
ان پروں کے پنکھے ہر صبح و مسا — رُخ پہ محبوبوں کے کرتے ہیں ہوا
تیری ناشکری و بیباکی ہے یہ — ہے خبر بھی کس کی نقاشی ہے یہ
مور سُن کر یہ نصیحت چپ رہا — اشک آنکھوں سے دیئے لیکن بہا
گریہ[1] اُس کا اس قدر تھا دردناک — تھا ہر اک کرتا گریباں سن کے چاک
اشک جو نکلے جگر کے سوز سے — دیکھ کر پتھر بھی اُس کو رو پڑے
اشک جو چھوٹے ہوں اے جانِ پدر — آن میں ہنستے ہیں سبھی دیوار و در
رو چکا جب مور اُس نے یہ کہا — اے حکیمِ باخرد[2] اب سُن ذرا
مبتلائے رنگ و بو ہے تو عزیز — اصل کو بھی دیکھ اے صاحب تمیز
مجھ سے پوشیدہ نہیں اے پُرہنر — اپنے کُل عیبوں کی ہے مجھ کو خبر
گوشت میں میرے نہیں کچھ بھی مزا — ہے جہاں میں کون مجھ سا زشت پا[3]
پر بتا مجھ کو بھلا اے ذی فنوں[4] — جستجو میں ہے مری صیاد[5] کیوں
میں بتاتا ہوں تجھے اس کا سبب — کس نے ڈھایا مجھ پہ ہے یہ سب غضب

[1] رونا۔ مور واقعی روتا ہے اور اُس کے آنسو نکلتے ہیں [2] عقل مند [3] بُرے پاؤں والا۔ مور کے پاؤں بہت بدشکل ہوتے ہیں [4] صاحبِ فن یعنی عقلمند [5] شکاری ۱۲

ہیں مرے دشمن مرے نقش و نگار
نیلگوں گردن نہ ہوتی کاش کے
فکر و غم ہوتا نہ ہرگز جان کا

میری ہی خوبی نے کیا مجھ کو شکار
خوب صورت یہ نہ ہوتے پر مرے
اس سے تو تھا میں لنڈورا[1] ہی بھلا

تمثیل بہ امرِ واقعہ

آج گزرے اس کو پینتالس[5] سال
حق نے بھیجا ہند پر اپنا وبال
کمپنی کی فوج بگڑی ہر کہیں
ہو گئی کچھ بدگمانی دل نشیں
افسروں کو مار کر وہ بدشیم[2]
عورتوں اور بچوں پر کر کے ستم
ظلم میں وہ بے وفا حد سے بڑھے
ہر طرف سے جانبِ دہلی چلے
تھے وہ عاری دین[3] سے اور شرم سے
سب کے سب خالی دیا[4] اور دھرم سے
راہ میں جو شہر اُن کو مِل گیا
لوٹ کر خاکِ سیہ اُس کو کیا
ایک لشکر یا کہوں قہرِ خدا
ایک چھوٹے شہر سے ہو کر گیا
لوگ واں کے دیکھ ڈرنے لگے
جستجو ہمدرد کی کرنے لگے
اک ولیِ حق کا تھا اُس جا قیام
قطبِ وقت اور عہد کا اپنے امام
پاس اُس کے آئے وہ سب دوڑتے
التجا کی تا شفاعت وہ کرے
رحم آیا اُس کو اُن کے حال پر
ہو لیا وہ ساتھ اُن کے بے خطر
فوج سے کر کے سفارش برملا
شہر اپنا لوٹ سے بچوا لیا
کچھ دنوں کے بعد پھر بدلی ہوا
دَور دورہ مخبروں کا ہو گیا
ہر جگہ پر ہو گیا شر و فساد
خوب نکلے سب کے پھر ذاتی عناد[7]

[1] بن دُم کا [2] بُری خصلت والے [3] رحم [4] ایمان [6] بہادر شاہ کی طرف اشارہ ہے
[7] بغض کے عداوت — ۱۲ [5] غدر کا ذکر ہے جسے اب تک پینتالیس برس ہوئے ۱۲

عقل چل دی حاکموں کو کر سلام ۔ سر چڑھا اُن کے جنونِ انتقام
دعوئے تہذیب سب نکلا دروغ ۔ عقل کو غصّے کے آگے کیا فروغ
عقل اور تہذیب سب جاتے رہے ۔ آدمیّت پھر کہاں باقی رہے
تھے فرشتے عدل میں جو نام ور ۔ بن گئے غصّے میں چنگیز و تمر
جن کے بچّے ننّھے ننّھے پھول سے ۔ مارے جائیں ظالموں کی ہُول سے
ہوش اُن کے کس طرح قائم رہیں ۔ مارے جائیں جن کے بچّے عورتیں
حاکموں کی ہو گئیں عقلیں خفیف ۔ بے گنہ مارے گئے لاکھوں شریف
ایک مجرم کی جگہ سو بے خطا ۔ مار ڈالے پر نہ دل ٹھنڈا ہوا
عقل اک لارنس[۵] کی قائم رہی ۔ اور پھر کیننگ[۶] نے بھی خوب کی
اُس طرف خاتونِ انگلستان[۷] کا ۔ دیکھ کر یہ ظلم دل زخمی ہوا
اُس کا شوہر[۸] عقل کا پتلا تھا جو ۔ جس کی ہیں مشہور عاداتِ نکو
تھا فرشتہ قالبِ انسان میں ۔ جب پڑا یہ ظلم اُس کے کان میں
ہو گیا بے چین غمگیں بے قرار ۔ کہتے ہیں روتا تھا سُن کر زار زار
دیکھ کر اپنی رعیّت کا یہ حال ۔ ظالموں کا دیکھ کر قہر و جلال
رحمت آئی دل میں جو کر سوچ زن ۔ سی[۹] دیئے منہ بھیڑیوں کے دفعۃً
کہہ دیا اُس نے زبانِ حال سے ۔ مارتے ہو کیوں یہ تم بچّے مرے
گر نہ ہو وہ بے گناہوں کی طرف ۔ اور لاکھوں بے گنہ ہوتے تلف

۱ بدلہ ۲ جھوٹ ۳ کب چل سکتی ہے ۴ مشہور ۵و۶ دونوں لاٹ اور گورنر جنرل تھے ۷ کوئین وکٹوریا سے مراد ہے ۸ پرنس البرٹ ۹ بند کر دیئے ۱۲

ایسے نازک وقت میں وہ باصفا[1]
باغِ عرفاں کا گلِ صد برگِ تر
موذیوں نے یہ خبر حاکم کو دی
باغیوں کے ورنہ کیوں جاتا وہ پاس
یہ نہ کی تحقیق حاکم نے ذرا
تھی کسے فرصت بھلا تحقیق کی
تھی یہی کافی انھیں بس اک دلیل
جن کے ہو کہنے میں اک خلقِ خدا
ہو جو لالہ زار میں ڈوڈا بلند
اعتراض اُن پر یہ اب کرنا فضول
تھی مشیت[2] جب یہ کس کا تھا قصور
جانتا تھا وہ ولیِ حق یہ راز
غیب کے پردے میں جو تھا مستتر[3]
بے گنہ تھا شوق حق میں تر زباں
دشمنِ[5] طاؤس آمد پرِ او

حاسدوں کی سعی سے پکڑا گیا
دشمنوں کو خار آتا تھا نظر
سازش اُس کی باغیوں کے ساتھ تھی
اور اُن کو کیا پڑا تھا اُس کا پاس
کیوں گیا تھا کام اُس نے کیا کیا
لگ رہی تھی مُلک میں اک آگ سی
ہے یہ موقع ہوں بڑے سارے ذلیل
مصلحت رکھنا نہیں اُن کا بجا
خود پسندوں کو نہیں آتا پسند
ہوں یہی شاید حکومت کے اصول
بات یہ ہونی تھی پھر ہوتی ضرور
تھا اُسے تسلیمِ امرِ حق پہ ناز
آرہا تھا فاش[4] وہ اُس کو نظر
مثنوی کا شعر یہ تھا بر زباں
اے بسا شہ را بکشتہ فرِّ او
(ماخوذ از مثنوی عقدِ گوہر)

۱ یعنی سلطنتِ مغلیہ کے آخری بادشاہ بہادر شاہ کی طرف اشارہ ہے جو غدر میں گرفتار کر کے رنگون جلاوطن کیے گئے تھے اور وہیں پیوندِ خاک ہو گئے ۲ مرضی ۳ پوشیدہ ۴ صاف ۵ مور کے پر ہی اُس کی جان کے دشمن ہو گئے جیسے کہ بہت سے بادشاہ اپنی شان و شوکت کی بدولت ہی برباد ہو گئے ۔ ۱۲

سلام (۱)

مجرائی جس سے نبی خوش ہوں کلام ایسا ہو
خلد ملنے کا پیام آئے سلام ایسا ہو

مدح خواں ہوئیں کلیم اوج کلام ایسا ہو
مژدۂ دارِ سلام آئے سلام ایسا ہو

مان لیں اہلِ زباں لطفِ کلام ایسا ہو
لوگ تسلیم کریں جس کو سلام ایسا ہو

شاد ہر شعر پہ ہوں آلِ محمد کے غلام
سب پڑھے بزم درود اٹھے سلام ایسا ہو

پیروِ شاہ رہیں سب فقا سحر و زر
ایسی تسبیح کے دانے ہوں امام ایسا ہو

شہ کے ہمراہ پڑھیں شوق سے تیغوں میں نماز
یاور ایسے ہوں خدا دان تو امام ایسا ہو

حر نے کی جان فدا شہ نے دیا خلد میں گھر
ایسا آقا جہاں ہو تو غلام ایسا ہو

دل میں کھنچتے ہیں مئے حبِ علی عالی ظرف
جب شراب ایسی ہو گل رنگ تو جام ایسا ہو

کربلا کو بھی عجب حق نے دیا عز و شرف
دیکھے کعبہ جسے حیرت سے مقام ایسا ہو

تیری اس نظم کا ہر جا ہے یہی شور نفیس
کہ زباں ایسی ہو شیریں تو کلام ایسا ہو

سلام (۲)

مجرائی اُس سے رضامند خدا کچھ بھی نہیں
جس کے دل میں شہِ مرداں کی ولا کچھ بھی نہیں

مہر کی آئنہ میں ضیا کچھ بھی نہیں
سامنے روئے شہِ دیں کے ضیا کچھ بھی نہیں

اپنی زینت کسے دکھلاتی ہے تو اے دنیا
پھیر اُدھر منہ کہ ادھر حرص و ہوا کچھ بھی نہیں

دل پہ چھایا ہے وہ ابرِ غمِ فرزندِ علی
سامنے جس کے سیہ مست گھٹا کچھ بھی نہیں

نظم میں ہے تو گلوسوز ہو بس شیرینی
گر نمک ہو نہ سخن میں تو مزا کچھ بھی نہیں

---

۱ سلام کرنے والا ۲ بہشت ۳ ہمراہی۔ ساتھی ۴ مددگار ۵ علیؑ کی محبت کی شراب
۶ بلند حوصلہ ۷ دوستی ۸ خواہش ۔ ۱۲

شاہ کہتے تھے اگر تیری خوشی ہو یارب
یہ مصیبت مرے آگے یہ بلا کچھ بھی نہیں

ہیں وہ مظلوم حسین ابن علی سبطِ علی[۱]
واسطے جن کے یہ فریاد و بکا[۲] کچھ بھی نہیں

رات دن گر اسی ماتم میں رہیں تو بھی ہے کم
کیجیے غور تو سامانِ عزا[۳] کچھ بھی نہیں

ناوک اندازوں[۴] سے فرماتے تھے حضرت دمِ قتل
تیر اُس سے مارو ہو جس کی خطا کچھ بھی نہیں

ق

لوٹنے آئے جو اعدا[۵] تو کہا فضہ نے
کیا قیامت ہے ارے خوفِ خدا کچھ بھی نہیں

گھر میں ناموسِ محمد کے در آئے ہیہات
تم کو محبوبِ الٰہی سے حیا کچھ بھی نہیں

گھر کا گھر قتل ہو آب و غذا تک سے
مگر اس کا لبِ شہ پہ گلا[۶] کچھ بھی نہیں

شہِ کونین[۷] کو صغریٰ نے یہ عرضی میں لکھا
گھر میں بابا الم و غم کے سوا کچھ بھی نہیں

رنج و اندوہ[۸] سے اس درجہ بھرا ہے دلِ زار
مجھ کو رغبت طرفِ آب و غذا کچھ بھی نہیں

درد سر ہوتا ہے کم اور نہ اترتا ہے بخار
روز بیٹھی ہوں یہ تاثیرِ دوا کچھ بھی نہیں

یاس[۹] سے آگئے بیمار کو ہم جینے سے
نہ مسیحا ہو تو امیدِ شفا کچھ بھی نہیں

کر سکے گا کوئی کیا مدحِ وصیِ احمد
اتنا کچھ کہہ گئے لیکن بخدا[۱۰] کچھ بھی نہیں

زالِ دنیا[۱۱] کے فریبوں سے نہیں کیا آگاہ[۱۲]
اُس سے پھر عشق جسے شرم و حیا کچھ بھی نہیں

عقل رکھتے ہو تو دنیا سے محبت نہ کرو
یہ چمن وہ ہے جہاں بوئے وفا کچھ بھی نہیں

حبِ دنیا سے یہ دل وہ ہے جو خالی ہے نفیس
یاں بجز[۱۳] دوستیِ آلِ عبا کچھ بھی نہیں

۱ اولاد - ۲ رونا - ۳ ماتم - ۴ تیر پھینکنے والے ۵ دشمن - ۶ شکوہ - ۷ دونوں جہاں کے بادشاہ - ۸ غم - ۹ نا امیدی - ۱۰ خدا کی قسم - ۱۱ دنیا کی بڑھیا - ۱۲ واقف - ۱۳ سوائے - ۱۲

مرثیہ (۱) (انتخاب)

لطفِ کلام مدحِ شہِ خاص و عام ہے
ہاں احسن الکلام یہی لا کلام ہے

یہ جلوہ گاہِ رحمتِ رب الانام ہے
اس میں حدیثِ نور کا پرتو تمام ہے
لکھتا ہوں وصفِ آلِ رسالت مآب کا
کاغذ ورق ہے یہ ورقِ آفتاب کا

چمکا پھر آج اخترِ اجلالِ شانِ مدح
پھر ہے ترقیوں پہ جمالِ بیانِ مدح
پھر ہے شگفتگی پہ گلِ بوستانِ مدح
پھر دُر فشاں ہے کلک پھر آیا زمانِ مدح
حُسنِ ثنائے سرورِ گردوں سریر سے
صلِّ علیٰ عیاں ہے قلم کی صریر سے

خوش بو سے مدحتِ چمنِ بوتراب کی
الفاظ ہیں کھلی ہوئی کلیاں گلاب کی
بین السطور راہ ہے سیدھی ثواب کی
مضموں میں روشنی ہے مہ و آفتاب کی
حرفوں میں ضو بھی تیز ہے نکہت بھی تیز ہے
کاغذ ہے عطر بیز قلم مشک بیز ہے

لب اور نظم اس کی برابر ہے نور میں
جو اس میں حُسن ہے وہ نہیں روئے حور میں
ایسی تجلیاں ہیں کہاں شمعِ طور میں
ہے روشنیٔ خُلد ثنائے حضور میں
یہ مدح وہ ہے اوج ہے جس میں سپہر کا
اس آئینہ میں مُنہ نظر آتا ہے مہر کا

پھر جلوہ گر ہے پیشِ نظر آفتابِ نظم
ہے سامنے کھلا ہوا بابِ کتابِ نظم
ہے صاف آئینے سے خوشا آب و تابِ نظم
قرطاس پر ہیں پھیلے ہوئے دُرِ نابِ نظم
حیدر کے لال پر ہے ضرورت نثار کی
لڑیاں بنا رہا ہوں دُرِ شاہوار کی

وقتِ رقم جواہرِ مضموں ہیں سامنے
سب سرفراز مصرعِ موزوں ہیں سامنے
شفاف و صاف نظم کے جیحوں ہیں سامنے
اوجِ سخن کے نظمِ ہمایوں ہیں سامنے
کاغذ ہے آسمانِ نظر خیر خواہ میں
گویا چمک رہے ہیں ستارے نگاہ میں

عزت مجھے ملی تو اسی نظم سے ملی
شوکت مجھے ملی تو اسی نظم سے ملی

رفعت مجھے ملی تو اسی نظم سے ملی
جنت مجھے ملی تو اسی نظم سے ملی

اور آبرو بڑھائے گا فعلِ حسن مرا
عقبیٰ کے موتیوں سے بھرے گا دہن مرا

ہاں کلکِ راہِ مدح کا جادہ نہ چھوڑنا
تحریر میں ورق کہیں سادہ نہ چھوڑنا

اے دل کیا ہے وہ جو ارادہ نہ چھوڑنا
عشقِ ثنائے شاہ کا جادہ نہ چھوڑنا

یہ نشّہ سر سے جائے نہ فرق آئے عزم میں
جانا ہے مجھ کو ساقیِ کوثر کی بزم میں

پینے ابھی ہیں جام شرابِ طہور کے
لینے ابھی صلے ہیں ثنائے حضور کے

حلے ابھی جناں میں پہننے ہیں نور کے
حسن جہاں دیکھنے ہیں روئے حور کے

کھانا ہیں میوے گلشنِ عنبر سرشت کے
جانا ابھی ہے آٹھ گھروں میں بہشت کے

خلاقِ انس و جاں کا کرم دیکھنا ہے واں
محبوبِ کبریا کا حشم دیکھنا ہے واں

دربارِ بادشاہِ امم دیکھنا ہے واں
سبطینِ مصطفیٰ کے قدم دیکھنا ہے واں

ہم ہیں غلام عترتِ خیر الانام کے
رہنا سدا ہے سائے میں بارہ امام کے

کیا وصفِ اہلِ عبا خوش نصیب ہیں
پیشِ کریم مرتبے ان کے عجیب ہیں

چودہ بزرگ خاص جو حق کے حبیب ہیں
ان سے ملے ہیں وہ جو خدا سے قریب ہیں

دامن علی کا حشر میں اور ان کے ہاتھ ہیں
جنت میں سب آلِ محمد کے ساتھ ہیں

جنت میں سلسبیل ہیں غلمان و حوریں
نہریں بہن میں نہرِ عسل ہیں قصور میں

کوثر میں باغِ خلد میں جنت کے نور میں
تسنیم میں ہیں اعانتِ ربِ غفور میں

ساماں جس قدر کہ ہے ملکِ کبیر کا
حصہ ہے دوستانِ جنابِ امیر کا

بتلائیے پھر ان کے سوا اور کون ہے
مسند جب عطا ہے خدا اور کون ہے

شیدائے آل خیر ورا اور کون ہے
اس کے محق یہی ہیں بھلا اور کون ہے

ہے فرق آسمان و زمین خوب و زشت میں
کیا اور کوئی جائے گا باغ بہشت میں

سرگرم ہیں جو اُن کی ولا میں وہ جائیں گے
جن کے قدم ہیں راہ رضا میں وہ جائیں گے
مصروف ہیں جو اُن کی عزا میں وہ جائیں گے
مشغول ہیں جو آہ و بکا میں وہ جائیں گے
ایک اک ریاض خلد میں پھل اس کا پائے گا
فرقہ یہی جناں میں بلا فرق جائے گا

آقا کو چھوڑتے ہیں کہیں با وفا غلام
ہیں دم قدم کے ساتھ جو ہیں پیرو امام
ہمسایۂ حسین ہیں ان سب کا ہے مقام
واں بھی کریں گے خدمت سلطان خاص و عام
بخشش کا عاصیوں کی بڑا سلسلہ ہے یہ
رونے کا اجر اور ولا کا صلہ ہے یہ

عاشور کی جو رات گزر کر سحر ہوئی
کافور آسماں پہ ضیائے قمر ہوئی
انجم کی جو چمک تھی وہ کم چرخ پر ہوئی
روشن جہاں میں وسعت ہر دشت و در ہوئی
معمور ضو جو وقت سحر گاہ ہو گیا
طبقہ زمیں کا آئنہ ماہ ہو گیا

وہ نور شرق اور وہ ضیا باری فلک
سونے کے نگ تھے صاف وہ ذرّوں میں تھی چمک
قطروں میں اوس کے دُر غلطاں کی وہ چمک
تھا نور آسماں کا سماں دور دور تک
پرتو پڑا جو نیّر گیتی فروز کا
چمکا جہاں میں اختر اقبال روز کا

ہر اک چمن کی اور ہی کچھ ہو گئی بہار
گلشن میں لہلہا کے لگا اٹھنے سبزہ زار
نرگس کے ہر نہال کا تکنا وہ بار بار
وہ سنبلوں کی تاب کہ کم زلف تابدار
اشجار جاں فزا کے فلک تک دماغ تھے
زیور گلوں کا پہنے حسینان باغ تھے

وہ گلشنوں میں صبح سے آنا نسیم کا
پھولوں کی باس لے کے وہ جانا نسیم کا
وہ صحن باغ پھر کے بسانا نسیم کا
وہ نرمیاں قدم کی دکھانا نسیم کا
پھولوں کے پہلوؤں میں ادھر بھی ادھر بھی تھی
بے خود چمن میں آ کے نسیم سحر بھی تھی

غنچوں کا دم بدم وہ مہکنا اِدھر اُدھر
نخلِ چنار کا وہ دہکنا اِدھر اُدھر
کلیوں میں رنگ و حسن تھا افزوں نجوم سے
پیدا تھا رنگِ قدرتِ خلّاق جز و گل
شمشاد و یہ نہ کم نہ سوا بلبلوں کا غل
ہجر ان کے شکوے جو وہ کچھ کچھ کہے بھی تھے
وہ تازہ تازہ پھولوں کا رنگ اور وہ فضا
طاؤس کا وہ رقص دمِ صبح جا بجا
رُخ پہ خوشی بھی لطفِ ترنّم حصول بھی
ہے جوشِ گل سے رنگ عجب بر آسماں
غنچوں کے بھی لبوں سے تبسم ہے اک عیاں
بزمِ طرب ہے گرم سرور آشکار ہے
ہنگامِ صبح اور زیادہ تھی شانِ باغ
دکھلا رہے تھے اپنی جوانی جوانِ باغ
تھے لطف و انبساط کے آثار ہر طرف
بس ہے نفیس کیا ہے یہ باغ اور یہ لالہ زار
یہ وہ چمن ہے جس پہ ریاضِ جناں نثار
گلزارِ دہر کیا ہے وہ ناپائدار ہے
بو باس اس کے پھولوں کی جاتی نہیں کبھی

وہ طائروں کا اُٹھ کے چہکنا اِدھر اُدھر
لالے کا وہ چمن میں لہکنا اِدھر اُدھر
خوشبو نکل رہی تھی گلوں کے ہجوم سے
گلزار کی تھیں سب روشیں نور کی سبل
تھیں بلبلیں کشادہ بغل بہرِ وصلِ گل
پیہم نیاز و ناز بھی تھا چھپ چھپے بھی تھے
وہ اہتزاز شاخوں کا وہ خنکی ہوا
وہ دل پسند نغمۂ مرغانِ خوش نوا
ان زمزموں سے کان لگائے تھے پھول بھی
سرو بھی اکڑ رہے ہیں صورتِ جواں
مستِ مئی نشاط ہیں خوبانِ بوستاں
شبنم شرابِ صاف ہے ساقی بہار ہے
وہ سرخ سرخ تازہ گلِ ارغوانِ باغ
گلچیں کی جان روح تھے جو گل تھے جانِ باغ
نکھرے ہوئے تھے شاہدِ گلزار ہر طرف
اب دیکھیے مرثیۂ تازہ کی بہار
ہے جن گلوں سے روئے گلِ خلد آشکار
اس میں خزاں ہے اس میں ہمیشہ بہار ہے
اس میں سموم پھول کے آتی نہیں کبھی

گرمیِ مہر اس کو سکھاتی نہیں کبھی
شاداب یہ ریاض ہے رحمت کی نہر سے

بلبل ہوں جس کا میں وہ چمن زار ہے یہ نظم
مدح و ثنا کی ہے تو سزاوار ہے یہ نظم
کیوں ہے نہ اس کا شوق کہ عالی دماغ ہو

رنگ ان کا بدنگاہ مٹاتی نہیں کبھی
محفوظ اس کے پھل ہیں سبھی آسیبِ دہر سے

جنت کی طرح گلشنِ بے خار ہے یہ نظم
خوش جس سے ہوں وہ نخلِ ثمردار ہے یہ نظم
اپنے چمن کو دیکھ کے خود باغ باغ ہوں
(نفیس)

مرثیہ (۲) (انتخاب)

سیراب ہے زمیں یہ زراعت سحاب سے
شاداب اس طرح ہیں ریاضِ سخن کے پھول

خوشبو ہے جس سے بزمِ جہاں یہ وہ باغ ہے
ہر گل ہے جس کا عطر فشاں یہ وہ باغ ہے
یاں ہیں نہ بلبلوں کے اٹھیں بار بار رنگ

دید اس کی ہے شگفتگیِ خاطرِ ملول
مداحِ باغِ دیں کو یہ رتبے ہوئے حصول
نغموں کے ساتھ کیوں نہ کروں بار بار شکر

ہر وقت ہے لبوں پہ نبی کے چمن کی مدح
وصفِ حسین ہے تو کبھی ہے حسن کی مدح
ہوں محو سیرِ گلشنِ عنبر سرشت میں

معجز بیاں ہے دل فیضِ رسالت مآب سے
زندہ ہیں دل مرے سخنِ لاجواب سے
سرسبز نظم ہے کرمِ بوتراب سے
جیسے بہار میں ہیں تر و تازہ دلہن کے پھول

جس میں نہیں ورودِ خزاں یہ وہ باغ ہے
جس کا ثمر ہے باغِ جناں یہ وہ باغ ہے
جس میں ہزار قسم کے گل اور ہزار رنگ
پژمردہ کھل کے جو نہیں ہوتے وہ پھول

حقا کہ اس ریاض کے ہیں قدرداں رسول
گلزارِ مصطفیٰ کا ہوں بلبل ہزار شکر

گہ مدحِ فاطمہ کبھی حسنین کی مدح
وردِ زباں ہے آٹھ پہر پنجتن کی مدح
آج اس بہشت میں ہوں تو کل اس بہشت میں

اس مدح کے صلے میں عنایت ہو یا مجیب
طوبیٰ کا سایہ ہووے تو جاگیں مرے نصیب
خوشبو سے ہو ڈالیاں پھولوں کی تھم سو سایہ بن
ہنستا ہنس کے دیکھوں گلشنِ فردوس کی بہار
خنداں کبھی چمن میں درختانِ میوہ دار
دیکھا کریں انھیں رحمتِ رب کا نزول ہو

آئینہ سجے ہو گئے درِ دولت پہ راہوار
بندھی قدم جمائے رکابوں میں استوار
پریاں خرامِ ناز دکھا کر نکل گئیں
سرعت وہ اشہبوں کی وہ شوخی وہ ترک و تاز
وہ تیزیاں شتاب میں وہ گرمیاں وہ ناز
جانیں نثار چال پہ کبکِ دری کی ہیں

وقتِ دوش نسیمِ سحر سے زیادہ تیز
اڑنے میں گر ہیں طیر تو فیغم دمِ ستیز
سرعت میں کم جو ہیں فرسِ جگر سے ہیں
کاووں میں صورتِ فلکِ اخضری پھریں
صورت بنا بنا کے مثالِ پری پھریں
رکتے نہیں جدھر انھیں لے جاؤ پھیر کے
خوش رو عقاب طاعت طناز و خوش خرام

ہمسایہ اُس کا جو ہو ترا عاشق و حبیب
کوثر پہ ہوں کبھی کبھی تسنیم کے قریب
حُلّے گلے میں حوروں کے ہاتھوں میں ہاتھ ہوں
نرگس پہ گہ نظر ہو کبھی سوئے لالہ زار
ہر برگ و بر سے آئے یہ آواز بار بار
یہ ثمرہ غلامیِ آلِ رسول ہے

رکھ کر کمر میں چھٹے سے دامن ہوئے سوار
باگیں جو لیں ہوا ہوئے اسپ وفا شعار
دو بجلیاں تڑپ کے برابر نکل گئیں
سائے کو جن کے پائے نہ درف نہ شاہ باز
چالاک و تیز گام و سبک سیر و سرفراز
بیلی کی بجلیاں انھیں سہی کی ہیں

خوشبوئے ایالِ حور کی زلفوں سے مشک بیز
نشے ہرن ہوں دیکھ جو آہو یہ جست و خیز
محجوب یہ ہوا ہے کہ پنہاں نظر سے ہے
بجلی ہیں حسن طرف دمِ جولاں کھچی ہیں
صرصر انھیں نہ پائے اگر سرسری پھریں
آنکھیں غزال کی ہیں تو سینے ہیں شیر کے
خوش خو پلنگ ہیبت و جاں دار و تیز گام

کوتاہ سُم فراخ کفل تیز و خوش لجام
عنقا شکوہ بحر نورد و خجستہ گام

دو گام عرض و طولِ زمین و زمانہ ہے
رعبِ نگاہ اُن کے لیے تازیانہ ہے

اسوار اُن کے دور دمی کو جو آزمائیں
مدّاح مدح لکھنے میں ساتھی قلم اٹھائیں

دو حرف بھی وہ ان کی ثنا میں نہ لکھنے پائیں
تا حدِّ غرب و شرق یہ جائیں اور پھر آئیں

پونہچیں فلک پہ جست جو یہ ایک بھی کریں
یوں مہر و ماہ تو کسی منزل کو طے کریں

وہ زین وہ پاکھریں وہ لگامیں وہ تنگ چست
پامال دل کریں گے دمِ حملہ نخست

کاووں میں جو کیا ہو مقابل وہ خود ہے سست
کج رَو ہے اپنی چال تو پیکے کرے درست

کیا برق اُس کے سنگ پہ جمتی نہیں کبھی
تھمتی ہے وہ چمک پہ یہ تھمتی نہیں کبھی

مثلِ نسیمِ صبح سبک رَو سبک عناں
پتی جھکے نہ ایک جو پھولوں پہ ہو رواں

ٹھیریں یہ اس طرح کہ نہ ہو بار بوستاں
جس طرح پھول نخل پہ ہوتے نہیں گراں

ہر سُم کی آب و تاب پہ گوہر نثار ہے
سمجھیں یہ گل کہ قطرۂ شبنم کا بار ہے

پونہچے جو دشتِ جنگ میں وہ شیر خشمگیں
پنجوں کا رعب دیکھ کے حیران ہوئے لعیں

ڈالی گرج جو آنکھ تو ہلنے لگی زمیں
دہشت سے ہٹ گئے قدم فوجِ اہلِ کیں

ہل چل پڑی پروں میں دلیروں کو دیکھ کر
گھوڑے چراغ پا ہوئے شیروں کو دیکھ کر

ہاں ساقیا شرابِ شجاعت پلا دے آج
تیغِ زبانِ تیز کو تازہ جلا دے آج

پرجوش ہو لبوں سے وہ ساغر پلا دے آج
اس دور میں سپہر کے طبقے ہلا دے آج

ہاں خوں سے لالہ رنگ زمینِ مصاف ہو
موجیں رواں ہوں تیغوں کی میدان صاف ہو

لو بڑھ کے معرکے میں رجز خواں ہوئے دلیر
لو گونجنے لگے اسدِ کبریا کے شیر

نعرے کیے کہ جنگ میں آ کس لیے ہے دیر
سیر اب تم اگر ہو تو ہم زندگی سے سیر

کھینچیں جو تیغ خوف سے منہ سب کے زرد ہوں
پہلے وہی نبرد کو نکلیں جو مرد ہوں

واقف ہمارے عز و شرف سے ہیں سب جہاں
ہم سا کوئی شجاع نہیں زیرِ آسماں

ہم وہ ہیں جن سے دبتے ہیں عالم کے پہلواں
گاڑا ہے فوجِ کفر میں اسلام کا نشاں

یوں حق سے دور کر دیا باطل کے زنگ کو
جس طرح آئنے سے چھڑاتے ہیں زنگ کو

دادا ہمارے وہ ہیں کہ جعفر ہے جن کا نام
ذی قدر حاملِ علم سیدِ انام

غازی شہیدِ راہِ خدا آسماں مقام
ہیبت سے جن کی کانپتا ہے ملکِ روم و شام

زیر ان سے سرکشانِ جنودِ عرب ہوئے
فوجیں بھگائیں جنگ میں طیّار جب ہوئے

جرأت شعار ناصرِ محبوبِ کردگار
ثابت قدم دلیر زبردست و نامدار

ہاتھ اپنے جب کہ راہِ خدا میں کیے نثار
پایا شرف تو ہاتھ لگا اوج و اقتدار

رتبے ہیں انھوں کو بھی انھیں بیش ملے
جنت میں جب گئے تو زمرد کے پر ملے

نانا علی امیرِ عرب کل کا بادشاہ
گردوں شکوہ رحمتِ حق عرش بارگاہ

صابر کریم نفسِ نبی رحمتِ الٰہ
ہادی معینِ دینِ خدا معدلت پناہ

توقیر گھر پہ حق کے ہاتھ آئی ہے
دوشِ نبی پہ کعبے میں معراج پائی ہے

ذی خیر ذی مروت و ذی جاہ و ذی حشم
نصرت مآب قلعہ کشا کاسرِ صنم

قدسی خدم شفیعِ جہاں مالکِ ارم
عالی ہمم سحابِ کرم قبلۂ امم

یہ وجہ ہے جو خم فلکِ زرنگار ہے
احسانِ بوتراب کا گردوں پہ بار ہے

دستِ خدا تھے کیوں نہ ظفر ان کے ہاتھ آئے
اشجع وہی ہے سب میں جو لاکھوں پہ فتح پائے

نالے لہو کے خندق و صفین میں بہائے
بیر الامم میں جا کے جنوں کو کنویں جھکائے

جانوں پہ جب بنی تو سروں کو فدا کیا
ماموں بڑے جنابِ حسنؑ قبلۂ دوم
ہیں احمدؐ و علیؑ جد و اب فاطمہؑ ہیں اُم
برگشتہ جس سے فوجِ شقاوت پسند ہے
یہ سن کے سب عرب کے فصیحوں نے سر جھکائے
غل تھا کہ اُن کا وصف کوئی کیا زباں پہ لائے
بچے ہیں یہ عجیب فصاحت زباں میں ہے
ہاں سیفِ خامہ تیز زبانی دکھا مجھے
اے برقِ طبع شعلہ فشانی دکھا مجھے
بچوں کی جنگ سے دلِ اعدا فگار ہوں
چھوٹے نے عرض کی کہ بس اب چھیڑیئے فرس
یہ فوج اپنی تیغوں کے آگے ہے خار و خس
نیزے ستم کے کاٹ کے چہرے بگاڑ کے
تم میسرہ پہ جاؤ تو ہم میمنہ پہ جائیں
تم رول لاؤ فوج کو ہم قلب میں در آئیں
یہ عزم ہے کہ لاشوں سے مقتل کو پاٹ کے
یہ ذکر تھا کہ لشکرِ خاطی سے آئے تیر
کھینچے جو نیچے تو ہٹے فوج کے شریر
حملوں میں تنگ ضربِ خدنگ تو نحیف کا تھا

ناری جو تھے تو چاہ میں نے آبرو کیا
جن کے جلال و رعب سے ہوتے تھے ہوش گم
اور چھوٹے ماموں وہ ہیں کہ جن کے عدو ہوں گم
راہیں بھی جن پہ بند ہیں پانی بھی بند ہے
بعضے صفوں سے ہٹ گئے بعضوں کے دل بڑھے
حقا کہ خاندانِ علیؑ نے شرف یہ پائے
سارا طریق مصحفِ ناطق بیاں میں ہے
شمشیرِ حیدری کی روانی دکھا مجھے
نصرت کی اور ظفر کی نشانی دکھا مجھے
دو نیمچے جو مل کے اُٹھیں ذوالفقار ہوں
بھیا صفیں جمی ہیں قسم آپ کے پیش و پس
فرمایا آؤ اب کوئی حجت نہیں ہے بس
پھینکیں ستون کفر و ضلالت اُکھاڑ کے
کاووں میں گھیر کر انھیں نعرۂ علیؑ لگائیں
کیا خوش ہوں شمرِ نحس و بن سعد کو جو پائیں
لے جائیں سر کو ہم درِ دولت پہ کاٹ کے
جولاں کئے دلیروں نے اسپانِ بے نظیر
باگیں اُٹھا کے دھنس گئے لاکھوں میں دو صغیر
نے اس طرف کی صف نہ اُس طرف کا تھا

بے جاں ہوئے جو غول برابر زمیں پہ تھے
گھٹنے ٹیکے زبوں شعار و ستمگر زمیں پہ تھے
پامال کشتِ عمر ہر اک کینہ جو کی تھی
وہ نیمچے وغا میں عجب گل دکھا گئے
جس سمت آئے خوبیاں سو سو دکھا گئے
گہ غرب کی طرف تو کبھی سوئے شرق تھے
خالی زمیں کو لاشوں سے بھر آئے نیمچے
گہ ڈوب کر تنوں میں ابھر آئے نیمچے
یہ بے نظیر کاٹ میں وہ بے مثال تھا
آفت بپا تھی چلتے تھے یوں ان کے تیغ نیمچے
جاتے تھے کھنچ کے مغفرِ دشمن میں تیغ نیمچے
دونوں کی دھار موجِ محیطِ فنا بھی تھی
جب یہ بڑھے تو فوج کے سالار ہٹ گئے
ڈر ڈر کے پچھلے پاؤں ستمگار ہٹ گئے
نامی جوان منہ پہ لیروں کے چڑھ سکے
ہر دل سے نیمچوں کی چمک وار پار تھی
ضربت جو دو طرف سے ادھر بار بار تھی
یوں ٹکڑے ٹکڑے جسم میں چار آئنے ہوئے
تھے جا بجا زمیں پہ دو رستہ سروں کے ڈھیر

بازو کہیں تھا ہاں کہیں پیکر زمیں پہ تھے
اولوں کی طرح چار طرف سر زمیں پہ تھے
بدلی ہوئی ہوا تھی کہ بارش لہو کی تھی
شعلوں کا رنگ برق کا پرتو دکھا گئے
اٹھے تو سب کو اوجِ مہِ نو دکھا گئے
برسے اگر تو ابر تھے چمکے تو برق تھے
زندہ بچا نہ ایک جدھر آئے نیمچے
گہ چھپ گئے تو گاہ نظر آئے نیمچے
دونوں کا آشکار و نہاں ایک حال تھا
سینوں کو چاک کرتے تھے جوشن میں نیمچے
تسمہ لگا نہ رکھتے تھے گردن میں نیمچے
تارِ نفس تھے قطع صفائی بلا کی تھی
چہروں پہ ڈھالیں رکھ کے سپہ کار ہٹ گئے
پیدل تھے کس شمار میں اسوار ہٹ گئے
ایسے دبے سوار کہ گھوڑے نہ بڑھ سکے
تھے جسم پارہ پارہ تو صف تار مار تھی
بکتر تھے چاک چاک زرہ تار تار تھی
ہر آئنے کے کٹ کے ہزار آئنے ہوئے
ڈھالوں کے اس طرف تو ادھر مغفروں کے ڈھیر

نیزوں کے ڈھیر ادھر تو ادھر خنجروں کے ڈھیر
واں برچھیوں کے ڈھیر ادھر جمدھروں کے ڈھیر
نصرت و غا یہ دونوں کی ہمراہ بن گئی
جنگل کی سب زمین سلیح خانہ بن گئی
سر اس طرف کٹے تو کمانیں ادھر کٹیں
ساقیں ادھر قلم ہوئیں رانیں ادھر کٹیں
بھالے ادھر اڑے تو سنانیں ادھر کٹیں
ہونٹ اس طرف تو سینہ میں زبانیں ادھر کٹیں
ٹکڑے ہیں جو ہرے فخر و مباہات کیا کریں
اب ہیں وہاں ہیں زخم دہن بات کیا کریں

زرہوں کو جانتے تھے کہ زنبور کا ہے گھر
بدتر تھی جسم خام سے فولاد کی سپر
مثل غبار اڑتے تھے روئیں تنوں کے سر
دو ہو کے گر پڑے وہ جو تھے آہنیں کمر
خنجر دو نیم ہو گئے شمشیریں کٹ گئیں
کمروں کے ساتھ لوہے کی زنجیریں کٹ گئیں

الجھا تھا دام مرگ میں حسن پاس تھی کمند
چوٹوں سے چور چور تھے نیزوں کے بند بند
سہمے ہوئے تھے پوچھی تھی شیروں کو یہ گزند
یہ جاں بلب وہ دردرسیدہ یہ دردمند
کھٹکا تھا قطع ہونے کا نیزے کی بھال کو
چکر میں تھی یہ خوف سے گھیر اٹھا ڈھال کو

میداں سے جب کہ ہٹ گیا سب لشکر گراں
چھوٹے نے عون سے یہ کہا تب کہ بھائی جاں
اب ڈھونڈیئے کہ شمر و ابن سعد ہے کہاں
پھر یہ مہم ہے سر جو ہوں نے سر وہ بدزباں
مرتد ہیں بد مآل ہیں منحوس و شوم ہیں
کیا جانیں کس پرے میں نہاں دونوں بوم ہیں

یہ کہہ کے دونوں بھائی بڑھے پھیر کر عناں
ناگاہ میمنے سے نکل آئے دو جواں
مشہور تھے برادر عیسیٰ وہ پہلواں
کاندھوں پہ گرز ہاتھوں میں تیغیں کہ الاماں
شہرہ تھا ان کا روم و رے و مصر و زنگ میں
مارا تھا ان کے باپ کو جعفر نے جنگ میں

آنکھیں نکالے سامنے آئے وہ خیرہ سر
مکار و حیلہ ساز و جفا جو و کینہ ور

بدبین و بد شعار و بد آئین و بد گہر
حیران جس کو دیکھ کے دیو سیاہ ہو
تیور بدل کے کہنے لگے عونِ خوش خصال
نامِ حسین ہم کو ہی کافی دمِ جدال
غازی ہیں صید گیر ہیں نصرت پناہ ہیں
تلوار کو اٹھا کے یہ چھوٹے نے دی صدا
غرہ یہ تم کو پست کرے گا دمِ وغا
ہم پارۂ جگر ہیں علی سے دلیر کے
طاقت میں دبدبے میں عدیم المثال ہیں
شیرِ درندہ وقتِ جدال و قتال ہیں
تم کیا اگر بلند یہ دستِ نکو کریں
ضیغم جلال میں ہیں بڑھانا سنبھل کے ہاتھ
ہم وہ ہیں گویا جن کی ہیں تیغیں اجل کے ہاتھ
پسپا کیا ہے فوجوں کو اکثر لڑائی میں
ہاں سیفِ خانۂ دو زباں شعلہ بار ہو
ہاں تیغِ طبع رشکِ وہ ذوالفقار ہو
ویراں صفیں جہاں ہیں فتحِ شقی کی ہوں
تو چھیڑ کر فرس کو ہر اک کینہ ور بڑھا

کج بخت و کج فراج و کج افعال و کم نظر
ٹیڑھی چلیں شریر جو سیدھی بھی راہ ہو
رستم کو زال جانتے ہیں شیرِ حق کے لال
بے جاں کریں ہزار اگر تم سے ہوں شغال
بچے بھی ہیں تو بچۂ شیرِ الٰہ ہیں
یہ سرکشی یہ لاف زنی اور یہ ادعا
تم دونوں رشکِ رستم و سہراب ہو تو کیا
پوتے بھی شیر کے ہیں نواسے بھی شیر کے
بھیجا خدا نے جس پہ درود اُس کی آل ہیں
یاں ناخنوں میں تیغ زنی کے کمال ہیں
مرحب بھی ہو تو ایک ہی ضربت میں دو کریں
چوٹیں کڑی پڑیں گی تو بھاگو گے مل کے ہاتھ
ہٹتے ہیں بڑھ کے پاؤں نہ رکتے ہیں چل کے ہاتھ
میداں ہمارے ہاتھ رہا ہے لڑائی میں
ہاں نیزۂ ظفر دلِ اعدا کے پار ہو
پیاسوں کی یہ جدال ہے اور آبدار ہو
رن صاف ہو سمجھی ہوئی چوٹیں علی کی ہوں
بھالا وہ اور یہ گرزِ گراں تول کر بڑھا

وہ گرگ اُدھر تو یہ سگِ ناپاک اِدھر چھا
پوٹیں چلیں اِدھر سے سبھی ٹوٹی کی طرح

دونوں طرف سے چلنے لگے وار بار بار
بڑھتے تھے جب اِدھر سے یہ جرّار بار بار
بزدل قدم وغا میں بڑھاتے نہیں کبھی

نیزہ وہ نیم اِدھر ہوا گرزِ گراں اُدھر
خود اُس طرف کٹا تو سرِ پہلواں اِدھر
سرکش کو پست کرتا ہے کلمہ غرور کا

تلوار کھینچ کھینچ کے آئے جو خیرہ سر
سن سن چلیں جو چھوٹی سی تیغیں اِدھر اُدھر
گھوڑوں کے تھے زمیں پہ قدم گڑ کے رہ گئے

آفت کا وار تھا قہر کا وار اُس طرف ہوا
وہ صید اُدھر ہوا یہ شکار اِس طرف ہوا
طبقہ زمیں کا لاشوں کے گرنے سے ہل گیا

لاشوں کے ٹکڑے دیکھ کے ہنسنے لگی اجل
عینی تھے گو یہ کور نمک تھے وہ پُر دغل
مٹی کا ڈھیر لشکرِ ظلم میں تھے شقی

سراپا

پیچھے ہٹے عدو تو لشکرِ بیداد گر بڑھا
لڑنے لگے علی کے نواسے علی کی طرح

شیروں سے سہمے تھے شریر بار بار
ہٹتے تھے دب کے پیچھے خطاکار بار بار
روباہ منہ پہ شیر کے آتے نہیں کبھی

تیر اُس طرف قلم ہوئے شاخِ کماں اِدھر
زخمی اُدھر کلائی ہوئی انگلیاں اِدھر
دونوں کے پاس ایک نہ حربہ تھا دور کا

ردّ و بدل ہوئی وہ غضب کی کہ الحذر
تن پر نہ اُس کا فرق تھا نہ دوسرے کا سر
دونوں کے سر جو پاس گرے لڑ کے رہ گئے

پھر دو وہ اُس طرف تو یہ چار اِس طرف ہوا
وہ اُس طرف ذلیل یہ خوار اِس طرف ہوا
سارا غرور خاک میں دونوں کا مل گیا

بیچوں نے سب نکال دیے موذیوں کے بل
دونوں فنا ہوئے نہ لگی دیر ایک پل
آنکھیں کھلیں تو عینِ جہنم میں تھے شقی

اے کلک لکھ جبینِ منور کی کچھ ثنا
لوحِ بلور جس کی صفائی پہ ہو فدا

وسویں کا چاند اس کو کہیں گر تو ہے بجا
دن کو مگر یہ حسن یہ تنویر یہ ضیا

وصفِ نشانِ سجدۂ حق بھی ضرور ہے
آدم کی یہ جبیں پہ محمد کا نور ہے

بہرِ قمر ہے وجہِ وجاہت رخِ امام
رکھتا ہے مرتضیٰ کی شباہت رخِ امام

آفاق میں ہے آیۂ رحمت رخِ امام
دکھلا رہا ہے نور کی صورت رخِ امام

قرآں کی منزلت ہے بزرگی ہے شان ہے
یٰسیں کی طرح مصحفِ ناطق کی جان ہے

گیسو کا وصف کرنے لگے رات کو جو ہم
الجھن سے پیچ و تاب ہوا دل کو دمبدم

کاغذ پہ خامہ چلنے لگا جب پئے رقم
حرفوں کے پیچ و خم نے نہ بڑھنے دیا قدم

گتھی سی سر بسرِ رقم تحریر پڑ گئی
گویا قلم کے پاؤں میں زنجیر پڑ گئی

کیا آبروئے گوہرِ دنداں دہن میں ہے
ہر جوہری کو حسن کا تصوّر عدن میں ہے

شیریں زباں ہے طرفہ حلاوت سخن میں ہے
نازک لبوں کے رنگ کا شہرہ یمن میں ہے

گل کی رگیں کہیں جنھیں پاسِ ادب نہیں
ڈورے ہیں چشمِ حورِ بہشتی کے لب نہیں

ہے صدرِ پاک میں جو دلِ شاہِ نامدار
کعبے میں شمع کہیے تو ہے دل کو اعتبار

یا ہیں کنوئیں میں حضرتِ یوسف بصد وقار
یا بیچ میں ہے جلد کے قرآنِ کردگار

دل منقبض جو سینۂ شاہِ زماں میں ہے
غنچہ گلاب کا ہے کہ باغِ جناں میں ہے

قد ہے الف پہ خم صفتِ دال ہے عیاں
باعث یہ ہے کہ مر گیا فرزندِ نوجواں

ہاتھ ایسے جن میں زورِ یداللہ ہے نہاں
تن پیرہن میں ہے کہ تنِ پاک میں ہے جاں

بارِ الم سے درد فراواں کمر میں ہے
پٹکا کمر میں نیم نمایاں کمر میں ہے

بالائے صدر نورِ گلو پر کرو نظر
گویا کہ آفتاب پہ ہے ماہ جلوہ گر

ان دونوں پہلوؤں میں صفائی ہے کس قدر
پیدا ہے عکس قلب و جگر کے ادھر ادھر

بالکل چمک بلور کی ہے ساقِ صاف میں
کانپا غضب میں لختِ دلِ شیرِ کردگار
قبضے پہ ہاتھ تن کے جو ڈالا بصد وقار
بے تاب ہو گئی دلِ جبریل کی طرح

یاں ذوالفقار اُڑانے لگی سر سپاہ کے
کام آئے کچھ نہ جوشن و بکتر سپاہ کے
تن پروری کے دم میں سبھی خاک ہو گئے

بکھرے تھے تیر ساتھ کمانوں کے جا بجا
ٹکڑے چمک رہے تھے سنانوں کے جا بجا
لاشوں پہ اقربا جو نہ رونے کو ہوتے تھے

تھا شعلہ بارِ عکسِ رُخِ برقِ تابِ تیغ
گھِرتا تھا مثلِ قہر جو اُٹھ کر سحابِ تیغ
دھاریں لہو کی آتی تھیں بوچھاڑ کی طرح

گرتی تھی سر پہ تیغ دو سر سیکڑوں قلم
تھے دست و پا و گردن و سر سیکڑوں قلم
تلواریں ٹکڑے ٹکڑے تھیں مقتول کی طرح

دشمن چمک پہ اُس کی چھڑکتے تھے دم بدم
بے درد تھی کسی کا اُسے درد تھا نہ غم
جب زخمیوں سے رن کی زمیں پاٹ دیتی تھی

ہوتے ہیں پاؤں آئینے دو بیں غلاف میں
آیا بل ابروؤں پہ ہوا قہر آشکار
فرطِ قلق سے گھٹ گئی کاٹھی میں ذوالفقار
نکلی صدا ہوئے صورِ سرافیل کی طرح

دب دب کے بھاگنے لگے افسر سپاہ کے
مجروح ہر طرف ہوئے بیکس سپاہ کے
جامے جو تھے حیات کے وہ چاک ہو گئے

دامن پہ پھٹے پڑے تھے نشانوں کے جا بجا
اعضا پھڑک رہے تھے جوانوں کے جا بجا
زخم اُن کے خوں کے آنسوؤں سے ان کو روتے تھے

کیا تاب تھی کسی کو جو دیتا جوابِ تیغ
مینہ کی طرح برستا تھا ہر بار آبِ تیغ
صف اڑ اڑا کے گرتی تھی دیوار کی طرح

اور استخوانِ صدر و کمر سیکڑوں قلم
اک پھل سے ہو رہے تھے شجر سیکڑوں قلم
صد چاک تھی ہر ایک سپر پھول کی طرح

جس سے بچے نہ جان اس انداز کے ستم
سر تیز یوں ہیں تھے نہ اجل کی چھری سے کم
مدت سے جو زیست کی ہے اُسے کاٹ دیتی تھی

لشکر میں تھے جو اس کسی کے بجا نہ ہوش
وہ غل کہ جیسے ہوتا ہے دریا میں وقت جوش
آواز ایک تھی جو ہزاروں سے شور کی
غل تھا یہ جاں شکار ہے بھاگو بچو ہٹو
ابر اس کا شعلہ بار ہے بھاگو بچو ہٹو
کب اس کی ضرب سخت سے گیتی ہلی نہیں

ہر سو تباہ فوج کے بیڑے تھے دم بدم
ضو بین تھیں اجل کے تھپیڑے تھے دم بدم
فارغ مگر عذاب سے اک دم نہ ہوتے تھے
ہر دم جو تیغ تیز کے ہو لے تھے ہر طرف
چکرا کے راہِ امن جو بھولے تھے ہر طرف
دعوے یہ تھے کہ فتح سرِ دست کر چکی

جاں باز بھولتے ہیں جدل میرے سامنے
اژدر بھی کر سکے نہیں بل میرے سامنے
آئینۂ جلالِ خدائے قدیر ہوں
آہن کے مغفروں میں بھی رکتی نہیں ہوں میں
افلاک کے سپر میں بھی رکتی نہیں ہوں میں
مانع اگر نہ حکم امامِ مبیں کا ہو

تھمتے تھے ایک جا نہ سوارانِ زرہ پوش
ہر سمت بھاگ بھاگ کا غوغا تھا اور خروش
تربت میں نیند اچٹتی تھی بہرامِ گور کی
آفت ہر ایک وار ہے بھاگو بچو ہٹو
حیدر کی ذوالفقار ہے بھاگو بچو ہٹو
اس سے پناہ روحِ امیں کو ملی نہیں

بالائے خاک خوں کے تریڑے تھے دم بدم
طوفان میں زندگی کے بکھیڑے تھے دم بدم
جھگڑے سفر کے تا بہ ابد کم نہ ہوتے تھے
اعدا کے ہاتھ پاؤں بھی پھولے تھے ہر طرف
گویا میانِ دشت بگولے تھے ہر طرف
یہ کیا جنوں کی فوج کو میں پست کر چکی

آتا ہے جبراؤں میں خلل میرے سامنے
شاہوں کے اٹھ گئے ہیں عمل میرے سامنے
شمشیرِ ملک گیرِ جنابِ امیر ہوں
گرگِرد کے پتھروں میں بھی رکتی نہیں ہوں میں
جبریل کے پروں میں یہ بھی رکتی نہیں ہوں میں
کافی ہے ایک ضرب جو طبقہ زمیں کا ہو

نامی جوان سے تو نشانوں پہ آگئی
شاخیں سی چھنٹ گئیں جو کمانوں پہ آگئی
تعریف دشمنوں کی زبانوں پہ آگئی
چنگاریاں اڑیں جو سنانوں پہ آگئی
ڈھالوں کی سمت آئی اگر جھوم جھوم کے
پھولوں پہ چل گئی جھونکے سموم کے

ممکن نہ تھی جو امن کی جا کہیں ادھر
جنبان میں ادھر تھی سپہر بریں ادھر
دہشت سے جاں بلب تھی سپاہِ لعیں ادھر
دھوپ اس طرف لرزتی تھی مہر مبیں ادھر
پیش نظر جو ابن علی کی نہر دہر
اُس دن کے ڈر سے آج تلک ہے وہ زرد دہر

آئی چمک کے جب کسی بدعت قریں کے پاس
دو کر دیا سمند کو آتے ہی زیں کے پاس
سر سے پہنچ گئی کمرِ آہنیں کے پاس
ورا اُٹھی تڑپ کے جو پہنچی زمیں کے پاس
قربان پاس داریِ تیغ اصیل کے
ڈر تھا کہ پھر نہ کھینچے ہوں پر جبرئیل کے

تیغ علی کی تھی جو برش قابلِ ثنا
بے تاب ہو کے دھنتے تھے سر بانیِ جفا
کرتی تھی واہ واہ ہر اک ضرب پہ ہوا
مقتول خود بھڑکتا تھا اوروں کا ذکر کیا
گرنے میں ہاتھ اٹھتے تھے توصیف کے لیے
منہ زخم کھول دیتے تھے تعریف کے لیے

اللہ رے وقتِ جنگ لعینوں کا انتشار
کہتا تھا وہ کہ آئی کدھر تیغِ آبدار
تھی ایک کو خبر نہ سر و تن کی زینہار
یہ کہتا تھا صحیح ہوں میں یا ہوں دل فگار
کہتا تھا وہ زرہ مرے تن پر بچی یا نہیں
یہ پوچھتا تھا تن پہ مرے سر ہے یا نہیں

ہاتھ اپنا گو امام مبیں روکتے رہے
نافہم تھے جو دشمنِ دیں روکتے رہے
سر اڑ گئے سپر سے لعیں روکتے رہے
واں کیا ہوا جو روحِ امیں روکتے رہے
خود روکتے علی نہ اگر اپنے طور پر
دم لیتی جا کے تیغ دو سر جسم ثور پر

اُس تیغ پر جو مہرِ خدا کا تھا احتمال
ملتے ہیں آسمان و زمیں کا تھا ایک حال

جنگل میں نخل کانپتے تھے بید کی مثال
مانندِ مہر دھوپ کو تپ چڑھتی جاتی تھی
درپیش تھے سیاہ کو طوفاں کے مرحلے
تھا شور ہر طرف کہ بلا سر سے کیا ٹلے
دم میں یہاں تک آئے گا کیا اس میں فرق ہے
چلتی تھی دم بدم جو وہ شمشیر ہر طرف
ہر بار تھے پرے زبر و زیر ہر طرف
ریتی پہ تھی نہ لاش ہر اک بد صفات کی

تیغِ علی سے حشر بپا تھا دمِ جدل
قبضے کے پیچ سے جو نمایاں تھا اس کا پھل
کشتوں سے کربلا کی زمیں پاٹتی تھی وہ
بجلی کی طرح کوند کے جب فوج پر جھکی
گھوڑے بھڑک بھڑک کے دکھاتے تھے چابکی
چھالے پڑ گئے تھے جسم پہ ہر اک حسام کے
ہر سو دہک رہی تھی زمیں تپ رہا تھا تن
تپ کے سبب کچھار میں تھے شیر نعرہ زن
تسکین ہو گی کیا جلے ہوئے سبزے کی آڑ سے
مشکل ہے ضربِ سیدِ ابرار کی ثنا
کیونکر ہو ذوالفقار سی تلوار کی ثنا

سبزہ نہ تھا جہاں کے تن پر کھڑے تھے بال
ہر دم اجل بھی نادِ علی پڑھتی جاتی تھی
تھے ڈر سے جاں بلب جو شناور تھے من چلے
آ پہنچا ذوالفقار کا پانی گلے گلے
اب فوج مثلِ لشکرِ فرعون غرق ہے
خونخوار اپنی زیست سے تھے سیر ہر طرف
تھا شام کی سپاہ میں اندھیر ہر طرف
افتادہ تھیں بجھی ہوئی شمعیں حیات کی
چلتی تھی سن سے جب تو لرز جاتے تھے جبل
گویا زباں تھی منہ سے نکالے ہوئے اجل
سطرِ غلط کی طرح صفیں چھانٹتی تھی وہ
رن میں بغیر آگ لگائے نہ وہ رکی
قرنا کا شور تھا یہ مکرر کہ میں تھکی
کالے ہوئے تھے جل کے علم فوجِ شام کے
دبکے تھے ہر نشیب میں لو سے تپے ہوئے ہرن
لرزاں تھا آفتاب سمیٹے ہوئے کرن
رہ رہ کے اٹھ رہا تھا دھواں ہر پہاڑ سے
کیا کر سکیں گے سیفِ زباں دار کی ثنا
دریا بہائیں ہم تو نہ ہو دھار کی ثنا

ایسا اُڑا نہ ہوگا کبھی رودِ نیل بھی — اس سے پناہ مانگتے ہیں جبرئیل بھی
گمراہ کو چراغِ ہدایت یہ تیغ ہے — قتّال ہے یہ صاف نہایت یہ تیغ ہے
معشوقِ بادشاہِ ولایت یہ تیغ ہے — خلّاقِ لم یزل کی عنایت یہ تیغ ہے
دیکھے یہ مرتبہ تو بشر مدح کیا کرے — اس کی صفت امام کرے یا خدا کرے
لازم ہے ذوالفقار کے فقروں پہ بھی نگاہ — سیلی گلے میں پہنے ہے معشوقِ کج کلاہ
اکثر بندھا ہوا ہے کھوں گر عدم کی راہ — لازم ہے وہ مثال کہ ہو شورِ واہ واہ
روئی ہے تیغ حالِ شہِ نامدار پر — ظاہر ہیں آنسوؤں کے نشاں جسمِ زار پر
جس صف پہ آئی کر کے صفائی چلی گئی — بسمل کیا جھلک سے دکھائی چلی گئی
بدلی ادا کے ساتھ دکھائی چلی گئی — دلبر تھی بزمِ ناز سے آئی چلی گئی
آئینہ جس سے گرد ہے شفاف تن وہ ہے — دشمن بھی جان دیتے ہیں معشوق پن وہ ہے
ہے جوہروں پہ تیغ کے ہر دم یہ احتمال — چلمن سے آشکار ہے محبوبِ خوش جمال
یا غیظ میں شجاع کے تن پر کھڑے ہیں بال — یا جسم پر زرہ ہے کہ لاکھوں سے ہے جدال
کب جال جوہروں کا چمکتے بدن پہ ہے — سنبل کا سایہ حورِ بہشتی کے تن پہ ہے
پھر جوہروں کو سایۂ سنبل کہا تو کیا — دلبر ہے دھوپ چھاؤں کی پہنے ہوئے قبا
الجھی ہوئی ہے ظلمت و تنویر ایک جا — تشبیہ اور سامنے ہے اس کے ماسوا
تن آئنہ ہے تیغِ جلالت پناہ کا — ہے عکس شہ کے موئے سپید و سیاہ کا
مشکل ہے مدحتِ فرسِ بے مثال بھی — عاجز ہیں جس کے وصف میں نازک خیال بھی
دانا ہے بردبار ہے اور خوش جمال بھی — پیکِ نظر ہو دنگ سبک ہے وہ چال بھی
وقتِ دوِ سموں کا نشاں خاک پر نہ ہو — ذرّہ کوئی زمیں کا ادھر سے ادھر نہ ہو

نیچی نظر وہ اُس کی وہ شرمائی انکھڑیاں
بے چین ہر قدم صفتِ نبضِ مرزباں
آشوب ہے یہ فرس لیے مثال ہے
ایسے سمند کو تو میں توصیف کیا کہوں
مضموں پیش پا ہے اگر باد پا کہوں
اُس شہسوار پر یہ ہوا گو ہوس تو ہے
دل لوٹتے تھے حسنِ خداساز دیکھ کر
ششدر تھی کبک چال کا انداز دیکھ کر
بجلی تھا دونوں ہاں گوں پہ وہ مرتا نہ کس طرح
ہمراہ اُس کے تیر کماں سے فضول جائے
دم میں بُراق تیز روی اپنی بھول جائے
تڑپے جو وہ اس سے برقِ تجلی نما کی طرح
رتبے کا ذکر کیا ہے کہ تھا مرکبِ امام
خوش قطع خوش جمال خوش انداز خوش خرام
جس دم بڑھا شمر پہ شمشیر برملا دیئے
بل کر کے جھومتا ہے یہ ہر دم ہوا رہوار
جاسے ہے فخر و ناز کروں میں جو بار بار
اک بار پھر وہ ور وہ ہو گر تو کیا ہو
مانندِ برق وشت میں جولاں تھا ہر طرف

مستانہ چال جلوتِ طاؤس بن شتاب
وہ بانکپن وہ ناز وہ چھلبل کہ الاماں
نقشِ قدم میں شوخیِ چشمِ غزال ہے
پایا یہ اوج اُس لیے کہاں گر ہما کہوں
شاعر کہیں مبالغہ ہے گر ہوا کہوں
جو راکبِ براق ہے اُس کا فرس تو ہے
خوباں وہر چھپتے تھے ناز دیکھ کر
شاہیں کے ہوش اُڑتے تھے پرواز دیکھ
وہ رخشِ ذوالجناح تھا اُڑتا نہ کس طرح
دو گام ساتھ دے جو ہوا سانس پھول جائے
تا عرشِ پاک مثلِ دعا رسول جائے
پونہچے زمیں پہ حاملِ وحیِ خدا کی طرح
کرتے تھے جن و انس و ملک اُس کا احترام
روشن تھا ذرے ذرے پہ ادنا یہ فیضِ عام
ہر گام چار چاند زمیں کو لگا دیئے
ہے گرچہ بے زباں پہ یہ دعویٰ ہے آشکار
ہے رفرف و براق سے افزوں مرا وقار
ہر سو سوار جو تھے رسولِ خدا ہوئے
ظاہر کبھی تھا اور کبھی پنہاں تھا ہر طرف

حملہ بسانِ شیرِ نیستاں تھا ہر طرف
بے خوف دشمنوں میں چلا جاتا تھا ہر طرف
دعویٰ یہ تھا کہ کیا یہ سوارانِ شام ہیں
دبتا ہوں کب کہ پشت پہ میری امام ہیں

حسن جمال وہ کہ حسیں عشق میں مرے
گر ناز سے چلے تو زمیں پہ نہ سم دھرے
وصاف صاف جسم و پٹھے بھرے بھرے
نازک وہ چال جس کی نزاکت ثنا کرے
تارِ نگاہِ بد کا نشاں اس محل پڑے
عنقا کی چشم شوق کا سایہ پھسل پڑے

چلتا ہے یوں میں یہ شدید خوش سیر
پڑتے ہیں جیسے اوس کے قطرے دمِ سحر
جنگل کے سارے پھول ہیں زیرِ قدم مگر
کس لطف کی ہے چال کہ گرتا نہیں ہے زر
نگہت سے کم سبک روی باد پا نہیں
کلیاں چٹک رہی ہیں سموں کی صدا نہیں

اس کی سبک روی کا جو کرتا ہو امتحاں
مانندِ اشکِ عارضِ دلبر پہ ہو رواں
فرضاً اگر ہوں زیرِ سم آنکھوں کی پتلیاں
عینِ ہنر تو یہ ہے کہ تل بھر نہ ہوں گراں
ہو بھی تو اس ادھر سے کہ کچھ نہ غبار ہو
مردم پہ جو قدم کے جھپکنے کا بار ہو

ہلچل صفوں میں ڈالی تھی کرتا تھا جست وہ
لاشے تھے پائمال سرکش ہوئے تھے پست
لشکر میں انتظام تھا مطلق نہ بندوبست
کیا اہلِ شام جنگ میں کھانے لگے شکست
ہر دم تھی فتح قبضۂ شمشیرِ شاہ میں
رہتی تھی خود سپاہ اسی کی پناہ میں

عدے سوا جو تنگ ہوا عرصہ اماں
پھر تاب جنگ لا نہ سکا لشکر گراں
ہتھیار پھینک پھینک کے چلائے یک زباں
پائی سزا نبرد کی بس یا شہ زماں
جرأت کے دائرے سے قدم نکلے جاتے ہیں
اب ذوالفقار دیکھ کے دم نکلے جاتے ہیں

ظاہر تھا گو کہ دشمنِ جاں ہیں یہ خیرہ سر
اللہ رے رحیمیِ سلطانِ بحر و بر
جس وقت دی نبی کی دُہائی سپاہ نے

گھوڑا (۲)

گردوں کے خم کو دیکھ کے ہو سرنگوں ہلال
اُڑ کے زمیں تلک کبھی گردِ قدم گئی
جرأت میں رشکِ شیر تو ہیئت میں پیل تن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابرِ قطرہ زن
سیماب تھا زمیں پہ فلک پہ سحاب تھا
پیکان ہیں کنوتیاں ہنگامِ دار و گیر
رُوئیں وہ نرم جلد وہ باریک بے نظیر
ایسی سبک روی نہیں دیکھی شتاب میں
خوش خو و خوش خرام خوش اندام و خوش لگام
جاں رو و شوخ چشم و سعید و خجستہ گام
غازی تھا سرفراز تھا عالی دماغ تھا
چالاکیاں بھی غیظ بھی ہیبت بھی جنگ بھی

آپ اُن کے اضطراب سے بے چین تھے مگر
فریاد جب کسی کی سُنی ہل گیا جگر
تلوار روک لی شہِ عالم پناہ نے
(انیس)

آہو کی آنکھ شیر کی چتون غضب کی چال
وہ بال تھے کہ حور نے بکھرا دیئے تھے بال
پوچھے کوئی سوار سے شائستگی کا حال
جب بس کہا چمکتی ہوئی برق تھم گئی
پوئی کے وقت کبکِ دری جست میں ہرن
بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا
حلقے سے یوں نکلتا ہے جیسے کماں سے تیر
پینی پرند جس سے مقابل نہ ہی حریر
دوڑے تو فرق آئے نہ مخمل کے خواب میں
خوش رو و خوش جمال و ادا فہم و تیز گام
گل پوش تیز ہوش سمن گوش لالہ فام
گویا ہوا کے دوش پہ اک زندہ باغ تھا
بالا دویِ براق کے دُلدل کے ڈھنگ بھی

بر میں اسد بھی بحر و غا میں نہنگ بھی
ہے آگ کا مزاج تو سرعت ہوا کی ہے
گھوڑا بھی شیر نر بھی ہرن بھی پلنگ بھی
اضداد اتنے جمع ہیں قدرت خدا کی ہے
(انیس)

گھوڑا (۳)

تن تن کے اٹھانے قدم کبک دری تھی
رفتار تو کب اپنی دکھاتا تھا کسی کو
غصے میں وہ تن تن کے دہانے کو چبانا
ہر صف میں کبھی جھوم کے آنا کبھی جانا
ٹاپوں سے جھلکتی تھی زمیں حشر بپا تھا

رہوار سبک سیر نسیم سحری تھا
ہم پیکر طاؤس دم جلوہ گری تھا
کاوے میں جو پرکار تھا اڑنے میں پری تھا
سایہ بھی نہ اس کا نظر آتا تھا کسی کو
اور جوش شجاعت میں وہ کف منہ میں بھر آنا
تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچانا
اس صف میں جو بجلی تھا تو اس صف میں ہوا تھا
(انیس)

گھوڑا (۴)

نازک مزاج۔ نسترن اندام۔ تیز رو
گردوں مسیر۔ بادیہ پیما۔ و برق دو
دوری سے نہ کاہ ملی تھی اسے نہ جو
سرعت میں کچھ کمی نہ تھی چھلبل میں فرق تھا
اس کا تو اک قدم نہ زغند ہرن کی سو
رفتار میں ہوا تھا اشارے میں برق تھا
سمٹا۔ جما۔ اڑا۔ ادھر آیا۔ ادھر گیا
چمکا۔ پھرا۔ جمال دکھایا۔ ٹھہر گیا
تیروں سے اڑ کے برچھیوں سے بے خطر گیا
برہم کیا صفوں کو ترے سے گزر گیا
گھوڑے کا تن بھی ٹاپ سے اس کی فگار تھا
ضربت تھی نعل کی کہ سروہی کا وار تھا
وہ جست و خیز و سرعت و چالاکی سمند
سانچے میں تھے ڈھلے ہوئے سب اس کے جوڑ بند

سُم قرصِ ماہتاب سے روشن ہزار چند
نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم و سربلند
گر ہل گئی ہوا سے ذرا باگ اُڑ گیا
پُتلی سوار کی نہ پھری تھی کدھر گیا

آہو کی جست شیر کی آمد پری کی چال
کبکِ دری خجل دلِ طاؤس پائمال
سبزہ سبک روی میں قدم کے تلے نہال
اک دو قدم میں بھول گئے چوکڑی غزال
جو آگیا قدم کے تلے گردِ بردہ تھا
چھلبل غضب کی تھی کہ چھلاوا بھی گرد تھا

بجلی کبھی بنا کبھی رہوار بن گیا
آیا عرق تو ابرِ گہربار بن گیا
گہ قطب گاہ گنبدِ دوّار بن گیا
نقطہ کبھی بنا کبھی پرکار بن گیا
حیراں تھے اس کے گشت پہ لوگ اس ہجوم کے
تھوڑی سی جا میں پھرتا تھا کیا جھوم جھوم کے

تلوار (۱)

اک آگ سی تھی چار طرف شعلہ فشاں برق
وہ برق کہ خود مانگتی تھی اُس سے اماں برق
یاں موج تو واں سیل جو یاں ابر تو واں برق
منہ زہر۔ برش قہر۔ بدن آگ زباں برق
سرکش جو تھا نار ہی یہ جلاتی تھی اُسی کو
لوہے پہ بھی گرتی تھی تو کھاتی تھی اُسی کو
اُٹھ کر کبھی ٹھہری۔ کبھی لچکی۔ کبھی چمکی
سر گر گئے گردن جدھر اس تیغ نے خم کی
سیدھی صفِ دشمن کو ملی راہ عدم کی

سیفی تھی کہ گویا دمِ شمشیر پہ دم کی
دم بھر میں صفیں صاف تھیں بیدادگروں کی
تھی مینہ کی طرح خاک پہ بوچھاڑ سروں کی

تھا صورتِ آئینہ تمام اُس کا بدن صاف
خوں پیتی تھی پھر دیکھو تو مُنہ صاف دہن صاف
چلتی تھی جو سَن سَن تو نکلتا تھا سخن صاف
ہوں میں تو وہ جاروب کہ کردیتی ہوں رَن صاف

نااہل ہیں نامرد ہیں ناپاک ہیں اعدا
میں برقِ غضب ہوں خس و خاشاک ہیں اعدا

چم خم سے ہلالِ فلکِ نیلوفری تھی
مارا تھا ہزاروں کو مگر خوں سے بری تھی
شوخی تھی نئی اور نئی جلوہ گری تھی
تھی تیغ کہ قبضے میں سلیماں کے پری تھی

اک آگ لگی وار جدھر چل گیا اُس کا
جو آگیا سایہ میں بدن جل گیا اُس کا

تلوار (۲)

یاں شور وہاں غل ادھر آئی اُدھر آئی
وہ چمکی وہ تڑپی وہ چھپی وہ نظر آئی

(مرزا سلامت علی دبیر)

وہ بیٹھ گئی خود میں وہ سر میں در آئی
گردن سے بڑھی سینہ لیا تا کمر آئی

سن سے اس کا گھٹا تھا جو دلیر بڑھا تھا
منہ کی ہی کھاتا تھا جو منہ اس کے چڑھا تھا

چمکی جو خودِ سر پہ تو سر سے نکل گئی
شانے پہ جو پڑی تو جگر سے نکل گئی

سینے میں دم لیا تو کمر سے نکل گئی
حیراں تھا خود بدن کہ کدھر سے نکل گئی

اونچی ہوئی تو فرقِ عدو کو فرو کیا
گر کر اٹھی تو ایک و مرکب کو دو کیا

منزلِ دنیا

دنیا بھی عجب گھر ہے کہ راحت نہیں جس میں
وہ گل ہے یہ گل بوئے محبت نہیں جس میں

وہ دوست ہے یہ دوستِ مروت نہیں جس میں
وہ شہد ہے یہ شہد حلاوت نہیں جس میں

بے درد و الم شامِ غریباں نہیں گزری
دنیا میں کسی کی کبھی یکساں نہیں گزری

گودی ہیں کبھی ماں کے کبھی قبر کی آغوش
گل پیرہن اکثر نظر آتے ہیں کفن پوش

سرگرمِ سخن ہے کبھی انساں کبھی خاموش
گہ تخت ہے اور گاہ جنازہ ہے بسرِ دوش

اک طور پہ دیکھا نہ جواں کو نہ مسن کو
شب کو تو چھپرکھٹ میں تھے تابوت میں دن کو

کرتا نہیں غربت میں کوئی آ کے مدد تک
گر ساتھ گیا ہے تو کوئی قبر کی حد تک

پھر آتے ہیں روتے ہوئے پہنچا کے لحد تک
وہ خانۂ تاریک ہے تنہائی ابد تک

نہ دوست نہ احباب نہ ہم بزم گئے ہیں
تنہا یونہیں شاہانِ اولو العزم گئے ہیں

جو خلق میں تھے صاحبِ تخت و علم و تاج
نوبت یہ ہوئی ہے کہ نشاں ان کے نہیں آج

شاہانِ جہاں فخر سے دیتے تھے جنھیں باج
وہ قبر میں ہیں سورۂ الحمد کے محتاج

۱ استفسار ۲ گذرے ہوئے ۳ پڑاؤ ۴ [illegible] رسیدہ ۵ مسافت ۵ ہمیشہ ہمیشہ تک ۶ سائے

سکہ ہے نہ وہ اور نہ وہ تاج و نگیں ہے
دولت تو خزانے میں ہے خود زیرِ زمیں ہے
شادی ہو کہ اندوہ ہو آرام ہو یا جور
دنیا میں گزر جاتی ہے انساں کی بہر طور
ماتم کی کبھی فصل ہے عشرت کا کبھی دور
ہے شادی و ماتم کا مرقع جو کرو غور
کس باغ میں آسیبِ خزاں آ نہیں جاتا
گل کون سا کھلتا ہے جو مرجھا نہیں جاتا

آنی جانی

لڑکپن کے دن ہوں گے شاہی کے دن
عدم سے بشر آئے گا ایک دن
خوشی ان دنوں نور برسائے گی
زمانہ کہے گا اُسے نیک دن
محبت کے دن بے گناہی کے دن
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

پھر آئے گا مدہوش کرنے شباب
رہے گا خیالِ شراب و کباب
کبھی جوشِ مستی کبھی نوشِ خواب
نہ فکرِ ثواب و نہ خوفِ عذاب
اُلٹا دل پہ پندار کی چھائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

سپاہی جواں مرد کہلائے گا
لڑائی میں زخمِ گراں کھائے گا
غش آئے گا سیروں لہو جائے گا
کراہے گا تڑپے گا چلائے گا
وہ قطرہ بوند پانی کو ترسائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

بشر ہوگا عالم میں ذی احتشام
بڑھے گی لیاقت سے شہرت تمام
رہے گی نہ شہرت بھی اس کی مدام
کہ شہرت کو بھی یاں نہیں ہے قیام
یہ شہرت نیا رنگ چمکائے گی
مگر یہ گھڑی گزر جائے گی

۱؎ انگوٹھی ۲؎ رنج ۳؎ ظلم ۴؎ کسی نہ کسی طرح ۵؎ اچھا ۶؎ بادشاہت ۷؎ معصوم پینے ۸؎ دیوانہ بنا دینے ۹؎ غرور ۱۰؎ بھاری ۱۱؎ صاحبِ عزت ۱۲؎ حشمت ۱۳؎ ہمیشہ۔

زمانہ کرے گا جواں کو اَدھیڑ ۔۔۔ توانائی کا ہوگا پژمردہ پیڑ
لگائے گا اسپ جوانی کو ایڑ ۔۔۔ نقاہت کرے گی قواؤں سے چھیڑ
طبیعت اس آفت سے گھبرائے گی ۔۔۔ مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

بڑھاپے سے ہوگا بڑا انقلاب ۔۔۔ نہ ہوگی دلیری نہ ہوگا شباب
ضعیفی کرے گی کُل اعضا خراب ۔۔۔ یہاں تک کہ جینا بھی ہوگا عذاب
اجل چیل سی سر پہ منڈلائے گی ۔۔۔ مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

مرض موت کا جب اٹھائے گا سر ۔۔۔ دوا کر کے ہاریں گے کُل چارہ گر
بگڑ جائے گا کھیل سب سر بسر ۔۔۔ بس آئے گی بیمار کی جان پر
بڑی سختیاں نزع دکھلائے گی ۔۔۔ مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

([illegible])

گوشۂ تنہائی

دنیا میں بہت ڈھونڈے
راحت کے تمنائی

تسکیں کی مگر صورت ۔۔۔ تجھ میں ہی نظر آئی
اے گوشۂ تنہائی!

سمجھے نہیں دل جس کو ۔۔۔ لے جائیے میلوں میں
بجز تیرے کہاں راحت ۔۔۔ دنیا کے جھمیلوں میں
اے گوشۂ تنہائی

۱ نہ جوان نہ بڈھا بین بین ۲ طاقت ۳ مرجھایا ہوا ۴ کمزوری ضعف ۵ طاعون سے ۶ تغیر، تبدیلی ۷ سارے کا سارا، تمام ۸ جاں کنی ۹ سوائے - ۱۲

خلوت وہ تری جس میں ہنگامۂ جلوت ہی
وحدت کا تری غنچہ صد گلشنِ کثرت ہی
ای گوشۂ تنہائی

سب عیب و ہنر اپنے ای آئینۂ باطن
تجھ بن نظر آ جائیں یہ بات ہی ناممکن
ای گوشۂ تنہائی

ساماں ہیں بہم تجھ میں سب دل کی حضوری کے
محفل میں کہاں تیری صدمے مہجوری کے
ای گوشۂ تنہائی

آزار سے بالا ہی گو زیرِ زمیں ہی تو
اربابِ قناعت کو فردوسِ بریں ہی تو
ای گوشۂ تنہائی

جنگل میں؟ پہاڑوں میں؟ تاریک گپھاؤں میں؟
مرغوب ترین ہی یا اشجار کی چھاؤں میں
ای گوشۂ تنہائی

پاتے ہیں جہاں تجھ کو دنیا میں ترے شیدا

---

۱ جدائی ۲ صبر کرنے والے ۳ جھنڈوں ۔ ۱۲

فی الفور ہیں اُن کے دُکھ درد ہیں ناپیدا
اے گوشۂ تنہائی

شاعر کہ مصور ہے فطرت کے نظاروں کا
ذرّوں میں ترے اُس کو جلوہ ہے ستاروں کا
اے گوشۂ الخ

طالب ہیں ترے اکثر جو علم کے طالب ہیں
آئینہ ترے دم سے مضمون و مطالب ہیں
اے گوشۂ الخ

تو مامنِ دلکش ہے جویائے حقیقت کا
مرکز ہے حقیقت میں پہنائے حقیقت کا
اے گوشۂ الخ

بازارِ دو عالم میں جو جنس نہیں ملتی
حیرت ہے کہ انساں کو آکر ہے یہیں ملتی
اے گوشۂ الخ

دنیا میں اگر کوئی منزل گہِ عقبیٰ ہے
وہ تیر اہی مسکن ہے وہ تیرا ہی ملجا ہے
اے گوشۂ الخ

ہر ایک تگ و دو کی ہے آخر کار آخر
گر تجھ سے یہاں بھاگے ہے کنجِ مزار آخر
اے گوشۂ الخ

خواہاں ہے دل و جاں سے محروم حزیں تیرا
کاش! اس کو دلِ ناداں ہونے دے مکیں تیرا
اے گوشۂ الخ

(۱۱ ستمبر - ۲۶ء)

ا اس کی جگہ ۲ حقیقت کا ڈھونڈنے والا ۳ وسط - بیچ ۴ پھیلاؤ ۵ چیز ۶ مقام
۷ ٹھکانا ۸ پناہ گاہ ۹ دوڑ دھوپ ۱۰ کونا - ۱۲

پیامِ مرگ

سوءِ تقدیر سے تدبیر بگڑتی ہی گئی
جس پہ دنیا کی دوا اور دعا صرف ہوئی
اُس کی صحت کا نہ پہلو کسی عنوان نکلا

تپ وہ تپ خلق میں تھی جس کی دوا
جس کو کہتے تھے مرض موت کا ساماں نکلا
درد وہ درد نہ جس درد کا درماں نکلا

دل شکن حوصلہ فرسا تھا وہ ہنگام کہ جب
دیکھ کر نبض مسیحا بھی پریشاں نکلا

بے بسی چارہ گروں کی تھی عجب درد فزا
آس سے یاس ہوئی یاس سے حرماں نکلا

بسترِ خاک لحد پر تو ملی چین کی نیند
تجھ پہ قرباں کہو اب تو یہ ارماں نکلا

خوابِ راحت سے اٹھو آؤ کوئی بات کرو
کہو کیا ماحصلِ ہستیِ امکاں نکلا

راز کچھ عالمِ بالا کے ہمیں معلوم ہوئے
کچھ پتہ ہستیِ مابعد کا اے جاں نکلا

دیکھو سو مرتبہ تاراجِ خزاں ہو ہو کر
پھول پھر نکلے ہیں پھر سبزۂ بستاں نکلا

تم کہاں جا کے چھپے ہو کہ نکلتے ہی نہیں
چھپ کے سو مرتبہ پھر مہرِ درخشاں نکلا

(نجمی - حسن ابرار نجفی)

دمِ واپسیں

ایک عالم رہ گیا ہاتھوں کو بس ملتا ہوا
جب چراغِ عمر ہی گل ہو گیا جلتا ہوا

بادشاہوں کو بھی دیکھا خاک میں ملتا ہوا
ہمدموں جب قافلہ اس روح کا چلتا ہوا

۱ رستہ ۲ طرح ۳ بری قسمت ۴ علاج ۵ دل توڑنے والا ۶ حوصلے کو پست کرنے والا ۷ وقت ۸ نتیجہ ۹ دنیا ۱۰ آخرت ۱۱ خزاں یعنی پت جھڑ سے اجاڑ ۱۲ باغ ۱۳ چمکتا ہوا چاند ۔ ۱۲

آہ کیسا وقت دردانگیز ہے
کیسا نظّارہ یہ رقت[1] خیز ہے

اُف ہے کیسا یہ دل خراش[2] سماں
عالمِ نزع میں ہے اک جواں

اک طرف دوست آشنا ہیں کھڑے
اک طرف غم میں اقربا ہیں کھڑے

اک عجب خامشی کا عالم ہے
جس کو دیکھو وہ چشم پرنم[3] ہے

کوئی فکرِ دوا میں ہے مصروف[4]
کوئی دل سے دعا میں ہے مصروف

سرنگوں[5] اک طرف طبیب کھڑے
سب ہی بیمار کے قریب کھڑے

آہ اب اس مریض کی حالت
ہوگئی اور بھی ردی[6] حالت

رُخ کی رنگت بھی اب بدلنے لگی
نبض بھی اب تو سست چلنے لگی

اور حالت بگڑ گئی دیکھو
سانس[7] بھی اب اکھڑ گئی دیکھو

ایک بچی بھی ہے قریب کھڑی
منتظر[8] وہ بدنصیب کھڑی

دیکھ کر سب کے منہ پہ رنج و ملال
کچھ نہ سمجھی کہ کیا ہے باپ کا حال

دیکھا جب سب کو چپ کھڑے ہیں اداس
دوڑی اندر گئی وہ ماں کے پاس

غم زدہ ماں بھی سر جھکائے ہوئے
اشک آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے

کیسی حالت بنائے بیٹھی ہے
لو خدا سے لگائے بیٹھی ہے

۱ جس پر رونا آئے ۲ دل کو زخمی کرنے والا یعنی دل کو تکلیف پہنچانے والا ۳ رو رہا ہے ۴ لگا ہوا ہے ۵ سر جھکائے ہوئے ۶ خراب ۷ سانس کو لکھنو والے مونث اور دلی والے مذکر بولتے ہیں ۸ حیرت میں — ۱۲

آہ معصوم بچی نے جا کر / کر دیا ماں کا اور ٹکڑے جگر
گود میں جا کے پہلے بیٹھ گئی / پھر جھپٹ کر گلے سے یہ بولی
آپ چپ چاپ کیوں ہیں بیٹھی یہاں / کس لیئے رو رہی ہو اماں جان
ابا کمرے میں چپ پڑے ہیں کیوں / لوگ گھیرے ہوئے کھڑے ہیں کیوں
اور بھی لوگ آتے جاتے ہیں / میرے ابا کو کیوں ستاتے ہیں
چل کے کمرے میں سب کو منع کرو / نیند آتی ہے شاید ابا کو
اس کی ان بھولی بھالی باتوں نے / ق / دل ہلا دینے والی باتوں نے
کیا کیا ہائے ماں کے دل پہ اثر / کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے جگر
دل میں سمجھی کہ اب ہے حالت غیر / چیخ اٹھی کہ ہو الٰہی خیر!
حال اب کیا کروں قلم آگے / اب تو چلتا نہیں قلم آگے

سفرِ آخرت (۱)

دنیا سے سفر جب کہ بشر کرتا ہے
انجام کی ہر شے پہ نظر کرتا ہے
طفلی سے جوانی ہے یہ بڑھ کر ہے عزیز
پیری کے کوئی ساتھ سفر کرتا ہے

کیا سخت گھڑی ہو گی اجل آئے گی جس دم
کھنچ کھنچ کے ہر اک رگ سے نکلنے لگے گا دم
کیا دیکھیں گے ہر ایک کو حسرت سے بصد غم
اتنی بھی زباں ہل نہ سکے گی کہ "چلے ہم"

سب ہی کے لیئے اک روز یہ تکلیف دھری ہے
اس پر بھی یہ غفلت ہے عجب بے خبری ہے

بھائی نہیں اپنے ہیں نہیں ہے پسر اپنا
بیگانے ہیں سب ہووے گا جس دم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا
دو گز ہے کفن قبر کا گوشہ ہے گھر اپنا

کچھ ساتھ بجز بیکسی و یاس نہ ہوگا
رہ جائیں گے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا
(انیس)

سفرِ آخرت (۲)

ہاں سچ ہے محل یہ بات کہنے کا نہیں
کب خونِ جگر آنکھ سے بہنے کا نہیں
انساں کا ضعیفی میں جو سر ہلتا ہے
مطلب ہے کہ یہ مقام رہنے کا نہیں

یہ راہ وہ ہے جس میں کئی منزلیں ہیں سخت
نا بستی کوئی ملتی ہے اور نا کوئی درخت
نا دلق[1] ساتھ جائے گا اور نا شاہانہ[2] رخت
نا بوریہ گدا کا نہ شاہوں کے ہوں گے تخت

یکساں وہاں ہے قدر سلیمان و مور کی
دشوار سب سے منزلِ اوّل ہے گور کی

[1] گدڑی [2] بادشاہی سامان ۔۱۲

ہیں پانچ منزلیں جو کڑی سنئیے اُن کا حال
پہلے ہے نزع دوسرے دنیا سے انتقال
پھر ہے فشارِ قبر[۱] نکیرین[۲] کا سوال
پھر روزِ[۳] باز پرس کہ وہ سخت ہے کمال
سو درگہِ خدا میں گرامی ہیں پنج تن
ان پانچ منزلوں کے بھی حامی ہیں پنج تن

موت کی گھڑی

جو عدم سے آگیا دنیا میں بولی ہنس کے موت
اور لو دو چار دن کے میہماں پیدا ہوئے
موسمِ خاص میں ہوتے ہیں شجر برگ فشاں[۴]
پھول مرجھاتے ہیں جب باغ میں آتی ہے خزاں
صبح ہوتی ہے تو ہوتے ہیں ستارے پنہاں[۵]
لیکن اے موت مقرر ہے ترا وقت کہاں
دن کو ہوتا ہے غمِ دہر[۶] سے ہر ایک کو کام
دوست ملجائیں بہم آتی ہے اس واسطے شام

---

۱ قبر کا دبانا ۲ منکر نکیر دو فرشتے ہیں جو قبر میں مُردے سے سوال جواب کریں گے ۳ میدانِ حشر ۴ پتے جھاڑتے ہیں ۵ پوشیدہ ۶ زمانے کے افکار۔ دنیا کے دھندے ۔ ۱۲

رات ہوتی ہے کہ ہو سب کو مُیسّر[1] آرام
لیکن اے ہوت ترے آنے کے ہیں وقت تمام
ہم کو معلوم ہے کب بدر[2] کو ہوتا ہے ہلال[3]
اُڑ کے کب جائیں گے مرغانِ ہواسوئے شمال
کب خزاں آ کے گلستاں کو کرے گی پامال
کون بتلائے کہ کب کیجے ترا استقبال
کیا وہ موسم ہے ترا جب کہ بہار آتی ہے؟
اور صبا حُسنِ گلِ تر کو نکھار آتی ہے
یا خزاں باغ میں جب سے کہ غبار آتی ہے
نہیں ہر وقت تو کرنے کو شکار آتی ہے
تو وہاں بھی ہے جہاں ملتے ہیں دو سینہ فگار
دکھڑے رونے کے لیئے بیٹھ کے زیرِ اشجار
تو وہاں بھی ہے جہاں ملتی ہیں فوجیں خونخوار
اور دکھاتی ہے جہاں رزم[4] میں جوہر تلوار
بحر و بر سب کو ہے منظور اطاعت تیری
کر رہی کام ہوا میں بھی ہے طاقت تیری

۱؎ حاصل ہو ۲؎ پورا چاند۔ چودھویں رات کا چاند ۳؎ نیا چاند ۴؎ لڑائی۔ ۱۲

دل سے راحت میں بھی جاتی نہیں ہیبت[1] تیری

ہم جہاں جائیں نظر آتی ہے صورت تیری
(پیارے لال۔ شاکر میرٹھی)

موت

موت اُس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیئے

اے موت بحر و بر[2] پہ ہے سکہ رواں ترا
ظالم مطیع[3] حکم ہے سارا جہاں ترا

راہِ جفا[4] پہ کوئی نہیں ہم عناں[5] ترا
توسن[6] رواں ہے صورتِ برقِ تپاں[7] ترا

کچھ کچھ شریک جور ہے گو آسماں ترا
لیکن وہ دوں[8] خصال[9] بھی ثانی کہاں ترا

تو پھول توڑ لیتی ہے اس کے چمن سے بھی

ہر صبح ہے رخِ مہ انجم پہ مُردنی

ماتم کدہ یہ دہر ہے جو تیرے دم سے ہے
ویراں ہر ایک شہر جو ہے تیرے دم سے ہے

دریائے غم میں لہر جو ہے تیرے دم سے ہے
نالوں میں لہر ہے جو ہے تیرے دم سے ہے

جو دل ہے تیرے داغ سے یاں لالہ زار ہے

ماہی سے ماہ تک جو ہے سو داغ دار ہے

مارا کسی غریب کو تو نے وطن سے دور
ماں باپ سے بہت ہے بھائی بہن سے دور

---

[1] خوف۔ ڈر [2] تری خشکی [3] تابع دار [4] ظلم [5] ساتھی [6] گھوڑا [7] تڑپنے اور کوندنے والی بجلی [8] کمینہ [9] خصلت [10] زخمی

لاشہ کوئی پڑا ہی مزار و کفن سے دور — دستِ صدائے شیون و شور و محن سے دور

پھولوں کی آہ ناز بھری انجمن سے دور — گھونٹا گلا ہزار[2] کا صحنِ چمن سے دور

گھیرا کسی کو درتہ دریا کے درمیاں

پھانسا کسی کو دامنِ صحرا کے درمیاں

تو جس کا بچہ لے گئی اُس ماں کا حال دیکھ — جاری ہیں اشک گریہ ہوئے ماہ و سال دیکھ

اے موت دیکھ طولِ زمانِ ملال دیکھ — اب تک اٹھے ہیں گرد سے سب سر کے بال دیکھ

ایسی بھی غم زدوں کی کہیں ہے مثال تو — ہر وقت رونے دھونے سے ہے آنکھ لال دیکھ

نورِ نظر کے غم میں یہ اتنا جو روئے گی

آنکھیں تو خیر جان کو اک روز کھوئے گی

اے موت آہ تیرے ستائے ہوئے یتیم — نقشِ غلط کی طرح مٹائے ہوئے یتیم

وہ سیلِ اشکِ خوں سے بہائے ہوئے یتیم — سوزِ غمِ نہاں سے جلائے ہوئے یتیم

دوشِ پدر سے خاک پہ آئے ہوئے یتیم — گودی سے ماں کی آہ چھڑائے ہوئے یتیم

روتے ہیں اور دیتے ہیں رُو رُو دعا تجھے

ان کو رُلا کے موت بھلا کیا ملا تجھے

عاشق کو آکے حسن کا جلوہ دکھا گئی — دل آ گیا کسی پہ تو بس موت آ گئی

---

۱ رنج ۲ ہزار سے ہزاروں بھی مراد ہو سکتے ہیں اور ہزار بلبل کو بھی کہتے ہیں۔
۳ آلودہ ۴ [illegible] کہ جس طرح غلط نقش کو بے دھڑک مٹا دیتے ہیں ۵ آنسوؤں کا طوفان ۶ باپ کے کندھوں سے ۱۲

پروانے کے شکار کو شمعیں جلا گئی
گل سے بہر عندلیب چمن میں کھلا گئی

جھونکوں میں جب سموم کے ظالم سما گئی
دم میں چراغِ ہستیِ گل کو بجھا گئی

صیاد بن کے مرغِ چمن زاد پر گری
اور برق ہو کے خانۂ صیاد پر گری

ای موت مت ڈرا مجھے مجھ کو فنا نہیں
جلنے کا مجھ پہ نام کو جادو ترا نہیں

کچھ ابتدا نہیں ہے مری انتہا نہیں
میں وہ ہوں جس سے چھیڑ کی لینا بجا نہیں

تیری رسائی جسم سے آگے ذرا نہیں
ہاں جسم تیرا مال ہے بے شک مرا نہیں

ای موت تیری آگ مجھے کب جلا سکے
آغوشِ قبر تو مجھے کیوں کر دبا سکے

مزار

دنیا کا طریقہ ہے کہ جب مرتا ہے انساں
رو دھو کے غرض کرتے ہیں تکفین کا ساماں

لے جاتے ہیں سب مل کے سوئے شہرِ خموشاں
ہاتھوں سے تہِ خاک اُسے کرتے ہیں پنہاں

مٹی کا لگا دیتے ہیں انبارِ گراں ایک
کہتے ہیں ہوئے آدمی کا ہے یہ نشاں ایک

کرتا ہے اگر تنگ بہت ہی دلِ مضطر
بے ساختہ تربت سے لپٹ جاتے ہیں جا کر

دو پھول چڑھا دیتے ہیں لے کس کی لحد پر
کرتے ہیں خطاب اُس سے کبھی رو کے دن بھر

فی الجملہ حرارت تو نکل جاتی ہے دل کی
گو کچھ نہ ہو ہوتی ہے مگر دل کو تسلی

مزارِ دوست

قبر پہ الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا
ہم گریباں چاک کا تم میں تردد رہ گیا

۱ واسطے ۲ لو ۳ نہایت گرم ہوا ۴ گود ۔
۵ قبرستان کی طرف ۶ بھاری ۷ ڈھیر ۔ ۱۲

شاد ہے کچھ تو بھی زیرِ خاک اے نازک بدن
کیا ہوا مرنے کے بعد اے راہیِ مُلکِ عدم؟
ہم نشیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے؟
جس محل میں جا کے تو اُترا ہے اے رنگیں ادا
اہلِ صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا طرز ہے؟
بات کرنے کی صدا اصلا کبھی آتی نہیں
قبر سے آئی صدا اے دوست بس خاموش رہ
بھول کیسے باغ کیسا عقل تیری ہے کہاں؟
گر تمھیں وہ پیکرِ نازک ہمارا یاد ہو
اب زیادہ بات کر سکتے نہیں لے گھر کو جا

شمعِ روشن ہیں گلوں سے قبر پر انبار ہیں
لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں؟
راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر ہیں بازار ہیں؟
کس طرح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں؟
خوش بیاں خوش وضع یا کج فہم بدگفتار ہیں؟
کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں؟
ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں؟
کنجِ تنہائی ہے اور افعی گلے کا ہار ہیں؟
آج خاکِ قبر سے اس بچ منو کے یار ہیں
دل میں آزردہ نہ ہونا کیا کریں ناچار ہیں

خوابِ قبر

اے ہستی بند ہستی سے تو چھڑا دے مجھ کو
صہبائے بےخودی کے ساغر پلا دے مجھ کو
اے قبر ایک مدت سے وصل کا ہے ارماں

آسودگی بگوشۂ ہستی ندیدہ ایم
جاں دادہ ایم و کنجِ مزار خریدہ ایم
آزاد کر کے اپنا بندہ بنا دے مجھ کو
آ! حجرۂ لحد میں چل کر سُلا دے مجھ کو
آغوش وا ہیں لے لے شفقت پہ تیری قرباں

۱ خوش ۲ ساتھی ہم نشیں ۳ ٹیڑھی سمجھ والے ۴ بدزبان ۵ ہرگز ۶ تنہائی کا کونا ۷ سانپ ۸ دنیا میں تو آرام ملا نہیں۔ جان دے کر ہم نے قبر کا یہ کونا سنبھالا ہے

۱ شہر اپ ۔ ۱۲

سُنسان مقبرہ ہو ہر سو ہو ہُو کا عالم
ہر پھول داغِ غم ہو ہر شخل شخلِ ماتم
تنہائی ہو فقط خاکی مکاں کی میری
میں ہوں فقط اکیلا کچھ مال ہو نہ زر ہو
کپڑا سفید سر سے پا تک تنا ہوا ہو
وہ دن کب آئیں گے جب احباب رو رہے ہوں

کفن دفن

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا
نظیر آگئے ہم کو ہوس تھی کفن کی

قبر

بولی کہ یا علی یہ قیامت کا وقت ہے
میت پہ بعدِ دفن یہ آفت کا وقت ہے
ہمدم نہیں رفیق نہیں مہرباں نہیں

اور لہلہا رہا ہو سبزے کا ایک پرچم
آنسو بہا رہی ہو تربت پہ میری شبنم
اور لے کسی ہو دربان اس آستاں کی میری
دو گز کا اک کفن ہو کچھ پاس اپنے گر ہو
ڈھیلوں کا ایک تکیہ سر سے مرے لگا ہو
ہم اپنا منہ لپیٹے بے فکر سو رہے ہوں
تنِ مردہ کو کیا تکلّف سے رکھنا
گیا وہ تو جس سے مزیّن یہ تن تھا
مشبّن بدن تھا معطّر کفن تھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا
جو سوچا تو ناحق کا دیوانہ پن تھا
آنکھوں کے آگے قبر کی تنہائی پھر گئی
موتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھوں سے گر گئی
مرنے سے سخت قبر کی وحشت کا وقت ہے
اس وقت وارثوں کی محبت کا وقت ہے
یہ وہ جگہ ہے کوئی کسی کا جہاں نہیں

ا چوکھٹ ۲ ویرانی ۱۲۰

وہ اجنبی مکاں وہ اندھیرا اُدھر اُدھر
نہ شمع روشنی کے لیئے نہ شگافِ در[1]
کس کو کوئی پکارے کہاں جائے کیا کرے

بچے کی قبر

گوری گوری اس کی وہ رنگت وہ مکھڑا چاند سا
کل بلائیں لیتی تھی تو دیکھ کر اندازِ خواب
اُف وہ دہشتناک جنگل اور اندھیاری وہ رات
لے خبر لے دیکھ ڈر جائے نہ وہ بچہ کہیں
کیا ہوئی وہ تیری الفت کیا ہوئی وہ مامتا
اپنے سینے سے لگا کر تو سلاتی تھی اِسے
آج لپٹے ہیں اسی میں چند کیڑے قبر کے
ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے اٹا سب خاک میں
جب تری آواز سنتا تھا مچل جاتا تھا وہ
اک اشارے سے کسی کے ہو گئی ہے آج بند

پہلے پہل وہ بستی ویرانے کا سفر
ہمسایہ وہ کہ دو پہر سے ایک بے خبر
آسان سب کی قبر کی منزل خدا کرے
بے خبر ہاں تجھ کو اس بچے کی بھی ہے کچھ خبر
گود میں تیری ہی ہمکتا[2] تھا جو کل تک بار بار
اور وہ صورت اس کی جس پہ رات دن تجھی تو نثار
آج کیوں آتا نہیں ہے تیرا اس کے تجھ کو پیار
آہ وہ معصوم بچہ اور وہ کنجِ مزار
کیا آغوش میں لینا ہے تیرا ننگ و عار
کیا نہیں اس کے لیئے دل آج تیرا بے قرار
آج وہ ہے اور اک کنجِ لحد تاریک و تار[3]
جس گلے میں تو نے پہنائے تھے تعویذوں کے ہار
ہاں وہ پیکر جو تھا کل تک تیرے زیبِ کنار[4]
آج وہ ہے اور خموشی ہے لاکھ اس کو پکار
اس کی وہ آواز جو تھی رشکِ صوتِ ہزار[5]

۱ گھر کی ۲ اُچھلتا۔ کودتا ۳ اندھیری ۴ گود کی رونق۔
۵ بلبل کی طرح چہکتا تھا۔ ۱۲

جس کو پہنایا تھا تو نے جامۂ گلدوز[1] کل
آج اُس کے تن پہ کیڑوں نے کیے نقش و نگار

زندگی میں تھی ہر اک عیب و ہنر پہ تھی نظر
دیکھ لے یہ حال بھی جا کر بچشمِ اشکبار

(مرزا محمد ہادی۔ عزیز لکھنوی)

ماں کے بین

ٹک تو پیارے لب کو کھول
غوں غاں کر یا در سے بول

ہی ہی میرے لال انمول
جی ماں کا ہے ڈانواں ڈول[2]

تجھ بن میرے نور العین
کیوں کر ہو اس دل کو چین

روتا ہیں کس کو بہلاؤں
دودھ تھپک کر کس کو پلاؤں

چھاتی آگے کس کو سلاؤں
جھولے میں اب کس کو جھلاؤں

تجھ بن الخ

ننھے کو چڑیا جو گنوائے
جنگل جنگل ڈھونڈنے جائے

دانا پانی اس کو نہ بھائے
رین بسیرے نیند نہ آئے

تجھ بن الخ

جاگ پیارے ہوئی اویر
سووت "للا" اتنی دیر

مجھ ماں سے مت آنکھیں پھیر
زیست سے مجھ کو مت کر سیر

تجھ بن الخ

(شیخ ولی محمد۔ نظیر اکبرآبادی)

شبِ غم

وہی شام دھندلی دھندلی وہی رات کالی کالی
وہی خامشی ہوا میں وہی بدلیوں کی جالی

---

[1] وہ کپڑا جس پر پھول بوٹے کڑھے ہوئے تھے [2] پریشان ۔ ۱۲

وہی شمع پھیکی پھیکی وہی ساتھ رونے والی — وہی میں ہی مرا دل وہی شورشِ خیالی

شبِ غم بری بلا ہے شبِ غم بری بلا ہے

مرے گھر میں کیوں خموشی مرے دل پہ کیوں تباہی — یہ مکاں ہے یا کہ صحرا میں مکیں ہوں یا کہ راہی

در و بام پر ہے اکثر شبِ گور کی سیاہی — میں ہوں زندہ یا کہ مردہ مجھے کیا ہوا الٰہی

شبِ غم الخ

میں کسے یہاں پکاروں کہ نہیں نشاں کسی کا — نہ قدم کی کوئی آہٹ نہ گزر یہاں کسی کا

ہے جہاں میں کوئی مونس کوئی رازداں کسی کا — ہے مکیں یہاں کا تنہا یہ بھی ہے مکاں کسی کا

شبِ غم الخ

ترے رحم سے بسر ہے شبِ محن یا الٰہی — نظر آئے پھر کسی کی مجھے انجمن الٰہی

مری روح چھوڑ جائے نہ دیارِ تن الٰہی — کہیں دامنِ شبِ غم نہ بنے کفن الٰہی

شبِ غم الخ

(محروم)

گریہ

بھاتا ہے مجھ کو رونا ابرِ بہار تیرا

ہے موتیوں کی مالا اشکوں کا ہار تیرا

معشوق ہو کہ عاشق دونوں میں پیار تیرا — بلبل کو اور گل کو ہے انتظار تیرا

برسات نے ملائے یہ خوب یار دونو — آ مل کے روئیں ہم تم ابرِ بہار دونو

سینے میں دل ہے میرے اور برق تجھ میں پنہاں — دونو میں اک تڑپ ہے بیتاب دونو یکساں

دونو مچل مچل کر کرتے ہیں ہم کو حیراں — شوریدہ سر ہیں دونو دونو ہیں خانہ ویراں

وہ دیکھ کس طرح ہیں اب بے قرار دونو — آ مل کے روئیں ہم تم ابرِ بہار دونو

کرتے ہیں ابرِ نیساں اب مل کے اشک باری — دیکھیں کہ رنگ لائے کیا اپنی آہ و زاری

۱۔ کوٹھے کے دروازے ۲۔ غم کی رات ۳۔ بدن کا ملک ۴۔ دیوانے ۔۱۲

کچھ کر دکھائیں ہم بھی غضب گر تمھاری
ہو جائے گی یہ دنیا اک پل میں غرق ساری

جی بھر کے روئیں گے جب زار و قطار دونو
آ مل کے روئیں ہم تم ابر بہار دونو

دریا کا ہو کنارا اور چل رہی ہوا ہو
بجلی تڑپ رہی ہو چھائی ہوئی گھٹا ہو

اک دم مزاج برہم صبر و قرار کا ہو
قلب و جگر کو تھامے محروم بھی اگر ہو

ہو جائیں دل ہی دل میں بے اختیار دونو
اُس وقت مل کے روئیں ابر بہار دونو

گوہرِ اشک

سر چلی تھیں ہوائیں اور اندھیری رات تھی
سو رہی تھیں سو کے بستر پہ کرنیں چاند کی

نازنیں اک مرقدِ نو بستہ دلدار پر
بیٹھ کر آنسو بہانے لگ گئی با چشم تر

برف کے مانند قطرہ اشک کا وہ جم گیا
صبح کو سورج کی کرنوں نے اُسے چمکا دیا

اتفاقاً اک فرشتے کا ہوا اُس پر گزر
دیکھا پایا اُس نے وہ اشک درخشاں قبر پر

جھٹ اٹھا کر لے گیا اُس نے وہ دُرِّ بے بہا
اور وہ اس کے تاج سر کے واسطے زینت ہوا

دنیا

دنیائے دنی محلِ آفات بھی ہے
فکرِ روزی مخلِ اوقات بھی ہے
جیتا رہے آدمی تو اک بات بھی ہے
طرہ پھر اُس پہ یہ کہ مرنا بھی ہے

یہ دنیا ہے اوگھٹ گھاٹی پگ نہ بہت پھیلاؤ جی
اتنے ہی پھیلاؤ کہ جس کے سکھ سے دکھ نا پاؤ جی

۱؎ نئی بنی ہوئی قبر ۲؎ کمینی دنیا ۔ رذیل ۳؎ روزی کی فکر اوقات میں کھنڈت بھی ڈالتی ہے ۱۲

اس دنیا کے جتنے دھندے سگرے گورکھ دھندے ہیں

ان کے پھندے جا نہ پڑو تم پاس نہ من الجھاؤ جی

یہ مانس ہے مورکھ تو بھی سب پر جی للچائے ہے

چاہے جتن ہو تو اس مورکھ کو جیسے بنے سمجھاؤ جی

جس کاج کا ہونا کٹھن تم اپنے من میں جانو ہو

اس کی دیا سے سہج وہ سمجھو اتنا نا گھبراؤ جی

عمر اکارت تم نے کھوئی کچھ ایدھر کا دھیان کرو

بہت گئی اور تھوڑی ہی رہی ہے یہ بھی یوں نہ گنواؤ جی

شدھ بدھ دی کرتار نے تجھ سوچ سمجھ کر کرنا کچھ

ایسی کرنی مت کرنا جو کر کے پھر پچھتاؤ جی

کہیے نہ بھولا اس کو ظفر جو صبح کا بھولا شام کو آئے

چھوڑ کے سگرے جھگڑے رگڑے رب سے دھیان لگاؤ جی

(محمد سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ ظفر)

دنیا

قدرت سے یہ جو تن کی بنی ہے ہر ایک کل

جب تک یہ کل بنی ہے تبھی تک پڑی ہے کل

گر ہو خدانخواستہ اک کل بھی چل بچل

پھر تو خوشی نہ عیش نہ کچھ زندگی کا چل

دنیا ہی چند روز نہ اس پر اُچھل کے چل
عبرت کدہ ہے اس میں تو غافل سنبھل کے چل

دنیا سے ایک روز سفر تجھ کو ہے ضرور
سیدھی طرح سے چاہیے تو چاہے مچل کے چل

پاداشِ عمل

مقامِ حیرت ہے دورِ گردوں[۱] فرِ البصیر[۲] کی آنکھ وا کر
فلک کے پردوں میں ساز کیا ہے؟ کبھی یہ راگنی سنا کر

ہے کیسا یہ انقلاب جاری[۳] زباں پہ سائر[۴] مکاں پہ ساری
نہ اس سے خاکی[۵] بچا نہ ناری[۶] فلک پہ پونہچا زمیں پہ چھا کر

کہیں بلندی کہیں ہے پستی یہی ہے رمزِ مصافِ[۷] ہستی
اسے اُبھارا اُسے دبا کر اِسے جگایا اُسے سُلا کر

جبل[۸] ہیں دریا ہیں گلستاں ہیں ملخ[۹] ہیں ماہی[۱۰] ہیں انس و جاں ہیں
سدا قوی اور ناتواں ہیں رہا تنازع[۱۱] جہاں میں آکر

ہے مصر کا گاہ دور دوراں ہے گاہ یوناں کا فرۂ[۱۲] شاں
کبھی ہے ایراں کبھی ہے توراں گئے یہ سب نوبتیں بجا کر

---

۱ زمانے کی گردش ۲ کھول ۳ جاری ہے ۴ داخل ۵ و ۶ انسان اور جن انسان خاک سے پیدا ہوا ہے اور جن آگ سے ۷ دنیا کا میدان ۸ پہاڑ ۹ ٹڈی ۱۰ مچھلی ۱۱ جھگڑا ۱۲ کبھی ۱۳ شان کا پھریرہ ۱۲

خدا کی عادت رہی سدا[1] لَا یُغَیِّرُ اللّٰہُ مَا بِقَوْمٍ
مگر بدلتی رہی ہیں قومیں، عمل کی پاداش[2] اپنے پا کر

یہ بحرِ مواج کے تھپیڑے، ڈبوتے ہیں غافلوں کے بیڑے
ہیں پونہچے ساحل[3] پہ اہلِ ہمت، طلب کے چپو چلا چلا کر

جو قوم سے لَو لگا رہے ہیں، وہ نقدِ جاں تک لٹا رہے ہیں
وہ کاخِ ملت[4] بنا رہے ہیں، بنائیں[5] اپنے گھروں کی ڈھا کر

ہیں جن کے سینوں میں دل پھڑکتے، وہ مشکلوں سے نہیں جھجکتے
ہیں مثلِ پروانہ سر ٹپکتے، وہ عشق میں بال و پر جلا کر

ہیں راہ رَو[6] گرتے پڑتے جاتے، رہِ ترقی میں بڑھتے جاتے
ہیں بامِ دولت پہ چڑھتے جاتے، کمندِ ہمت لگا لگا کر

الٰہی خیر اپنے قافلے کی، نہیں جسے فکر مرحلے[7] کی
یہ مستِ خواب اب بھی سو رہے ہیں، تھکے سب اُن کو جگا جگا کر

کچھ ایسی قسمت ہی ان کی پھوٹی، کہ اوجِ عزت[8] کی آس ٹوٹی
ابھی تو شاخِ مراد سے یہ، گرے ہیں جھولے جھلا جھلا کر

---

[1] پوری آیۃ کلام مجید کی یوں ہے "لَا یُغَیِّرُ اللّٰہُ بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنْفُسِہِمْ"
اللہ کبھی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو آپ نہ بدلیں۔
خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی ٭ نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

[2] بدلا [3] کنارہ [4] دین کا محل [5] بنیادیں [6] رستہ چلنے والے [7] مشکلیں [8] عزت کی بلندی ۱۲

یہ دولتِ ملک و کامرانی، تو سب بہاریں تھیں آنی جانی
مگر یہ سیلاب[1] کی روانی[2]، تو لے گئی دین و دل بہا کر

دلوں میں اپنے نہاں[3] ہیں کینے، بھرے ہیں بغض و حسد سے سینے
یہ رہ گئے قوم کے دفینے[4]، وہ گنجِ[5] الفت لٹا لٹا کر

ہے رہنماؤں کا زور ہر سو، ہے پیشواؤں کا شور ہر سو
بنائے کیا کیا طلسم[6] کثرت، وہ رنگِ وحدت[7] مٹا مٹا کر

رہو گے اس دار و گیرِ[8] دوراں میں، ہمدمو! مست خواب کب تک
نہنگ کی امواجِ[9] جاں ستاں میں، یہ آن بان اے حباب کب تک

خادمانِ قوم
(ناظر)

خدا کی رحمت ہو اہلِ دل پر، جو قوم کا غم ہیں کھانے والے
الٰہی ان کو بنائے رکھیو، ہیں اپنی بگڑی بنانے والے

عزیزو اس رہ میں چھوڑ جانا، کچھ اپنی غیرت کی یادگاریں
کہ نقشِ پا پر تمہارے لاکھوں، ہیں قافلے پیچھے آنے والے

نہیں جہاں میں کوئی ٹھکانا، بجز[10] آستانِ شہ دو عالم
کہ جس کے دربار میں ملائک، ہیں عجز سے سر جھکانے والے

۱ طوفان ۲ بہاؤ ۳ چھپا ہوا ۴ مال خزانے جو گڑے ہوئے ہوں ۵ محبت کے خزانے ۶ بہت سی اعجوبہ چیزیں ۷ خدا کو ایک جاننا اور ماننا ۸ پکڑ دھکڑ بازپرس ۹ جان لینے والی موجوں میں ۱۰ سوائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ

۱۲

وہ جلوۂ ذاتِ ذوالجلالی[1]، وہ مظہرِ شانِ ذوالجمالی[2]
کہ جس کے در پر سدا سوالی، مرادیں دل کی ہیں پانے والے
وہ اہلِ زور اور اہلِ فن کے، طلسمِ حیرت سٹانے والے
وہ چشمِ اہلِ جہاں کو نور، خدا کا منظر دکھانے والے
وہ ہفت کشور[3] میں عدل و انصاف کی منادی کرانے والے
وہ چار دانگِ جہاں[4] میں وحدت کی پنج نوبت[5] بجانے والے
وہ خاکِ یثرب[6] کو سرمۂ چشمِ اہلِ ایماں بنانے والے
عرب کے بے آب ریگِ صحرا پہ سیلِ رحمت بہانے والے
ہمارے مولا! ہمارے والی، ہیں آستاں پر ترے سوالی
یہ نونہالانِ باغِ قومی، کو گودیوں میں کھلانے والے
سلام و صلوٰۃ تم پہ لاکھوں، شفیعِ روزِ جزا ہمارے
نہیں ہے بیڑے کو خوفِ طوفاں، جو آپ ہیں ناخدا ہمارے
(ناظر)

فنا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ[7]

[1] صاحبِ جلال [2] صاحبِ جمال [3] سات سلطنتوں میں [4] دنیا کی چاروں طرف [5] یعنی پانچوں وقت کی نماز [6] مدینہ شریف [7] جتنی مخلوقات روئے زمین پر ہے سب فنا ہونے والی ہے (صرف) تمھارے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی جو بڑی عظمت والی اور بزرگ (ذات) ہے۔ ۱۲

کل سوئے[۱] گور غریباں جو ہوا میرا گزر
ہو گیا پیش نظر عالم ہو کا منظر

اپنی روداد سناتے تھے لحد کے کتبے
ایک افسانۂ عبرت تھے وہ خاموش کھنڈر

جن کے پرچم تھے فتح مندی و نصرت کی دلیل
جن کی شمشیر سے اقبال کے چھٹتے تھے شرر

جن کی سطوت[۲] سے دلیروں کے تھے پتّے پانی
جن کی ہیبت سے لرز جاتے تھے شیروں کے جگر

جن کے قبضے میں بحر و بر کی سلطانی تھی
جن کی چوکھٹ پہ جبیں[۳] گھستے تھے کسریٰ و قیصر

ناز تھا جن پہ جہاں گیری و فتاحی کو
جن کی آواز پہ جھکتے تھے سلاطیں کے سر

جن کی عظمت کا جہاں بھر میں بجا تھا ڈنکا
جن کا سکّہ تھا رواں دہر میں کشور کشور[۵]

تھے جڑے تاج میں اور تخت میں جن کے الماس
اور سر پر کھلے رہتے تھے زرّیں چھتر

جن کے ایوان تھے سر تا بہ فلک رفعت[۶] میں
زیب و زینت میں دلہن سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر

ماند تھی محفل جم بزم[۷] طرب سے جن کی
شمع محفل تھے جہاں اہل خرد اہل ہنر

جن کے دروازے سے دولت کا نشاں ملتا تھا
کسی گنتی میں نہ تھے سیم و زر و لعل و گہر

مستمندوں[۸] کے لیے وقف تھی جن کی دولت
اک توجہ میں سنور جاتے تھے بگڑے ہوئے گھر

فکر تھی جن کی رسا[۹] جن کا ارادہ تھا مصمم[۱۰]
تھی ظفر جن سے قریں[۱۱] اور نصیبا یاور[۱۲]

---

۱ طرف ۲ رعب داب ۳ پیشانی ۴ فتح کرنا ۵ سلطنت بہ سلطنت ملک بہ ملک
۶ جن کی بلندی آسمان تک پہنچی تھی ۷ خوشی کی مجلس ۸ خوش نصیبوں ۹
مطلب پر پہنچنے والی ۱۰ پکا ۱۱ پاس ملی ہوئی ۱۲ موافق - مددگار
یعنی تقدیر سیدھی تھی اور نصیبہ زوروں پر تھا - ۱۲

جن کی یہ آن تھی یہ شان تھی یہ شوکت تھی — جن کی تمکین سے تھی بزمِ جہاں زیر و زبر
حیف صد حیف وہ گورِ غریباں کے مکیں — دفن تھے خاک میں اور خاک تھی ان کے اوپر
اُن کی قبروں پہ جو گنبد تھے شکستہ تھے بہت — اینٹ مٹی سے تو چونے سے جدا تھا پتھر
بوم تھے گنبدِ شاہی کے نگہبانوں میں — بے کسی مرثیہ خواں تھی لحدِ شاہاں پر

یہ سماں دیکھ مرا درد سے جی بھر آیا — اور وہیں بیٹھ گیا خاک پہ میں تیورا[1] کر
وقت سے میں نے کہا پھر کہ یہ ساری کرتوت — ذات والا ہی کے ہیں جو مجھے آتے ہیں نظر
آپ کے دستِ تصرف نے بسایا ہے یہ شہر — آپ ہی کی ہے عنایت جو یہ آباد ہیں گھر
آپ کا سایہ بھی اک چھاؤں ہے ڈھلتی پھرتی — بات کی بات میں پھر جاتی ہے حضرت کی نظر
ازرہِ لطف[2] کچھ اس رمز[3] سے کیجے آگاہ[4] — آپ کی طینتِ[5] منحوس میں کیوں ہے یہ اثر

وقت نے کچھ نہ دیا میرے سوالوں کا جواب — اس کے نزدیک تھیں باتیں مری سب پوچ[6] لچر
ایک پرواز میں چمپت[7] ہوا وہ نظروں سے — اور میں رہ گیا ششدر کفِ حسرت[8] مل کر

---

۱ چکر کھا کر ۲ براہِ مہربانی ۳ بھید۔ راز ۴ واقف ۵ طبیعت خصلت ۶ فضول بےحقیقت۔ لغو۔ مہمل ۷ رخصت یعنی چل دیا ۸ افسوس سے ہاتھ مل کر۔ ۱۲

اس سے کچھ اور بڑھی جب مری بیتابیٔ دل — اتفاقاً رخِ "شہرت" پہ پڑی جا کے نظر
میں نے "شہرت" سے کہا پھر کہ ترا دنیا میں — نام رٹتا[1] ہے بصد شوق ہر اک فردِ بشر[2]
زندگی بخش ہے ہر سانس ترا مردوں کو — روح پرور ہے تری ایک توجہ کی نظر
ہے تری راہِ طلب سب سے الگ سب سے جدا — تجھ کو پاتے ہیں ترے نام پہ سر کٹوا کر
تجھ سے سلجھے گا مرا عقدۂ[3] مالاینحل — تجھ سے طے ہو گی مری منزلِ دشوار[4] گزر

کیا یہ سب تیرے فدائی ہیں جو یاں سوتے ہیں — چین کی نیند نہیں کچھ جنھیں دنیا کی خبر
یہ غلط ہے تو بتا اصلِ حقیقت کیا ہے؟ — کس کے ہاتھوں ہوئے یہ شیر فگن[5] زیر و زبر[6]

بن پڑا اس کا نہ "شہرت" سے بھی افسوس جواب — شرم سے رنج سے چپ ہو گئی تب مجھ سے سن کر یہ
دفعتہً[6] شدتِ اندوہ سے کھینچی اک آہ — "وقت" کی طرح سے لی "وقت" کی اس نے بھی ڈکر

پھر وہی گنبدِ ویراں تھے وہی میں تنہا — پھر وہی میرا جنوں پھر وہی وحشت کا اثر

محو تھا میں اسی دھن میں کہ یہ دیکھا میں نے — مسکراتی ہوئی پھرتی ہے "فنا" قبروں پر

---

۱ ہر وقت نام لیا کرتا ہے ۲ ہر ایک آدمی ۳ وہ مرحلہ جو کسی طرح نہ سلجھے مشکل کام ۴ جس سے پار ہونا مشکل ہو ۵ الٹ پلٹ ۔ برباد ۶ یکا یک غم کی سختی سے ۷ راہ ۔ رستہ ۱۲

جس کے تیور[1] سے ٹپکتا ہے غرور و نخوت — قدم اُٹھتا ہے بڑے ناز سے بل کھا کھا کر

سامنے آ کے کہا اُس سے بھی یوں "فنا" — تو ہی بتلا تجھے اس حال کی شاید ہو خبر

کس نے اس شہرِ خموشاں کی بنا[2] ڈالی ہے — خاک پر کس نے بکھیرے ہیں یہ اعلیٰ گوہر

سن کے یہ بات فنا جھٹ سے ہوئی یوں گویا[3] — کیا ہوا ہے تجھے کیوں تیری سمجھ پہ پتھر[4]

کس میں قدرت ہے کرے گلشنِ عالم تاراج[5] — کس کی طاقت ہے کرے نظمِ جہاں زیر و زبر

کس کی ہستی ہے جو کہلائے خداوندِ جہاں — ہاں مگر ایک "خداوند" خدائے اکبر[6]

اُس کو زیبا ہے شہنشاہیِ کونین کہ وہ — ایسا بے مثل ہے جس کا نہیں کوئی ہمسر

اُس کی توحید کے گاتے ہیں ترانے[7] شب و روز — فرش سے عرش تلک حور و ملک جن و بشر

ذرہ ذرہ سے عیاں شانِ خدائے یکتا — قطرہ قطرہ پہ رواں حکم خدائے برتر

جس کو چاہے اُسے دنیا میں سرافراز[8] کرے — جس کو چاہے اُسے ذلت سے کرے خوار و ابتر

جس کو چاہے اُسے دے سلطنت و تاج و سریر[9] — جس کو چاہے وہ کرے خاک نشیں خاک بسر

ہے بقا ایک اسی ذاتِ مقدس کو فقط — اور سب کے لیے ہے منزلِ فانی کا سفر

تاج والے ہی رہیں گے نہ یہاں باج گزار[10] — چل سکے گی نہ حکومت یہاں زور نہ زر

---

۱ انداز۔ طرز ۲ بنیاد ۳ اس طرح کہنے لگی ۴ کیوں تیری سمجھ اوندھ گئی ہے ۵ برباد۔ ویران ۶ بڑا ۷ گیت ۸ سربلند۔ نواز ۹ تخت ۱۰ خراج دینے والے ۔ ۱۲

اُس کی قدرت کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ ہی ہیں | تاجِ شاہی کو لگاتی ہوں ہمیشہ ٹھوکر
خود فنا ہوں مگر اوروں کو فنا کرتی ہوں | مجھ سے چھوٹے گا نہ دنیا میں کوئی فردِ بشر
کاہ سے کوہ[1] تلک جزو سے لے کر کل تک | سب پہ چلتا ہے عمل میرا بہ فرمانِ قدر
میں نے ہی شہرِ خموشاں کی بنا ڈالی ہے | میرے ہی زیرِ اثر تو ہیں سب گنبدِ در

متفرقات

(۱)

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ

روشِ مغربی ہے مدِّ نظر | وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈراما[2] دکھائے گا کیا سین[3] | پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ (اکبر)

(۲) دستور تھا کہ ہوتا تھا پہلے زمانے میں | مُلّا کا محتسب کا۔ خدا کا نبی کا ڈر
وو خوف رہ گئے ہیں ہمارے زمانے میں | مضمون نگار بیوی کا سی آئی ڈی[4] کا ڈر

(۳) ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے
واں کنٹر سب بلوری ہیں یاں ایک پرانا مٹکا ہے
اس دور میں سب مٹ جائیں گے ہاں! باقی وہ رہ جائے گا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکا اپنی ہٹ کا ہے

---

۱ گھانس کے تنکے سے لے کے پہاڑ تک یعنی چھوٹے بڑے تک۔ ۲ Drama = کھیل جس کی نقل تھیٹر میں کی جاتی ہے ۳ Scene = منظر تماشہ ۴ خفیہ پولیس Criminal Investigation Department

ای شیخ برہمن سنتے ہو کیا اہلِ بصیرت کہتے ہیں
گردوں[1] نے بلندی سے ان قوموں کو دے[2] پٹکا ہے
یا باہم پیار کے جلسے تھے دستورِ محبت قائم تھا
یا بحث میں اردو ہندی ہے یا قربانی یا جھٹکا[2] ہے

(۴) تہذیب کے مریض کو گولی[3] سے فائدہ! دفعِ مرض کے واسطے پِل[4] پیش کیجیے
تھے وہ بھی دن کہ خدمتِ استاد کے عوض دل چاہتا تھا ہدیۂ دل پیش کیجیے
بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پسِ سبق کہتا ہے ماسٹر سے کہ بِل[5] پیش کیجیے

(۵) بتوں سے میل خدا پر نظر یہ خوب کہی شبِ گناہ و نمازِ سحر یہ خوب کہی
فٹن[6] نفیس سے سیر کی خوش نما ڈنر[7] ہر شب یہ لطف چھوڑ کے حج کا سفر یہ خوب کہی
درست ہیں نہ عقیدے نہ ہیں عمل اچھے دعائیں کیوں نہیں ہوتا اثر یہ خوب کہی

(۶) اس عہد میں ہے بس اجل کوئی مذہب ہے نکتہ چینی ملت میں عیب جوئی
شوق عمل نہیں ہے فکرِ اجل نہیں ہے واعظ بنے ہیں اکثر عابد نہیں ہے کوئی

(۷) نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے تو خوشی پھر اس کی کیا ہے کوئی جنٹ[8] کوئی جج[9] ہے

---

[1] آسماں [2] ایک ضرب میں بکرے کا سر اڑا دینا [3] Pill = گولی [4] Bill = خرچ کا حساب۔ مراد یہ ہے فیس کا حساب دیدیجیے [5] Phaeton = کھلی گاڑی۔ [6] Dinner = رات کا کھانا [7] Joint = شریک [8] وین ضلع کے مجسٹریٹ کی مدد کو جو مددگار ملتا ہے وہ جنٹ کہلاتا ہے [9] Judge = حاکم عدالت

جو خیال ہیں نرالے تو مذاق ہیں انوکھے
نہ وہ وضع قوم کی ہے نہ وہ شان [illegible]

کہیں سیم کا ہے پھندہ کوئی دخترِ رز[1] کا بندہ[2]
ہے بھرا اسی[3] ناز و خندہ کہ دل اس میں گیا ہے [illegible]

(۸) نہیں اب شیخ صاحب کی وہ عادت
وضو کی اور مناجاتِ سحر کی

مگر ہاں چائے پی کر حسبِ دستور
تلاوت کرتے ہیں وہ پائنیر[4] کی

(۹) تم شوق سے کالج میں پھلو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو

بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

(۱۰) قوم کی پستی کے آثار

جس قوم کے بچے بے ادب ہوں
ماں باپ کے موردِ غضب ہوں

جس قوم کی عورتیں ہوں جاہل
اور سوئے فضولیات مائل

جس قوم کے نوجوان ہوں مغرور
رسم و رہِ انکسار سے دور

جس قوم کے پیر بدزباں ہوں
اور غصہ و غم سے نیم جاں ہوں

وہ قوم رہے گی پست دائم
ہووے گی اسے شکست دائم

---

۱ انگور کی بیٹی یعنی شراب کیونکہ شراب انگور کو [illegible] کر کے بنائی جاتی ہے ۲ غلام

۳ [illegible] ۔ ۴ [illegible] الہ آباد کا ایک مشہور روزانہ اخبار [illegible]
[illegible]

خیر مقدم (۱۱)

بعدِ شبِ تار[1] صبحِ خنداں
جس طرح افق پہ ہو نمایاں

یا بعدِ فسردگیِ سرما
ہو فصلِ بہار جلوہ فرما

یا موسمِ پُرخروش[2] کے بعد
طوفانِ بلا کے جوش کے بعد

عالم ہو سکوت کا فضا میں
ٹھنڈی نہ ہو نام کو ہوا میں

اس طرح ہوا ہی جلوہ افگن
پنجاب میں عہدِ میکلیگن[3]

(ضمیمۂ دوم متعلق بہ مضامین نظم تمام ہوا۔)

(حصۂ دوم لختِ جگر تمام ہوا)

تقریظِ دل پذیر نوشتۂ قلمِ نازک رقم جناب اشرف جہاں بیگم صاحبہ دہلوی بنتِ جناب صوبہ دار محمد حسین خاں صاحب مرحوم پنشنر

جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب بالقابہ کی تازہ

۱ اندھیری رات کے بعد۔ ۲ سر مکائل اُڈائر سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب کے عہد کی طرف اشارہ ہے جس میں پنجاب میں شورش ہوئی۔ امرتسر وغیرہ مقامات میں بہت سے لوگ مارے گئے اور مارشل لا Martial Law جاری ہوا ۳ Sir Edward Maclagan موجودہ لفٹنٹ گورنر نے اس آگ کو ٹھنڈا کیا۔ ۱۲

ڈال کی ٹوٹی تصنیف "**لخت جگر**" میری پیش نظر ہی
اُن کی قلم جادو رقم کی سحر بیانی اُن کی اعلیٰ درجے کی انشا پردازی
اُن کی ایک چھوٹی کئی کتابوں سے ظاہر و باہر اور ایک
مسلّمہ امر ہی جو کسی مزید تعریف یا تقریب کی محتاج نہیں۔ میرا
ارادہ یا منصب یا قابلیت مقتضی اس کی نہیں کہ ایسے مشہور
اہل قلم کی تعریف و توصیف میں کچھ اضافہ کروں جو تحصیل حاصل
ہی ایسی حالت میں کوئی طول طویل تقریر بے کار اور چھوٹا منہ
بڑی بات ہی۔ یہ چند سطریں مشتے نمونہ چند از خروارے
اُن فوائد کثیرہ کا اظہار ہی جو اس کتاب کا مآل کار ہی۔ اس
کتاب کی غرض و غایت صرف یہ ہی کہ طبقۂ نسواں میں ایسی
بیویاں پیدا کی جائیں جو ہر اعتبار اور شعار سے ایسی قابل اور
لائق نکلیں کہ جو مردوں کے **ڈیمانڈ کو سیٹسفائی** کر سکیں
یا یوں کہو کہ مردوں کو ایسی عورتوں سے پالا پڑے (ضرورت کا پورا عمل کریں) کہ اُن کو
اُنگلی اُٹھانے پچھتانے اور حرف گیری کا موقع نہ ملے اور
اُن کی جتنی شکایات واجبی یا ناواجبی جس قسم کی بھی ہوں حتی الوسع
مرتفع ہو جائیں اور جو جو نقائص مرد عورتوں کے گلے منڈھتے
ہیں اُن سے گلو خلاصی حاصل کریں۔ لائق مصنف اپنی جہیتی

اور لاڈلی بیٹی کو کس محبت اور شفقت کس چاؤ اور پیار سے
کہیں چمکار کر پاس بلاتا ہے تو کہیں چشم نمائی کر کے پرے بٹھاتا ہے۔
کہیں اُس کی باتوں کو سراہتا ہے تو کہیں بُری باتوں سے ڈراتا ہے۔
اچھے اچھے نمونے اُسے دکھاتا اور بُری باتوں سے شرماتا ہے۔
باپ کی تجربہ کاری اور لڑکی کا الّھڑ پنا ہر جگہ نمایاں ہے۔ دنیا کی
تنگ گھاٹی میں اُنگلی پکڑ کر چلاتا اور شمع ہدایت دکھلاتا ہے غرض
عمدہ سے عمدہ نمونے اور تمثیلات پیش کر کے دنیا کے نشیب و فراز
اور آئے دن پیش آنے والی مشکلات کی تصویر سامنے کھڑی
کرتا ہے۔ عورتوں کے فرائض اور ذمّے داریوں کی ایک کارآمد
فہرست لکھ کر اُس کے ہاتھ میں دیتا ہے اور اُسے ایسے سانچے
میں ڈھالنا چاہتا ہے جو زمانے کی ضروریات کے لئے فٹ ہو
اور اُس کو ایسی لڑکی بنانا چاہتا ہے جو اس زمانے کے ایک ٹھیک
تعلیم یافتہ روشن خیال شوہر کے لئے لالٹین کا کام دے
وہ اپنی بیٹی کو ایک اس قسم کی باسلیقہ اور سگھڑ لڑکی دیکھنے
کی تمنا رکھتا ہے کہ وہ تعلیم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو
سینا پرونا۔ پکانا ریندھنا سب کچھ جانتی بوجھتی ہو۔ کسی بات میں
بند نہ رہے۔ وہ ایک منکسر المزاج۔ اطاعت گزار اور فرماں بردار

بیوی ہو تو ساتھ ہی اس کے ایک محبّت بھرے دل والی ماں
اور ایک شریفانہ عادات و اطوار و خصائل کی نیک نہاد بیوی ہو
یہ صفات کیوں کر کسی نوخیز لڑکی کے خمیر میں داخل کی جا سکتی ہیں
اور کیوں کر گھڑ گھڑا کر اُسے ایک **خوش نما** اور **دل کش پتلی**
بنایا جا سکتا ہے یہی اس کتاب کا لُبِّ لُباب ہے۔ کبھی وہ تعلیم پر
زور دیتا ہے تو کہیں امورِ خانہ داری کی اُلجھی ہوئی گتھی کو ناخنِ تدبیر
سے سُلجھاتا اور اس طرح تعلیم اور خانہ داری کے ابرے اور
استر کی دُہری تہ چڑھا کر اُس کے بیچ میں اخلاقِ حسنہ کی روئی
بچھا کر اوپر سے خوش نمائی کا بخیہ سلیقے کی مشین سے کرتا ہے۔ کہیں
شوہر کا بلند پایہ مرتبہ اور دبدبہ دکھلا کر کبر و نخوت اور خودستائی کی
گردن کو جھکاتا ہے۔ کبھی عورت کو دباتا اور مرد کو اُبھارتا ہے تو کہیں
مرد کو گراتا اور عورت کو تراتا ہے۔ اس اُتار چڑھاؤ کو خوب ذہن نشین
کرتا ہے اور اُس کی **بیلنس** کے قائم رکھنے کی ضرورت کو منواتا ہے
خلاصہ یہ کہ عورت کو مرد کی سچی جوڑی دار بننے کی رہنمائی کرتا ہے۔
اگر عورتوں میں عملی مذاق اور دیگر امور ضروریہ اُن کی خلقی
کم زوری اور دیگر موانع سے مردوں کے برابر سرابر نہ ہوں تو
خیر نہ ہوں مگر اتنا فرق بھی نہ ہو کہ جو ہر قدم پر کھٹکے۔ بھلا عورت

اور کچھ نہ ہو تو اتنی تو ضرور ہو کہ وہ اپنے شوہر کی مفید صلاح کار
اور لائق مددگار اور سچّی وفادار بن سکے اور اگر یہ نہیں تو کچھ بھی
نہیں نرا ڈھوڈا ہی ڈھوڈا یا خاک کا تودہ ہے ایک بت ہے جس کو
عمدہ لباس اور زیور سے تو سجا دیا ہے مگر اُس میں جان نہیں
وہ کس کام کا۔ ہوا نہ ہوا برابر۔ امورِ خانہ داری اور پرورشِ
اولاد کی دُہری دُہری بھاری ذمہ داریاں یہ بھاری بوجھ قدرت
نے عورتوں کے سر دھرا ہے۔ نرے علمی اور جہل گھر کا خاکہ اُڑا دیتا ہے
جب تک لڑکیاں کم عمری سے ٹرین نہ کی جائیں اور پہلے سے
ان اہم فرائض کے لیئے میکے میں طیار نہ کی جائیں تو ایک
ناتجربہ کار سے کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اس بھاری بوجھ کو
اُٹھا سکے گی۔ گھر کا بنانا سنوارنا۔ شوہر کی کمائی کو ٹھکانے سر
لگانا یہ دونوں کام عورتوں ہی کے ہیں۔ اُن کی خوش سلیقگی
اور بد سلیقگی گھر کے ایک نظر دیکھنے ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے۔
کسی کے کہنے سننے یا بتلانے اور جتلانے کی ضرورت نہیں۔
عیاں را چہ بیاں۔ یہ کتاب خانہ داری کا **مکمل دستور العمل** ہے
یا طرز زندگی کا ایک **عملی سبق** ہے یا خوش کُن پیرائے اور میٹھی
بولی میں نصیحت کی تلخ گولی شہد میں گھولی ہے۔ گو یہ کتاب دراصل

بشریٰ بیگم کے لیے لکھی گئی ہے لیکن بابِ نصیحت مفتوح ہے جس کا
دل چاہے اور جسے خدا توفیق دے اس سے بہرہ یاب اور
مستفید ہو۔ پند و نصائح کے موتی بکھیر دیئے ہیں جلد سمیٹ لو
یہ کتاب جناب مصنف نے اپنی دختر اکبر کے جہیز میں دینے کے لیئے
لکھی ہے جس میں اُن کے بچپن سے لے کر اس وقت تک کے حالات
بے کم و کاست موجود ہیں گویا بشریٰ کی سوانح عمری ہے۔ قابل مصنف نے
تصنیف و تالیف کا سرمایہ اپنے والدِ ماجد علامۂ دہر **مولوی**
نذیر احمد صاحب مرحوم سے ورثے میں پایا ہے جس کو اُنھوں نے خوب بڑھایا ہے۔
اُن کی متعدد تصانیف چاروں طرف پھیلی پڑی ہیں واقعات کا نقشہ
اُتارنا۔ بات کو کانوں کے ذریعے سے دل میں اُتار دینا۔ عورتوں
کی زبان۔ اہلِ زبان کے محاورات۔ عبارت کی برجستگی سب ہی کچھ
اللہ تعالیٰ نے اپنے فیضان سے مصنف کی زبان اور قلم کو دیا ہے۔ یہ
کتاب شروع سے لے کر آخر تک۔ نہیں اس کی ایک ایک سطر موتیوں
کی لڑی ایک ایک حرف دُرِ شہوار ایک ایک نقطہ گوہر آبدار ہے جس پہ سے
پڑھنے والوں کا دل لٹا ہے۔ پیاری بہن **بشریٰ** کے لیئے جو
قیمتی اور گراں بہا جہیز ہمارے ہاتھوں طیار ہوا ہے وہ ایک طرف
اور یہ کتاب ایک طرف۔ وہ عارضی ہے یہ مستقل۔ مصنف نے جو یہ عمدہ

اور بہترین عطیہ اپنی صاحب زادی کو دینا تجویز کیا ہے شک نہیں کہ بہت
قابلِ قدر ہے ۔ اس کتاب کے حصۂ اول کی مخاطب صحیح بشریٰ ہیں باپ
کہہ رہا ہے ہونہار بیٹی گوش دل سے سُن رہی ہے۔ اور پڑھنے والے مزے
لے رہے ہیں ۔ حصۂ دوم کی کچھ اور ہی بہار ہے بڑے بڑے مصنفین
اور شعراء سے قادر الکلام کا دربارِ دُربار ہے ۔ ضمیمۂ اول میں مضامین نثر
اور ضمیمۂ دوم میں مضامین نظم کا تختۂ پُر بہار کھلا ہوا ہے۔ اس تختۂ گلزار
پر عجب نکھار ہے۔ رنگ برنگ کی کیاریاں مختلف قسم کے خوش بودار پھولوں
سے کھلی ہوئی دماغ اور مشامِ جاں کو اپنی مہک سے معطر کر رہی ہیں
ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است ۔ یہ کتاب اس پایہ کی ہے کہ ہر گھر
میں ہونی چاہیئے ۔ یہ کتاب نری دل کا بہلاوہ اور وقت تیر کرنے کا
ذریعہ نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑا پند نامہ ہے ۔ عورتیں اس بتائے ہوئے
رستے پر آنکھ بند کر کے چلیں ہر مشکل آسان ہو گی اور منزلِ مقصود
ناک کی سیدھ میں پہنچ جائیں گی ۔ ہم کو مولوی صاحب سے اُن کی
لائق بیوی کے اُٹھ جانے کے صدمے میں گہری ہمدردی ہے ۔ کہاں ہیں
وہ مرد جو عورتوں میں کیڑے ڈالتے ہیں آئیں اور دیکھیں کہ گو اُن کو
سدھار کر دس برس ہو گئے مگر اُن کی ایک ایک بات کو یاد کر کے شوہر
کی آنکھیں جھڑیاں برساتی ہیں ۔ سُنتے ہیں کہ مردوں کے نزدیک

بیوی کی مرگ کہنی کی چوٹ ہے مگر یہاں تو دل کی چوٹ ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ادھر بیوی مری اُدھر بچّوں کی پلید ہوئی۔ بیوی ایک محبت کی سوت ہے جس سے الفت کا چشمہ جاری رہتا ہے جو اولاد کو سیراب کرتا ہے۔ جب وہ چشمہ سوکھ گیا یہ پودے بھی مرجھا گئے۔ لیکن دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچّوں کو کس طرح پالا۔ ماں کی ممتا بھی اُن میں آ گئی اُن کی محبّت دوبالا ہو گئی۔ باپ تو یہ ہیں ہی مگر اب ماں بھی یہی ہیں۔ میں عورتوں کی طرف سے لائق و فائق مصنف کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انھوں نے صرف عورتوں کی بہتری اور بہبودی اور اُن کو زیادہ مقبول اور خوش حال بنانے کے لیئے اپنی بے بہا تصانیف میں ایک اور کڑی جوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ آپ کی ہدایات پر چلیں۔ آپ نے ہمارے بے زبان فرقے پر بڑا احسان کیا ہے اس کی جزا آپ کو خدا دے۔ ؎ خلق از جزا خیر تو کردن مقصّر است * پروردگارِ خلق تو اندر جزا دہد

خدا کرے کہ آپ بہت دنوں تک کامرانی اور شادمانی زندہ رہیں اور اپنی دُر فشانی سے قوم کو مالا مال کرتے رہیں۔ آخر میں میری عرض ہے کہ کتاب چھپتے ہی اس کی ہے پیاسا خشک نہ ہونے پائے کہ ایک نسخہ اکسیر مجھے سیراب کر جائے۔ گو میں اس کا مسودہ بالاستیعاب ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ دیکھ چکی ہوں مگر دل ابھی سیر نہیں ہوا ہے۔ ؎ جتنا زیادہ پیتی ہوں اتنی ہی پیاس بھی ہے

چلی ہی جاتی ہوں ہیں گو چلا نہیں جاتا — غضب ہے شوقِ رسائی و دوریِ منزل

لختِ جگر پر کئی ریویو آ چکے ہیں مگر کتاب کی ضخامت اُن کے اندراج کی مانع ہے۔ اشرف جہاں بیگم صاحبہ کا ریویو اس وجہ سے بالخصوص درج کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ عورتوں نے اس کتاب کو کس نظر سے دیکھا۔ اشرف جہاں خود صاحبِ قلم اور مصنفہ نعمانِ اشرف ہیں اس لیئے ایک اُن جیسی لکھی پڑھی اور لائق خاتون کا اظہارِ پسندیدگی نہ صرف میرے لیئے سرمایۂ ناز ہے بلکہ میں یوں سمجھتا ہوں کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ من المصنف ۱۲

قطعۂ تاریخ از فکر سلیم ابو نعیم محمد موسیٰ علیمؔ مرادآبادی تلمیذ جناب وحشت کلکتوی

اجلۃ الفضلا مولوی بشیر الدین / شراب علم کا چلتا ہے جن کی بزم میں دور
کتاب لخت جگر جب انھوں نے کی تصنیف / خیال مجھ کو بھی تاریخ کا ہوا فی الفور
جو دیکھیں قابل غور اس میں بیشتر باتیں / علیمؔ! مادہ بھی خوب نکلا ”قابل غور“
۱۳۳۹ھ

از جناب محمد موسیٰ صاحب مرادآبادی

ایں گنج معانی چو پر از لعل و گہر شد / از بہر عروساں فزوں از زیور زر شد
جستند ز تاریخ چو ارباب معانی / گفتیم کہ ”سامان طرب لخت جگر شد“
۱۹۲۰ء

قطعۂ تاریخ نوشتۂ جناب مولوی محمد فضل ستار صاحب امروہوی

بشیر ما چو نوشتہ رسالۂ رنگیں / برائے بشریٰ کہ او است بہترین دختر
امور خانہ و اخلاق و پند و حکمت و شعر / سراپا نثر دل آویز و نظم شیریں تر
ہمیں زیورے بہر وجود فہم و ذکا / کہ لفظ لفظ از و رونق در و گوہر
بسال طبع چو ایمائے لاابالی شد / عروس طبع بگفتا ”عجوبہ لخت جگر“
۱۳۳۹ھ

قطعۂ تاریخ نوشتۂ جناب شیخ محمد محسن کوکبؔ مرادآبادی تلمیذ عالی جناب وحشت کلکتوی

”لخت جگر“ کے جلوے سے روشن ہوئی نگاہ / سامان شوق خاطر و ذوق نظر ہوا
ہے حضرت بشیر کی لکھی ہوئی کتاب / جس نے کہ پڑھ لیا اسے وہ باخبر ہوا
سچ تو یہ ہے کہ پند و نصیحت کی جان ہے / یہ نسخۂ عجیب کہ کحل البصر ہوا
کوکبؔ جو میں نے ہاتف غیبی سے پوچھا سال / بولا کہ ”ہدیۂ گل لخت جگر ہوا“
۱۳۳۹ھ

تمت بالخیر

غلط نامہ حصۂ دوم لختِ جگر

غلط نامہ کتاب کی بدنمائی کا داغ ہو مگر اُس سے چشم پوشی اور بھی زیادہ قابلِ اعتراض ہو۔ بعض چھوٹی چھوٹی کتابت کی غلطیوں کی تصحیح سیاقِ عبارت سے خود بخود ہوسکتی ہو لیکن وہ غلطیاں جن سے نفسِ مضمون پر اثر پڑے اُن کا درست کرلینا فہمِ مطلب کے لیئے ضرور ہو۔ مجھ کو اتنا بڑا غلط نامہ لگاتے ہوئے افسوس کے علاوہ شرم بھی آتی ہو مگر جو بات میرے بس کی نہ ہو میں معذور اور قابلِ معافی ہوں خیر اور غلطیاں جیسی کچھ بھی ہوں کاتب صاحب کی مہربانی نے تھوڑی سی غلطی صفحے لگانے میں بھی ہوگئی۔ ناظرین اُسے ضرور درست فرمالیں۔ وھو ھذا۔

غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح
۸۳	۸۲	۳۱۹	۳۱۱	۳۱۰	۳۱۸	۲۳۶	۳۳۶

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۴	۱۶	بالعل	بالکل	۲۳	۱۸	سی	ہی
۱۹	۱۷	ہیں	میں	۲۹	۱۳	پائی	باقی
۲۰	۴	دوسرہ	دوسرے	؍؍	۱۶	ریاعاں	رباعیاں
؍؍	۱۱	ہم	ہم	۳۰	۸	بپھرجاتا	پھرتا
؍؍	آخر	و	دو	؍؍	۹	مر	سر
۲۱	۱۵	ایک	ایک فرقہ	۳۱	۵	باخدا	ناخدا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳۲	۱۳	شتتہ	شتبتہ	۵۷	۱۳	بہ	یہ
۳۳	۲	یہ یہ	پہ یہ	۶۴	۲	ـــ	×
۳۵	۷	جیسے	جسے	۶۶	۱۸	درحت	درخت
۳۶	۱۷	دولت کی	×	۶۷	۷	براق	برّاق
۳۷	۱۳	بڈّھا	بڈّھا	۶۸	۱۰	جنبش	جنبش پر
۳۹	۵	مگر	×	؍؍	۱۷	بدالی	بدلی
۴۰	۱	غرض	عرض	۶۹	۱۳	تیسرے	تیرے
؍؍	۸	لعد	بعد	۷۲	آخر	بھرنی	بھرنی
۴۱	۶	سیے	لیئے	۷۳	۱۱	طرخ	طرح
؍؍	۷	نے	نے خدا	؍؍	۱۵	بھراز	بھرمار
۴۲	۱۷	اکک	ایک	۸۰	۲	سمش	شمس
۴۳	۶	پرستش	پرسش	۸۲	صفحہ	۸۳	۸۲
۴۶	۲۵	سفید خیالات	مفید خیالات	؍؍	۶	ڈھکنا	نہ ڈھکنا
۵۰	۵	زور	روزے	؍؍	۱۱	ہیں	×
۵۲	۷	اتاب	اناپ	۸۳	؍؍	چاہیے	چاہیئے
۵۵	۱۷	روپیے	روپیئے	؍؍	۱۶	بدبوتعفن	تعفن بدبو
[illegible]	۶	پیش	پیشی	۸۴	۷	ولت	غفلت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۸۴	۱۲	اسی	کسی	۱۳۱	۱۷	ذیات	دیہات
"	۱۵	سو	ہو	۱۳۲	۵	بچازھی	بچاری
۸۵	۱۰ و ۱۱	اُس ہوا میں جو ہمارے بدن میں سانس لینے کے لیے پڑتی ہے	×	"	۱۰	ہو	ہوں
۱۰۰	۱۶	کپرے	کپڑے	"	۱۳	بھسنا	بھینّا
۱۱۰	۵	زکواۃ	زکوٰۃ	۱۳۴	۱۱	بھی	×
۱۱۴	۳	کھاتے	کھانے	۱۳۵	۱۲	اوہام	اوہام
"	۸	لی	کی	۱۳۸	۱۶	سوا	ہوا
۱۲۳	۱	مانگینا	مانگنا	۱۴۴	۱۵	ی	ہجر
"	۹	تاکہ	ناکہ	۱۴۸	آخر	پیوا	سِوا
۱۲۵	۶	اُس	اُس نے	۱۱۵	۱۸	یھنسے ہوئے	پھنسے ہوئے
"	۸	نہین	نہیں	۱۵۳	۷	ببن	بن
"	۱۸	الزام ر	الزام سر	۱۵۶	۱۰	کھپٹ	کھٹ پٹ
۱۲۶	۱۲	ہوے	ہوئے	"	۱۷	مزحمل	مضمحل
۱۳۰	۲	اُٹھ ہی	اُٹھ	۱۶۰	۷	وسے	وہ
۱۳۱	۱۱	نوئی	تو سمجھا	۱۶۱	۲	ملبوس	بلوس
"	۱۴	سرو کا ہاتھ پاوگ	سرداروں کا ہاتھ پاؤں	"	۱۶	انگرزی	انگریزی
"	۱۴	بوت	بات	۱۶۳	۱۰	گاری	گاڑی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۶۴	آخر	بدتاؤ	برتاؤ	۱۸۸	۱۱	سرسیمہ	سراسیمہ
۱۶۵	۱	ہے	دیوتاؤں کی پیشانی پر لگایا جاتا ہے	۱۸۹	۱۳	کی	کی پروا
"	۵	کے	کی	۱۹۵	۵	حَلم	حِلم
"	۱۵	فعل۔	فعل	۲۰۰	۱۲	حفا	خفا
۱۶۷	۶	دولت رہی	دولت کو اپنی ہی	۲۰۱	۴	کرنے	کرنے والے
۱۶۹	۵	چاہ بنا	×	[illegible]	۱۴	کوُ	کو
۱۷۲	۱۵	یوشیدہ	پوشیدہ	"	۱۷	روسے	روئے
"	۱۸	ز آخرت میں)	(آخرت میں)	۲۱۱	۹	تَعصَّ	بَعض
۱۷۳	۱۶	بہ	نہ	"	"	تحیلسوا	تجسَّسوا
۱۷۵	۱۳	ایجاد	ایجادؔ	"	۱۹	بیچتے	بچتے
"	۱۴	آپ	آپ بنا	۲۱۸	۴	ماں	ما
۱۷۷	۷	خوتی	جوتی	۲۱۹	۹	لڑا	لڑا
۱۷۹	۸	سے ہواس	ہے ہواس	۲۲۰	۵	تکلبف	تکلیف
۱۸۳	۲	سے	ہے	۲۲۳	۲	امیں	اس
"	۱۸	گرہوں	گروہوں	۲۲۵	۱۳	علیک	عَلَیکُم تسلیک
۱۸۴	۱۲	ہبو	ہو	۲۲۶	۱۵	بینی	بنی
۱۸۸	۸	آسان	اوسان	۲۲۷	۶	حکم	حکم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۲۲۷	۱۶	بکہ	بلکہ	۲۵۷	۱۸	سنفر	سفر
۲۲۸	۳	پوہیچتی	پہونچتی	۲۵۹	۱۷	سکبتں	سکتیں
۲۲۹	۸	اوبدا	اوبدے	۲۶۱	۱۰	یُرانا	پُرانا
رر	۱۶	شیوہ	شیوۂ	۲۶۵	۲	یر	پر
۲۳۶	۷	بہی	کبھی	۲۶۶	۴	پونچھنے	پونچھنے
رر	۹	سوداکروں	سوداگروں	۲۶۷	۱۸	تہ	تہ نہ
۲۴۰	۱۸	سور	سود	۲۶۹	۵و۶	سلابچی	سیلابچی
۲۴۱	۱۹	زیورات	زیورات کا	۲۶۹	۹	تکیے	تکیئے
۲۴۲	۶	اُس	اِس	رر	۱۵	ڈوڑے	دوڑے
۲۴۴	۶	دِیٔن	دِیٔن دیتھارا دین تم کو سارک اور ہمارا ہم کو	۲۷۴	۱۰	چلو	جلو
۲۴۷	۴	نقائض	نقائص	۲۷۸	۳	بڑائی نہ مانو	بڑائی نہ مارو
۲۵۰	۹	لیپتے	لیتے	۲۸۲	۴	زوجیش	زوجین
۲۵۰	۱۲	تہا۔	تھا	رر	۱۳	بغضب	غضب
رر	۱۳	تھا	تھا	رر	۱۵	ائرمانوں	ارمانوں
رر	۱۷	کنسبت	نسبت	۲۸۵	۱۱	تویسندہ	نویسندہ
۲۵۳	۱۶	چھکتے	چمکتے	۲۸۶	آخر	دریدہ دہنی	دریدہ دہنی
۲۵۶	۱۴	تھر	تھرڈ	۲۸۷	۱	تجابرت	تجارب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۲۹۲	۱۳	اوُپر	اوپر	۳۱۲	۱۲	لے	سبے
۲۹۳	۶	دایا	دیا	״	۱۸	نھلے	بھلے
״	۱۷	سَاری ہمت	ساری ہمت	۳۱۳	۶	کھاتوں	گھاتوں
״	آخر	خاوربیں بے تکلفی ہوئی ہے	خاوند میں بے تکلفی ہوتی ہے	״	۱۷	درمال	درماں
۲۹۹	۱۲	لکھتے	لکھتے	۳۱۴	۱۲	انگارےے	انگارے
۳۰۱	۱	بےپردگی	بے پردگی	۳۱۵	۱۳	سفامین	مضامیں
۳۰۳	۱۲	تراود	تراود	״	۱۸	غق	حق
״	۱۵	غیارا	غیاڑا	۳۱۶	۱۶	اُسے	اُسنے
״	״	بگاڑ	بگاڑ	۳۱۸ (۳۱۶)	۶	یوجی	بوجی
۳۰۶	۴	سب	سب	״	۱۳	ہترا	اُترا
״	۱۲	بروں	بِرووں	۳۲۰	۱۵	نگری	نگری میں
״	۱۵	جال	جاں	۳۲۱	۶	ہین فوح	ہیں نوح
״	۱۴	بچھویا	پچھویا	״	۷	لیجیئے	لیجے
״	۱۸	جنیسوں	جیسن	״	۷ و ۹	کیجیئے	کیجے
۳۱۰	۱۵	ٹھیرایا	ٹھیرا	״	۱۱	پوچھیگا	پو۔ چھیگا
۳۱۲	۸	ستل	سیتل	״	۱۳	جاوں	جاؤں
״	۹	دن رات	رات دن	۳۲۲	۹	شوق	شوق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳۲۳	۶	چھڑا	چھرا	۳۳۰	۸	زمانے ر	زمانے
۳۲۵	۵	سو	سے	۳۳۱	۲	ان	اُن
ر	۱۴	ہوش	ہوش	ر	۱۷	اندز	انداز
ر	آخر	بھاتا	بھاٹا	۳۳۲	۴	ہنستے	وہ ہنستے
۳۲۶	۴	آوازین	آوازیں	ر	۱۱	انکوٹھا	انگوٹھا
۳۲۷	۱۱	کا	کا ہجر	۳۳۳	۳	شہام	شام
ر	۱۵	چیرنے	چرنے	ر	۱۴	میری یہ	تیری۔ یہ
ر	آخر	گوارہ	گوارا	ر	۱۵	ورہا	تورہا
۳۲۸	۱	ہوں	ہو	ر	۱۶	ح	لوح
ر	۲۰	ہیں	نہیں	ر	۱۷	وردوارشاد	نوروارشاد
ر	۴	فرق	فراق	۳۳۴	۲	ناباں	تاباں
ر	۸	حُبِ	کہ حُبِّ	ر	۱۳	اود	اور
ر	ر	حمن	چمن	ر	۱۵	نیکس	نیک
ر	۱۳	نقصاں	نقصان	۳۳۶ (۳۳۷)	۱۱	کچھ	گچھ
۳۲۹	۱۳	ہما	ہمارا	۳۳۸	۸	سئے	لیئے
۳۳۰	۵	ہم	تم	۳۳۹	۱۰	اُس	اِس
ر	۶	منزل	منصب	۳۴۰	۱۳	سح	سچ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳۴۱	۴	ٹکی	کمی				
؍؍	۶	ہں	ہیں	۳۵۴	۳	بسکٹ	بسکٹ
؍؍	آخر	نالم	عالم	؍؍	۲۰	بیا۔ہی	بیاہی
۳۴۲	۵	شان	سماں	۳۵۶	۴	لرہی	گرہی
۳۴۵	۲	زز ندہ	نہ زندہ	؍؍	۱۲	الوالغرمی	الوالعزمی
؍؍	۵	خانشماں	خانسماں	۳۵۸	۳	سبے	ہجر
؍؍	۲	سس	جس	؍؍	۱۵	ہین	ہیں
؍؍	۱۳	بھلے	پہلے	۳۵۹	۹	تمیں	زمیں
۳۴۶	۲	چیزیں	چیزیں	۳۶۰	۱۴	جاسیگا	جائے گا
؍؍	۶	مین	میں	۳۶۱	؍؍	محبت	محنت
؍؍	۱۵	یڑھتے	پڑھتے	۳۶۲	۷	گرے	کرے
۳۴۷	۳	سہیں	نہیں	۳۶۵	۱۸	زیات	زیاں
؍؍	۱۲	ہیرہر	ہیری	۳۶۶	۱۱	آت	آج
۳۴۹	۶	ب چھوڑ	سب چھوڑ	۳۶۷	۷	صدیہ	صدر
۳۵۱	۱۴	اخترو	اختر بھی	۳۶۸	۱۱	نقصاں	نقصاں
۳۵۲	۳	جلتی	چلتی	۳۷۰	۳	توہیں	توہین
۳۵۳	آخر	رنجچہ	ننجچہ	۳۷۳	۵	اُیوں	بُرائیوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳۷۳	۴	آ ہونے	آ ہوتے	۴۱۷	۷	ہوئے	ہوتے
۳۷۸	۹	ہوتے	ہوئے	״	۹	دوا	دوا
۳۷۹	۸	اک	اکؔ	۴۲۸	۵	ڈکھاتا	دکھاتا
״	۱۴	کیارہ	گیارہ	۷	۱۲	پرقزا تھا	پرفضا تھا
״	۱۹	حبت صغر	حبتِ صفر	۴۳۰	۷	خواتگار	خواستگار
۳۸۳	۹	میں	ہیں	״	۱۰	تجھ	تجھ کو
۳۸۵	۱۶	کیچھ	کچھ	״	۱۵	کہتے	کہتے ہیں
۳۸۶	۱۱	للتنکم	للتنکم	۴۳۱	۱۸	دھولی کبھی	ڈھولی کبھی
۳۸۸	۱۲	سرما	سرما	۴۳۲	۸	رجحان	رُجحان
۳۹۴	۸	اچنبے	اچنبے کا	۴۴۱	۱۷	پہیے	پہیئے
۳۹۷	۶	چلانا	چلاتا	۴۴۳	۷	ستجو	جستجو
۴۰۲	״	چریاں	چڑیاں	״	۱۴	حسیں	حسین
״	۹	سہارنی	سہانی	۴۴۴	۵	وارفتہ	وارفتہ
۴۰۴	۱۳	مرے	میرے	۴۵۰	۱۳	دتھال	دو تھال
۴۰۷	۳	پھولوں	پھولوں	۴۵۱	۱۶	پڑ	پڑتی
۴۰۸	۹	جا	جاتا	۴۵۵	۲	بیچا ہیں	بیچا ہیں
۴۰۹	۱۵	میں	وہ میں	״	۵	میری	مری
״	۱۷	لگا	لگا "	״	۶	دکھاتی	دکھا رہی
۴۱۶	۶	رہیں	رہیں	۴۵۸	۳	ہوتی	ہوئی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۴۵۸	۱۶	خو	خوب				
۴۵۹	۸	اُسن	اُسی	۵۰۹	۲	زمیں	زمین
۴۶۰	۱۸	بوالعجب	بوالعجب	۵۱۰	۱۳	ہمر	ہر
۴۶۳	۱۳	بو	لو	۵۱۳	۹	سفر	سقر
رر	۴	قال وقیل	قال وقیل	۵۱۵	۲	گئیں	گئیں
۴۶۷	۱	کانپتا	ہانپتا	رر	آخر	سکتے	سکے
۴۷۴	۱۵	دل	دل میں	۵۲۲	۱۸	سبدھی	سیدھی
۴۸۲	۱۰	روبرو	روبرو	۵۲۸	۹	ماآمن	ماآمن
۴۹۱	آخر	حیث	چشمہ	۵۳۷	۱۶	ماہ	ماتم
۴۹۲	۳	پپیں	پئیں	۵۴۳	۱۱	گر	کر
رر	۸	اوٗ	ناوٗ	۵۴۹	۶	سلاطیں	سلاطین
۴۹۹	۵	آئینے	آئینے	۵۵۳	۱۶	منظر	منظر
۵۰۷	۵	گیے	گئے	۵۵۴	۱۴	آسماں	آسمان
رر	آخر	نہ ہدا	نہ سرا	۵۵۵	۱۵	جاتی	بنائی جاتی
۵۰۸	۱۵	بوں	جواں	۵۵۷	۴	کی	کا
رر	۱۶	تار نار	تار تار	۵۶۰ ۵۶۴	۱۳ ۱۴	کے سوا	کو ہوا

الٰہی تیرا شکر کہ غلط نامہ تمام ہو

اعلان

اسی مصنف کی اور کتابیں

حرز طفلان۔ نشاط عمر۔ عصائے پیری۔ یہ تینوں کتابیں لڑکوں جوانوں و ضعیف عمر کے لوگوں کے لیے تلقین معاشرت و تعلیم دینداری و اخلاق کی بہترین رہنما ہیں۔ اقبال دلہن۔ حسن معاشرت۔ اصلاح معیشت۔ یہ تینوں کتابیں مستورات کے لیے نہایت موزوں ہیں۔ کئی کئی ایڈیشن ہو چکے ہیں ٹکسٹ بک کمیٹیوں نے پسند کیا ہے۔ زنانہ مدارس میں جاری ہیں۔ نمبر ۶ پر سرکار سے انعام بھی ملا ہے لڑکیوں اور ہر عمر کی عورتوں کو ضرور پڑھنی چاہئیں بچیوں سے دو دو باتیں۔ نمبر ۱ تا ۳ کی طرز کی صرف کم عمر لڑکیوں کے لیے۔ عزم بالجزم۔ ایک چھوٹا سا رسالہ استقامت ارادے پر۔ واقعات مملکت بیجاپور۔ دکن کی مکمل تاریخ جس پر ہزار روپیہ انعام ملا ہے۔ تین جلدوں میں (۱۲۸۷) صفحے۔ ساٹھ عکسی بلاک فوٹو۔ غیر مجلد۔ مجلد یکجا۔ محصول ۱۳ر۔ واقعات دار الحکومت دہلی۔ دہلی کی نہایت مکمل اور مبسوط تاریخ مع حالات عمارات قدیمہ تین جلدوں میں (۲۳۶۶) صفحے (۲۰۹) قلمی نقشے اور تصویریں (۹) بلاک فوٹو یہ تاریخ (۱۳۳۰) برس قبل ولادت مسیح سے سنہ ۱۹۲۰ء تک کی ہے۔ کسی اردو کی کتاب میں دہلی کے متعلق اتنے مفصل حالات آج تک نہیں لکھے گئے۔ کم تعداد میں چھپی ہے شائقین جلد لیں۔

ہر سہ حصص غیر مجلد۔ تینوں حصے علیحدہ علیحدہ مجلد۔ ہر سہ حصص جملہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ:۔ بشیر الدین احمد متعلقہ دار نشتر کھاری باؤلی دہلی